حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد
مكة المكرمة
علامہ یونس مبین قادری اشرفی
شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

فضائل مناقب حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد

علامہ یونس مبین قادری اشرفی

مدرس الجامعۃ الاشرفیہ گجرات

شبیر برادرز ®

زبیدہ سنٹر، ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

حضور ﷺ کے آباؤ اجداد

باہتمام	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	اکتوبر 2017ء / صفر 1439ھ
طابع	اشتیاق اے مشتاق پرنٹر لاہور
کمپوزنگ	ورڈز میکر
سرورق	اے ایف ایس ایڈورٹائزرز، دربار مارکیٹ 0322-7202212
قیمت	روپے

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

انتساب

خواجہ خواجگان اشرف العلماءوالمشائخ محدث کبیر شیخ الحدیث والتفسیر

حضور خواجہ پیر **مفتی محمد اشرف القادری** محدث نیک آبادی

مرکزی سجادہ نشین خانقاہ قادریہ عالیہ نیک آباد مراڑیاں شریف بانی
ومہتمم ''الجامعۃ الاشرفیۃ المرکزیہ'' علی مسجد گجرات جن کی نگاہِ فیض نے
فقیر کو اس راستے پر لگایا۔

اور

فخر المدرسین اُستاد الاساتذہ علامہ محمد ساجد القادری

صدر مدرس: جامعہ قادریہ عالیہ مراڑیاں شریف

کے نام

یونس مبین قادری اشرفی

مدرس الجامعۃ الاشرفیہ گجرات

خطیب مرکزی جامع مسجد خوشبوئے رسول منگووال غربی

فہرست مضامین

وجہ تالیف

۱۹۹۹ کو ایک دلخراش خبر آئی جس کی وجہ سے عالم اسلام کے اندر اضطراب کی کیفیت طاری ہوگئی کہ حضور اکرم ﷺ کی والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا کے قبر مبارک کو مسمار کر دیا گیا ہے۔ بندہ ءفقیر اُن دنوں ''جامعہ قادریہ عالمیہ'' مراڑیاں شریف میں درس نظامی کی ابتدائی کلاس کا طالب علم تھا۔ پورے عالمِ اسلام میں بالخصوص ہمارے جامعہ کے منتظم اور ناظم اعلیٰ پیر محمد افضل قادری صاحب اس مسئلہ کو بین الاقوامی سطح پر اجاگر کر رہے تھے پاکستان اور پوری دنیا میں ''سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا'' کانفرنسز اور احتجاجی جلوس نکالنے اور پوری دنیا میں یوم سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا منانے کی اپیل کی۔ احتجاجی مظاہروں اور جلوس میں ہمارے جامعہ اور متعلقین کی بڑی تعداد جیلوں کے اندر بند کر دی گئی اور کئی مرتبہ لاٹھی چارج اور مختلف قسم کی پابندیاں بھی لگائی گئی اس دوران ایک واقعہ حافظ آباد کے علاقے اندر پیش آیا کہ ایک بد بخت غیر مقلد خطیب نے خطبۂ جمعہ کے دوران حضور اکرم ﷺ کے والدین کو نعوذ باللہ کافر قرار دیا اس پر رات کو سوتے ہوئے اُس کی غائبانہ طور داڑھی ''نوچ'' لی گئی یہ واقعہ اخبارات میں بھی چھپا اس پر اُستاد گرامی پیر محمد افضل قادری صاحب اور دیگر علماء نے ایف آئی آر کٹوائی لیکن ضلعی انتظامیاں نے اُس بد بخت کو غائب کروا دیا۔ اِن واقعات نے دل پر اثر کیا کہ یہ نام نہاد دین کے ٹھیکدار جس ''نبی کریم ﷺ'' کا کلمہ پڑھتے ہیں اُن کے والدین کے بارے کتنا خطرناک عقیدہ رکھتے ہیں وقت گزرتا رہا اور یہ خواہش رہی کہ والدین مصطفیٰ ﷺ پر کوئی کتاب لکھی جائے جو ہر لحاظ سے جامع ہوحتی کہ ۲۰۰۴ کو جامعہ سے درس نظامی سے فراغت کے بعد ولی نعمت حضور خواجہ پیر مفتی محمد اشرف القادری محدث نیک آبادی کی صحبت جو کو فقیر کو دورانِ تعلیم بھی میسر رہی لیکن جامعہ سے فارغ ہونے بعد زیادہ میسر ہوئی کہ انہی دنوں میں آپ نے ''الجامعۃ الاشرفیہ مرکزیہ'' کی بنیاد رکھی جس میں مختلف ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں اس دوران

فقیر بہت سخت بیمار ہوا تین چار دن موت وحیات کے کشمکش رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی۔

۲۰۰۴ کی ایک شب وہ دیرنہ خواہش جو ۵ سال سے دل کے اندر تھی مکمل کرنے کا وقت آگیا اور یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد'' شروع کی لیکن ناتجربہ کاری اور بالخصوص کتب کی کمی کی وجہ سے کام رکا رہا اِسی دوران ''انوارالحدیث''''سیرت المصطفیٰ''''سیرت خلفاء راشدین''''قانون شریعت''''جاءالحق'' کی تخریج مکمل کی ان میں پہلی تین کتب چھپ چکی ہیں اور باقی ابھی چھپنا باقی ہیں اس کے علاوہ بہت ساری کتابوں کے تراجم مکمل کئے اس دوران ایک واقعہ پیش آیا کہ ہمارے علاقے کنجاہ کے اندر ایک بدبخت خطیب نے پورا خطبہء جمعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین نعوذ باللہ کافر قرار دینے پر دیا اس پر علاقہ کے لوگوں نے اُس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی اور عدالت کے جج نے یہاں تک کہہ دیا کہ تم معافی مانگ لو معاملہ رفع دفع کردیتے ہیں لیکن اُس بدبخت نے کہا کہ آپ مجھے موقع دیں میں اس پر دلائل دوں اس پر فاضل جج اُس کا کیس اگلی عدالت کو بھیج دیا اُس عدالت سے اُس کو سزائے موت سنائی لیکن کچھ سالوں کے بعد وہ رہا ہوکر واپس آگیا اور واپس آنے کے بعد وہی پرانے طرز پر وہ گفتگو کرنے لگا اس دوران کچھ لوگوں نے اُس کو واصل جہنم کردیا۔اس واقعہ نے ایک مرتبہ پھر اس کام کو مکمل کرنے پر اُبھارا اَب جو کام باقی رہ گیا تھا الحمدللہ یہ اب تکمیل تک پہنچا اس کتاب کو لکھنے میں معاونت کرنے والے ساتھی اور دوست حصوصا جناب صاحبزادہ علامہ مفتی محمد عبدالرحمن قادری اشرفی صاحب علامہ محمد فضل غنی صاحب اور کتب کی فراہمی میں مدد کرنے والے نہایت ہی مخلص دوست مرزا خرم شہزاد (سعودیہ) قاری سجاد احمد قادری، محمد راشد بٹ، جاوید اقبال عطاری (پرنس بک ڈپو) اور حاجی محمد سعید کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔

یونس مبین قادری اشرفی، مدرس الجامعۃ الاشرفیہ گجرات
خطیب مرکزی جامع مسجد خوشبوئے رسول منگووال غربی

نبی اکرم کے اجدادِ اکرام حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک:

الحمد لله رب العالمين من بعث فينا نبيا كريما رحيما شريفا فى ذاته وصفاته واجداده واباء ه صلى الله تعالىٰ عليه وآله واصحابه وبارك وسلم اما بعد قال الله تعالىٰ فى كلامه

"وتقلبك فى الساجدين"۔

قال ابن عباس رضى الله عنه فى تفسير ه يقال فى اصلاب آبائك الاولين

''اور آپ کا سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہونا'' اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے پہلے آباء کی پشتوں میں منتقل ہونا مراد ہے

(تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس :سورۃ الشعراء تحت الآیۃ ۲۱۹ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہاں سے ہم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آبا وَ اجداد کا ذکر خیر کریں گے اس کی کئی وجوہات ہیں لیکن اُن میں ایک وجہ یہ ہے کہ دورِ حاضر میں جہاں اسلام کو مٹانے کے لیے تمام ادیان باطلہ سرگرم عمل ہیں وہیں بعض مسلمان نما شیطان اپنے اسلام دشمن آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے ۔منزہ عن العیوب ہستی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وصفات حسب ونسب میں کدغن لگانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں ان

نا تمان وقت کے موضوعات میں ایک موضوع سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کا ایمان ہے گاہے بگاہے اس موضوع پر اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے رہتے ہیں ۔لہذا یہاں پر ان نفوسِ قدسیہ کے احوال جس قدر ممکن ہو سکے بیان کیے جائیں گے ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نسب پاک میں حضرت عدنان تک کوئی اختلاف نہیں اس سے اوپر حضرت اسماعیل تک میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے اس کے بارے میں مؤرخین نے چالیس سے لے کر سات اور سات سے چار تک واسطے بیان کئے ہیں بذات خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عدنان تک نسب بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا ہے (كَذَّبَ النَّسَّابُوْنَ مرتين او ثلاثاً) کہ نساب بیان کرنے والوں نے اس سے آگے جھوٹ ملا دیا ہے یہ بات دو مرتبہ کہی یا تین مرتبہ ۔لہذا اہم مستند حوالوں سے حضور کے آباء کے حالات کو بیان کرنے کی کوشش کریں گے ۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ابوین شریفین کے ایمان کے متعلق آ تفصیلاً گفتگو کریں گے ۔

علامہ سید محمود آلوسی بیان فرماتے ہیں :

"وذهب كثير من العلماء الى ان جميع اصول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم من الاباء والامهات كانو مؤحدين فى اعتقاد هم .مؤمنين بالبعث والحساب وغير ذلك مماجاء ت به الخنيفية من الاحكام ۔"

"بہت سے علمائے کرام کی یہ رائے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اصول یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء اور امہات اپنے اعتقاد میں مؤحد (یعنی اللہ کو ایک ماننے والے) تھے قیامت اور حساب اور دیگر معاملات پر ایمان رکھتے تھے ۔ اور ملت حنفیہ کے احکام کو تسلیم کرتے تھے ۔"

(بلوغ الارب فی معرفت احوال العرب : کعب بن لوی بن غالب : ص ۲۸۲ ج ۲ دار الکتب

العلمیہ بیروت)

اور اس کے علاوہ علامہ ابوالحسن علی الماوردی اپنی کتاب اعلام النبوۃ میں فرماتے ہیں

لما کان انبیآء اللہ صفوۃ عبادہ وخیر خلقہ لما کلفھم من القیامۃ بحقہ استخلصھم من اکرم العناصر وامدھم باوکد الاواصر حفظا لنسبھم من قدح ولمنصبھم من جرح لتکون النفوس لھم اوطا والقلوب لھم اصغی فیکون الناس لاجابتھم اسرع ولاوامرھم اطوع۔"

"جب کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اس کے تمام بندوں سے چنے ہوئے ہوتے ہیں اور اس کی تمام مخلوق سے بہترین ہوتے ہیں۔ اس لیے اس نے ان کو ایسے عناصر سے چنا ہے جو کریم ہیں اور ایسے رشتوں سے انہیں مضبوط کیا جو نہایت پختہ ہیں۔ تاکہ ان کے نسب کی ہر اعتراض سے حفاظت کی جاسکے، اور ان کے منصب کو ہر عیب سے بچایا جاسکے تاکہ لوگوں کے نفوس ان کے سامنے سر جکادیں اور ان کے دل ان کی باتوں کو غور سے سنیں تاکہ لوگ ان جلدی قبول کریں اور ان کے احکام کو بجالانے میں سراپا اطاعت بن سکیں۔"

("اعلام النبوۃ" الباب الثامن عشر فی مبادیء النسبہ وطہارتہ مولدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ص ۱۵۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور آگے جاکر فرماتے ہیں

کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو طیب خاندان سے بنایا اور ہر قسم کی بے حیائی کی میل سے محفوظ رکھا۔

"ونقلہ من اصلاب طاھرۃ الی ارحام منزھۃ" وقال ابن عباس فی تاویل قول اللہ تعالیٰ" وتقلبك فی

الساجدین" (سورۃ شعراء آیت ۲۱۹) ای تقلب من اصلاب طاهرة من اب بعد اب الی ان جعلك نبیاً۔

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل فرمایا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "وتقلبک فی الساجدین" کے بارے میں تاویل نقل کی گئی ہے آپ فرماتے ہیں اس آیت سے مراد پاک پشتوں میں باپ در باپ منتقل ہونا ہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بنایا گیا۔

("اعلام النبوۃ" الباب الثامن عشر فی مبادی النسبہ وطہارتہ مولدہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم، ص ۲۰۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ترمذی نے اپنی سنن میں اس طرح بیان فرمایا:

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الأَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَى مِنْ وُلْدِ إِبْرَاهِيمَ إِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَى مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ بَنِي كِنَانَةَ وَاصْطَفَى مِنْ بَنِي كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ

(سنن ترمذی: ابواب المناقب، باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج ۲ صفحہ ۲۰۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نسب مبارک کی طہارت و پاکیزگی کا ذکر یوں کیا ہے ارشاد فرمایا:

"انا محمد . بن عبداللہ . بن عبدالمطلب . بن ہاشم . بن عبد مناف . بن قصی . بن کلاب . بن مرہ . بن کعب بن لؤی . بن غالب . بن فہر . بن مالك . بن النضر بن کنانة

بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار وما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرھما فاخرجت من بین ابوین فلم یصبنی شئی من عھد الجاھلیۃ وخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتھیت الی ابی وامی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا۔"

("دلائل النبوۃ للبیہقی": باب شرف اصل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ج ۱، ص ۱۶۵-۱۷۴)("البدایۃ والنہایۃ": سیرت الرسول بنسبۃ الشریف طیب اصلہ الحنیف۔ ج ۲، ص ۲۵۷، مکتبہ فاروقیہ، پشاور)

"میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ، بن عبدالمطلب، بن ھاشم، بن عبدمناف، بن قصی، بن کلاب، بن مرہ، بن کعب، بن لوی، بن غالب، بن فھر، بن مالک، بن النضر، بن کنانۃ، بن خزیمۃ، بن مدرکۃ، بن الیاس بن، مضر، بن نزار ہوں۔ اس کے بعد فرمایا جب بھی نسل انسانی کو دو طبقات میں تقسیم کیا گیا تو مجھے (یعنی میرے نور کو) ان میں سے بہتر طبقہ میں رکھا پس میرے نسب کو ہر جگہ ایسے والدین (کی صلبوں اور رحموں) میں سے نکالا گیا کہ میرے نسب کو دور جاہلیت کی کسی برائی نے چھوا تک نہیں میرے سلسلہ نسب میں ہمیشہ نکاح قائم رہا ہے کبھی بھی میرے تولد (نور کی منتقلی) میں سفاح (حرام کاری) کا دخل نہیں ہوا مگر پاکیزگی وطہارت کا یہاں تک کہ میں اپنے ماں کے ہاں پیدا ہوا۔ میں تم سے نفس کے اور آباء کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔

اور امام ابونعیم نے اپنی دلائل کے اندر حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"خرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم

الیٰ ان ولدنی ابی وامی لم یصبنی من سفاح الجاھلیة شئی۔"

(دلائل النبوۃ :ابونعیم:الفصل الثانی ذکر فضیلۃ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم بطیب مولدہ وحسبہ ونسبہ)مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور)

"حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرا جوہر (جسمی) نکاح سے منتقل ہوتا چلا آیا ہے زنا سے نہیں یہاں تک کہ مجھے میرے والدین نے جنا۔جاہلیت کے زنا کا مجھ تک کچھ بھی اثر نہیں پہنچا۔

امام بخاری اپنی صحیح میں نسب مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اسطرح بیان کیا ہے:

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فھر بن مالك بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان

(صحیح بخاری، کتاب المناقب باب مبعث النبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۵۴۳ ج ۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ابن ہشام نے شجرہ نسب یوں بیان کیا ہے:

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَاسْمُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ شَيْبَةُ بْنُ هَاشِمٍ وَاسْمُ هَاشِمٍ عَمْرُو بْنُ عَبْدِ مَنَافٍ وَاسْمُ عَبْدِ مَنَافٍ الْمُغِيرَةُ بْنُ قُصَيٍّ (وَاسْمُ قُصَيٍّ زَيْدٌ) بْنُ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِ بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ ابْنَ كِنَانَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ مُدْرِكَةَ. وَاسْمُ مُدْرِكَةَ عَامِرُ بْنُ إِلْيَاسَ بْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ بْنِ (أُدٍّ. وَيُقَالُ)أُدَدُ بْنُ مُقَوِّمِ بْنِ نَاحُورَ بْنِ تَيْرَحَ بْنِ يَعْرُبَ بْنِ يَشْجُبَ بْنِ نَابِتِ بْنِ

إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ الرَّحْمَنِ بْنِ تَارِحٍ ، وَهُوَ آزَرُ بْنُ نَاحُورَ بْنِ سَارُوغَ بْنِ رَاعُو بْنِ فَالَخَ ابْنِ عَيْبَرِ بْنِ شَالَخَ بْنِ أَرْفَخْشَذَ بْنِ سَامِ بْنِ نُوحِ بْنِ لَمْكَ بْنِ مُتَوَشْلِخَ ابْنِ أَخْنُوخَ، وَهُوَ إِدْرِيسُ النَّبِيُّ فِيمَا يَزْعُمُونَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَكَانَ أَوَّلَ بَنِي آدَمَ أُعْطِيَ النُّبُوَّةَ وَخَطَّ بِالْقَلَمِ ابْنِ يَرْدِ بْنِ مُهْلَيِلِ بْنِ قَيْنَنَ بْنِ يَانِشَ بْنِ شِيثِ بْنِ آدَمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(سیرت ابن ہشام: ذِكرُ سَرْدِ النَّسَبِ الزَّكِيِّ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، إِلَى آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ صفحہ ۱ تا ۳ جلد ۱ مکتبہ المصفطی البابی واولادہ مصر)

سبل الہدی والرشاد میں امام شامی فرماتے ہیں:

أن عدنان بن أد بن أدد بن اليسع بن الهميسع ابن سلامان بن نبت ابن حمل بن قيدار بن إسماعيل.

وقال ابن إسحاق ومن تبعه في السيرة تهذيب ابن هشام: إن أدد بن مقوم بن ناحور بن تيرح بن يعرب، بن يشجب بن نابت بن إسماعيل بن إبراهيم الخليل صلى الله عليهما وسلم بن آزر بن ناحور بن ساروح بن راغو بن فالخ بن عيبر بن شالخ بن أرفخشذ بن سام بن نوح صلى الله عليه وسلم بن لامك بن متوشلخ بن أخنوخ، وهو إدريس صلى الله عليه وسلم. بن يرد بن مهلاييل بن قينان بن يانش بن شيث بن آدم صلى الله عليه وسلم.

(سبل الہدی والرشاد: الباب الثالث في سرد أسماء آبائه إلى آدم صلى الله عليه وسلم صفحہ جلد ۱ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

تخلیق آدم علیہ السلام:

قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَوْفٌ حَدَّثَنِي قَسَامَةُ بْنُ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَى قَدْرِ الْأَرْضِ فَجَاءَ مِنْهُمُ الْأَبْيَضُ وَالْأَحْمَرُ وَالْأَسْوَدُ وَبَيْنَ ذٰلِكَ. وَالْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ وَبَيْنَ ذٰلِكَ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک مشت خاک سے پیدا کیا۔ جو کہ تمام روئے زمین سے لی گئی۔ اولاد آدم میں وہی اوصاف جلوہ گر ہو گئے جو مٹی کے تھے تو کوئی ان میں سے سفید ہے کوئی سرخ کوئی سیاہ اور کوئی ان کے درمیان اسی طرح پاکیزہ طبیعت والا اور کوئی خبیث طبیعت کا مالک کوئی نرم طبیعت والا تو کوئی ترش رو اور کوئی درمیانی طبیعت کا مالک۔

قَدْ ذَكَرَ السدى عن أبي مالك وأبي صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَنْ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَعَنْ نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا (فَبَعَثَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ جِبْرِيلَ فِي الْأَرْضِ لِيَأْتِيَهُ بِطِينٍ مِنْهَا فَقَالَتِ الْأَرْضُ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ أَنْ تَنْقُصَ مِنِّي أَوْ تَشِينَنِي فَرَجَعَ وَلَمْ يَأْخُذْ وَقَالَ رَبِّ إِنَّهَا عَاذَتْ بِكَ فَأَعَذْتُهَا فَبَعَثَ مِيكَائِيلَ فَعَاذَتْ مِنْهُ فَأَعَاذَهَا فَرَجَعَ فَقَالَ كَمَا قَالَ جِبْرِيلُ فَبَعَثَ مَلَكَ الْمَوْتِ فَعَاذَتْ مِنْهُ فَقَالَ وَأَنَا أَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَرْجِعَ وَلَمْ أُنَفِّذْ أَمْرَهُ فَأَخَذَ

مِنْ وَجْهِ الْأَرْضِ وَخَلَطَهُ وَلَمْ يَأْخُذْ مِنْ مَكَانٍ وَاحِدٍ وَأَخَذَ مِنْ تُرْبَةٍ بَيْضَاءَ وَحَمْرَاءَ وَسَوْدَاءَ فَلِذَلِكَ خَرَجَ بَنُو آدَمَ مُخْتَلِفِينَ فَصَعِدَ بِهِ فَبَلَّ التُّرَابَ حَتَّى عَادَ طِينًا لَازِبًا) وَاللَّازِبُ هُوَ الَّذِي يَلْزَقُ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ ثُمَّ قَالَ لِلْمَلَائِكَةِ "(إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِينٍ. فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ)" (سورة ص ۷۱،۷۲) فَخَلَقَهُ اللهُ بِيَدِهِ لِئَلَّا يَتَكَبَّرَ إِبْلِيسُ عَنْهُ فَخَلَقَهُ بَشَرًا فَكَانَ جَسَدًا مِنْ طِينٍ أَرْبَعِينَ سَنَةً مِنْ مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَمَرَّتْ بِهِ الْمَلَائِكَةِ فَفَزِعُوا مِنْهُ لَمَّا رَأَوْهُ وَكَانَ أَشَدَّهُمْ مِنْهُ فَزَعًا إِبْلِيسُ فَكَانَ يَمُرُّ بِهِ فَيَضْرِبُهُ فَيَصُوتُ الْجَسَدُ كَمَا يَصُوتُ الْفَخَّارُ يَكُونُ لَهُ صَلْصَلَةٌ فَذَلِكَ حِينَ يَقُولُ (مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ) (سورة الرحمن ۱۴) وَيَقُولُ لِأَمْرٍ مَا خُلِقْتَ وَدَخَلَ مِنْ فِيهِ وَخَرَجَ مِنْ دُبُرِهِ وَقَالَ لِلْمَلَائِكَةِ لَا تَرْهَبُوا مِنْ هَذَا فَإِنَّ رَبَّكُمْ صَمَدٌ وَهَذَا أَجْوَفُ لَئِنْ سُلِّطْتُ عَلَيْهِ لَأُهْلِكَنَّهُ فَلَمَّا بَلَغَ الْحِينَ الَّذِي يُرِيدُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَنْفُخَ فِيهِ الرُّوحَ قَالَ لِلْمَلَائِكَةِ إِذَا نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَاسْجُدُوا لَهُ فَلَمَّا نَفَخَ فِيهِ الرُّوحَ فَدَخَلَ الرُّوحُ فِي رَأْسِهِ عَطَسَ فَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ فَقَالَ لَهُ اللهُ رَحِمَكَ رَبُّكَ فَلَمَّا دَخَلَتِ الرُّوحُ فِي عَيْنَيْهِ نَظَرَ إِلَى ثِمَارِ الْجَنَّةِ فَلَمَّا دَخَلَتِ الرُّوحُ فِي جَوْفِهِ اشْتَهَى الطَّعَامَ فَوَثَبَ قَبْلَ أَنْ تَبْلُغَ الرُّوحُ إِلَى رِجْلَيْهِ عَجْلَانَ إِلَى ثِمَارِ الْجَنَّةِ وَذَلِكَ حِينَ يَقُولُ اللهُ

تعالی خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِن عَجَلٍ(سورۃ الانبیاء ۳۷)
فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى أَنْ يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ(سورۃ الحجر ۳۰،۳۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ رضوان اللہ اجمعین سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو زمین پر بھیجا کہ وہاں سے مٹی لے کر آؤ جب آپ مٹی لینے کے لیے آئے تو زمین نے اللہ کی پناہ مانگی کہ مجھ سے کمی نہ کرو اور نہ مجھے عیب دار کرو جبرائیل علیہ السلام مٹی لیے بغیر واپس پلٹ گئے بارگاہ الٰہی میں جا کر عرض کہ الٰہ العالمین مٹی نے پناہ مانگی سو میں نے پناہ دے دی اللہ تعالیٰ نے مکائیل علیہ السلام کو بھیجا مٹی ان سے بھی پناہ مانگی انہوں نے بھی پناہ دے دی اور واپس پلٹ گئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جا کر ویسے ہی عرض کیا جیسے جبرائیل امین نے ذکر کیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا مٹی نے ان سے بھی پناہ مانگی ملک الموت نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کروں اور خالی ہاتھ واپس پلٹ جاؤں لہذا عزرائیل ملک الموت نے روئے زمین کی مختلف جگہوں سے مٹی لی اور آسمان کی طرف تشریف لے گئے۔ پھر اسی خاک کو بھگویا تو وہ لیس دار مٹی بن گئی۔ پھر فرشتوں سے کہا ''(إِنِّي خَالِقٌ بَشَراً مِنْ طِينٍ. فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ) ترجمہ ''میں مٹی سے انسان بنانیوالا ہوں۔ پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکوں تو تم اس کے لیے سجدے میں گرنا''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے اس کو پیدا فرمایا تا کہ ابلیس کو اس پر کبر و بڑائی کا موقع نہ میسر آ سکے پھر یہ مٹی سے بنا ہوا قالب

چالیس سال تک پڑا رہا یہ وقت جمعہ کے دن کی مقدار تھا فرشتے اس قالب کے قریب سے گزرتے تھے اور تعجب کرتے تھے۔ کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے ایسا قالب کبھی نہیں دیکھا تھا سب سے زیادہ تعجب ابلیس نے کیا۔ ابلیس اس کے قریب گزرتا اور ٹھوکر مارتا تو اس ٹھوکر سے قالب سے یوں آواز نکلتی جیسے ٹھیکری کے کھنکھنانے کی آواز ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ" اللہ تعالیٰ نے انسان کو ٹھیکری کی طرح بجتی ہوئی مٹی سے پیدا فرمایا ہے۔ ابلیس کہتا کہ اس کو کس لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ابلیس اس قالب کے منہ سے داخل ہوا اور پشت سے نکل آیا فرشتوں سے کہنے لگا نہ ڈرو اس سے تمہارا رب بڑا بے نیاز ہے۔ یہ اندر سے کھوکھلا ہے اگر میں اس پر مسلط ہو گیا تو اسے ہلاک کر دوں گا۔

پھر جب وہ وقت آیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے قالب میں روح پھونکنے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں سے فرمایا کہ فرشتوں جب میں اس میں روح پھونک دوں تو تم اس کے لیے سجدہ میں گر پڑنا جب اللہ تعالیٰ نے روح پھونکی روح سر تک پہنچی تو آپ کو چھینک آئی فرشتوں نے کہا الحمد اللہ کہیے۔ تو آپ نے الحمد اللہ کہا اللہ تبارک وتعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا "رحمك ربك" جب روح آنکھوں تک پہنچی تو آپ کی نظر جنت کے پھلوں پر پڑی جب روح پیٹ تک پہنچی تو آپ کو بھوک محسوس ہوئی روح ابھی پاؤں تک نہ پہنچے پائی تھی کہ آپ جلدی سے جنت کے پھلوں کی طرف لپکے تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا "خلق الانسان من عجل" آدمی جلد باز بنایا گیا۔

فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى أَنْ يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ

''جتنے فرشتے تھے سب سجدے میں گرے سوائے ابلیس کے اس نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ مانا۔

آدم علیہ السلام کی عمر:

حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد یا ابو البشر اور آپ کا لقب ''خلیفۃ اللہ'' ہے اور آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ آپ نے نو سو ساٹھ برس کی عمر پائی اور بوقت وفات آپ کی اولاد کی تعداد ایک لاکھ ہو چکی تھی۔ جنہوں نے طرح طرح کی صنعتوں اور عمارتوں سے زمین کو آباد کیا۔

(تفسیر صاوی، ج ۱، ص ۴۸، پ ۱، البقرۃ: ۳۰ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

قرآن مجید میں بار بار اس مضمون کا بیان کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی۔ چنانچہ سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا کہ:۔

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۔

(پ3، ال عمران: 59)

''عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔''

دوسری آیت میں اس طرح فرمایا کہ:۔

اِنَّا خَلَقۡنٰہُمۡ مِّنۡ طِیۡنٍ لَّازِبٍ

(پ23، الصافات: 11)

بیشک ہم نے ان کو چپکتی مٹی سے بنایا۔

کہیں یہ فرمایا کہ:

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ﴿26﴾

(پ 14، الحجر: 26)

''اور بیشک ہم نے آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو اصل میں ایک سیاہ

بودار گارا تھی۔"

آدم علیہ السلام کا قد:

مسند احمد میں روایت ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلّم قَالَ كَانَ طُولُ آدَمَ سِتِّينَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِ أَذْرُعٍ عَرْضًا.

کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کا قد مبارک لمبائی میں ساٹھ گز اور چوڑائی میں سات گز تھا۔

(البدایۃ والنہایۃ باب خلق آدم جلد ا صفحہ ۸۹ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

امام سدی نے ابوصالح، ابومالک ابن عباس مرہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

حَكَى السُّدِّيُّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ. وَأَبِي مَالِكٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَنْ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَعَنْ نَاسٍ مِنَ الصَّحَابَةِ أَنَّهُمْ قَالُوا أُخْرِجَ إِبْلِيسُ مِنَ الْجَنَّةِ. وَأُسْكِنَ آدَمُ الْجَنَّةَ فَكَانَ يَمْشِي فِيهَا وَحْشًا. لَيْسَ لَهُ فِيهَا زَوْجٌ يَسْكُنُ إِلَيْهَا فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ وَعِنْدَ رَأْسِهِ امْرَأَةٌ قَاعِدَةٌ خَلَقَهَا اللّٰهُ مِنْ ضِلْعِهِ. فَسَأَلَهَا مَنْ أَنْتِ؟ قَالَتْ امْرَأَةٌ. قَالَ وَلِمَا خُلِقْتِ؟ قَالَتْ لِتَسْكُنَ إِلَيَّ. فَقَالَتْ لَهُ الْمَلَائِكَةُ يَنْظُرُونَ مَا بَلَغَ مِنْ عِلْمِهِ مَا اسْمُهَا يَا آدَمُ قَالَ حَوَّاءُ قَالُوا وَلِمَ كَانَتْ حَوَّاءَ؟ قَالَ لِأَنَّهَا خُلِقَتْ مِنْ شَيْءٍ حَيٍّ

جب حضرت آدم علیہ السلام کو خداوندِ قدوس نے بہشت میں رہنے کا

حکم دیا تو آپ جنت میں تنہائی کی وجہ سے کچھ ملول ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نیند کا غلبہ فرمایا اور آپ گہری نیند سو گئے تو نیند ہی کی حالت میں آپ کی بائیں پسلی سے اللہ تعالیٰ نے حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیدا فرما دیا۔ جب آپ نیند سے بیدار ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک نہایت ہی خوبصورت اور حسین وجمیل عورت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تم کون ہو؟ اور کس لئے یہاں آئی ہو؟ تو حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ میں آپ کی بیوی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے پیدا فرمایا ہے تا کہ آپ کو مجھ سے اُنس اور سکون قلب حاصل ہو۔ اور مجھے آپ سے اُنسیت اور تسکین ملے اور ہم دونوں ایک دوسرے سے مل کر خوش رہیں اور پیار ومحبت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور خداوندِ قدوس عزوجل کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہیں۔ فرشتے جو اس سارے منظر کو دیکھ رہے تھے انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے بحر العلوم ہونے کا اندازہ لگانے کے لیے عرض کی اے ابوالبشر اس کا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ''حوا'' فرشتوں نے عرض کی ''حوا'' کیوں آپ نے فرمایا اس لیے کہ اسے زندہ چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ: باب خلق آدم علیہ السلام جلد ۱ صفحہ ۸۳ مکتبہ فاروقیہ پشاور) (تفسیر روح المعانی، ج ۱، ص ۲۱۶، پ ۱، البقرۃ: ۳۵)

قرآن مجید میں چند مقامات پر اللہ تعالیٰ نے حضرت حواء کے بارے میں ارشاد فرمایا، مثلاً!

وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً

(پ4، النساء ۱)

اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد وعورت پھیلا دیئے۔

خلافتِ آدم علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کا لقب ''خلیفۃ اللہ'' ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمانے کا ارادہ فرمایا تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں میں جو مکالمہ ہوا وہ بہت ہی تعجب خیز ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی فکر انگیز و عبرت آموز بھی ہے، جو حسب ذیل ہے:

اللہ تعالیٰ: اے فرشتو! میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں جو میرا نائب بن کر زمین میں میرے احکام کو نافذ کریگا۔

ملائکہ: اے باری تعالیٰ کیا تو زمین میں ایسے شخص کو اپنی خلافت و نیابت کے شرف سے سرفراز فرمائے گا جو زمین میں فساد برپا کریگا اور قتل و غارت گری سے خوں ریزی کا بازار گرم کریگا؟ اے خداوند تعالیٰ! اس شخص سے زیادہ تیری خلافت کے حق دار تو ہم ملائکہ کی جماعت ہے، کیونکہ ہم ملائکہ نہ زمین میں فساد پھیلائیں گے، نہ خوں ریزی کریں گے بلکہ ہم تیری حمد وثناء کے ساتھ تیری سبوحیت کا اعلان اور تیری قدوسیت اور پاکی کا بیان کرتے رہتے ہیں اور تیری تسبیح و تقدیس سے ہر لحظہ و ہر آن رطب اللسان رہتے ہیں اس لئے ہم فرشتوں کی جماعت ہی میں سے کسی کے سر پر اپنی خلافت و نیابت کا تاج رکھ کر اس کو ''خلیفۃ اللہ'' کے معزز لقب سے سربلند فرما۔

اللہ تعالیٰ: اے فرشتو! آدم (علیہ السلام) کے خلیفہ بنانے میں جو حکمتیں اور مصلحتیں ہیں ان کو میں ہی جانتا ہوں، تم گروہِ ملائکہ ان حکمتوں اور مصلحتوں کو نہیں جانتے۔ فرشتے باری تعالیٰ کے اس ارشاد کو سن کر اگرچہ خاموش ہو گئے مگر انہوں نے اپنے دل میں یہ خیال چھپائے رکھا کہ اللہ تعالیٰ خواہ کسی کو بھی اپنا خلیفہ بنا دے مگر وہ فضل و کمال میں ہم فرشتوں سے بڑھ کر نہ ہوگا۔ کیونکہ ہم ملائکہ فضیلت کی جس منزل پر ہیں وہاں تک کسی مخلوق کی بھی رسائی نہ ہو سکے گی۔ اس لئے فضیلت کے تاجدار بہر حال ہم فرشتوں کی جماعت ہی رہے گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر تمام چھوٹی بڑی چیزوں کا علم ان کو عطا فرما دیا اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کا حسب ذیل

مکالمہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ: اے فرشتو! اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ تم سے افضل کوئی دوسری مخلوق نہیں ہوسکتی تو تم تمام ان چیزوں کے نام بتاؤ جن کو میں نے تمہارے پیش نظر کر دیا ہے۔

ملائکہ: اے اللہ تعالیٰ! تو ہر نقص و عیب سے پاک ہے ہمیں تو بس اتنا ہی علم ہے جو تو نے ہمیں عطا فرما دیا ہے اس کے سوا ہمیں اور کسی چیز کا کوئی علم نہیں ہے ہم بالیقین یہ جانتے ہیں اور مانتے ہیں کہ بلاشبہ علم و حکمت کا خالق و مالک تو صرف تو ہی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم ان فرشتوں کو تمام چیزوں کے نام بتاؤ۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے تمام اشیاء کے نام اور ان کی حکمتوں کا علم فرشتوں کو بتا دیا جس کو سن کر فرشتے متعجب و محو حیرت ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ: اے فرشتو! کیا میں نے تم سے یہ نہیں فرما دیا تھا کہ میں آسمان و زمین کی چھپی ہوئی تمام چیزوں کو جانتا ہوں اور تم جو علانیہ یہ کہتے تھے کہ آدم فساد برپا کریں گے اس کو بھی میں جانتا ہوں اور تم جو خیالات اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے تھے کہ کوئی مخلوق تم سے بڑھ کر افضل نہیں پیدا ہوگی، میں تمہارے دلوں میں چھپے ہوئے ان خیالات کو بھی جانتا ہوں۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کے فضل و کمال کے اظہار و اعلان کے لئے اور فرشتوں سے ان کی عظمت و فضیلت کا اعتراف کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سب فرشتوں کو حکم فرمایا کہ تم سب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو چنانچہ سب فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ سے انکار کر دیا اور تکبر کیا تو کافر ہو کر مردودِ بارگاہ ہو گیا۔

اس پورے مضمون کو قرآن مجید نے اپنے معجزانہ طرزِ بیان میں اس طرح ذکر فرمایا ہے:

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿30﴾ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ

عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿31﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَاؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿32﴾ قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿33﴾ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ﱪ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿34﴾

(پ1، البقرۃ:30-34)

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ بولے کیا ایسے کو نائب کریگا جو اس میں فساد پھیلائے اور خون ریزیاں کرے اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے اور اللہ تعالٰی نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔ بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔ فرمایا اے آدم بتا دے انہیں سب اشیاء کے نام جب آدم نے انہیں سب کے نام بتا دیئے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔

علوم آدم علیہ السلام کی ایک فہرست:

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کتنے اور کس قدر علوم عطا فرمائے اور کن کن چیزوں کے علوم و معارف کو عالم الغیب والشہادۃ نے ایک لمحہ کے اندر ان کے سینہ اقدس میں بذریعہ الہام جمع فرما دیا، جن کی بدولت حضرت آدم علیہ السلام علوم و معارف کی اتنی بلندترین منزل پر فائز ہو گئے کہ فرشتوں کی مقدس جماعت آپ کے علمی وقار وعرفانی عظمت و اقتدار کے روبرو سربسجود ہو گئی، ان علوم کی ایک فہرست آپ قطب زمانہ حضرت علامہ شیخ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ کی شہرہ آفاق تفسیر روح البیان شریف میں پڑھئے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے، وہ فرماتے ہیں:

> اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کا نام، تمام زبانوں میں سکھا دیا اور ان کو تمام ملائکہ کے نام اور تمام اولادِ آدم کے نام، اور تمام حیوانات و نباتات و جمادات کے نام، اور تمام چیز کی صنعتوں کے نام اور تمام شہروں اور تمام بستیوں کے نام اور تمام پرندوں اور درختوں کے نام اور جو آئندہ عالم وجود میں آنے والے ہیں سب کے نام اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام جانداروں کے نام اور تمام کھانے پینے کی چیزوں کے نام اور جنت کی تمام نعمتوں کے نام اور تمام چیزوں اور سامانوں کے نام، یہاں تک کہ پیالہ اور پیالی کے نام۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات لاکھ زبانیں سکھائی ہیں۔
>
> (تفسیر روح البیان، پ ۱، سورۃ البقرۃ: ۳۱ ج ۱، صفحہ ۱۰۰ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

ان علوم مذکورہ بالا کی فہرست کو قرآن مجید نے اپنے معجزانہ جوامع الکلم کے انداز بیان میں صرف ایک جملہ کے اندر بیان فرما دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔

(پ ۱، البقرۃ: ۳۱)

ابلیس کیا تھا اور کیا ہو گیا؟

ابلیس جس کو شیطان کہا جاتا ہے۔ یہ فرشتہ نہیں تھا بلکہ جن تھا جو آگ سے پیدا ہوا تھا۔ لیکن یہ فرشتوں کے ساتھ ساتھ ملا جلا رہتا تھا اور دربارِ خداوندی میں بہت مقرب اور بڑے بڑے بلند درجات ومراتب سے سرفراز تھا۔

قال کعب الاخبار : ان ابلیس اللعین کان خازن الجنۃ اربعین الف سنۃ ،ومع الملائکۃ ثمانین الف سنۃ ووعظ الملائکۃ عشرین الف سنۃ وسید الکروبین ثلاثین الف سنۃ ،وسید الروحانیین الف سنۃ وطاف حول العرش اربعۃ عشر الف سنۃ وکان اسمہ فی سماء الدینا العابد ،وفی الثالثۃ الذاھد وفی الثالثۃ العارف وفی الرابعۃ الولی وفی الخامسۃ التقی وفی السادسۃ الخازن ،وفی السابعۃ عزازیل وفی اللوح المحفوظ ابلیس وھو غافل عن عاقبتہ امرہ

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابلیس چالیس ہزار برس تک جنت کا خزانچی رہا اور اسّی ہزار برس تک ملائکہ کا ساتھی رہا اور بیس ہزار برس تک ملائکہ کو وعظ سناتا رہا اور تیس ہزار برس تک مقربین کا سردار رہا اور ایک ہزار برس تک روحانیین کی سرداری کے منصب پر رہا اور چودہ ہزار برس تک عرش کا طواف کرتا رہا اور پہلے آسمان میں اس کا نام عابد اور دوسرے آسمان میں زاہد، اور تیسرے آسمان میں عارف اور چوتھے آسمان میں ولی اور پانچویں آسمان میں تقی اور چھٹے آسمان میں خازن اور ساتویں آسمان میں عزازیل تھا اور لوح محفوظ میں اس کا نام ابلیس لکھا ہوا تھا اور یہ اپنے انجام سے غافل اور خاتمہ

سے بے خبر تھا۔

(تفسیر صاوی علی الجلالین جلد ۱، صفحہ ۱۵، پ ۱، البقرۃ: ۳۴ المکتبہ رحمانیہ لاہور)(تفسیر جمل، ج ۱ ص ۶۰)

لیکن جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو ابلیس نے انکار کر دیا اور حضرت آدم علیہ السلام کی تحقیر اور اپنی بڑائی کا اظہار کر کے تکبر کیا اسی جرم کی سزا میں خداوندِ عالم نے اس کو مردودِ بارگاہ کر کے دونوں جہان میں ملعون فرما دیا اور اس کی پیروی کرنے والوں کو جہنم میں عذاب نار کا سزاوار بنا دیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہوا کہ:

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ﴿12﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا یَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِیْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ ﴿13﴾ قَالَ اَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿14﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿15﴾ قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿16﴾ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَیْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآىٕلِهِمْ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ﴿17﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿18﴾

(پ8، الاعراف:12-18)

فرمایا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔ فرمایا تو یہاں سے اتر جا تجھے نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر غرور کرے نکل تو ہے ذلت والوں میں بولا مجھے فرصت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں فرمایا تجھے مہلت ہے بولا تو قسم اس کی کہ تو نے

مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں
گا پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور پیچھے اور داہنے
اور بائیں سے اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا فرمایا یہاں سے
نکل جا ردکیا گیا راندہ ہوا ضرور جو ان میں سے تیرے کہے پر چلا میں
تم سب سے جہنم بھر دوں گا۔

حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام نہایت ہی آرام اور چین کے ساتھ جنت میں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا کہ جنت کا جو پھل بھی چاہو بے روک ٹوک سیر ہو کر تم دونوں کھا سکتے ہو۔ مگر صرف ایک درخت کا پھل کھانے کی ممانعت تھی کہ اس کے قریب مت جانا۔ وہ درخت گیہوں تھا یا انگور وغیرہ تھا۔ چنانچہ دونوں اس درخت سے مدت دراز تک بچتے رہے۔ لیکن ان دونوں کا دشمن ابلیس برابر تاک میں لگا رہا۔ آخر اس نے ایک دن اپنا وسوسہ ڈال ہی دیا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں اور اللہ تعالیٰ نے جس درخت سے تم دونوں کو منع کر دیا ہے وہ ''شجرۃ الخلد'' ہے یعنی جو اس درخت کا پھل کھائے گا، وہ کبھی جنت سے نہیں نکالا جائے گا۔ پہلے حضرت حوا علیہا السلام اس شیطانی وسوسہ کا شکار ہو گئیں اور انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھی اس پر راضی کر لیا اور وہ ناگہاں غیر ارادی طور پر اس درخت کا پھل کھا گئے۔

آپ نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھ لیا کہ "لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ" (پ ا، البقرۃ: ۳۵) کی نہی تنزیہی ہے اور واقعی ہرگز ہرگز نہی تحریمی نہیں تھی۔ ورنہ حضرت آدم علیہ السلام نبی ہوتے ہوئے ہرگز ہرگز اس درخت کا پھل نہ کھاتے کیونکہ نبی تو ہر گناہ سے معصوم ہوتا ہے بہر حال حضرت آدم علیہ السلام سے اس سلسلے میں اجتہادی خطا سرزد ہو گئی اور اجتہادی خطا معصیت نہیں ہوتی۔

(تفسیر خزائن العرفان، ص ۱۰۹۴، پ ا، البقرۃ: ۳۶)

لیکن حضرت آدم علیہ السلام چونکہ دربارِ الٰہی میں بہت مقرب اور بڑے بڑے درجات پر فائز تھے اس لئے اس اجتہادی خطا پر بھی موردِ عتاب ہو گئے۔ فوراً ہی بہشتی لباس دونوں کے بدن سے گر پڑے اور یہ دونوں جنت کے پتوں سے اپنا ستر چھپانے

لگے، اور خداوند قدوس کا حکم ہو گیا کہ تم دونوں جنت سے زمین پر اتر پڑو۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے دو خاص باتیں ارشاد فرمائیں۔ ایک تو یہ کہ تمہاری اولاد میں بعض، بعض کا دشمن ہوگا کہ ہمیشہ آپس میں انسانوں کی دشمنی چلتی رہے گی۔ دوسری یہ کہ عمر بھر تم دونوں کو زمین میں ٹھہرنا ہے پھر اس کے بعد ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اس واقعہ کو بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ:

"فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ"

تو شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

(پ1، البقرۃ:36)

اس ارشاد ربانی سے یہ سبق ملتا ہے کہ یہ جو انسانوں میں مختلف وجوہات کی بناء پر عداوتیں اور دشمنیاں چل رہی ہیں یہ کبھی ختم ہونے والی نہیں۔ لاکھ کوشش کرو کہ دنیا میں لوگوں کے درمیان عداوت اور دشمنی کا خاتمہ ہو جائے مگر چونکہ یہ حکم خداوندی کے باعث ہے اس لئے یہ عداوتیں کبھی ہرگز ختم نہ ہوں گی۔ کبھی ایک ملک دوسرے ملک کا دشمن ہوگا، کبھی مزدور اور سرمایہ دار میں دشمنی رہے گی، کبھی امیر وغریب کی عداوت زور پکڑے گی، کبھی مذہبی ولسانی دشمنی رنگ لائے گی، کبھی تہذیب وتمدن کے باہمی ٹکراؤ کی دشمنی ابھرے گی، کبھی ایمان داروں اور بے ایمانوں کی عداوت رنگ دکھائے گی۔

الغرض دنیا میں انسانوں کی آپس میں عداوت ودشمنی کا بازار ہمیشہ گرم ہی رہے گا اس لئے لوگوں کو اس سے رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہونے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے اور نہ اس عداوت اور دشمنی کو ختم کرنے کی تدبیروں پر غور وخوض کر کے پریشان ہونے سے کوئی فائدہ ہے۔ کیونکہ جس طرح اندھیرے اور اجالے کی دشمنی، آگ اور پانی کی دشمنی، گرمی اور سردی

کی دشمنی کبھی ختم نہیں ہو سکتی، ٹھیک اسی طرح انسانوں میں آپس کی دشمنی کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے زمین پر آنے سے پہلے ہی یہ فرمادیا کہ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ''یعنی ایک انسان دوسرے انسان کا دشمن ہوگا تو یہ عداوت ودشمنی خلقی اور فطری ہے جو حکم الٰہی اور اس کی مشیت سے ہے تو پھر بھلا کون ہے جو اس عداوت کا دنیا سے خاتمہ کرا سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

آدم علیہ السلام کی توبہ کیسے قبول ہوئی؟

ان آدم لما نزل الارض مکث ثلاث مائة سنة لا یرفع رأسه الی السماء حیاء من اللہ تعالیٰ وقد قیل لو ان دموع اھل الارض جمعت لکانت دموع داود اکثر ولو دموع داود مع اھل الارض جمعت لکانت دموع آدم اکثر۔

حضرت آدم علیہ السلام نے جنت سے زمین پر آنے کے بعد تین سو برس تک ندامت کی وجہ سے سر اٹھا کر آسمان کی طرف نہیں دیکھا اور روتے ہی رہے روایت ہے کہ اگر تمام انسانوں کے آنسو جمع کئے جائیں تو اتنے نہیں ہوں گے جتنے آنسو حضرت داؤد علیہ السلام کے خوفِ الٰہی سے زمین پر گرے اور اگر تمام انسانوں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے آنسوؤں کو جمع کیا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کے آنسو ان سب لوگوں سے زیادہ ہوں گے۔

(تفسیر صاوی، ج ۱، ص ۵۵ پ ۱، البقرۃ: ۳۷ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

بعض روایات میں ہے کہ آپ نے یہ پڑھ کر دعا مانگی کہ

سُبۡحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمۡدِكَ وَتَبَارَكَ اسۡمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنۡتَ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ فَاغۡفِرۡلِیۡ اِنَّهٗ لَا یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّآ اَنۡتَ۔

یعنی اے اللہ! میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں۔ تیرا نام برکت والا ہے اور تیری بزرگی بہت ہی بلند مرتبہ ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی نہیں جو گناہوں کو بخش دے۔

(تفسیر جمل علی الجلالین، ج ا، ص ۶۳، پ ا، البقرۃ:۳۷)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿23﴾

یعنی اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کرلیا اور اگر تو ہمیں رحم فرما کر نہ بخشے گا تو ہم گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

(تفسیر جلالین، ص ۱۳۱، پ۸، الاعراف:۲۳)

لیکن حاکم وطبرانی وابونعیم وبیہقی نے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے:

لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيئَةَ قَالَ يَا رَبِّ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَا غَفَرْتَ لِي. فَقَالَ اللّٰهُ يَا آدَمُ. وَ كَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ أَخْلُقْهُ؟ قَالَ يَا رَبِّ. لِأَنَّكَ لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ عَلَىٰ قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ إِلَى اسْمِكَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْكَ. فَقَالَ اللّٰهُ صَدَقْتَ يَا آدَمُ. إِنَّهُ لَأُحِبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ ادْعُنِي بِحَقِّهِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

کہ جب حضرت آدم علیہ السلام پر عتابِ الٰہی ہوا تو آپ توبہ کی فکر میں

حیران تھے۔ ناگہاں اس پریشانی کی عالم میں یاد آیا کہ وقت پیدائش میں نے سر اٹھا کر دیکھا تھا کہ عرش پر لکھا ہوا ہے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" اسی وقت میں نے سمجھ لیا تھا کہ بارگاہِ الٰہی میں وہ مرتبہ کسی کو میسر نہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اپنے نام اقدس کے ساتھ ملا کر عرش پر تحریر فرمایا ہے۔ لہٰذا آپ نے اپنی دعا میں "رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا" کے ساتھ یہ عرض کیا کہ "اسئلك بحق محمد ان تغفرلی"

(المستدرک للحاکم : کتاب آیات رسول اللہ التی هی دلائل النبوة : رقم ۴۲۸۱ صفحہ ۶۷۲ جلد ۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور ابن منذر کی روایت میں یہ کلمات بھی ہیں کہ

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ كَرَامَتِهٖ عَلَيْكَ اَنْ تَغْفِرَلِیْ خَطِيْئَتِیْ"

یعنی اے اللہ! تیرے بندہ خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و مرتبہ کے طفیل میں اور ان کی بزرگی کے صدقے میں جو انہیں تیرے دربار میں حاصل ہے میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میرے گناہ کو بخش دے۔ یہ دعا کرتے ہی حق تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرما دی اور توبہ مقبول ہوئی۔

(تفسیر خزائن العرفان، ص ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، پ ۱، البقرة:۳۷)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

(پ1، البقرة:37)

پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

(تفسیر خزائن العرفان، ص ۱۰۹۵، پ ۱)(ماخوذ از غرائب القرآن)

روئے زمین پر سب سے پہلا قاتل ومقتول:

روئے زمین پر سب سے پہلا قاتل قابیل اور سب سے پہلا مقتول ہابیل ہے'' قابیل وہابیل'' یہ دونوں حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ان دونوں کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے۔اور ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی سے نکاح کیا جاتا تھا۔اس دستور کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کا نکاح ''لیوذا'' سے جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی کرنا چاہا۔مگر قابیل اس پر راضی نہ ہوا کیونکہ اقلیما زیادہ خوبصورت تھی اس لئے وہ اس کا طلب گار رہا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو سمجھایا کہ اقلیما تیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے۔ اس لئے وہ تیری بہن ہے۔اس کے ساتھ تیرا نکاح نہیں ہوسکتا۔مگر قابیل اپنی ضد پر اڑا رہا۔ بالآخر حضرت آدم علیہ السلام نے یہ حکم دیا کہ تم دونوں اپنی اپنی قربانیاں خداوند قدوس عزوجل کے دربار میں پیش کرو۔جس کی قربانی مقبول ہوگی وہی اقلیما کا حق دار ہوگا۔اس زمانے میں قربانی کی مقبولیت کی یہ نشانی تھی کہ آسمان سے ایک آگ اتر کر اس کو کھالیا کرتی تھی۔ چنانچہ قابیل نے گیہوں کی کچھ بالیں اور ہابیل نے ایک بکری قربانی کے لئے پیش کی۔آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی کو کھالیا اور قابیل کے گیہوں کو چھوڑ دیا۔اس بات پر قابیل کے دل میں بغض وحسد پیدا ہوگیا اور اس نے ہابیل کو قتل کردینے کی ٹھان لی اور ہابیل سے کہہ دیا کہ میں تجھ کو قتل کردوں گا۔ ہابیل نے کہا کہ قربانی قبول کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور وہ متقی بندوں ہی کی قربانی قبول کرتا ہے۔اگر تو متقی ہوتا تو ضرور تیری قربانی قبول ہوتی۔ساتھ ہی ہابیل نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر تو میرے قتل کے لئے ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھ پر اپنا ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا کیونکہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلے پڑیں اور تو دوزخی ہوجائے کیونکہ بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔آخر قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کردیا۔ بوقت قتل ہابیل کی عمر بیس برس کی تھی اور قتل کا یہ حادثہ مکہ مکرمہ میں جبل ثور کے پاس یا جبل حرا کی گھاٹی میں ہوا۔اور بعض کا قول

ہے کہ بصرہ میں جس جگہ مسجد اعظم بنی ہوئی ہے منگل کے دن یہ سانحہ ہوا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

روایت میں ہے

کہ جب ہابیل قتل ہو گئے تو سات دنوں تک زمین میں زلزلہ رہا۔ اور وحوش وطیور اور درندوں میں اضطراب اور بے چینی پھیل گئی

کان جسد قابیل ابیض قبل ذلك فاسود فسأله آدم عن أخيه فقال ما كنت عليه وكيلا قال بل قتلته ولذلك اسود جسدك ومكث آدم حزينا على قتل ولده مائة سنة لا يضحك وانشأ يقول وهو أول من قال الشعر

اور قابیل جو بہت ہی گورا اور خوبصورت تھا بھائی کا خون بہاتے ہی اس کا چہرہ بالکل کالا اور بدصورت ہو گیا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو بے حد رنج وقلق ہوا۔ یہاں تک کہ ہابیل کے رنج وغم میں ایک سو برس تک کبھی آپ کو ہنسی نہیں آئی۔ اور سریانی زبان میں آپ نے ہابیل کا مرثیہ کہا جس کا عربی اشعار میں ترجمہ یہ ہے

غَيَّرَتِ الْبِلَادُ وَمَنْ عَلَيْهَا فَوَجْهُ الْأَرْضِ مُغْبَرٌ قَبِيحٌ

تَغَيَّرَ كُلُّ ذِيْ لَوْنٍ وَطَعْمٍ وَقَلَّ بَشَاشَةُ الْوَجْهِ الصَّبِيحِ

تمام شہروں اور اُن کے باشندوں میں تغیر پیدا ہو گیا اور زمین کا چہرہ غبار آلود اور قبیح ہو گیا۔ ہر رنگ اور مزہ والی چیز بدل گئی اور گورے چہرے کی رونق کم ہو گئی۔

واما قابيل فقيل له اذهب طريدا شريدا فزعا مرعوبا لا تأمن من تراه فاخذ بيد أخته إقليما وهرب بها الى عدن من ارض اليمن فاتاه إبليس فقال له انما أكلت النار قربان هابيل لانه كان يعبد النار

فانصب أنت ايضا نارا تكون لك ولعقبك فبنى بيت النار وهو أول من عبد النار وكان لا يمر به أحد إلا رماه فاقبل ابن له أعمى ومعه ابن له فقال للاعمى ابنه هذا أبوك قابيل فرمى الأعمى أباه بحجارة فقتله فقال ابن الأعمى قتلت أباك فرفع يده فلطم ابنه فمات فقال الأعمى ويل لى قتلت ابى برميتى وقتلت ابنى بلطمتى قال مجاهد فعقلت احدى رجلى قابيل الى فخذها وساقها وعلقت من يومئذ الى يوم القيامة وجهه الى الشمس حيثما دارت عليه فى الصيف حظيرة من نار وفى الشتاء حظيرة من ثلج وهو أول من عصى الله فى الأرض من ولد آدم وهو أول من يساق الى النار۔

حضرت آدم علیہ السلام نے شدید غضب ناک ہو کر قابیل کو پھٹکار کر اپنے دربار سے نکال دیا اور وہ بدنصیب اقلیما کو ساتھ لے کر یمن کی سرزمین ''عدن'' میں چلا گیا۔ وہاں ابلیس اس کے پاس آ کر کہنے لگا کہ ہابیل کی قربانی کو آگ نے اس لئے کھا لیا کہ وہ آگ کی پوجا کیا کرتا تھا لہٰذا تو بھی ایک آگ کا مندر بنا کر آگ کی پرستش کیا کر۔ چنانچہ قابیل پہلا وہ شخص ہے جس نے آگ کی عبادت کی۔ اور یہ روئے زمین پر پہلا شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور سب سے پہلے زمین پر خون ناحق کیا اور یہ پہلا وہ مجرم ہے جو جہنم میں سب سے پہلے ڈالا جائے گا اور حدیث شریف میں ہے کہ روئے زمین پر قیامت تک جو بھی خون ناحق ہوگا قابیل اس میں حصہ دار ہوگا کیونکہ اسی نے سب سے پہلے قتل کا دستور نکالا اور قابیل کا انجام یہ ہوا

کہ اس کے ایک لڑکے نے جو کہ اندھا تھا اس کو ایک پتھر مار کر قتل کر دیا اور یہ بد بخت نبی زادہ ہونے کے باوجود آگ کی پرستش کرتے ہوئے کفر و شرک کی حالت میں اپنے لڑکے کے ہاتھ سے مارا گیا۔

(روح البیان، ج ۲، ص ۳۷۹، پ ۶، المائدة: ۲۷ تا ۳۰ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اس واقعہ کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿27﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿28﴾ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿29﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿30﴾

اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی۔ بولا قسم ہے میں تجھے قتل کر دوں گا۔ کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے بیشک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک سارے جہان کا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑے تو تو دوزخی ہو جائے۔ اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے تو اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا تو اسے قتل کر دیا تو رہ گیا نقصان میں۔

(پ6، المائدة:27تا30)

مُردہ دفن کرنا کوّے نے سکھایا:

رُوی أنه أول قتيل قتل على وجه الأرض من بني آدم ولما قتله تركه بالعراء لا يدري ما يصنع به فخاف عليه السباع فحمله في جراب على ظهره سنة حتى أروح وعكفت عليه السباع

جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو چونکہ اس سے پہلے کوئی آدمی مرا ہی نہیں تھا اس لئے قابیل حیران تھا کہ بھائی کی لاش کو کیا کروں۔ چنانچہ کئی دنوں تک وہ لاش کو اپنی پیٹھ پر لادے پھرا۔

فبعث الله غرابين فاقتتلا فقتل أحدهما الآخر فحفر له بمنقاره ورجليه ثم ألقاه في الحفرة فحينئذ {قال يا ويلتى أعجزتُ أنْ أكُونَ مِثْلَ هذا الغراب فَأُوَارِي}۔

پھر اس نے دیکھا کہ دو کوے آپس میں لڑے اور ایک نے دوسرے کو مار ڈالا۔ پھر زندہ کوے نے اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کرید کر ایک گڑھا کھودا اور اس میں مرے ہوئے کوے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا۔ یہ منظر دیکھ کر قابیل کو معلوم ہوا کہ مردے کی لاش کو زمین میں دفن کرنا چاہیے۔ چنانچہ اُس نے قبر کھود کر اس میں بھائی کی لاش کو دفن کر دیا۔

(مدارک التنزیل، ج ۱، ص ۴۴۳، پ ۶، المائدۃ ۳۱ دار الکلم الطیب بیروت لبنان)

قرآن مجید نے اس واقعہ کو ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے کہ:۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْاَةَ اَخِيْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ

(6، المائدۃ:31)

تو اللہ نے ایک کوا بھیجا زمین کریدتا کہ اسے دکھائے کیونکر اپنے بھائی کی لاش چھپائے بولا ہائے خرابی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا تو پچھتا تا رہ گیا۔

(ماخوذ از "عجائب القرآن")

اولادِ آدم:

وَفِي حَدِيثِ الْإِسْرَاءِ الَّذِي فِي الصَّحِيحَيْنِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا مَرَّ بِآدَمَ وَهُوَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ لَهُ مَرْحَبًا بِالِابْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ. قَالَ وَإِذَا عَنْ يَمِينِهِ أَسْوِدَةٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ، فَإِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِينِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ عَنْ شِمَالِهِ بَكَى. فَقُلْتُ: يَا جِبْرِيلُ مَا هَذَا؟ قَالَ هَذَا آدَمُ وَهَؤُلَاءِ نَسَمُ بَنِيهِ فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ أَهْلِ الْيَمِينِ، وَهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ أَهْلِ الشِّمَالِ، وَهُمْ أَهْلُ النَّارِ بَكَى.

بخاری و مسلم میں حدیث معراج میں ہے کہ حضور علیہ السلام جب حضرت آدم علیہ السلام کے پاس سے گزرے درآں حالیکہ آپ پہلے آسمان پہ تھے تو حضرت آدم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خوش آمدید کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھا کہ آدم علیہ السلام کے دائیں طرف بھی لوگوں کا جم غفیر ہے اور بائیں طرف بھی حضرت آدم علیہ السلام جب دائیں طرف کے لوگوں کے ازدحام کو دیکھتے تو مسکراتے اور خوش ہوتے بائیں طرف دیکھتے تو روتے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور یہ ان کی اولاد کی روحیں

ہیں جب دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ان کے جنتی ہونے پر اظہار فرحت اور انبساط فرماتے ہیں۔ جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو ان کے جہنمی ہونے پر دل گرفتہ ہوتے اور روتے ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ: باب خلق آدم: صفحہ ۱۰۹ جلد ۱ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

حضرت آدم علیہ السلام کا حسن و عقل:

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ فرماتے:

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: كَانَ عَقْلُ آدَمَ مِثْلَ عَقْلِ جَمِيعِ وَلَدِهِ.

کہ حضرت آدم علیہ السلام کی عقل ان کی ساری اولاد کی عقل کے برابر تھی۔

وَقَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ فِي قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَرْتُ بِيُوسُفَ وَإِذَا هُوَ قَدْ أُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ قَالُوا مَعْنَاهُ أَنَّهُ كَانَ عَلَى النِّصْفِ مِنْ حُسْنِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. وَهَذَا مُنَاسِبٌ فَإِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ وَصَوَّرَهُ بِيَدِهِ الْكَرِيمَةِ. وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ فَمَا كَانَ لِيَخْلُقَ إِلَّا أَحْسَنَ الْأَشْيَاءِ. وَقَدْ رَوَيْنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ. وَابْنِ عَمْرٍو أَيْضًا مَوْقُوفًا وَمَرْفُوعًا إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمَّا خَلَقَ الْجَنَّةَ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا رَبَّنَا اجْعَلْ لَنَا هَذِهِ فَإِنَّكَ خَلَقْتَ لِبَنِي آدَمَ الدُّنْيَا يَأْكُلُونَ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ. فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا أَجْعَلُ صَالِحَ ذُرِّيَّةِ مَنْ خَلَقْتُ بِيَدَيَّ كَمَنْ قُلْتُ لَهُ كُنْ فَكَانَ وَقَدْ وَرَدَ الْحَدِيثُ الْمَرْوِيُّ فِي الصَّحِيحَيْنِ، وَغَيْرِهِمَا مِنْ طُرُقٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ انہیں نصف حسن عطا گیا ۔علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن حضرت آدم علیہ السلام کے حسن کا نصف تھا مناسب بھی یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا تھا اور اُن میں اپنی روح پھونکی تھی لہذا حسین ترین بھی آپ ہی تھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب جنت کو پیدا فرمایا تو فرشتوں نے عرض کی کہ باری تعالیٰ بنی آدم کے لیے تو نے دنیا کو پیدا فرمایا ہے جہاں وہ عیش وعشرت سے رہیں گے اور کھائیں، پئیں گے جنت ہمیں عطا فرمادے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے میرے عزت وجلال کی قسم کہ میں اسے آدم علیہ السلام کی نیک وصالح اولاد کے لیے بناؤں گا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہے جو کچھ جو میں اسے کہتا ہوں اس پر سر تسلیم خم کر لیتا ہے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت میں پیدا کیا۔

(البدایۃ والنہایۃ: باب خلق آدم: صفحہ ۹۰ جلد ۱ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

حضرت آدم علیہ السلام کا وصال:

وَلِمَا تُوُفِّيَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ. وَكَانَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ جَاءَتْهُ الْمَلَائِكَةُ بِحَنُوطٍ وَكَفَنٍ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْجَنَّةِ وَعَزُّوا فِيهِ ابْنَهُ وَوَصِيَّهُ شِيثَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ. وَكَسَفَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ سَبْعَةَ أَيَّامٍ بِلَيَالِيهِنَّ.

حضرت آدم علیہ السلام کا وصال جمعۃ المبارک کے دن ہوا فرشتے

جنت سے حنوط اور کفن لے کر آئے آپ کے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کو آپکی وصیت کے حوالے سے بڑا اعزاز تھا۔ امام ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وصال پر سورج اور چاند کو سات دن تک گہن لگا رہا۔

ابْنُ ضَمْرَةَ السَّعْدِيُّ قَالَ رَأَيْتُ شَيْخًا بِالْمَدِينَةِ يَتَكَلَّمُ فَسَأَلْتُ عَنْهُ فَقَالُوا هَذَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ. فَقَالَ إِنَّ آدَمَ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيهِ أَيْ بَنِيَّ إِنِّي أَشْتَهِي مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ. قَالَ فَذَهَبُوا يَطْلُبُونَ لَهُ فَاسْتَقْبَلَتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَمَعَهُمْ أَكْفَانُهُ وَحَنُوطُهُ وَمَعَهُمُ الْفُئُوسُ وَالْمَسَاحِي وَالْمَكَاتِلُ، فَقَالُوا لَهُمْ يَا بَنِي آدَمَ مَا تُرِيدُونَ وَمَا تَطْلُبُونَ؟ أَوْ مَا تُرِيدُونَ وَأَيْنَ تَطْلُبُونَ؟ قَالُوا أَبُونَا مَرِيضٌ وَاشْتَهَى مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ. فَقَالُوا لَهُمُ ارْجِعُوا فَقَدْ قُضِيَ أَبُوكُمْ فَجَاءُوا فَلَمَّا رَأَتْهُمْ حَوَّاءُ عَرَفَتْهُمْ فَلَاذَتْ بِآدَمَ فَقَالَ إِلَيْكِ عَنِّي فَإِنِّي إِنَّمَا أُتِيتُ مِنْ قِبَلِكِ فَخَلِّي بَيْنِي وَبَيْنَ مَلَائِكَةِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فَقَبَضُوهُ، وَغَسَّلُوهُ وَكَفَّنُوهُ، وَحَنَّطُوهُ، وَحَفَرُوا لَهُ، وَأَلْحَدُوهُ، وَصَلَّوْا عَلَيْهِ، ثُمَّ دَخَلُوا قَبْرَهُ فَوَضَعُوهُ فِي قَبْرِهِ، ثُمَّ حَثَوْا عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالُوا يَا بَنِي آدَمَ هَذِهِ سُنَّتُكُمْ. إِسْنَادٌ صَحِيحٌ

ابن ضمرہ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ میں ایک معمر بزرگ کو دیکھا جو لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں ابن ضمرہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ

انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے اپنے بیٹوں کو طلب کر کے فرمایا اے میرے بیٹو! جنت کے پھل کھانے کو میرا جی چاہ رہا ہے بیٹے جنت کے پھلوں کی تلاش میں نکل گئے دوران راہ ان کی ملاقات فرشتوں سے ہوگئی جن کے پاس کفن حنوط بیلچہ کسی اور تسلہ وغیرہ تھا۔ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں سے پوچھا واپس لوٹ جاؤ تمہارے والد گرامی کا تو وقت وصال قریب آچکا ہے وہ سب واپس آگئے جب حضرت حوا علیہا السلام نے انہیں دیکھا تو انہیں پہچان لیا اور حضرت آدم علیہا السلام کے لیے پناہ مانگنے لگی حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا مجھ سے ہٹ جاؤ میں تم سے پہلے معرض وجود میں آیا ہوں میرے اور میرے رب کے فرستادہ فرشتوں کے راستہ سے ہٹ جاؤ پھر فرشتوں نے روح قبض کی غسل دیا، تجہیز و تکفین کی خوشبو لگائی ان کے لیے لحد کھودی اور ان پر نماز جنازہ ادا کی پھر انہیں قبر میں دفن کیا اور ان پر مٹی ڈال دی فرشتوں نے کہا اے ابوالبشر کے بیٹو! یہ تمہارا طریقہ تدفین و تکفین ہے

میت پر چار تکبیریں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَبَّرَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى آدَمَ أَرْبَعًا وَ كَبَّرَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى فَاطِمَةَ أَرْبَعًا. وَكَبَّرَ عُمَرُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ أَرْبَعًا. وَكَبَّرَ صُهَيْبٌ عَلَى عُمَرَ أَرْبَعًا.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں پڑھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی

اللہ عنہ نے حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا پر چار تکبیریں کہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر چار اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں چار چار تکبیریں کہیں۔

(البداية والنهاية: باب خلق آدم ـ وفاة آدم ووصية الى ابنه شيث: صفحه ۱۱۰ جلد ۱ مكتبه فاروقیہ پشاور)

شیث بن آدم

امام محمد بن یوسف الشامی رقمطراز ہیں:

أبن صيث شيث بشين معجمة مكسورة فمثناة تحتية ساكنة فثاء مثلثة ويقال فيه شياث بإمالة الشين وبالصرف فيهما ويقال بلا صرف. ويقال فيه شيث بفتح الشين وتشديد الياء بلا صرف وتفسيره هبة الله ويقال عطية الله. وقال ابن هشام نصب لأن عليه وعلى ذريته نصبت الدنيا وكان أجمل ولد آدم وأفضلهم وأشبههم به وأحبّهم إليه وكان وصيّ أبيه وولي عهده وهو أبو البشر كلهم وإليه انتهت أنساب الناس، وعاش تسعمائة سنة واثنتي عشرة سنة.

صیث، شیث، اور شیاث بھی پڑھا گیا ہے۔ اسے منصرف اور غیر منصرف بھی پڑھا گیا ہے۔ ابن ہشام نے کہا ہے اس کا معنی ہے نُصب ہے کیونکہ ان پر اور ان کی اولاد پر دنیا نصب کی گئی۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے باجمال اور افضل تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت آدم کے بہت زیادہ مشابہ تھے حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے زیادہ پیارے تھے یہ اپنے باپ کے وصی

اور ولی عہد تھے۔ یہ سب انسانوں کے باپ اور سارے انسانوں کے نسب ان تک پہنچتے ہیں انہوں نے زندگی کے ۹۱۲ سال گزارے۔

(سبل الہدی والرشاد: فی شرح اسماء آبائہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۲۰ جلد ۱ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

وَمَعْنَى شِيثَ هِبَةُ اللّٰهِ وَسَمَّيَاهُ بِذَٰلِكَ لِأَنَّهُمَا رُزِقَاهُ بَعْدَ أَنْ قُتِلَ هَابِيلُ قَالَ أَبُو ذَرٍّ فِي حَدِيثِهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ مِائَةَ صَحِيفَةٍ وَأَرْبَعَ صُحُفٍ عَلَى شِيثَ خَمْسِينَ صَحِيفَةً قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ وَلَمَّا حَضَرَتْ آدَمَ الْوَفَاةُ عَهِدَ إِلَى ابْنِهِ شِيثَ وَعَلَّمَهُ سَاعَاتِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَعَلَّمَهُ عِبَادَاتِ تِلْكَ السَّاعَاتِ وَأَعْلَمَهُ بِوُقُوعِ الطُّوفَانِ بَعْدَ ذَٰلِكَ قَالَ وَيُقَالُ إِنَّ أَنْسَابَ بَنِي آدَمَ الْيَوْمَ كُلَّهَا تَنْتَهِي إِلَى شِيثَ وَسَائِرُ أَوْلَادِ آدَمَ غَيْرَهُ انْقَرَضُوا وَبَادُوا

شیث کا معنی ہے عطیہ خداوندی حضرت شیث علیہ السلام کا یہ نام آپ کے والدین نے اس لیے رکھا کہ یہ فرزند اللہ تعالیٰ نے ہابیل کے قتل کے بعد عطا کیا تھا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو صحائف اور چار کتابیں نازل فرمائیں۔ جن میں سے پچاس صحیفے صرف شیث علیہ السلام پر نازل ہوئے۔ امام محمد بن اسحاق بیان فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا وقتِ وصال قریب آیا تو آپ نے حضرت شیث علیہ السلام کو طلب فرمایا انہیں شب و روز کے اوقات اور ان کے اوقات میں عبادت کی تعلیم دی اور ایک بہت بڑے طوفان آنے کے بارے

خبردار کیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام وہ برگزیدہ پیغمبر ہیں
کہ جن پر سارے انسانوں کا سلسلہ نسب جا کے رُک جاتا ہے
۔ اوران کے سوا حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد ختم ہوگئی تھی۔
(البدایۃ النہایۃ: باب خلق آدم و وفاۃ آدم و وصیتہ الی ابنہ شیث صفحہ ۱۰۹ جلد ا مکتبہ فاروقیہ پشاور)

یانش (انوش)

التیجان میں ہے کہ سریانی میں اسے انوش کہا جاتا ہے۔ عربی زبان میں اسے کی تفسیر صادق سے کی جاتی ہے۔ یہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے امر کے والی تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا رہے۔ حتیٰ کہ ان کی عمر ۹۵۰ سال ہوگئی۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے کھجور لگائی۔ خانہ کعبہ کے دروازے لگائے۔ دانہ کاشت کیا۔ ابوالعباس احمد بن قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ انہوں سب سے پہلے دانہ کاشت کیا وہ کاشتکاری کرتے تھے۔ جوانی نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ کا نام لبود بنت آدم تھا۔

قینن

یہ جعفر کے وزن پر ہے اسے قینان بھی پڑھا گیا ہے۔ ''التیجان'' میں ہے کہ قینان عبرانی زبان کا لفظ ہے عربی میں اسے ''مستوی'' کہتے ہیں۔ انجیل میں ان کا نام قایان ہے عربی میں اس کا معنیٰ عیسیٰ ہے۔ یہ اپنے باپ کے وصی تھے ان کے جانشین تھے انہیں نے اللہ تعالیٰ کا حق قائم کیا۔ انہوں نے ۱۲۰ سال عمر گزاری۔ ''النور'' میں ہے، میرے بعض مشائخ نے کہا کہ انہوں نے ہی انطاکیہ کا شہر بسایا تھا۔

مھاییل

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اس کا معنیٰ الممدوح التیجان میں ہے کہ یہ اپنے باپ کی وصیت کے مطابق زمین کے نگران بنے۔ انجیل میں ان کا نام مھلاییل ہے جس کا معنیٰ ''مسیح اللہ'' ہے۔ انہوں نے ۲۲۰ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے ''ان کے

زمانہ میں بتوں کی عبادت شروع ہوئی۔

یرد

ابن ہشام نے التیجان میں لکھا ہے کہ تورات میں ان کا نام یارد ہے یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔اس کا معنی ''ضابط'' ہے۔انجیل میں ان کا نام یَرد ہے عربی میں اس کا معنی ''ضبط'' ہے وہ رب تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے تھے۔انہوں نے ۹۶۲ سال عمر پائی۔یہ اپنے والد کے وصی تھے۔ابن حبیب نے ان کی عمر ۸۹۵ سال تحریر کی ہے۔

(سبل الہدی والرشاد: فی شرح اسماء آبائہ جلد ا صفحہ ۳۲۰،۳۱۹ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

حضرت ادریس علیہ السلام

آپ کا نام اخنوخ ہے۔آپ حضرت نوح علیہ السلام کے والد کے دادا ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ ہی پہلے رسول ہیں۔آپ کے والد حضرت شیث بن آدم علیہما السلام ہیں۔سب سے پہلے جس شخص نے قلم سے لکھا وہ آپ ہی ہیں۔کپڑوں کے سینے اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کی ابتداء بھی آپ ہی سے ہوئی۔اس سے پہلے لوگ جانوروں کی کھالیں پہنتے تھے۔سب سے پہلے ہتھیار بنانے والے، ترازو اور پیمانے قائم کرنے والے اور علم نجوم وحساب میں نظر فرمانے والے بھی آپ ہی ہیں۔یہ سب کام آپ ہی سے شروع ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے آپ پر تیس صحیفے نازل فرمائے۔اور آپ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کا بکثرت درس دیا کرتے تھے۔اس لئے آپ کا لقب ادریس ہو گیا۔اور آپ کا یہ لقب اس قدر مشہور ہو گیا کہ بہت سے لوگوں کو آپ کا اصلی نام معلوم ہی نہیں۔قرآن مجید میں آپ کا نام ادریس ہی ذکر کیا گیا ہے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اُٹھا لیا ہے۔بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر

دیکھا۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے مروی ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ موت کا مزہ چکھنا چاہتا ہوں، کیسا ہوتا ہے؟ تم میری روح قبض کر کے دکھاؤ۔ ملک الموت نے اس حکم کی تعمیل کی اور روح قبض کر کے اُسی وقت آپ کی طرف لوٹا دی اور آپ زندہ ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اب مجھے جہنم دکھاؤ تا کہ خوفِ الٰہی زیادہ ہو۔ چنانچہ یہ بھی کیا گیا جہنم کو دیکھ کر آپ نے داروغہ جہنم سے فرمایا کہ دروازہ کھولو، میں اس دروازے سے گزرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ اس پر سے گزرے۔ پھر آپ نے ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے جنت دکھاؤ، وہ آپ کو جنت میں لے گئے۔ آپ دروازوں کو کھلوا کر جنت میں داخل ہوئے۔ تھوڑی دیر انتظار کے بعد ملک الموت نے کہا کہ اب آپ اپنے مقام پر تشریف لے چلیے۔ آپ نے فرمایا کہ اب میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ** تو موت کا مزہ میں چکھ ہی چکا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ **وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا** کہ ہر شخص کو جہنم پر گزرنا ہے تو میں گزر چکا۔ اب میں جنت میں پہنچ گیا اور جنت میں پہنچنے والوں کے لئے خداوندِ قدوس نے یہ فرمایا ہے کہ **وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ** کہ جنت میں داخل ہونے والے جنت سے نکالے نہیں جائیں گے۔ اب مجھے جنت سے چلنے کے لئے کیوں کہتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو وحی بھیجی کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے جو کچھ کیا میرے اذن سے کیا اور وہ میرے ہی اذن سے جنت میں داخل ہوئے۔ لہٰذا تم انہیں چھوڑ دو۔ وہ جنت ہی میں رہیں گے۔ چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمانوں کے اوپر جنت میں ہیں اور زندہ ہیں۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ۔

اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو بیشک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں دیتا اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا

غیب کی خبریں بتانے والوں میں سے آدم کی اولاد سے۔

(ملخصاً تفسیر قرطبی :سورۃ مریم ، تحت الآیۃ ۵۶،۵۷ صفحۃ ۱۱۱،۱۰۹ جلد ۱۱ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)(خزائن العرفان، ص ۵۵۶۔۵۵۷، مریم:۵۶۔ ۵۸)(تفسیر صاوی :سورۃ مریم آیت ۵۶،۵۷ جلد ۴، ۳صفحہ ۱۲۲۳،۱۲۲۱ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

متوشلخ

ابن حبیب نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ۹۶۰ سال عمر پائی اور جوانی نے ان کی والدہ کا نام بروخ لکھا ہے ان کے بھائی بھی تھے لیکن وہ لاولد تھے یہ اپنے باپ کے وصی تھے۔

لامک

التیجان میں ہے کہ لامک عبرانی کا لفظ ہے۔جبکہ عربی لمک ہے سریانی میں لمخ ہے۔اس کا معنیٰ ''متواضع'' ہے۔امام سہیلی نے لکھا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے عود، غنا اور پانی کے حوض بنائے۔ابن ہشام نے لکھا ہے انہوں نے ۷۷۰ سال عمر بسر کی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام

یہ ربّ تعالیٰ کے نبی اور رسول تھے۔امام نووی نے لکھا ہے یہ عجمی نام ہے یہ منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عربی ہے اور ناح ینوح سے مشتق ہے۔کیونکہ یہ ہمہ وقت گریہ زاری میں مشغول رہتے تھے اس لیے نوح کے نام سے معروف ہوئے۔اس گریہ کے سبب میں اختلاف ہے۔اس کا ایک سبب یہ لکھا گیا ہے کہ وہ اپنی قوم پر گریہ زاری کرتے تھے۔ان پر افسوس کرتے تھے کیونکہ وہ توبہ کے بغیر غرق ہوئے تھے۔ان کے نام کے بارے اور بھی بہت کچھ کہا گیا ہے۔جس میں کوئی اصل نہیں۔ایک گروہ نے لکھا ہے کہ ان کا نام عبدالغفار تھا۔یہ آدم ثانی ہیں کیونکہ

حضرت آدم کی اولاد حضرت نوح سے ہی چلی۔

طبرانی نے حضرت ابوامامہ سے ثقہ روایوں سے روایت کی ہے

إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال بين نوح وآدم عشرة قرون. قال الشعبي رحمه الله تعالى في العرائس أرسل الله تعالى نوحا إلى ولد قابيل ومن تابعهم من ولد شيث. قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وكان بطنان من ولد آدم أحدهما يسكن السهل والآخر يسكن الجبل، وكان رجال الجبل صباحاً وفي النساء دمامة، وكان نساء السهل صباحاً وفي الرجال دمامة، فكثرت الفاحشة من أولاد قابيل وكانوا قد أكثروا الفساد، فأرسل الله تعالى نوحا عليه وعلى نبينا الصلاة والسلام وهو ابن خمسين سنة

کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت نوح اور حضرت آدم علیہ السلام کے مابین دس صدیاں تھیں۔ امام شعبی نے لکھا ہے۔ ربّ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو قابیل اولاد اور ان کے پیروکاروں کی طرف بھیجا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کے دو گروہ تھے ایک پہاڑ پر جبکہ دوسرا میدانوں میں رہتا تھا۔ پہاڑی علاقوں کے مرد خوبصورت اور عورتیں بدصورت جبکہ میدانی علاقے کی عورتیں خوبصورت اور مرد بدصورت تھے۔ قابیل کی اولاد میں بے حیائی پھیل گئی۔ ربّ تعالیٰ نے ان میں حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ اس وقت ان کی عمر پچاس سال تھی۔

(سبل الہدی والرشاد: ابن بوعہ... صفحہ جلد ا صفحہ ۲۱۴،۲۱۵ مکتبہ نعمانیہ

پشاور)

نوح علیہ السلام کی کشتی

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک اپنی قوم کو خدا کا پیغام سناتے رہے مگران کی بدنصیب قوم ایمان نہیں لائی بلکہ طرح طرح سے آپ کی تحقیر و تذلیل کرتی رہی اور قسم قسم کی اذیتوں اور تکلیفوں سے آپ کو ستاتی رہی یہاں تک کہ کئی بار ان ظالموں نے آپ کو اس قدر زدوکوب کیا کہ آپ کو مردہ خیال کر کے کپڑوں میں لپیٹ کر مکان میں ڈال دیا۔مگر آپ پھر مکان سے نکل کر دین کی تبلیغ فرمانے لگے۔اسی طرح بارہا آپ کا گلا گھونٹتے رہے یہاں تک کہ آپ کا دم گھٹنے لگا اور آپ بے ہوش ہو جاتے مگران ایذاؤں اور مصیبتوں پر بھی آپ یہی دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے میرے پروردگار! تو میری قوم کو بخش دے اور ہدایت عطا فرما کیونکہ یہ مجھ کو نہیں جانتے ہیں۔اور قوم کا یہ حال تھا کہ ہر بوڑھا باپ اپنے بچوں کو یہ وصیت کر کے مرتا تھا کہ نوح (علیہ السلام) بہت پرانے پاگل ہیں اس لئے کوئی ان کی باتوں کو نہ سنے اور نہ ان کی باتوں پر دھیان دے، یہاں تک کہ ایک دن یہ وحی نازل ہوگئی کہ اے نوح! اب تک جو لوگ مومن ہو چکے ہیں ان کے سوا اور دوسرے لوگ کبھی ہرگز ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔اس کے بعد آپ اپنی قوم کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے۔اور آپ نے اس قوم کی ہلاکت کے لئے دعا فرما دی۔اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ایک کشتی تیار کریں چنانچہ ایک سو برس میں آپ کے لگائے ہوئے ساگوان کے درخت تیار ہو گئے اور آپ نے ان درختوں کی لکڑیوں سے ایک کشتی بنائی جو ۸۰ گز لمبی اور ۵۰ گز چوڑی تھی اور اس میں تین درجے تھے، نچلے طبقے میں درندے، پرندے اور حشرات الارض وغیرہ اور درمیانی طبقے میں چوپائے وغیرہ جانوروں کے لئے اور بالائی طبقے میں خود اور مومنین کے لئے جگہ بنائی۔اس طرح یہ شاندار کشتی آپ نے بنائی اور ایک سو برس کی مدت میں یہ تاریخی کشتی بن کر تیار ہوئی جو آپ کی اور مومنوں کی محنت اور کاریگری کا ثمرہ تھی۔جنہوں نے بے پناہ محنت کر کے یہ کشتی بنائی تھی۔جب آپ کشتی بنانے میں مصروف تھے تو آپ کی قوم آپ کا مذاق اُڑاتی تھی۔کوئی کہتا کہ اے نوح!

اب تم بڑھئی بن گئے؟ حالانکہ پہلے تم کہا کرتے تھے کہ میں خدا کا نبی ہوں۔ کوئی کہتا! اے نوح! اس خشک زمین میں تم کشتی کیوں بنارہے ہو؟ کیا تمہاری عقل ماری گئی ہے؟ غرض طرح طرح کا تمسخر واستہزاء کرتے اور قسم قسم کی طعنہ بازیاں اور بدزبانیاں کرتے رہتے تھے اور آپ ان کے جواب میں یہی فرماتے تھے کہ آج تم ہم سے مذاق کرتے ہو لیکن مت گھبراؤ جب خدا کا عذاب بصورتِ طوفان آجائے گا تو ہم تمہارا مذاق اُڑائیں گے۔

جب طوفان آگیا تو آپ نے کشتی میں درندوں، چرندوں اور پرندوں اور قسم قسم کے حشرات الارض کا ایک ایک جوڑا نر و مادہ سوار کرادیا اور خود آپ اور آپ کے تینوں فرزند یعنی حام، سام اور یافث اور ان تینوں کی بیویاں اور آپ کی مومنہ بیوی اور ۷۲ مومنین مرد و عورت کل ۸۰ انسان کشتی میں سوار ہو گئے اور آپ کی ایک بیوی ''واعلہ'' جو کافرہ تھی، اور آپ کا ایک لڑکا جس کا نام ''کنعان'' تھا، یہ دونوں کشتی میں سوار نہیں ہوئے اور طوفان میں غرق ہو گئے۔

روایت ہے کہ جب سانپ اور بچھو کشتی میں سوار ہونے لگے تو آپ نے ان دونوں کو روک دیا۔ تو ان دونوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! آپ ہم دونوں کو سوار کر لیجئے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ جو شخص سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ پڑھ لے گا ہم دونوں اس کو ضرر نہیں پہنچائیں گے تو آپ نے ان دونوں کو بھی کشتی میں بٹھالیا۔

طوفان میں کشتی والوں کے سوا ساری قوم اور کل مخلوق غرق ہو کر ہلاک ہوگئی اور آپ کی کشتی ''جودی پہاڑ'' پر جا کر ٹھہر گئی اور طوفان ختم ہونے کے بعد آپ مع کشتی والوں کے زمین پر اُتر پڑے اور آپ کی نسل میں بے پناہ برکت ہوئی کہ آپ کی اولاد تمام روئے زمین پر پھیل کر آباد ہوگئی اسی لئے آپ کا لقب ''آدم ثانی'' ہے۔

(تفسیر صاوی: سورۂ ھود، پارہ ۱۲ آیت ۳۶،۳۹ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

قرآن مجید میں خداوند (عزوجل) نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ:

وَ اُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿36﴾ وَ اصْنَعِ الْفُلْكَ

بِاَعۡيُنِنَا وَوَحۡيِنَا وَلَا تُخَاطِبۡنِىۡ فِى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا‌ ۚ اِنَّهُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ ﴿37﴾ وَيَصۡنَعُ الۡـفُلۡكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيۡهِ مَلَاٌ مِّنۡ قَوۡمِهٖ سَخِرُوۡا مِنۡهُ‌ ؕ قَالَ اِنۡ تَسۡخَرُوۡا مِنَّا فَاِنَّا نَسۡخَرُ مِنۡكُمۡ كَمَا تَسۡخَرُوۡنَ ﴿38﴾ فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ مَنۡ يَّاۡتِيۡهِ عَذَابٌ يُّخۡزِيۡهِ وَيَحِلُّ عَلَيۡهِ عَذَابٌ مُّقِيۡمٌ ﴿39﴾

اور نوح کو وحی ہوئی کہ تمہاری قوم سے مسلمان نہ ہوں گے مگر جتنے ایمان لا چکے تو غم نہ کھا اس پر جو وہ کرتے ہیں اور کشتی بنا ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا وہ ضرور ڈوبائے جائیں گے اور نوح کشتی بناتا ہے اور جب اس کی قوم کے سردار اس پر گزرتے اس پر ہنستے بولا اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم تم پر ہنسیں گے جیسا تم ہنستے ہو تو اب جان جاؤ گے کس پر آتا ہے وہ عذاب کہ اسے رسوا کرے اور اترتا ہے وہ عذاب جو ہمیشہ رہے۔

طوفان برپا کرنے والا تنور:

یوں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو دوسو برس پہلے ہی بذریعہ وحی مطلع کر دیا تھا کہ آپ کی قوم طوفان میں غرق کر دی جائے گی۔ مگر طوفان آنے کی نشانی یہ مقرر فرما دی تھی کہ آپ کے گھر کے تنور سے پانی ابلنا شروع ہوگا۔ چنانچہ پتھر کے اس تنور سے ایک دن صبح کے وقت پانی ابلنا شروع ہو گیا اور آپ نے کشتی پر جانوروں اور انسانوں کو سوار کرانا شروع کر دیا پھر زوردار بارش ہونے لگی جو مسلسل چالیس دن اور چالیس رات موسلا دھار برستی رہی اور زمین بھی جا بجا شق ہو گئی اور پانی کے چشمے پھوٹ کر بہنے لگے۔ اس طرح بارش اور زمین سے نکلنے والے پانیوں سے ایسا طوفان آ گیا کہ چالیس چالیس گز اونچے پہاڑوں کی چوٹیاں ڈوب گئیں۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے کہ:۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُۙ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَؕ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ﴿۴۰﴾

ترجمہ:۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور تنور اُبلا ہم نے فرمایا کشتی میں سوار کرلے ہر جنس میں سے ایک جوڑا نر و مادہ اور جن پر بات پڑ چکی ہے ان کے سوا اپنے گھر والوں اور باقی مسلمانوں کو اور اس کے ساتھ مسلمان نہ تھے مگر تھوڑے۔ (پ ۱۲، ھود: ۴۰)

اور آسمان و زمین کے پانی کی فراوانی اور طغیانی کا بیان فرماتے ہوئے ارشادِ ربانی ہوا کہ:۔

فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿11﴾ وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿12﴾

ترجمہ:۔ تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے پانی سے اور زمین چشمے کرکے بہادی تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدر تھی۔

(پ27، القمر:11)

یعنی طوفان آ گیا اور ساری دنیا غرق ہو گئی۔

(تفسیر صاوی، ج ۳، ص ۹۱۳، پ ۱۲، ھود: ۴۲)

طوفان کتنا زوردار تھا اور طوفانی سیلاب کی موجوں کی کیا کیفیت تھی؟ اس کی منظر کشی قرآن مجید نے ان لفظوں میں فرمائی ہے:۔

"وَ هِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ"

ترجمہ: اور وہ انہیں لئے جا رہی ہے ایسی موجوں میں جیسے پہاڑ۔

(پ12، ھود:42)

حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہو گئے اور کشتی طوفانی موجوں کے تھپیڑوں سے ٹکراتی ہوئی برابر چلی جا رہی تھی یہاں تک کہ سلامتی کے ساتھ کوہِ جودی پر پہنچ کر ٹھہر گئی۔

کشتی پر سوار ہوتے وقت حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی تھی کہ:

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿41﴾

ترجمہ:۔ اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

(پ12، ھود:41)

جودی پہاڑ:

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کے تھپیڑوں میں چھ ماہ تک چکر لگاتی رہی یہاں تک کہ خانہ کعبہ کے پاس سے گزری اور کعبہ مکرمہ کا سات چکر طواف بھی کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی، جو عراق کے ایک شہر ''جزیرہ'' میں واقع ہے۔

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر پہاڑ کی طرف یہ وحی کی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کسی ایک پہاڑ پر ٹھہرے گی تو تمام پہاڑوں نے تکبر کیا۔ لیکن ''جودی'' پہاڑ نے تواضع اور عاجزی کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ شرف بخشا کہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔ اور ایک روایت ہے کہ بہت دنوں تک اس کشتی کی لکڑیاں اور تختے باقی رہے تھے۔ یہاں تک کہ اگلی امتوں کے بعض لوگوں نے اس کشتی کے تختوں کو جودی پہاڑ پر دیکھا تھا۔ محرم کی دسویں تاریخ عاشورا کے دن یہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔ چنانچہ اس تاریخ کو کشتی کی تمام مخلوق یعنی انسان اور وحوش وطیور وغیرہ سبھی نے شکرانہ کا روزہ رکھا اور حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی سے اُتر کر سب سے پہلی جو بستی بسائی اس کا نام ''ثمانین'' رکھا۔ عربی زبان میں ثمانین کے معنی ''اَسی'' ہوتے ہیں، چونکہ کشتی میں ۸۰ آدمی تھے اس لئے اس گاؤں کا نام ''ثمانین'' رکھ دیا گیا۔

(تفسیر صاوی، ج۳، ص۹۱۵-۹۱۴، پ۱۲، ھود:۴۴)

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ:۔ اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے

انصاف لوگ۔(پ12،ھود:44)

نوح علیہ السلام کا بیٹا غرق ہوگیا:

حضرت نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا جس کا نام ''کنعان'' تھا۔ وہ صدقِ دل سے آپ پر ایمان نہیں لایا تھا، بلکہ وہ منافق تھا۔ اور اپنے کفر کو چھپائے رکھتا تھا۔ لیکن طوفان کے وقت اس نے اپنے کفر کو ظاہر کردیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی پر سوار ہوتے وقت اس کو بلایا اور فرمایا کہ میرے پیارے بیٹے! تم کشتی پر سوار ہوجاؤ اور کافروں کا ساتھ چھوڑ دو تو اس نے کہا کہ میں طوفان میں پہاڑوں پر چڑھ کر پناہ لے لوں گا تو آپ نے بڑی دل سوزی کے ساتھ فرمایا کہ بیٹا! آج خدا کے عذاب سے کوئی کسی کو نہیں بچا سکتا۔ ہاں جس پر خداوند کریم اپنا رحم فرمائے بس وہی بچ سکتا ہے۔ باپ بیٹے میں یہ گفتگو ہورہی تھی کہ ایک زوردار موج آئی اور کنعان غرق ہوگیا اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ کنعان ایک بلند پہاڑ پر چڑھ کر ایک غار میں چھپ گیا اور غار کے تمام سوراخوں کو بند کرلیا مگر جب طوفان کی موج اس پہاڑ کی چوٹی سے ٹکرائی تو غار میں پانی بھر گیا۔ اس طرح کنعان اپنے بول و براز میں لت پت ہوکر غرق ہوگیا۔

(تفسیر صاوی، پارہ ۱۲، سورۃ ھود آیت ۴۳، جلد ۳، صفحہ ۹۱۴، مکتبہ رحمانیہ)

قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے اس واقعہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

وَنَادٰی نُوۡحُ ابۡنَہٗ وَکَانَ فِیۡ مَعۡزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارۡکَبۡ مَّعَنَا وَلَا تَکُنۡ مَّعَ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿42﴾ قَالَ سَاٰوِیۡۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعۡصِمُنِیۡ مِنَ الۡمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الۡیَوۡمَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ وَحَالَ بَیۡنَہُمَا الۡمَوۡجُ فَکَانَ مِنَ الۡمُغۡرَقِیۡنَ ﴿43﴾

اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس سے کنارے تھا اے میرے بچے ہمارے ساتھ سوار ہوجا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو بولا اب میں کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا کہا آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے اور اُن کے بیچ

میں موج آڑے آئی تو وہ ڈوبتوں میں رہ گیا۔

(پ12، ھود:42)

بیٹے کو اپنے سامنے اس طرح غرقاب ہوتے دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام کو بڑا صدمہ ورنج پہنچا اور آپ نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میرا بیٹا کنعان تو میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو احکم الحاکمین ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوح! یہ آپ کا بیٹا کنعان آپ کے ان گھر والوں میں سے نہیں ہے جن کو بچانے کا ہم نے وعدہ کیا تھا لہذا، اے نوح! تمہارا یہ سوال ٹھیک نہیں ہے اس لئے تم مجھ سے ایسی کسی بات کا سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے تو حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے پروردگار! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں تجھ سے کسی ایسی بات کا سوال کروں جو مجھے معلوم نہیں ہے اور اگر تو مجھے معاف فرما کر رحم نہ فرمائے گا تو میں نقصان میں پڑ جاؤں گا۔

قرآن مجید میں حق جل جلالہ نے اس واقعہ کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

وَنَادٰی نُوۡحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَهۡلِیۡ وَ اِنَّ وَعۡدَكَ الۡحَقُّ وَ اَنۡتَ اَحۡكَمُ الۡحٰكِمِیۡنَ ﴿45﴾ قَالَ یٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَیۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ مَا لَیۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ اِنِّیۡۤ اَعِظُكَ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِیۡنَ ﴿46﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِكَ اَنۡ اَسۡـَٔلَكَ مَا لَیۡسَ لِیۡ بِهٖ عِلۡمٌ وَ اِلَّا تَغۡفِرۡ لِیۡ وَ تَرۡحَمۡنِیۡۤ اَكُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿47﴾

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا عرض کی اے میرے رب میرا بیٹا بھی تو میرا گھر والا ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑھ کر حکم والا فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن۔ عرض کی اے میرے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور

اگر تو مجھے نہ بخشے اور رحم نہ کرے تو میں ریا کار ہو جاؤں۔

(پ12،ھود:45-47)

طوفان کیونکر ختم ہوا:

جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر پہنچ کر ٹھہر گئی اور سب کفار غرق ہو کر فنا ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین! جتنا پانی تجھ سے چشموں کی صورت میں نکلا ہے تو ان سب پانیوں کو پی لے۔ اور اے آسمان! تو اپنی بارش بند کر دے۔ چنانچہ پانی گھٹنا شروع ہو گیا اور طوفان ختم ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ اے نوح! آپ کشتی سے اُتر جائیے۔ اللہ کی طرف سے سلامتی اور برکتیں آپ پر بھی ہیں اور ان لوگوں پر بھی ہیں جو کشتی میں آپ کے ساتھ رہے۔

(پ۱۲،ھود:۴۸)

حدیث شریف میں آیا ہے

انه لما نزل منها اراد ان يبعث من ياتيه بخبر الارض فقال له الدجاج انا فاخذوه وختم على جناحه وقال لها انت مختومة بخاتمي لا تطيرى ابداً تنتفع بل امتى فبعث الغراب فاصاب جيفة فوقع عليها فاحتبس فلعنه ودعا عليه بالخوف .فلذالك يقتل فى الحل والحرم ولا يالف البيوت .وبعث الحمامة فلم تجد قراراً فوقفت على شجرة بارض سبا فحملت ورقة زيتون ورجعت الى نوح فعلم انها لم تتمكن من الارض ثم بعثها بعد ذلك فطارت حتى وقفت بوادى الحرم .فاذالماء قد ذهب موضع الكعبة ،وكانت طينتها حمراء فاختضبت رجلاها .ثم جاءت الى نوح فقالت بشراى منك ان تهب لى الطوق فى عنقى

والخضاب فی رجلی وان اسکن الحرم فمسح یدہ علی عنقھا وطوقھا ووھب لھا الحمرۃ فی رجلیھا ودعا لھا ولذریتھا بالبرکۃ۔

کہ حضرت نوح علیہ السلام نے روئے زمین کی خبر لانے کے لئے کسی کو بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے مرغی نے کہا کہ میں روئے زمین کی خبر لاؤں گی تو آپ نے اس کو پکڑ لیا اور اس کے بازوؤں پر مہر لگا کر فرمایا کہ تجھ پر میری مہر ہے، تو پرند ہوتے ہوئے بھی لمبی اُڑان نہ اُڑ سکے گی اور میری امت تجھ سے فائدہ اٹھائے گی۔ پھر آپ نے کوے کو بھیجا تو وہ ایک مردار دیکھ کر اس پر گر پڑا اور واپس نہیں آیا۔ تو آپ نے اس پر لعنت فرمادی اور اس کے لئے بددعا فرمادی کہ وہ ہمیشہ خوف میں مبتلا رہے۔ چنانچہ کوے کو حل وحرم میں کہیں بھی پناہ نہیں ہے۔ پھر آپ نے کبوتر کو بھیجا تو وہ زمین پر نہیں اُترا بلکہ ملک سبا سے زیتون کی ایک پتی چونچ میں لے کر آ گیا تو آپ نے فرمایا کہ تم زمین پر نہیں اُترے اس لئے پھر جاؤ اور روئے زمین کی خبر لاؤ۔ تو کبوتر دوبارہ روانہ ہوا اور مکہ مکرمہ میں حرم کعبہ کی زمین پر اُترا اور دیکھ لیا کہ پانی زمین حرم سے ختم ہو چکا ہے اور سرخ رنگ کی مٹی ظاہر ہو گئی ہے۔ کبوتر کے دونوں پاؤں سرخ مٹی سے رنگین ہو گئے۔ اور وہ اسی حالت میں حضرت نوح علیہ السلام کے پاس واپس آ گیا اور عرض کیا کہ اے خدا کے پیغمبر! آپ میرے گلے میں ایک خوبصورت طوق عطا فرمائیے اور میرے پاؤں میں سرخ خضاب مرحمت فرمائیے اور مجھے زمین حرم میں سکونت کا شرف عطا فرمائیے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے کبوتر کے سر پر دست شفقت پھیرا اور اس کے لئے یہ دعا فرمادی کہ اس کے گلے میں دھاری کا ایک خوبصورت ہار پڑا

رہے اور اس کے پاؤں سرخ ہو جائیں اور اس کی نسل میں خیر و برکت رہے اور اس کو زمین حرم میں سکونت کا شرف ملے۔

(تفسیر صاوی، ج ۳، ص ۹۱۶، پ ۱۲، ھود: ۴۸ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ:

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿44﴾

اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہِ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ۔

(پ12، ھود: 44)

اور حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی سے اترنے کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ.

ترجمہ:۔ فرمایا گیا اے نوح کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلام اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ کے کچھ گروہوں پر۔

(پ ۱۲، ھود: ۴۸)(ماخوذ از غرائب القرآن)

امام محمد بن یوسف الصالحی فرماتے ہیں:

ما أسلم من الشياطين إلا شيطانان شيطان نبينا محمد صلى الله عليه وسلّم وشيطان نوح عليه الصلاة والسلام. وقال إبليس لنوح عليه الصلاة والسلام خذ مني خمساً. فقال لا أصدقك فأوحى الله تعالى إليه أن صدّقه في الخمس. قال قل. قال إياك

والكبر، فإني إنما وقعت فيه بالكبر. وإياك والحسد فإن قابيل قتل هابيل أخاه حسداً. وإياك والطمع فإن آدم أورثه ما أورثه الطمع. وإياك والحرص فإن حواء وقعت فيما وقعت بالحرص. وإياك وطول الأمل فإنهما وقعا فيما وقعا فيه بطول الأمل.

وسماه الله تعالى عبداً شكوراً. روى الفريابي وابن جرير والحاكم وصححه عن سلمان رضي الله تعالى عنه قال كان نوح إذا لبس ثوباً أو طعم طعاماً حمد الله تعالى فسمّي عبداً شكوراً.

المطلع میں ہے کہ شیطانوں میں سے صرف دو شیاطین نے اسلام قبول کیا۔ایک ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شیطان نے اور حضرت نوح علیہ السلام کے شیطان نے۔ابلیس نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا: مجھ سے پانچ باتیں سیکھ لیں۔انہوں نے فرمایا میں تیری تصدیق نہیں کروں گا۔رب تعالیٰ نے ان پر وحی فرمائی اس کی تصدیق کرو انہوں نے کہا بتاؤ ابلیس نے کہا تکبر سے بچیں میں اس آفت تکبر کی وجہ سے پھنسا ہوں۔حسد سے بچیں قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو حسد کی وجہ سے ہی قتل کیا تھا طمع (لالچ) سے بچیں آدم علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ ہوا طمع کی وجہ سے ہوا تھا حرص سے بچو۔حوا کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا حرص کی وجہ سے ہوا تھا۔طویل امیدی سے بچو۔آدم اور حوا علیہما السلام کے ساتھ جو ہوا وہ طول امل کی وجہ سے ہوا۔

امام حاکم اور ابن جریر نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کپڑے پہنتے یا کھانا کھاتے تو ربّ

تعالیٰ کا شکرادا کرتے ربّ تعالیٰ نے انہیں عبداً شکوراً فرمادیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد: نوح علیہ السلام: صفحہ ۲۱۶ جلد ۱ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

سام بن نوح

امام احمد ترمذی اورامام مالک نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سام أبو العرب، وحام أبو الحبش، ويافث أبو الروم.

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سام ابوعرب ابوحبش اور یافث ابوروم ہیں۔

(سنن ترمذی: ابواب تفسیر القرآن باب سورۃ الصفات رقم ۳۲۲۱)

بزارابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ولد نوح ثلاثة سام وحام ويافث، فولد سام العرب وفارس والروم والخير فيهم، وولد يافث يأجوج ومأجوج والترك والصقالبة ولا خير فيهم، وولد حام القبط والبربر، والسودان.

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت نوح کے تین بیٹے تھے۔سام ،حام ،یافث سام سے عرب ،فارس اورروم والے پیدا ہوئے۔ان میں بھلائی ہے یافث سے یاجوج اور ماجوج پیدا ہوئے ترک اورصقالبہ پیدا ہوئے۔ان میں بھلائی نہیں حام سے قبط ،بربر ،ایل سوڈان پیدا ہوئے۔اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

(المستدرک للحاکم: جلد ۲ صفحہ ۵۴۶)

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا جب حضرت نوح علیہ السلام کے وصال کا وقت آیا

توانہوں نے اپنے بیٹے سام کی وصیت طوفان سے قبل ان کی عمر ۹۸ سال تھی۔ یہ ان کی پہلی اولاد تھی۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ یہ اپنے باپ کے وصی تھے۔ یہ اہل زمین کے سرپرست تھے۔

حضرت وہب نے لکھا

أتى الحواريون عيسى بن مريم صلى الله عليه وسلّم فسار بهم إلى قبر سام بن نوح فقال أجبني يا سام بإذن الله تعالى. فقام بقدرة الله كالنخلة فقال له عيسى كم عشت؟ قال عشت أربعة آلاف سنة فقال عيسى كيف كانت الدنيا؟ قال: كبيتٍ له بابان دخلت من هذا وخرجت من هذا. وإنه كان جزوعاً من الموت فسأل نوح ربّه أن لا يميت سام حتى يسأل الموت. قال وإنّ ساماً اعتلت نفسه ومرض مرضاً شديداً على كبر فسأل ربّه الموت فمات.

حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ان کے ساتھ حضرت سام کی قبر تک پہنچے۔ انہوں نے کہا: اے سام! اللہ تعالیٰ کی اذن سے مجھے جواب دو۔ وہ ربّ تعالیٰ کی قدرت سے کھجور کی طرح کھڑے ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ تم نے کتنی عمر پائی ہے۔ سام میں نے چار ہزار سال زندگی پائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ دنیا کیسے ہے۔ سام اس گھر کی طرح جس کے دو دوازے ہوں اس میں داخل ہوا دوسرے سے نکل گیا۔ یہ موت سے گھبراتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ سام پر موت نہ طاری کرے حتی کہ وہ خود موت کے بارے سوال کریں۔

(سبل الہدیٰ والرشاد: سام بن نوح صفحہ ۲۱۴ جلد ۱ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

ابن ارفخشذ

امام نووی نے اسے ''اَرْفَخْشَذ'' حافظ نے ''ارنخشذ'' اور صاحب ''النور'' الفخشذ'' لکھا ہے امام سہیلی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس سے مراد روشن چراغ ہے۔ شاذ سریانی زبان میں ''الضیاء'' یعنی روشنی کا مخفف ہے۔

ان کی والدہ الملوک بن خنوخ بن یرد کی بیٹی تھیں۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ انہوں نے ۴۰۳ سال زندگی پائی۔ آپ اپنے والد کے وصی تھے۔ ابن حبیب نے ان کی عمر ۴۶۰ سال بیان کی ہے۔ جبکہ ابن کلبی نے ان کی عمر ۴۶۸ سال لکھی ہے ان کے بیٹوں کے نام عابر، مالک اور قینان تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے علم نجوم میں غور وفکر کیا۔ انہوں نے یہ علم خالی تنور سے حاصل کیا۔ طوفانِ سے قبل اس میں ہر علم لکھ دیا گیا تھا۔ اسے زمین میں دفن کر دیا گیا تھا۔ انہوں نے یہ علم وہاں سے سیکھ لیا۔

شالخ

''شَالَخ'' امام نووی نے ''شَالَخ لکھا ہے۔ امام سہیلی نے فرمایا اس کا معنیٰ ''الرسول یا وکیل'' ہے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے انہوں ۳۶۳ سال زندگی پائی۔ ابن حبیب نے ۴۳۳ سال زندہ رہے۔ اور امام کلبی نے ۴۹۳ زندگی پائی اور یہ اپنے باپ کے وصی تھے۔

عیبر

''عَیبَرُ'' یہ جعفر کے وزن پر ہے۔ امام نووی اور توزری نے ''عَابَرُ'' بیان کیا ہے۔ ابن حبیب نے ان کی عمر ۴۳۴ سال بیان کی ہے۔ ابن کلبی نے ان کی عمر ۴۶۳ بیان کی ہے۔ علامہ جوانی نے لکھا ہے کہ یہی حضرت ہود علیہ السلام تھے۔ امام سہیلی اور حافظ نے لکھا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کے نسب میں راجح قول یہ ہے۔ ہود، بن عبداللہ بن رباح بن حاذ بن عاد بن عوض بن آدم بن سام بن نوح۔ علامہ جوانی نے ان کی والدہ کا نام رجانہ لکھا ہے یہ پاکیزہ خواتین میں سے تھیں۔

تنبیہ: علامہ سہیلی اور توزری نے تاریخ طبری کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ''عابر'' اور ''فالخ'' کے درمیان ایک باپ قینان بھی ہیں۔ توزری نے اسے ''قین'' لکھا ہے۔ تورات میں اس کا ذکر نہیں کیونکہ یہ جادوگر تھا۔ لیکن ابن حزم نے طبری کی گرفت کی ہے کہ تورات میں ان کے اجماع سے یہ نسب ثابت ہے۔

فالخ

ابن ہشام نے التیجان میں بیان کیا ہے یہ سریانی زبان کا لفظ ہے عربی میں اس کے معنی ''وکیل'' کے ہیں۔ یہ حضرت ہود علیہ السلام کے بھائی تھے۔ جب ان کے باپ نے کوہِ جودی پر عربی میں گفتگو کی تھی۔ انہوں نے ۲۶۷ سال عمر پائی۔ ابن کلبی نے ان کی عمر ۲۹۰ سال لکھی ہے۔ ابن حبیب نے ان کی عمر ۲۳۹ سال بیان کی ہے۔ علامہ جوانی نے ان کی والدہ کا نام بیشا بیان کیا ہے۔

راغو

''رَاغُو'' اور اس کو ''اَرْغُوْ'' اور ''رَغُوْ'' پڑھا گیا ہے۔ اس کا عربی میں معنیٰ قاسم ہے۔ اور ابن حبیب انہوں نے ۲۳۲ سال زندہ رہے۔ اور امام ابن کلبی نے فرمایا کہ آپ ۲۶۰ سال زندگی پائی۔

شاروخ

''شَارُوخ'' امام نووی نے لکھا امام جوانی نے اسے ''ساروغ'' لکھا ہے ملک المؤید نے اسے ''ساروع'' لکھا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے انہوں نے ۲۰۷ سال عمر پائی۔

ناحور

یہ اس ناحور کے علاوہ ہیں جن کا تذکرہ حضرت اسماعیل سے پہلے ہو چکا ہے۔ ابن ہشام نے التیجان میں لکھا ہے کہ آپ نے ایک سو سالہ زندگی گزاری۔ ابن حبیب

نے اس کی عمر ۲۰۴ سال بیان کی ہے۔

تارخ

تارخ بن ناحور کے ایمان کے بارے میں جلال الملۃ والدین امام جلال الدین السیوطی کے رسالہ مسالک الحنفاء سے نقل کیا جارہا ہے:

ابن منذر نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

وَاِذْقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ آزر

کے تحت نقل کیا ہے:

"لیس آزر بابیه انما هو ابراهیم بن تارخ بن شارخ بن ناخور بن فاطم۔

آزر ان کا والد نہیں، بلکہ ابراہیم علیہ السلام تارخ کے بیٹے ہیں وہ شارخ وہ ناخور کے بیٹے اور وہ فاطم کے بیٹے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح سے امام سدی سے نقل کیا ان سے کسی نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر ہیں تو انہوں نے فرمایا:

بل اسمه تارخ

بلکہ اُن کا نام تارخ ہے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم تحت الایة جلد ۴رقم مکتبة نزار مصطفی الباز المملكة العربية السعودية)(الحاوی للفتاوی:رسالہ مسالک الحنفاء:صفحہ ۲۰۱ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یہی امام ابن ابی حاتم سند ضعیف کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ اِنَّ اَبَا اِبْرَاهِيْمَ لَمْ يَكُنِ اسْمُهٗ آزَرَ وَاِنَّمَا كَانَ اسْمُهٗ تَارَحَ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہیں ان کا نام تو تارخ ہے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم تحت الایۃ جلد ۴ رقم ۷۴۹۱ مکتبۃ نزار مصطفی الباز المملکۃ العربیۃ السعودیۃ) (الحاوی للفتاوی: رسالہ مسالک الحنفاء: صفحہ ۲۱۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لیکن جو قرآن مجید میں لفظ "اب" کا استعمال ہوا اس سے مراد آپ کے والد نہیں بلکہ چچا ہے جس پر امام جلال الدین سیوطی نے بہت سے دلائل دیئے۔

عربی زبان میں لفظ "اب" کا استعمال چچا پر معروف ہے اگرچہ مجازاً ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

ام كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدى قالوا نعبد الهك واله اباءك ابراهيم واسمعيل واسحاق۔

(القرآن: سورۃ البقرۃ: آیت ۱۳۳)

بلکہ تم کتنے موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کا۔

اس آیت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام پر "اب" کا اطلاق ہے حالانکہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا ہیں۔اسی طرح "اب" کا اطلاق حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی ہوا ہے حالانکہ وہ انکے دادا ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جد پر "اب" کا اطلاق ہوتا۔پھر انہوں نے یہی آیت "قالو نعبد الهك واله ابائك" تلاوت کی ہے

(تفسیر ابن ابی حاتم: تحت الایۃ جلد ۱ رقم مکتبۃ نزار مصطفی الباز المملکۃ العربیۃ السعودیۃ) (الحاوی للفتاوی: رسالہ مسالک الحنفاء: صفحہ ۲۲۰ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

انہوں نے ہی حضرت ابوالعالیہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد

"واله ابائك ابراهيم واسماعيل"

اور آپ کے آباء ابراہیم اور اسماعیل

کے تحت نقل کیا ہے:

"سمی العم ابا"

یہاں "چچا" کو "اب" کے ساتھ تعبیر کیا ہے

پھر یہی امام ابن ابی حاتم محمد بن کعب قرظی سے نقل کرتے ہیں:

"والخال والد والعم والد"

خالو والد ہے اور اسی طرح چچا بھی والد ہے۔"

(تفسیر ابن ابی حاتم: تحت الآیۃ) (الحاوی للفتاوی: رسالہ، مسالک الحنفاء: صفحہ ۲۲۰ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ان روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ کے والد کا نام تارخ تھا۔ اور آزر آپ کا چچا تھا۔ اور لغت عرب میں چچا پر بھی "اب" کا اطلاق کرتے ہیں۔

نوٹ: تفصیل کے لیے امام جلال الدین سیوطی کے رسالہ: مسالک الحنفاء کا مطالعہ کیجئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی، رسول اور اس کے خلیل تھے۔ بعد میں آنے والے تمام انبیاء کے باپ ہیں یہ عجمی نام ہے۔ اس کا معنیٰ "اَبٌ رَاحِمٌ" رحم کرنے والا باپ، "المطلع" میں ہے کہ اکثر محققین کی رائے ہے کہ یہ اسم جامد ہے مشتق نہیں۔ بعض متکلفین نے بیان کیا ہے کہ یہ اسم البراء یا البرء یا البرائۃ اور الھیمان یا الوھم یا الھمۃ سے مشتق ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی ولادت:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اُس "نمرود بن کنعان" بادشاہ کا زمانہ تھا یہی وہ شخص ہے کہ جس نے سب سے پہلے اسی نے تاج شاہی اپنے سر پر رکھا۔ اس

سے پہلے کسی بادشاہ نے تاج نہیں پہنا تھا یہ لوگوں سے زبردستی اپنی پرستش کراتا تھا کاہن اور نجومی اس کے دربار میں بکثرت اس کے مقرب تھے۔

نمرود بن کنعانکہ پادشاہی روی زمین تعلق بدو داشت در شہر بابل نشستی شبی در واقعہ دید کہ کوکبی اِز اُفق آن بلدہ طلوع نمود کہ در شعشہ جمال اونور آفتاب وماہ نابود گشت از غایت فزع بیدار شد وکاہنان وحکماء مملکت تعبیر این واقعہ برین وجہ کردند کہ درین سال بولایت بابل مولودی جستہ طالع از خلوتخانہ عدم بفضاء صحرای وجود خرامد کہ ہلاک تو واہل مملکت تو بدو دست اوباشد وہنوز این مولود از مستقر صلب بمستودع رحم نپیوستہ نمرود بفرمود تا میان زنان وشوہران تفریق کردند۔ تا وقتی کہ وضع حمل نزدیک رسید اوفی ترسید کہ اگر پسری زاید ناکاہ خبر بکسان نمرود رسد فی الحال اورا بکشند ببہانہ از شہر بیرون رفت وغاری درمیان کوہ نشان داشت دران غار ابراہیم را بزاد۔ وگفتہ اند ہفت سال یا سیزدہ سال یا ہفدہ سال در غار بود۔

نمرود نے ایک رات یہ خواب دیکھا کہ ایک ستارہ نکلا اور اس کی روشنی میں چاند، سورج وغیرہ سارے ستارے بے نور ہو کر رہ گئے۔ کاہنوں اور نجومیوں نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ ایک فرزند ایسا ہوگا جو تیری بادشاہی کے زوال کا باعث ہوگا۔ یہ سن کر نمرود بے حد پریشان ہو گیا اور اس نے یہ حکم دے دیا کہ میرے شہر میں جو بچہ پیدا ہو وہ قتل کر دیا جائے۔ اور مرد عورتوں سے جدا رہیں۔ چنانچہ ہزاروں بچے قتل کر دیئے گئے۔ مگر تقدیراتِ الٰہیہ کو کون ٹال سکتا ہے؟ اسی دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہو گئے اور بادشاہ کے خوف سے ان کی والدہ نے شہر سے دور پہاڑ کے ایک غار میں ان کو چھپا دیا اسی غار میں چھپ کر ان کی والدہ روزانہ دودھ پلا دیا کرتی تھیں۔ بعض مفسرین کا

قول ہے کہ سات برس کی عمر تک اور بعضوں نے تحریر فرمایا کہ سترہ برس تک آپ اسی غار میں پرورش پاتے رہے۔

(روح البیان، پ ۷ سورۃ الانعام: ۷۵ ج ۳، ص ۵۹ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اس زمانے میں عام طور پر لوگ ستاروں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ایک رات آپ علیہ السلام نے زہرہ یا مشتری ستارہ کو دیکھا تو قوم کو توحید کی دعوت دینے کے لئے آپ نے نہایت ہی نفیس اور دل نشین انداز میں لوگوں کے سامنے اس طرح تقریر فرمائی کہ اے لوگو! کیا ستارہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ ستارہ ڈوب گیا تو آپ نے فرمایا کہ ڈوب جانے والوں سے میں محبت نہیں رکھتا۔ پھر اس کے بعد جب چمکتا چاند نکلا تو آپ نے فرمایا کہ کیا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ فرماتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں سے ہوتا۔ پھر جب چمکتے دمکتے سورج کو دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو ان سب سے بڑا ہے، کیا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب یہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے میری قوم! میں ان تمام چیزوں سے بیزار ہوں جن کو تم لوگ خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ اور میں نے اپنی ہستی کو اس ذات کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا ہے۔

بس میں صرف اسی ایک ذات کا عابد اور پجاری بن گیا ہوں اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ پھر ان کی قوم ان سے جھگڑا کرنے لگی تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے خدا کے بارے میں جھگڑتے ہو؟ اس خدا نے تو مجھے ہدایت دی ہے اور میں تمہارے جھوٹے معبودوں سے بالکل نہیں ڈرتا۔ سن لو! بغیر میرے رب کے حکم کے تم لوگ اور تمہارے دیوتا میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ میرا رب ہر چیز کو جانتا ہے۔ کیا تم لوگ میری نصیحت کو نہیں مانو گے؟ اس واقعہ کو مختصر مگر بہت جامع الفاظ میں قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا ہے:۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿76﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ

الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿77﴾فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿78﴾اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿79﴾

پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا بولے مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے اسے میرا رب بتاتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں ہوتا پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو۔ یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنائے ایک اسی کا ہوکر اور میں مشرکوں میں نہیں۔

(پ7، الانعام:76تا79)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کے معاملہ میں پہلے تو اپنی قوم سے مناظرہ کر کے حق کو ظاہر کر دیا۔ مگر لوگوں نے حق کو قبول نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ کل ہماری عید کا دن ہے اور ہمارا ایک بہت بڑا میلہ لگے گا، وہاں آپ چل کر دیکھیں کہ ہمارے دین میں کیا لطف اور کیسی بہار ہے۔

اس قوم کا یہ دستور تھا کہ سالانہ ان لوگوں کا ایک میلہ لگتا تھا۔ لوگ ایک جنگل میں جمع ہوتے اور دن بھر لہو ولعب میں مشغول رہ کر شام کو بت خانہ میں جا کر بتوں کی پوجا کرتے اور بتوں کے چڑھاوے، مٹھائیوں اور کھانوں کو پرشاد کے طور پر کھاتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام قوم کی دعوت پر تھوڑی دور تو میلہ کی طرف چلے لیکن پھر اپنی بیماری کا عذر

کر کے واپس چلے آئے اور قوم کے لوگ میلہ میں چلے گئے۔ پھر جو میلہ میں نہیں گئے آپ نے اُن لوگوں سے صاف صاف کہہ دیا۔

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿57﴾

(پ17، الانبیاء:57)

اور مجھے اللہ کی قسم ہے میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا بعد اس کے کہ تم پھر جاؤ پیٹھ دے کر۔

چنانچہ اس کے بعد آپ ایک کلہاڑی لے کر بت خانہ میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ اس میں چھوٹے بڑے بہت سے بت ہیں اور دروازہ کے سامنے ایک بہت بڑا بت ہے۔ ان جھوٹے معبودوں کو دیکھ کر توحیدِ الٰہی کے جذبہ سے آپ جلال میں آ گئے اور کلہاڑی سے مار مار کر بتوں کو چکنا چور کر ڈالا اور سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا اور کلہاڑی اُس کے کندھے پر رکھ کر آپ بت خانہ سے باہر چلے آئے۔ قوم کے لوگ جب میلہ سے واپس آکر بت پوجنے اور پرشاد کھانے کے لئے بت خانہ میں گھسے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اُن کے دیوتا ٹوٹے پھوٹے پڑے ہوئے ہیں۔ ایک دم سب بوکھلا گئے اور شور مچا کر چلانے لگے۔

مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿59﴾

(پ17، الانبیاء:59)

کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا بیشک وہ ظالم ہے۔

تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایک جوان کو جس کا نام ''ابراہیم'' ہے اس کی زبان سے ان بتوں کو برا بھلا کہتے ہوئے سنا ہے۔ قوم نے کہا کہ اس جوان کو لوگوں کے سامنے لاؤ۔ شاید لوگ گواہی دیں کہ اُس نے بتوں کو توڑا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بلائے گئے۔ تو قوم کے لوگوں نے پوچھا کہ اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے اس بڑے بت نے کیا ہوگا کیونکہ کلہاڑی اس کے کاندھے پر ہے۔ آخر تم لوگ اپنے ان ٹوٹے پھوٹے

خداؤں ہی سے کیوں نہیں پوچھتے کہ کس نے تمہیں توڑا ہے؟ اگر یہ بت بول سکتے ہوں تو ان ہی سے پوچھ لو۔ وہ خود بتادیں کہ کس نے انہیں توڑا ہے۔ قوم نے سر جھکا کر کہا کہ اے ابراہیم! ہم ان خداؤں سے کیا اور کیسے پوچھیں؟ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ یہ بت بول نہیں سکتے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جلال میں تڑپ کر فرمایا:

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكُمْ شَیْــٴًـا وَّلَا یَضُرُّكُمْ ﴿66﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿67﴾

(پ17، الانبیاء: 66-67)

کہا تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے۔ تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

آپ کی اس حق گوئی کا نعرہ سن کر قوم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ شور مچایا اور چلا چلا کر بت پرستوں کو بلایا۔

حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿68﴾

(پ17، الانبیاء: 68)

ان کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کرنا ہے۔

چنانچہ ظالموں نے اتنا لمبا چوڑا آگ کا الاؤ بنایا کہ اس آگ کے شعلے اتنے بلند ہو رہے تھے کہ اس کے اوپر سے کوئی پرندہ بھی اُڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ پھر آپ کو ننگے بدن کر کے ان ظلم وستم کے مجسموں نے ایک گوپھن کے ذریعے اس آگ میں پھینک دیا اور اپنے اس خیال میں مگن تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جل کر راکھ ہو گئے ہوں گے، مگر احکم الحاکمین کا فرمان اس آگ کے لئے یہ صادر ہو گیا کہ

قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿69﴾

(پ17، الانبیاء: 69)

ہم نے فرمایا اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی والی ابراہیم پر۔

چنانچہ نتیجہ یہ ہوا جس کو قرآن نے اپنے قاہرانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿70﴾

(پ17، الانبیاء:70)

اور انہوں نے اس کا برا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے بڑھ کر زیاں کار کر دیا۔

آگ بجھ گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام زندہ اور سلامت رہ کر نکل آئے اور ظالم لوگ کفِ افسوس مل کر رہ گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توکل:

روایت ہے کہ جب نمرود نے اپنی ساری قوم کے روبرو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینک دیا

فصاحت السماء والارض ومن فيهما من الملائكة وجميع الخلق الاالثقلين صيحة واحدة .اى ربنا ابراهيم خليلك يلقى فى النار وليس فى ارضك احد يعبد غيره فائذن لنا فى نصرته فقال الله تعالىٰ انه خليلى ليس لى خليل غيره وانا الاله ليس له اله غيرى فان استغاث باحد كم او دعاه فلينصره فقد اذنت له فى ذلك وان لم يدع غيرى فانا وليه وانا اعلم به فخلوا بينى وبينه فلما ارادو القاءه فى النار اتاه خازن المياه وقال ان اردت اخمدت النار واتاه خازن الهواء وقال ان شئت طيرت النار فى الهواء فقال ابراهيم لاحاجة لى اليكم .حسبى الله ونعم الوكيل

تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات چیخ مار مار کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگیں

کہ خداوند! تیرے خلیل آگ میں ڈالے جا رہے ہیں اور اُن کے سوا زمین میں کوئی اور انسان تیری توحید کا علمبردار اور تیرا پرستار نہیں، لہٰذا تو ہمیں اجازت دے کہ ہم ان کی امداد و نصرت کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم میرے خلیل ہیں اور میں اُن کا معبود ہوں تو اگر حضرت ابراہیم تم سبھوں سے فریاد کر کے مدد طلب کریں تو میری اجازت ہے کہ سب ان کی مدد کرو۔ اور اگر وہ میرے سوا کسی اور سے کوئی مدد طلب نہ کریں تو تم سب سن لو کہ میں ان کا دوست اور حامی و مددگار ہوں۔ لہٰذا تم اب اُن کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ اس کے بعد آپ کے پاس پانی کا فرشتہ آیا اور کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں پانی برسا کر اس آگ کو بجھا دوں۔ پھر ہوا کا فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں زبردست آندھی چلا کر اس آگ کو اڑا دوں تو آپ نے ان دونوں فرشتوں سے فرمایا کہ مجھے تم لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھ کو میرا اللہ کافی ہے اور وہی میرا بہترین کارساز ہے وہی جب چاہے گا اور جس طرح اس کی مرضی ہوگی میری مدد فرمائے گا۔

(تفسیر صاوی، ج ۴، ص ۱۳۰۷، پ ۱۷، الانبیاء: ۶۸ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

حضرت ابراہیم کی دعا۔

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جب کافروں نے آپ کو آگ میں ڈالا تو آپ نے اُس وقت یہ دعا پڑھی ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الْمُلْكُ لَا شَرِيْكَ لَكَ'' اور جب آپ آگ کے شعلوں میں داخل ہو گئے تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اے خلیل اللہ! کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم سے کوئی حاجت نہیں ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ پھر خدا ہی سے اپنی حاجت عرض کیجئے تو آپ نے جواب دیا کہ وہ میرے حال کو خوب جانتا ہے۔ لہٰذا مجھے اُس سے سوال کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف سولہ یا بیس برس کی تھی۔

آپ کتنی دیر تک آگ میں رہے؟:۔ اس بارے میں کہ آپ کتنی مدت تک آگ کے اندر رہے، تین اقوال ہیں۔

(۱) بعض مفسرین کا قول ہے کہ سات دنوں تک آپ آگ کے شعلوں میں رہے۔

(۲) اور بعض نے یہ تحریر کیا ہے کہ چالیس دن رہے۔

(۳) اور بعض کہتے ہیں کہ پچاس دن تک آپ آگ میں رہے۔

(تفسیر صاوی، ج ۴، ص ۱۳۰۷، پ ۱۷، الانبیاء: ۶۸ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

ذبح ہو کر زندہ ہو جانے والے پرندے:

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ایک مرتبہ خداوند قدوس کے دربار میں یہ عرض کیا کہ یا اللہ تو مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم کیا اس پر تمہارا ایمان نہیں ہے، تو آپ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں؟ میں اس پر ایمان تو رکھتا ہوں لیکن میری تمنا یہ ہے کہ اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں تا کہ میرے دل کو قرار آ جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم چار پرندوں کو پالو اور ان کو خوب کھلا پلا کر اچھی طرح ہلا ملا لو پھر تم انہیں ذبح کر کے اور ان کا قیمہ بنا کر اپنے گرد و نواح کے چند پہاڑوں پر تھوڑا تھوڑا گوشت رکھ دو۔ پھر ان پرندوں کو پکارو تو وہ پرندے زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آ جائیں گے اور تم مردوں کے زندہ ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مرغ، ایک کبوتر، ایک گدھ، ایک مور۔ ان چار پرندوں کو پالا۔ اور ایک مدت تک ان چاروں پرندوں کو کھلا پلا کر خوب ہلا ملا لیا۔ پھر ان چاروں پرندوں کو ذبح کر کے ان کے سروں کو اپنے پاس رکھ لیا اور ان چاروں کا قیمہ بنا کر تھوڑا تھوڑا گوشت اطراف و جوانب کے پہاڑوں پر رکھ دیا اور دور سے کھڑے ہو کر ان پرندوں کا نام لے کر پکارا کہ یٰاَیُّھَا الدِّیْکُ (اے مرغ)" یٰاَیَّتُھَا الْحَمَامَۃُ "(اے کبوتر) یٰاَیُّھَا النَّسْرُ (اے گدھ) یٰاَیُّھَا الطَّاؤُسُ (اے مور) آپ کی پکار پر ایک دم پہاڑوں سے گوشت کا قیمہ اڑنا شروع ہو گیا اور ہر پرند کا گوشت، پوست، ہڈی، پر، الگ ہو کر چار پرند تیار ہو گئے اور وہ چاروں پرند بلا سروں کے دوڑتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ گئے اور اپنے سروں سے جڑ کر دانہ چگنے لگے اور اپنی اپنی بولیاں بولنے لگے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے مردوں کے زندہ ہونے کا منظر دیکھ لیا اور ان کے دل کو اطمینان و قرار مل گیا۔

اس واقعہ کا ذکر خداوند کریم نے قرآنِ مجید کی سورہ بقرہ میں ان لفظوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ:۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰىؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًاؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ﴿260﴾

اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے مجھے دکھادے تو کیونکر مردے جلائے گا فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کی یقیں کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے۔فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

(پ3،البقرة:260)

تصوف کا ایک نکتہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن چار پرندوں کو ذبح کیا ان میں سے ہر پرند ایک بری خصلت میں مشہور ہے مثلاً مور کو اپنی شکل وصورت کی خوبصورتی پر گھمنڈ رہتا ہے اور مرغ میں کثرت شہوت کی بری خصلت ہے اور گدھ میں حرص اور لالچ کی بری عادت ہے اور کبوتر کو اپنی بلند پروازی اور اونچی اڑان پر نخوت وغرور ہوتا ہے۔تو ان چاروں پرندوں کے ذبح کرنے سے ان چاروں خصلتوں کو ذبح کرنے کی طرف اشارہ ہے کہ چاروں پرند ذبح کئے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مردوں کے زندہ ہونے کا منظر نظر آیا اور ان کے دل میں نور اطمینان کی تجلی ہوئی۔جس کی بدولت انہیں نفسِ مطمئنہ کی دولت مل گئی تو جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا دل زندہ ہوجائے اور اس کو نفسِ مطمئنہ کی دولت نصیب

ہو جائے اس کو چاہے کہ مرغ ذبح کرے یعنی اپنی شہوت پر چھری پھیر دے اور مور کو ذبح کرے یعنی اپنی شکل وصورت اور لباس کے گھمنڈ کو ذبح کر ڈالے اور گدھ کو ذبح کرے یعنی حرص اور لالچ کا گلا کاٹ ڈالے اور کبوتر کو ذبح کرے یعنی اپنی بلند پروازی اور اونچے مرتبوں کے غرور ونخوت پر چھری چلا دے۔ اگر کوئی ان چاروں بری خصلتوں کو ذبح کر ڈالے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اپنے دل کے زندہ ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا اور اس کو نفسِ مطمئنہ کی سرفرازی کا شرف حاصل ہو جائے گا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام سرزمین شام میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لئے انہیں رشک پیدا ہوا اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آپ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو میرے پاس سے جدا کر کے کہیں دور کر دیجئے۔ خداوند قدوس کی حکمت نے ایک سبب پیدا فرما دیا۔ چنانچہ آپ پر وحی نازل ہوئی کہ آپ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اسمٰعیل علیہ السلام کو اُس سرزمین میں چھوڑ آئیں جہاں بے آب وگیاہ میدان اور خشک پہاڑیوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر سفر فرمایا۔ اور اُس جگہ آئے جہاں کعبہ معظّمہ ہے۔ یہاں اس وقت نہ کوئی آبادی تھی نہ کوئی چشمہ، نہ دور دور تک پانی یا آدمی کا کوئی نام ونشان تھا۔ ایک توشہ دان میں کچھ کھجوریں اور ایک مشک میں پانی حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں رکھ کر روانہ ہو گئے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فریاد کی کہ اے اللہ عزوجل کے نبی اس سنسان بیابان میں جہاں نہ کوئی مونس ہے نہ غم خوار،

آپ ہمیں بے یارومددگار چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں؟ کئی بار حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو پکارا مگر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آخر میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا کہ آپ اتنا فرما دیجئے کہ آپ نے اپنی مرضی سے ہمیں یہاں لاکر چھوڑا ہے یا خداوند قدوس کے حکم سے آپ نے ایسا کیا ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ہاجرہ! میں نے جو کچھ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ اب آپ جایئے، مجھے یقین کامل اور پورا پورا اطمینان ہے کہ خداوند کریم مجھ کو اور میرے بچے کو ضائع نہیں فرمائے گا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک لمبی دعا مانگی اور وہاں سے ملک شام چلے آئے۔ چند دنوں میں کھجوریں اور پانی ختم ہوجانے پر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بھوک اور پیاس کا غلبہ ہوا اور ان کے سینے میں دودھ خشک ہوگیا اور بچہ بھوک و پیاس سے تڑپنے لگا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پانی کی تلاش و جستجو میں سات چکر صفا مروہ کی دونوں پہاڑیوں کے لگائے مگر پانی کا کوئی سراغ دور دور تک نہیں ملا۔ یہاں تک کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیاس کی شدت سے ایڑیاں پٹک پٹک کر رو رہے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی ایڑیوں کے پاس زمین پر اپنا پیر مار کر ایک چشمہ جاری کردیا۔ اور اس پانی میں دودھ کی خاصیت تھی کہ یہ غذا اور پانی دونوں کا کام کرتا تھا۔ چنانچہ یہی زمزم کا پانی پی پی کر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام زندہ رہے۔ یہاں تک کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جوان ہوگئے اور شکار کرنے لگے تو شکار کے گوشت اور زمزم کے پانی پر گزر بسر ہونے لگی۔ پھر قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ اپنی بکریوں کو چراتے ہوئے اس میدان میں آئے اور پانی کا چشمہ دیکھ کر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اجازت سے یہاں آباد ہوگئے اور اس قبیلہ کی ایک لڑکی سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی بھی ہوگئی۔ اور رفتہ رفتہ یہاں ایک آبادی ہوگئی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خداوند قدوس کا یہ حکم ہوا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کریں۔ چنانچہ آپ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی مدد سے خانہ کعبہ کو تعمیر فرمایا۔

جس کو علامہ اسماعیل حقی نے روح البیان میں اور مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر نعیمی میں یوں بیان فرمایا ہے:

روی انه لما اتی ابراهیم بإسماعیل وهاجر ووضعهما بمکة وأتت علی ذلك مدة ونزلها الجرهمیون وتزوج إسماعیل منهم امرأة وماتت هاجر استأذن ابراهیم سارة فی ان یأتی هاجر فاذنت له وشرطت علیه ان لا ینزل فقدم ابراهیم وقد ماتت هاجر فذهب الی بیت إسماعیل فقال لامرأته این صاحبك قالت ذهب یتصید وکان إسماعیل یخرج من الحرم فیصید فقال لها ابراهیم هل عندك ضیافة قالت لیست عندی وسألها عن عیشهم فقالت نحن فی ضیق وشدة فشکت الیه فقال لها إذا جاء زوجك فاقرأیه السلام وقولی له فلیغیر عتبة بابه والمراد لیطلقك فانك لا تصلحین له امرأة وذهب ابراهیم فجاء إسماعیل فوجد ریح أبیه فقال لامرأته هل جاءك أحد قالت جاءنی شیخ صفته کذا وکذا کالمستخفة بشانه وقال فما قال لك قالت قال أقرئی زوجك السلام وقولی له فلیغیر عتبة بابه قال ذلك ابی وقد أمرنی ان أفارقك الحقی باهلك فطلقها وتزوج منهم اخری فلبث ابراهیم ما شاء الله ان یلبث ثم استأذن سارة فی ان یزور إسماعیل فاذنت له وشرطت علیه ان لا ینزل فجاء ابراهیم حتی انتهی الی باب إسماعیل فقال لامرأته این صاحبك قالت

ذهب يتصيد وهو يجئ الآن ان شاء الله فانزل رحمك
الله قال هل عندك ضيافة قالت نعم فجاءت باللبن
واللحم وسألها عن عيشهم قالت نحن فى خير وسعة
فدعا لهما بالبركة ولو جاءت يومئذ بخبز برّا او شعير او
تمر لكانت اكثر ارض الله برّا او شعيرا او تمرا وقالت
له انزل حتى اغسل رأسك فلم ينزل فجاءت بالمقام
فوضعته على شقه الايمن فوضع قدمه عليه وهو
راكب فغسلت شق رأسه الايمن ثم حولته الى شقه
الأيسر فغسلت شق رأسه الأيسر فبقى اثر قدميه
عليه وقال لها إذا جاء زوجك فاقرئيه السلام وقولى
له قد استقامت عتبة بابك فلما جاء إسماعيل وجد
ريح أبيه فقال لامرأته هل جاءك أحد قالت نعم جاء
شيخ احسن الناس وجها وأطيبهم ريحا فقال لى
كذا وكذا وغسلت رأسه وهذا موضع قدميه فقال
ذاك ابراهيم وأنت عتبة بابى أمرنى ان امسكك ثم
لبث عنهم ما شاء الله ثم جاء بعد ذلك وإسماعيل
يبرى نبلا تحت دوحة قريبة من زمزم فلما رآه قام
اليه فصنع كما يصنع الولد بالوالد ثم قال يا
إسماعيل

ان الله أمرنى بامر أتعيننى عليه قال أعينك عليه قال
أمرنى ان ابنى هاهنا بيتا فعند ذلك رفعا القواعد من
البيت فجعل إسماعيل يأتى بالحجارة وابراهيم يبنى
فلما ارتفع البناء جاء بهذا الحجر فوضعه له فقام

ابراهيم على حجر المقام وهو يبني وإسماعيل يناوله الحجر وهما يقولان رَبَّنا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ثم لما فرغ من بناء الكعبة قيل له اذن فى الناس بالحج فقال كيف أنادى وانا بين الجبال ولم يحضرنى أحد فقال الله عليك النداء وعلىّ البلاغ فصعد أبا قبيس وصعد هذا الحجر فنادى يا معشر المسلمين ان ربكم بنى لكم بيتا وأمركم ان تحجوه فأجابه الناس من أصلاب الآباء وأرحام الأمهات فمن اجابه مرة حج مرة ومن اجابه عشرا حج عشرا۔

مروی ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا اور اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں چھوڑ کر واپس آئے۔ کچھ مدت بعد وہاں جرہمیوں نے پڑاؤ ڈالا اور اُن میں حضرت اسماعیل السلام نے ایک عورت کے ساتھ شادی کر لی۔ اسی دوران حضرت ہاجرہ وفات پا گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے اجازت چاہی کہ میں حضرت ہاجر کے پاس جاؤں انہوں نے اجازت دی لیکن ایک شرط رکھی کہ آپ زمین پر قدم نہیں رکھیں گے اور نہ ہی زیادہ دیر ٹھہریں گے۔ جب آپ (وہاں پہنچے تو پتا چلا) کہ حضرت ہاجر وفات پا چکی ہیں۔ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر گئے۔ آپ کی بیوی کو پوچھا کہ: اسماعیل علیہ السلام کہاں ہیں۔ اس نے جواب دیا وہ شکار پر گئے ہوئے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام حرم سے نکل کر شکار کر کے لیے گئے ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کی بیوی سے کہا کہ کچھ کھانے لیے ہے آپ کی بیوی نے کہا نہیں پھر آپ نے اُن کے گزراوقات کے بارے میں پوچھا بیوی

نے کہا ہم بہت غریب مسکین ہیں۔دن بہت تنگی اور مشقت کے ساتھ گزارنے کا شکوہ کیا۔آپ نے کہا جب تمہارا شوہر آئے تو اُسکو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ تبدیل کرلے (کیونکہ یہ اس گھر کے لائق نہیں)۔جب اسماعیل علیہ السلام گھر آئے اور اپنے باپ کی خوشبو پائی اپنے بیوی سے پوچھا کہ آج کوئی آیا تھا اُس نے کہا ہاں ایک بزرگ آئے تھے جن کا حلیہ ایسا تھا۔آپ نے کہ انہوں نے تجھے کیا کہا اُس نے کہا انہوں نے آپ کو سلام کہا اور اپنی چوکھٹ کو بدلنے بارے میں کہا ہے۔آپ نے کہا وہ میرے باپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) تھے اور انہوں نے مجھے تم کو اپنے سے جدا کرنے (یعنی طلاق) کا حکم فرمایا ہے آپ نے اُس عورت کو طلاق دے دی اور دوسری شادی کرلی۔پھر کچھ مدت بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے کہا اگر تم مجھے اجازت دو کہ اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات کرآوں انہوں نے اجازت دیے دی لیکن پھر وہی شرط رکھی کہ آپ نے زمین پر پاؤں نے نہیں رکھیں گے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل کے گھر کے پاس آئے۔اور آپ کی بیوی کو کہا کہ تمہارا شوہر کہا ہے وہ شکار کے لیے گئے ہوئے ہیں انشاءاللہ آتے ہی ہوں گے۔اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے آپ اتریے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے آپ کی بیوی نے جواب دیا ہاں ہے وہ آپ کے لیے دودھ اور گوشت لے آئی آپ نے اُس سے اپنے گزراوقات کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب دیا ہمارے حالات بہت بہتر اور کشائش والے ہیں آپ نے ان کے برکت کی دعا کی اور اگر وہ اُس دن گندم کی روٹی یا جو کی روٹی لاتیں یا کھجوریں لاتیں تو زمین پر گندم، جو

اور کھور کی کثرت ہوتی۔اس کے ساتھ آپ کی بیوی نے کہا آپ اتریے تا کہ میں آپ کا سر دھو دوں۔آپ نے کہا مجھے اترنے کا حکم نہیں تو وہ ایک بڑا پتھر لے آئی تو اس پر آپ کے دائیں طرف رکھا آپ نے اُس پر اپنا دائیں قدم رکھا اس حالت میں کہ آپ سوار تھے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی نے آپ کا دائیں طرف سے سر دھو دیا پھر پتھر کو بائیں جانب اور رکھا اور سر کو بائیں جانب سے دھو دیا۔ اُس پتھر پر آپ کے قدموں کے نشان پڑھ گئے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُس سے کہا کہ جب تمہارا شوہر آئے تو اُس کو میرا سلام کہنا اور ساتھ یہ بھی کہنا کہ اپنی چوکھٹ کو ثابت رکھے۔جب اسماعیل علیہ السلام واپس آئے اور اپنے باپ کی مہک گھر کے اندر پائیں پوچھا کوئی آیا تھا۔تو آپ کی بیوی نے کہا ہاں ایک خوبصورت چہرے والے اور خوشبودار جسم والے بزرگ تشریف لائے تھے۔اور انہوں نے میرے لیے یہ کہا ہے اور میں نے ان کا سر دھویا ہے اور یہ اُن کے قدموں کے نشانات ہیں۔تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کہنے لگے وہ میرے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور میرے گھر کی چوکھٹ سے مراد تم ہو۔اور انہوں نے مجھے تمہیں آپ پاس رکھنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ وہیں رہے پھر ایک مرتبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام زمزم کے پاس تیر درست کر رہے ہیں جب اسماعیل علیہ السلام نے آپ کو دیکھا کھڑے ہوئے۔اور ابراہیم کے ساتھ گلے ملے اور تعظیم کی جیسے بیٹا باپ کی تعظیم توقیر کرتا ہے۔پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کرنے پر مقرر معین کیا

ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کہنے لگے وہ کیا ہے کہ اس گھر (کعبۃ اللہ) کو تعمیر کروں۔ اس دوران ابراہیم علیہ السلام نے (پرانی بنیادوں) پر دیواروں کو بلند کرنا شروع کیا اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے اور ابراہیم علیہ السلام اُن کے ساتھ دیواروں کو تعمیر کرتے اب جب دیواریں اُونچی ہوگئیں تو مقام ابراہیم کے اوپر کھڑے ہوکر آپ نے تعمیر کی (جب دیوار اونچی ہوتی مقام ابراہیم بھی خود بخود بلند ہوتا جاتا) پھر جب دونوں تعمیر کعبہ کرر ہے تھے تو ساتھ ساتھ یہ دعا مانگ رہے تھے:

"رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ"

اے ہمارے رب ہماری طرف اس (تعمیر کعبہ) کو قبول فرما تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

حج کا حکم

اب جب کہ کعبہ اللہ کی تعمیر مکمل ہوئی تو بحکم الٰہی جبل ابوقبیس پر مقام ابراہیم رکھا اور اس پر چڑھ کر چاروں طرف آواز لگائی کہ اے اللہ کے بندو حج کے لیے آؤ جس کا ذکر قرآن پاک کے اندر ہے:

"واذن فی الناس بالحج یاتوك رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق۔"

تو آپ نے کہا اے مسلمانوں! کے گروہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے گھر بنایا ہے کہ تم اُس کا حج کرو تو لوگوں نے جواب دیا اپنے باپوں کی پشتوں سے ماؤں کے رحموں میں سے تو جس نے ایک مرتبہ جواب دیا وہ ایک حج کی سعادت حاصل کرے گا اور جس نے دس مرتبہ جواب دیا وہ دس مرتبہ حج کی سعادت حاصل کرے گا۔ (اور جو خاموش رہا وہ یہ سعادت حاصل نہیں کر سکے گا۔)

(تفسیر روح البیان : سورۃ البقرۃ آیت ۱۲۵ صفحہ ۲۸۵، ۲۸۴ جلد ۱ مکتبہ رحمانیہ لاہور) (صحیح بخاری رقم ۳۳۶۵) (تفسیر عزیزی: سورۃ البقرۃ جلد ۱ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد اور باشندگانِ مکہ مکرمہ کے لئے جو ایک طویل دعا مانگی۔ وہ قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں مذکور ہے۔ چنانچہ سورہ ابراہیم میں آپ کی اس دعا کا کچھ حصہ اس طرح مذکور ہے۔

رَبَّنَا اِنِّیْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ﴿37﴾

اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے ہمارے رب اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں۔

(پ13، ابراہیم:37)

یہ مکہ مکرمہ کی آبادی کی ابتدائی تاریخ ہے جو قرآن مجید سے ثابت ہوئی ہے۔

دعاءِ ابراہیمی کا اثر:

اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خداوند قدوس سے دو چیزیں طلب کیں ایک تو یہ کہ کچھ لوگوں کے دل اولاد ابراہیم علیہ السلام کی طرف مائل ہوں اور دوسرے ان لوگوں کو پھلوں کی روزی کھانے کو ملے۔ سبحان اللہ عزوجل آپ کی یہ دعائیں مقبول ہوئیں۔ چنانچہ اس طرح لوگوں کے دل اہل مکہ کی طرف مائل ہوئے کہ آج کروڑہا کروڑ انسان مکہ مکرمہ کی زیارت کے لئے تڑپ رہے ہیں اور ہر دور میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھا کر مسلمان خشکی اور سمندر اور ہوائی راستوں سے مکہ مکرمہ جاتے رہے۔ اور قیامت تک جاتے رہیں گے اور اہل مکہ کی روزی میں پھلوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ باوجودیکہ شہر مکہ اور اس کے قرب وجوار میں کہیں نہ کوئی کھیتی ہے نہ کوئی باغ باغیچہ ہے۔ مگر

مکہ مکرمہ کی منڈیوں اور بازاروں میں اس کثرت سے قسم قسم کے میوے اور پھل ملتے ہیں کہ فرط تعجب سے دیکھنے والوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ''طائف'' کی زمین میں ہر قسم کے پھلوں کی پیداوار کی صلاحیت پیدا فرمادی ہے کہ وہاں سے قسم قسم کے میوے اور پھل اور طرح طرح کی سبزیاں اور ترکاریاں مکہ معظمہ میں آتی رہتی ہیں اور اس کے علاوہ مصر و عراق بلکہ یورپ کے ممالک سے میوے اور پھل بکثرت مکہ مکرمہ آیا کرتے ہیں۔ یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کی برکتوں کے اثرات و ثمرات ہیں جو بلاشبہ دنیا کے عجائبات میں سے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے یہ دعا مانگی جس میں آپ نے اپنی اولاد کے علاوہ تمام مومنین کے لئے بھی دعا مانگی۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿40﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿41﴾

(پ13، ابرٰھیم: 40،41)

اے میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

مقام ابراہیم:

یہ ایک مقدس پتھر ہے جو کعبہ معظمہ سے چند گز کی دوری پر رکھا ہوا ہے۔ یہ وہی پتھر ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ مکرمہ کی تعمیر فرما رہے تھے تو جب دیواریں سر سے اونچی ہو گئیں تو اسی پتھر پر کھڑے ہو کر آپ نے کعبہ معظمہ کی دیواروں کو مکمل فرمایا۔ یہ آپ کا معجزہ تھا کہ یہ پتھر موم کی طرح نرم ہو گیا اور آپ کے دونوں مقدس قدموں کا اس پتھر پر بہت گہرا نشان پڑ گیا۔ آپ کے قدموں کے مبارک نشان کی بدولت اس

مبارک پتھر کی فضیلت و عظمت میں اس طرح چار چاند لگ گئے کہ خداوند قدوس نے اپنی کتاب مقدس قرآن مجید میں دو جگہ اس کی عظمت کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایک جگہ تو یہ ارشاد فرمایا کہ

فِیۡہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰہِیۡمَ

(پ۴، آل عمران: ۹۷)

یعنی کعبہ مکرمہ میں خدا کی بہت سی روشن اور کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اور ان نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ''مقام ابراہیم'' ہے اور دوسری جگہ اس پتھر کی عظمت کا اعلان کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ:

وَ اتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰہٖمَ مُصَلًّی۔

اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

(پ1، البقرۃ:125)

چار ہزار برس کے طویل زمانے سے اس بابرکت پتھر پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے مبارک قدموں کے نشان موجود ہیں۔ اس طویل مدت سے یہ پتھر کھلے آسمان کے نیچے زمین پر رکھا ہوا ہے۔ اس پر چار ہزار برساتیں گزر گئیں، ہزاروں آندھیوں کے جھونکے اس سے ٹکرائے بارہا حرم کعبہ میں پہاڑی نالوں سے برسات میں سیلاب آیا اور یہ مقدس پتھر سیلاب کے تیز دھاروں میں ڈوبا رہا، کروڑوں انسانوں نے اس پر ہاتھ پھیرا مگر اس کے باوجود آج تک حضرت خلیل علیہ السلام کے جلیل القدر قدموں کے نشان اس پتھر پر باقی ہیں جو بلا شبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک بہت ہی بڑا اور نہایت ہی معظم معجزہ ہے۔ اور یقیناً یہ پتھر خداوند قدوس کی آیات بینات اور کھلی ہوئی روشن نشانیوں میں سے ایک بہت بڑا نشان ہے۔ اور اس کی شان کا یہ عظیم الشان نشان ہر مسلمان کے لئے بہت بڑی عبرت کا سامان ہے کہ خداوند قدوس نے تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ تم لوگ میرے مقدس گھر خانہ کعبہ کے طواف کے بعد اسی پتھر کے پاس دو رکعت نماز ادا کرو۔ تم لوگ نماز تو میرے لئے پڑھو اور سجدہ میرا ادا کرو لیکن مجھے یہ محبوب ہے کہ سجدوں کے وقت تمہاری پیشانیاں اس مقدس پتھر کے پاس زمین پر لگیں کہ جس پتھر پر میرے

خلیل جلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کا نشان بنا ہوا ہے۔

سنن ابراہیمی:

قال ابن عباس رضی اللہ عنہما هی عشر خصال کانت فرضا فی شرعه وهی سنة فی شرعنا خمس منها فی الرأس وهی المضمضة والاستنشاق وفرق الرأس وقص الشارب والسواك وخمس فی البدن وهی الختان وحلق العانة ونتف الإبط وتقليم الأظفار والاستنجاء بالماء ای غسل مکان الغائط والبول بالماء۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کلمات سے مراد دس چیزیں ہیں جن اُن کے لیے فرض اور ہماری لیے سنت ہیں:

(۱) کلی کرنا (۲) ناک میں پانی ڈالنا (۳) سر میں مانگ نکالنا (۴) مونچھیں کاٹنا (۵) مسواک کرنا (۶) ختنہ کرنا (۷) ناف کے نیچے کے بال صاف کرنا (۸) بغل کے بال اکھیڑنا (۹) ناخن کاٹنا (۱۰) پانی سے استنجا کرنا۔

(تفسیر روح البیان: سورۃ البقرہ: آیت ۱۲۴ جلد ۱ صفحہ ۲۷۹ مکتبہ رحمانیہ لاہور) (تفسیر نعیمی: جلد ۱ صفحہ ۶۲۲ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اولیات:

سب سے پہلے آپ ہی نے (۱) اپنا اور اپنی اولاد کا ختنہ کیا اس سے پہلے پیغمبر ختنہ شدہ پیدا ہوتے رہے۔ ہمارے آقا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔ (۲) سب سے پہلے آپ ہی کے بال سفید ہوئے (۳) سب سے پہلے آپ نے ناخن اور مونچھ کٹوائے اور موئے زیر ناف دور کرنے کا رواج ڈالا کہ آپ کے دین میں یہ باتیں فرض تھیں اور ہمارے ہاں سنت (۴) سب سے پہلے آپ ہی نے سلا ہوا

پاجامہ پہنا (۵) آپ نے بالوں میں خضاب لگایا (۶) آپ ہی نے منبر بنایا اوراس پر خطبہ پڑھا (۷) پہلے آپ ہی نے ہاتھ میں (سہارے کے لیے) عصا لیا (۸) آپ ہی نے راہِ خدا میں جہاد کیا جبکہ رومی کافر آپ کے بھتیجے لوط علیہ السلام کو قید کر کے لے گئے آپ نے اُن سے جہاد کر کے انہیں چھڑایا (۹) آپ ہی نے مہمان نوازی کی کہ مہمان کے کبھی ناشتہ بھی نہ کیا اور مہمان کی تلاش میں چار چار کوس نکل جاتے تھے۔ (۱۰) آپ ہی نے ثیر مال یا پراٹھے پکوا کر مہمانوں کو کھلائے (۱۱) آپ ہی نے معانقہ کیا آپ سے پہلے سجدہ تحیت کا رواج تھا (۱۲) آپ ہی کو بہت مال اور خدام دیئے گئے (۱۳) آپ ہی نے ثرید پکایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فضائل:

(۱) ابراہیم علیہ السلام اپنے مابعد تمام نبیوں کے باپ ہیں (۲) ہر آسمانی دین میں آپ ہی کی پیروی اور اطاعت ہے (۳) ہر دین والے آپ ہی کی تعظیم کرتے ہیں (۴) قربانی آپ ہی کی یاد ہے (۵) حج کے ارکان آپ ہی کی یادگار ہیں (۶) خانہ کعبہ کی گھر کی طرز پر تعمیر کرنے والے ہیں (۷) جس پتھر پر کھڑے ہو کر آپ نے خانہ کعبہ کو بنایا اس کے پاس قیام اور سجدے ہونے لگے یعنی (مقام ابراہیم)۔ (۸) قیامت میں سب سے پہلے آپ ہی کو لباس فاخرہ عطا ہو گا اس کے فوراً بعد ہمارے حضور علیہ السلام کو (۹) ایک دفعہ آپ کے زمانہ میں قحط پڑا غلہ کہیں بھی میسر نہ تھا آپ نے بوریوں میں سرخ ریت بھروا کر منگوالیا جب کھولا تو وہ شربتی گندم بن چکی تھی۔ جب اسے بویا گیا تو اس کے درخت میں جڑ سے اوپر تک بالیاں لگیں۔

(تفسیر نعمی: سورۃ البقرۃ صفحہ ۶۱۲ جلد ۱ مکتبہ اسلامیہ لاہور) (تفسیر عزیزی (فارسی) صفحہ ۵۵۱۔۵۵۰ جلد ۱ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۱۱) امام احمد اپنی مسند میں اور امام حاکم اور بیہقی وغیرہ نے نقل کیا ہے:

"کافلین باطفال المؤمنین الذین یموتون صغاراً الی یوم القیامۃ۔"

کہ آپ اور آپ کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا مسلمانوں کے مردہ بچوں کی عالم برزخ میں کفالت کرتے ہیں قیامت تک کرتے رہیں گے۔

(تفسیر عزیزی (فارسی) صفحہ ۱۵۵ جلد ۱ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)(تفسیر روح البیان :سورۃ البقرہ :آیت ۱۲۴ جلد ۱ صفحہ ۲۷۹ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی:

امام محمد بن اسحاق اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت ہاجرہ سے ملاقات کے لیے جاتے تو صبح کے وقت براق پر سوار ہو کر شام سے روانہ ہوتے اور دو پہر کو مکہ مکرمہ پہنچ کر آرام کرتے اور شام کے وقت مکہ سے روانہ ہوتے اور رات کو شام میں حضرت سارہ کے پاس پہنچ جاتے حتیٰ کہ آپ کے بیٹے جناب اسماعیل علیہ السلام کام کاج کرنے کی عمر کو پہنچ گئے اور انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ ان کے ساتھ مل کر اپنے ربّ کی عبادت کریں گے اور اس کے حرم کی تعظیم کریں گے تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔

عن ابن إسحاق عن بعض أهل العلم أن إبراهيم حين أمر بذبح ابنه قال له يا بني خذ الحبل والمدية ثم انطلق بنا إلى هذا الشعب ليحطب أهلك منه قبل أن يذكر له شيئا مما أمر به.فلما وجه إلى الشعب اعترضه عدو الله إبليس ليصده عن أمر الله في صورة رجل، فقال أين تريد أيها الشيخ؟ قال أريد هذا الشعب لحاجة لي فيه فقال والله إني لأرى الشيطان قد جاءك في منامك، فأمرك بذبح بنيك هذا، فأنت تريد ذبحه، فعرفه إبراهيم، فقال إليك عني أي عدو الله فو الله لأمضين لأمر ربي فيه، فلما يئس عدو الله إبليس من إبراهيم اعترض

إسماعيل وهو وراء إبراهيم يحمل الحبل والشفرة. فقال له يا غلام هل تدرى أين يذهب بك أبوك؟ قال يحطب أهلنا من هذا الشعب قال والله ما يريد إلا أن يذبحك قال لم؟ قال زعم أن ربه أمره بذلك قال فليفعل ما أمره به ربه فسمعا وطاعة فلما امتنع منه الغلام ذهب إلى هاجر أم إسماعيل وهى فى منزلها فقال لها يا أم إسماعيل، هل تدرين أين ذهب إبراهيم بإسماعيل؟ قالت ذهب به يحطبنا من هذا الشعب. قال ما ذهب به إلا ليذبحه قالت كلا هو أرحم به وأشد حبا له من ذلك قال إنه يزعم أن الله أمره بذلك قالت إن كان ربه أمره بذلك فتسليما لأمر الله فرجع عدو الله بغيظه لم يصب من آل ابراهيم شيئا مما اراد. وقد امتنع منه إبراهيم وآل إبراهيم بعون الله. وأجمعوا لأمر الله بالسمع والطاعة. فلما خلا إبراهيم بابنه فى الشعب وهو فيما يزعمون شعب ثبير قال له يا بُنَىَّ. إِنِّي أَرىٰ فِي الْمَنامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ قالَ يا أَبَتِ افْعَلْ ما تُؤْمَرُ. سَتَجِدُنِي إِنْ شاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّابِرِينَ۔

قال محمد بن إسحاق عن بعض أهل العلم إن إسماعيل قال له عند ذلك يا أبت إن أردت ذبحى فاشدد رباطى لا يصبك منى شىء فينقص أجرى، فإن الموت شديد، وإنى لا آمن أن اضطرب عنده إذا وجدت مسه. واشحذ شفرتك حتى تجهز على فتريحنى،

وإذا أنت أضجعتني لتذبحني فكبني لوجهي على جبيني ولا تضجعني لشقي، فإني أخشى إن أنت نظرت في وجهي أن تدركك رقة تحول بينك وبين أمر الله في. وإن رأيت أن ترد قميصي على أمي فإنه عسى أن يكون هذا أسلى لها عني فافعل قال يقول له إبراهيم نعم العون أنت يا بني على أمر الله قال فربطه كما أمره إسماعيل فأوثقه. ثم شحذ شفرته ثم تله للجبين واتقى النظر في وجهه ثم أدخل الشفرة لحلقه فقلبها الله لقفاها في يده ثم اجتذبها إليه ليفرغ منه. فنودي أن يا إبراهيم قد صدقت الرؤيا هذه ذبيحتك فداء لابنك فاذبحها دونه. يقول الله عز وجل. فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ وإنما تتل الذبائح على خدودها. فكان مما صدق عندنا هذا الحديث عن إسماعيل في إشارته على أبيه بما أشار إذ قال كبني على وجهي قوله وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ.وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ. قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ.إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ.وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ.

امام ابن اسحاق اپنی سند روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا کہ وا اپنے بیٹے کو ذبح کریں تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا یہ رسی اور چھری لو اور ہمارے ساتھ اس گھاٹی میں چلو تا کہ ہم گھر والوں کے لیے لکڑیاں چن کر لائیں انہوں نے اپنے بیٹے سے یہ ذکر نہیں کیا تھا کہ وہ کس لیے اس گھاٹی میں جا رہے

ہیں۔ تب اللہ کا دشمن ابلیس ایک آدمی کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آ کر ملا تا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی قربانی سے روک سکے اور آ کر کہا اے بزرگ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں اپنے ایک کام سے گھاٹی میں جا رہا ہوں شیطان نے کہا میرا گمان ہے آپ کے پاس خواب میں شیطان آیا اور اس نے آپ کو اس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو پہچان لیا اور فرمایا: اے اللہ کے دشمن میرے پاس سے دفع ہو جا پس اللہ کی قسم میں اپنے ربّ کے حکم پر ضرور عمل کروں گا۔ جب اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس حضرت ابراہیم علیہ کے پاس سے مایوس ہو کر نکلا تو پھر وہ آپ کے بیٹے کے پاس پہنچا وہ اپنے والد کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے ان سے کہنے لگا اے بیٹے کیا تمھیں معلوم ہے کہ تمہارے والد تمہیں کہاں لے جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا ہم اس گھاٹی سے لکڑیاں چننے جا رہے ہیں! شیطان نے کہا اللہ کی قسم وہ تم کو صرف ذبح کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیوں؟ شیطان نے کہا ان کا گمان ہے کہ ان کے ربّ نے انہیں یہ حکم دیا ہے انہوں نے کہا پھر ان کو چاہیے کہ وہ اپنے ربّ کے حکم پر عمل پیرا ہوں۔ پھر وہ ایک آدمی کے بھیس میں اس بیٹے کی ماں کے پاس گیا اور ان سے کہا کیا تم کو معلوم ہے کہ ابراہیم تمہارے بیٹے کو لے کر کہاں گئے ہیں۔ انہوں نے کہا وہ اس گھاٹی میں لکڑیاں چننے گئے ہیں شیطان نے کہا نہیں! اللہ کی قسم وہ صرف اس کو ذبح کرنے کے لیے ساتھ لے کر گئے ہیں۔ ان کی والدہ نے کہا نہیں وہ اپنے بیٹے پر بہت شفقت کرتے ہیں اور اس سے بہت محبت کرتے ہیں شیطان نے کہا ان کا یہ گمان ہے کہ ان کو اللہ نے یہ حکم

دیا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دیں ان کی والدہ نے کہا اگر ان کے رب نے ان کو یہ حکم دیا ہے تو انہوں نے بہت اچھا کیا کہ اپنے رب کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا (یہ سن کر) اللہ کا دشمن شیطان ابلیس ناکام اور نامراد ہو کر غیظ و غضب میں مبتلا ہو کر واپس لوٹ گیا اور اس لعین نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل کو بہکانے کا جو ارادہ کیا تھا اس میں وہ خائب و خاسر رہا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر گھاٹی میں پہنچے اور وہ ثبیر نامی پہاڑ کی گھاٹی تھی ۔تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں اب تم سوچ کر بتاؤ کہ تمہارا کیا فیصلہ ہے؟ ان کے بیٹے نے کہا: اے ابا جان آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

امام محمد بن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا اے ابا جان اگر آپ نے مجھے ذبح کرنے کا ارادہ کرلیا ہے تو مجھے مضبوطی کے ساتھ رسیوں سے باندھ دیں تاکہ میرے خون کے چھینٹے آپ کے (بدن) پر نہ پڑیں ۔اور میرا اجر کم نہ ہو کیونکہ موت بہت سخت ہوتی ہے اور میں ذبح کے وقت تڑپنے اور پھڑکنے سے مامون نہیں ہوں اور اپنے چھری کو اچھی طرح تیز کرلیں تاکہ وہ مجھ پر آسانی کے چل جائے اور جب آپ مجھے ذبح کرنے کے لیے لٹائیں تو مجھے منہ کے بل لٹائیں اور مجھے پہلو کے بل نہ لٹائیں کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ اگر آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑے گی تو آپ کے دل میں رقت پیدا ہوگی اور وہ رقت آپ کو اللہ کے حکم پر عمل کرنے سے

مانع ہوگی اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری قمیص میری ماں کو لے جا کر دے دیں اس ان کو تسلی ہوگی اور ان کو مجھ پر صبر آ جائے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے میرے بیٹے تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں میرے کیسے عمدہ مددگار ثابت ہو رہے ہو پھر جس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا تھا ان کو اچھی طرح باندھ دیا پھر اپنی چھری کو تیز کیا اور پھر ان کو پیشانی کے بل گرا دیا اور ان کے چہرے کی طرف سے اپنی نظر ہٹالی پھر ان کے حلقوم پر چھری چلائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں اس چھری کو پلٹ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس چھری کو پھر اپنی طرف کھینچا تاکہ اس عمل سے فارغ ہوں تو ایک ندا کی گئی کہ اے ابراہیم! تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا یہ ذبیحہ تمہارے بیٹے کی طرف سے فدیہ ہے اپنے بیٹے کے بدلہ میں اس کو ذبح کر دو اللہ عزوجل نے فرمایا جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا حالانکہ ذبیحہ کو چہرے پر گرایا جاتا ہے اور یہ اس کے مطابق ہے جو حضرت اسماعیل نے اپنے والد کو مشورہ دیا تھا۔ ہمارے نزدیک یہ حدیث صادق ہے اور قرآن مجید کے مطابق ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْهِ كَبْشٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَدْ رَعَاهَا قَبْلَ ذٰلِكَ أَرْبَعِينَ خَرِيفًا فَأَرْسَلَ إِبْرَاهِيمُ ابْنَهُ فَاتَّبَعَ الْكَبْشَ. فَأَخْرَجَهُ إِلَى الْجَمْرَةِ الْأُولٰى فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حصيات. فَأَفْلَتَهُ عِنْدَهُ. فَجَاءَ الْجَمْرَةَ الْوُسْطٰى فَأَخْرَجَهُ عِنْدَهَا فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ ثُمَّ أَفْلَتَهُ فَأَدْرَكَهُ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الْكُبْرٰى فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ فَأَخْرَجَهُ عِنْدَهَا ثُمَّ أَخَذَهُ فَأَتٰى بِهِ الْمَنْحَرَ مِنَ

مِنًی فذبحه فو الذی نَفْسُ ابْنِ عَبَّاسٍ بِیَدِہٖ لَقَدْ کَانَ أَوَّلَ الإِسْلامِ وَإِنَّ رَأْسَ الْکَبْشِ لَمُعَلَّقٌ بِقَرْنَیْهِ فِی مِیزَابِ الْکَعْبَةِ، وَقَدْ وَحُشَ یَعْنِی قَدْ یَبُسَ.

(تاریخ امم والرسول للطبری: صفحہ ۲۷۵، ۲۷۶ جلد ۱، دار التراث بیروت)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جنت سے ایک مینڈھا باہر لایا گیا جو چالیس سال جنت میں چر رہا تھا حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کو بھیج دیا پھر جمرہ اولیٰ پر گئے اور وہاں سات کنکریاں ماریں اور پھر جمرہ وسطی پر گئے اور وہاں سات کنکریاں ماریں پھر جمرہ کبریٰ پر گئے اور سات کنکریاں ماریں پھر منیٰ میں قربانی کی جگہ پر گئے اور وہاں اس مینڈھے کو ذبح کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے بیشک اوائل میں اس مینڈھے کا سر اس کے دوسینگوں کے ساتھ میزاب کعبہ کے ساتھ لٹکا ہوا تھا اور اس کا سر سوکھ کر خشک ہو چکا تھا۔

اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ تفصیلاً ''قصی'' کے تذکرہ میں آئے گا۔

نابت

یہ نبت سے اسم فاعل ہے

یشجب

حافظ توازری نے لکھا ہے کہ یہ ''الشجب'' سے مشتق ہے اس کا معنی ہے ہلاکت۔ کیونکہ عرب اپنے بیٹوں کے ایسے ہی نام رکھتے تھے اور ان سے اپنے دشمن کے لیے فال پکڑتے تھے۔

ابن یَعرُب

ابن درید نے بیان کیا کہ یہ ''اعرب فی کلامہ'' سے مشتق ہے جس کا معنی ہے فصیح ہونا۔ یا یہ ''اعرب عن نفسہ'' سے مشتق ہے۔ لیکن اس صورت میں ہے جبکہ یہ عربی ہو۔

تیرح

یہ جعفر کے وزن پر ہے امام سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ الترحۃ سے فعیل کے وزن پر ہے بشرطیکہ یہ عربی ہو الترح سرور کی ضد ہے

ناحور

اگر یہ عربی ہے تو یہ نحر سے مشتق ہے۔

مُقَوَّم

اس کو مُقَوِّم'' ''مُقَوَّم'' پڑھا ہے

قیذار

''قَیذَار'' اس کو ''قَیْذَرْ'' بھی پڑھا گیا ہے امام سہیلی نے اس کی شرح میں کہا ہے کہ اونٹوں کے مالک کو ''قیذار'' کہتے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اونٹوں کے مالک یہی بنے تھے۔ اور دوسری جگہ پر لکھتے ہیں عرب کے نسب کو بیان کرنے والے لکھتے ہیں کہ ''عدنان'' کا نسب قیذار بن اسماعیل کی طرف لوٹتا ہے۔ قیذار اپنے زمانے کا بادشاہ تھے۔ اس کا معنیٰ وہ بادشاہ ہے جو غالب ہو۔ علامہ جوانی نے لکھا ہے کہ حضرت اسماعیل کی اولاد زمین کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی وہ عرب کے قبائل میں داخل ہو گئے بعض رخصت ہو گئے علما نے انکا نسب بیان نہ کیا۔ سوائے ''قیذار'' کی اولاد کے اللہ تعالیٰ نے ''قیذار'' کی اولاد کو پھیلایا جوان کی زبان میں گفتگو کرتی تھی۔ ان کی والدہ ہالہ بنت حارث

بن مضاض الجرہمی تھی۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کے علاوہ تھی۔

حَمَل

حمل ان کی والدہ العاضریہ بنت مالک جرہمی تھی۔

نبت

نبت انہیں نابت بھی کہتے ہیں۔ امیر ابو نصر بن ماکول نے انہیں نابت بن اسماعیل کے باب میں لکھا ہے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ نابت بن سلامان بن حمل بن قیذار بن اسماعیل ہیں۔ یہ آخری قول اس کے خلاف ہے جو علامہ جوانی نے نسب کے بارے میں بیان کیا ہے انہوں نے لکھا عدنان بن اِدِ بن اُدد بن یسع بن ھمیسع بن سلامان بن نبت انہوں نے سلامان کو نبت سے مقدم کیا ہے۔ ان کی والدہ ہامہ بنت زید بن کہلان بن سباء بن یشجب بن قحطان۔

سلامان

سلامان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

ہمسیع

قوی شخص کو ہمیسع کہا جاتا ہے۔ اکثر لوگ اس کو ضمہ سے پڑھتے ہیں لیکن فتح سے پڑھنا درست ہے۔ امام سہیلی نے اس کا معنیٰ عاجز بیان کیا۔ ان کی والدہ حارثہ بنت مرداس بن زرعۃ ذی رعین الحمیری تھیں۔

یسع علیہ السلام

یہ نبی المرسل کا نام ہے۔ سورۃ الانعام اور ص میں ان کا ذکر موجود ہے۔ یہ عجمی نام ہے۔ غیر منصرف ہے یا عربی ہے۔ انہیں ان کے علم کی وسعت یا حق کے لیے جدوجہد کی

وجہ سے یسع کہا جاتا ہے۔

اُدَدْ

اس کے مادہ اشتقاق کے بارے میں کئی اقوال ہیں:

- ''الود'' سے فعل کے وزن پر واؤ کو ہمزہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ ابن سراج نے لکھا ہے کہ یہ معد اور عمر کی طرح نہیں۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ سیبویہ کا ظاہری قول بھی اسی طرح ہے۔

ممکن ہے یہ ''الاد'' سے مشتق ہو اہم اور عظیم کام کو ''الاد'' کہتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

"لقد جئتم شیئا ادًّا۔"

اس کا معنیٰ پھیلانا ہے۔ (اے کافرو) یقیناً تم نے ایسی بات کی ہے جو سخت معیوب ہے''

ممکن ہے یہ ادوات الثوب سے مشتق ہو

ممکن ہے یہ ادت الابل سے مشتق ہو جب اونٹ باہر نکلیں۔ دوسرے قول کے مطابق ممکن ہے یہ الاد سے مشتق ہو۔ آیت طیبہ میں شاذ ہو۔ عمرو بن العلاء نے اس کا معنی عظیم لکھا ہے۔ ان کی والدہ حیہ قحطانیہ تھی الحافظ نے التبصیر میں لکھا ہے ''عورتوں کے سارے اسماء جو اس صورت پر آتے ہیں وہ یاء کے ساتھ ہیں سوائے حضرت بن اکثم کی بہن کے۔ وہ خاء اور نون کے ساتھ ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کا نام خا مہملہ اور نون کے ساتھ ہے۔

اُد

ابو عمر نے لکھا ہے کہ سارے طرق عدنان بن ادد بتاتے ہیں صرف ایک گروہ عدنان بن اُد بن اُدد کہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا مادہ ادد ہے۔ ان کی والدہ النعجاء بنت تبع سعد ذی قائش حمیری ہے۔

(سبل الہدی والرشاد: فی شرح اسماء آبائہ: صفحہ ۲۹۸ تا ۳۰۰ جلد ۱ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

نوٹ: حضرت عدنان تک شجرہ نسب پر اتفاق ہے آگے اس اوپر اختلاف ہے لہذا متفق علیہ شجرہ نسب کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

عدنان

(بفتح عین وسکون دال)

ان کے والد کا نام ''اُدد'' یا ''اُد'' ہے ان کے دو اور بھائی تھے جو باپ کی طرف سے سگے تھے اور ایک نام نبط اور دوسرے کا نام عمرو تھا

(الروض الانف مع سیرت ابن ہشام: عدنان ص ۲۱ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام طبری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل عرب کے مسلمہ سردار تھے کیونکہ جب بخت نصر نے اپنے لشکر جرار کے ساتھ اہل عرب پر دھاوہ بولا تو عربی لشکر کے قائد عدنان تھے۔

اور ایک روایت میں یہ ہے:

عدنان نہایت وجیہہ، خوش خلق، بہادر اور سخی تھے۔ مجبوروں کی خبر گیری، مظلوموں کی امداد، بے کسوں کی دست گیری اور غم نصیبوں کی غم گساری ان کا شعار تھا، سخاوت کے دریا بہادیتے تھے اسی لئے شاعر نے ان کی شان میں کہا:

وَمَازَالَ عَدْنَانُ إِذَا عَدَّ فَضْلَه

تَوَحَّدَ فِيهِ عَنْ قَرِينٍ وَصَاحِبِ

(''البدایہ والنہایۃ'': اخبار العرب قبل الاسلام خبر عدنان جد عرب الحجاز ج ۲، ص ۵۹۴ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

''اور عدنان کی یہ شان اور خصوصیت آخر تک قائم رہی کہ جب اس کے فضائل و کمالات کو شمار کیا جاتا تو وہ یکتا ثابت ہوتا تھا۔

علامہ طبری کی روایت کے مطابق:

''ذات عرق کے مقام پر عدنان اور بخت نصر کا مقابلہ ہوا بخت نصر نے عدنان کو

شکست دی اور وہ عرب کے اکناف واطراف سے جنگ جو، بہادر عدنان کے جھنڈے تلے جمع ہوئے آپ نے ''حضور'' کے اردگرد خندق کھود دی۔ اور فریقین میں جنگ شروع ہوئی لیکن عدنان نے اپنے سپاہیوں کو ہدایت کی کہ اگر بخت نصر ان کے قابو میں آئے تو اسے قتل نہ کریں اس طرح بخت نصر نے بھی اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ عدنان کو قتل کرنے سے باز رہیں۔''

علامہ سہیلی نے اس کو اس طرح لکھا ہے:

''حضوراء هكذا رواه بالف الممدودة۔''

''یعنی حضور یا حضوراء یمن کے مشہور شہر زبید کی نواحی بستی کا نام ہے۔''

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں

ولما قتل أهل حضورا شعيب بن مهدم نبيهم أوحى الله إلى إرميا وأبرخيا من أنبياء بني إسرائيل بأن يأمر بخت نصّر يغزو العرب ويعلماه أنّ الله سلّطه عليهم. وأن يحتملا معدّ بن عدنان إلى أرضهم ويستنقذاه من الهلكة لما أراده من شأن النبوة المحمديّة في عقبه. كما مرّ ذلك من قبل. فحملاه على البراق ابن اثنتي عشرة سنة وخلصا به إلى حرّان فأقام عندهما وعلّماه علم كتابهما. وسار بخت نصّر إلى العرب فلقيه عدنان فيمن اجتمع إليه من حضورا وغيرهم بذات عرق فهزمهم بخت نصّر وقتلهم أجمعين. ورجع إلى بابل بالغنائم والسبي وألقاها بالأنبار. ومات عدنان عقب ذلك وبقيت بلاد العرب خرابا حقبا من الدهر حتى إذا هلك بخت نصّر

خرج معدّ فی أنبیاء بنی إسرائیل إلی مکّۃ

کہ حضور کے باشندوں نے اپنے نبی شعیب علیہ السلام کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ارمیاء اور ابرخیاء علیہما السلام جو بنی اسرائیل کے نبی تھے انہیں وحی فرمائی کہ وہ بخت نصر کو حکم دیں کہ وہ عرب پر چڑھائی کرے اور انہیں اس ظلم اور بغاوت کی سزا دے اور اُس کو یہ بھی یقین دلائیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کے شامل حال ہوگی اور وہ اس مہم میں کامیاب ہوگا۔ اسے یہ حکم بھی دیں کہ وہ عرب کے سردار عدنان کے بیٹے معد کو (جس کی عمر اس وقت بارہ سال ہے) اپنے ہمراہ لے آئے اور اس کی حفاظت اور تربیت کا پورا پورا اہتمام کرے کیونکہ قدرت ان کی پشت سے ایک عظیم الشان نبی کو پیدا کرنا ہے۔ جب بخت نصر نے ملک عرب پر یلغار کی تو عرب کے سارے جنگ جو جن میں ''حضور'' کے لوگ بھی شامل تھے عدنان کی قیادت پر متفق ہو کر ان کے پرچم کے نیچے جمع ہو گئے اور ذات العرق کے مقام پر میدان کار زار گرم ہوا۔ جس میں عرب کو شکست ہوئی اور بخت نصر بے حساب مال غنیمت اور بیشمار اور جنگی قیدی مرد و زن لے کر لوٹا اس نے ان جنگی قیدیوں کو ابناء شہر میں آباد کیا ابناء ایک قدیم شہر کا نام ہے جو عراق میں دریائے فرات کے کنارے آباد تھا جس کو خالد ۲۳۴ ء میں فتح کیا۔

فرمان الٰہی کے مطابق یہ دونوں پیغبر عدنان کے بارہ سالہ فرزند معد کو اپنے ہمراہ لے آئے اور حران میں اپنے پاس ٹھہرایا۔ اس عرصہ میں آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ فرمائی اور اپنی آسمانی کتاب کی تعلیم دی۔ کچھ عرصہ کے بعد عدنان نے انتقال فرمایا۔ انکی وفات کے بعد عرب برباد اور ویران ہو گیا جب بخت نصر مر گیا تو معد انبیاء بنی اسرئیل کی معیت میں مکہ مکرمہ واپس آئے سب اور دیگر ملکوں میں

منتشر ہو گئے تھے ان کو واپس بلا کر مکہ مکرمہ میں آباد کیا۔

("ملخصاً و موضحاً تاریخ ابن خلدون": الخبر عن بنی عدنان وانسابهم وشعوبهم جلد ۲ صفحہ ۳۵۸،۳۵۷ دار الفکر بیروت)

علامہ احمد بن زینی دحلان مکی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں

"عدنان اول من کسا البیت ۔وجاء انه سمی عدنان من العدن وهو الاقامة لان الله اقام الملائکة لحفظه۔"

(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع ابن عدنان ص ۲۴۹ ج ۱، لجنة الاحیاء التراث الاسلامی مصر)("السیرة النبویة" احمد بن زینی دحلان مکی: ص ۲۶)

"عدنان پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیت اللہ شریف کو غلاف پہنایا اور یہ بھی مذکور ہے کہ آپ کا نام عدنان۔ اس لئے مشہور ہوا کہ یہ عدن سے مشتق ہے جس کا معنٰی قائم اور باقی رہنا ہے۔ کیونکہ شیاطین جن وانس کے شر سے ان کو محفوظ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر تھے اس لئے یہ عدنان کے نام سے موسوم ہوئے"۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عدنان اور دیگر آباء کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان کا ذکر خیر ہی سے کرنا چاہیے۔

ابن حبیب نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے:

کان عدنان و معد وربیعة ومضر وحزیمه واصله علی ملة ابراهیم علیه السلام فلا تذکروهم الا بخیر۔

کہ عدنان، معد، ربیعہ، مضر، خزیمہ اور ان کی اہل ملت ابراہیم علیہ السلام پر تھے تو اُن کا تذکرہ اچھے طریقے سے کیا کرو۔

(الحاوی للفتاوی: رسالہ مسالک الحنفاء فی والدی المصطفی صفحہ ۲۲۳ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

معد بن عدنان

(''معد'' بضم میم وفتح عین یا فتح میم وسکون عین، اوراس کو صحیح کہتے ہیں)

عدنان کے دو بیٹے تھے۔ایک کا نام معد اوردوسرے کا نام مک یا عک تھا(جو ترک وطن کرکے یمن چلے گئے تھے)۔بعض نے دواور بیٹوں کا ذکر کا بھی ذکر کیا ہے۔جن کا نام حارث اور مذہب تھا۔لیکن جس خوش بخت کو حضور نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک میں سے ہونے کا شرف حاصل ہوا وہ معد تھے۔معد کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے قریب تر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اورمعد کے درمیان سات یا چار آباء ہیں یہ وہی دور ہے جب عراق کے حکمران بخت نصر کو بہت عروج حاصل ہوا اوراس نے عسکری قوت کے بل بوتے پر پورے عرب کو تہہ بالا کردیا تھا۔اس وقت معد بن عدنان کی عمر بارہ سال تھی۔

(''الروض الانف مع سیرت ابن ہشام'': ج ۱، ص ۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)

الروض الانف میں ہے کہ:

''ان اللہ اوحی فی ذالك الزمان الی ارمیاء بن حلقیاء ان اذهب الی "بخت نصر" فاعلمه انی قد سلطته علی العرب واحمل معداً علی البراق کیلا تصبه النقمة فیهم فانی مستخرج من صلبه نبیا کریما اختم به الرسل فاحتمل معداً علی البراق الی ارض الشام فنشاء مع بنی اسرئیل وتزوج هناك امرأة اسمها معانة۔''

(''الروض الانف مع سیرت ابن ہشام'': ج ۱، ص ۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)

''اس دور میں اللہ تعالیٰ نے ارمیاء بن حلقیاء کی طرف وحی بھیجی کہ بخت نصر کے پاس جاؤ اوراسے بتاؤ کہ میری مشیت نے اسے عرب پر تسلط دینے کا فیصلہ کرلیا ہے۔تم معد بن عدنان کو براق پر سوار کر کے

(عرب سے شام کی طرف) اپنے ساتھ لے آؤ تا کہ اسے کوئی گزند نہ پہنچے کیونکہ میں اس کی پشت سے ایسا نبی ظاہر فرمانے والا ہوں جس پر رسولوں کی آمد کا سلسلہ ختم کردوں گا۔ یہ حکم پا کر ارمیاء نے معد کو براق پر اپنے ساتھ لیا اور ملک شام چلے گئے۔ وہاں معد نے بنی اسرئیل کے ساتھ نشوونما پائی جوان ہوئے تو ایک عورت سے شادی کی جس کا نام معانہ تھا۔

اور تاریخ طبری میں یہ واقعہ اس طرح ہے:

''معد عدنان کے صاحب زادے تھے انکے دوسرے بھائی کا نام عک یہاں سے ترک وطن کر کے یمن چلے گئے معد کی عمر ابھی بارہ سال کی تھی کہ بخت نصر نے قبائل عرب پر یلغار کردی اللہ تعالیٰ نے اپنے دونبیوں ''ارمیاء اور بلخیاء'' کو بذریعہ وحی مطلع کیا کہ میں نے اہل عرب پر بخت نصر کو مسلط کردیا ہے۔ تا کہ وہ ان انبیاء کے قتل کا ان سے انتقام لیں جنہیں اہل عرب نے بے گناہ قتل کردیا ہے۔ تم عدنان کے بیٹے معد کو وہاں سے نکال لاؤ۔

''فعليكما بمعد بن الذی من ولده محمد صلی الله تعالىٰ عليه وآله وسلم ۔ الذی اخرجه فی اٰخر الزمان اُختم به النبوة فارفع به من الضعة ۔''

(''تاریخ طبری'': ذکر نسب رسول الله صلی الله تعالىٰ عليه وآله وسلم ذکر بعض اخبار ج ۱، ص ۲۷۱ دار المعارف مصر)

''تم معد بن عدنان کو یہاں سے نکال کے لے جاؤ کیونکہ ان کی نسل سے ''محمد'' مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہونے والے ہیں جن کو میں آخری زمانہ میں مبعوث کروں گا اور ان کی ذات سے سلسلہ نبوت کو ختم کردوں گا اور ان کی برکت سے جو لوگ پستی میں گر پڑے ہیں ان کو بلندی تک پہنچاؤں گا۔''

الروض الانف میں ہے:

"وكان رجوع معد الى ارض الحجاز بعد ما رفع الله بأسه عن العرب ورجعت بقايا هم التى كانت فى الشوهق الى محالهم ومياههم بعد ان دوخ بلا دهم بخت نصر وخرب المعمور واستاصل اهل حضور وهم الذين ذكرهم الله فى قوله "وكم قصمنا من قرية كانت ظالمة۔"

"جب اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کی تباہ کاری کے اثرات کو زائل کر دیا تو معد بن عدنان اس کے بعد حجاز مقدس میں واپس آ گئے اور جو لوگ پہاڑوں پر جا کر پناہ گزیں ہو گئے تھے وہ بھی اپنے اپنے گھر بار اور چشموں پر آ کر آباد ہو گئے۔ بخت نصر نے ان کی بستیوں کو ویران کر دیا، شہروں کو برباد کر دیا اور اہل شہر کو پامال کر کے رکھ دیا تھا یہی وہ لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا ہے اور کتنی ہی بستیاں ہم نے مسل کر رکھ دیں جن کے رہنے والے ظالم تھے۔

("الروض الانف مع سیرت ابن ہشام" ج ۱، ص ۳۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لیکن امام محمد بن یوسف صالحی شامی بیان کرتے ہیں:

کہ بخت نصر نے معد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا جب وہ عرب کے شہروں پر غالب آیا۔ اسے ایک نبی نے ڈرایا اس وقت یہ بات مشہور تھی کہ نبوت ان کی اولاد میں ہو گی بادشاہ نے انہیں باقی رکھا اور تکریم بجالایا۔

امام ابن کثیر اور امام یوسف بیان کرتے ہیں

"(ان الله لما سلط بخت نصر على العرب) وَأَمَرَ اللهُ أَرْمِيَا أَنْ يَحْمِلَ مَعَهُ مَعَدَّ بْنَ عَدْنَانَ عَلَى الْبُرَاقِ كَيْ لَا تُصِيبَهُ النِّقْمَةُ فِيهِمْ فَإِنِّي مُسْتَخْرِجٌ مِنْ صُلْبِهِ نَبِيًّا كَرِيمًا أَخْتِمُ بِهِ الرُّسُلَ فَفَعَلَ أَرْمِيَا ذٰلِكَ. وَاحْتَمَلَ

مَعَدًّا عَلَى الْبُرَاقِ إِلَى أَرْضِ الشَّامِ فَنَشَأَ مَعَ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِمَّنْ بَقِيَ مِنْهُمْ بَعْدَ خَرَابِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ. وَتَزَوَّجَ هُنَاكَ امْرَأَةً اسْمُهَا مُعَانَةُ بِنْتُ جَوْشَنَ مِنْ بَنِي دُبِّ بْنِ جُرْهُمٍ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى بِلَادِهِ. ثُمَّ عَادَ بَعْدَ أَنْ هَدَأَتِ الْفِتَنُ" لفظه البداية

(سبل الہدیٰ والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: ابن معد ص ۲۷۴ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر) (السیرۃ النبویۃ" احمد بن دحلان مکی: صفحہ ۲۰) (البدایۃ والنہایۃ: خبر عدنان جد عرب الحجاز: جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

"اللہ تعالیٰ نے جب بخت نصر کو عرب پر مسلط کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ارمیاء علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ یہاں سے معد بن عدنان کو براق پر سوار کر کے نکال لے جائیں تاکہ انہیں کوئی اذیت نہ پہنچے نیز اللہ تعالیٰ نے ارمیاء کو بتایا کہ میں ان کی پشت سے ایک نبی کریم کو پیدا کرنے والا ہوں۔ اس کے ذریعہ میں سلسلہ رسالت کو ختم کر دوں گا پس حضرت ارمیاء نے حکم الٰہی کی تعمیل کی اور معد کو اپنے ہمراہ شام لے گئے چنانچہ معد نے وہاں بنی اسرئیل کے درمیان پرورش پائی آپ اُن لوگوں میں سے تھے جو بیت المقدس کی ویران ہونے کے بعد بچ گئے آپ نے یہیں شادی کی آپ کی زوجہ کا نام معانہ بنت جوشن تھا جو "بنو دبّ بن جرہم" اور یہ مکہ میں واپس آنے سے پہلے کا واقعہ ہے (بخت نصر کی موت کے بعد) جب فتنہ فرو ہو گیا تو پھر آپ واپس مکہ آ گئے۔"

علامہ ابن خلدون کی عبارت کا مفہوم بھی یہی ہے لکھتے ہیں:

"اوحی اللہ الیہ ان یامر بخت نصر بالانتقام من العرب ان یحمل معداً علی البراق ان تصیبہ النقمہ لانہ مستخرج من صلبہ نبیاً کریماً خاتماً للرسل فکان

کذالک۔"

("تاریخ ابن خلدون": الخبر عن بنی عدنان وانسابھم وشعوبھم جلد ۲ صفحہ ۳۵۸، دار الفکر بیروت)

"اللہ تعالیٰ نے ارمیاء کی طرف وحی کی کہ وہ بخت نصر کو حکم دے کہ وہ اہل عرب سے انتقام لے اور ارمیاء کو حکم دیا کہ وہ معد کو اپنے ساتھ براق پر سوار کر کے لے جائے تاکہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے کیونکہ میں اس کی پشت سے ایک نبی کریم کو پیدا کرنے والا ہوں جو سب رسولوں کا آخری ہوگا۔"

اس واقعہ کے بعد علامہ ماوردی لکھتے ہیں:

"فاول من اسس لھم مجداً وشید لھم ذکرا معد بن عدنان استولی علی تھامۃ بید عالیۃ وامر مطاع وفیہ یقول مھلھل الشاعر:

غنیت دارنا تھامۃ بالامس

و فیھا بنو معد حلولا

("اعلام النبوۃ للماوردی": الباب الثامن عشر فی مبادی ۔ النسبہ وطہارت مولدہ ص ۱۵۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)

"پہلا شخص جس نے بنی اسماعیل کے شرف ومجد کی بنیاد رکھی اور اسکا قلعہ تعمیر کیا وہ عدنان کے فرزند معد تھے آپ نے تہامہ پر قبضہ کرلیا آپ کے ہر حکم کی تعمیل کی جاتی تھی عرب کا مشہور شاعر مہلہل انہیں کے بارے میں لکھتا ہے۔

ہمارا علاقہ تہامہ کل اس وجہ سے غنی اور خوشحال ہوگیا کہ وہاں معد کی اولاد سکونت پذیر تھی۔"

اُن کی جنگی صلاحیت کا معترف ایک جہاں تھا اور اِس وجہ سے وہ اپنی قوم میں مقبول خاص وعام تھے حتی کہ جانباز اور بہادر نوجوان اُن کے زیر سایہ جنگوں میں شریک

ہوتے اوران کی جنگی مہارت کی وجہ سے فتحیاب ہوکر لوٹتے اس لیے مشہور شاعر ابوالعباس نے ایک شعر میں ان کی اس خوبی کو اپنے اسلوب میں اس طرح بیان کیا ہے۔

وکان معد عدة لولیه
اذا خاف من کید العدو المحارب

"جب دشمن کی مکاری اورفنی مہارت کی بدولت جنگ بازنو جوانوں پر دہشت طاری ہوجاتی تھی تو اس وقت معد بن عدنان دوستوں کے لیے پناہ گاہ اور سامان تسکین ثابت ہوتا تھا۔"

("البدایہ والنہایۃ": اخبار العرب قبل الاسلام خبر عدنان جد عرب الحجاز ج ۲، ص ۵۹۴ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

ان تمام واقعات کے برعکس امام محمد بن یوسف نے اور بھی واقعات نقل کیے اُن میں سے چند یہ ہیں

روی طبرانی عن ابی امامة الباهلی رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم یقول لما بلغ ولد معد بن عدنان اربعین رجلا وقعوا فی عسکر موسیٰ فانتهبوا فدعا علیهم موسیٰ علیه الصلاة والسلام فاوحی الله تعالیٰ الیه لاتدع علیهم فان منهم النبی الامی النذیر البشیر ومنهم الامة المرحمة امة محمد یرضون من الله بالیسیر من الرزق ویرضی منهم بالقلیل من العمل فیدخلهم الجنة یقول لا اله الا الله .نبیهم محمد بن عبدالله ابن عبدالمطلب المتواضع فی هیبة المجتمع له اللین فی سکوته .ینطق بالحکمة ویستعمل الحلم .اخرجته من خیر جیل من امة قریش .ثم اخرجته من صفوة قریش فهو خیر من خیر هو وامته الی خیر یصیرون۔

(مجمع الزوائد :کتاب علامات النبوۃ: رقم ۱۳۸۴۲ص۲۴۸ج۸دارالکتب العلمیہ بیروت)(المعجم الکبیر طبرانی: رقم ۷۶۲۹ص۱۶۵ج۸مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ مصر)(سبل الہدی والرشاد:الباب الرابع فی شرح اسماء اباءہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم:ابن معد ص۲۴۸ج۱،لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

امام طبرانی نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ جب معد بن عدنان کی تعداد چالیس ہوگئی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور اُسے خوفزدہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے بدعا کرنا چاہی ۔اللہ تعالیٰ نے اُن پر وحی نازل فرمائی اوران کے لیے بدعا نہ کریں ان میں نبی امی نذیر اوربشیر پیدا ہونگے ان سے امت مرحومہ پیدا ہوگی ۔وہ محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہوگی ۔وہ رب العالمین سے تھوڑے سے رزق سے راضی ہو جائیں گے ۔اللہ تعالیٰ ان سے تھوڑے عمل سے راضی ہوجائے گا۔صرف لا آلہ الا اللہ کے کلمہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطا کرے گا ۔ان کے نبی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطب ہوں گے ۔وہ اپنی ہیبت کے باوجود عاجزی کرنے والے ہوں گے ۔ان کے سکوت میں نرمی ہوگی وہ حکمت سے گفتگو کریں گے اورحلم کے ساتھ معاملہ کریں گے ۔میں ان کا ظہور قریش کے بہترین قبیلہ سے کروں گا۔وہ سراپا بھلائی ہیں بہتر سے بہتر کی طرف جائیں گے ان کی امت بھی بھلائی کی طرف جائے گی۔

اور دوسرا واقعہ کچھ اسطرح بیان کیا ہے:

وروی الزبیر بن بکار عن مکحول رحمۃ اللہ علیہ قال اغار الضحاک بن مع علی نبی اسرائیل فی اربعین رجلا من بنی معد علیهم دراریع الصوف خاطمی

خیلهم بحبال اللیف فقتلوا وسبوا ظفروا فقالت بنو اسرائیل یا موسیٰ ان بنی معد اغاروا علینا وهم قلیل فکیف لو کانوا کثیرا واغاروا علینا وانت بیننا فادع الله علیهم فتوضأ موسیٰ وصلی وکان اذا اراد حاجة من الله صلی ثم قال :یارب ان بنی معد اغارو لی بنی اسرائیل فقتلوا وسبوا واظفروا وسألونی ان ادعوك علیهم فقال الله یاموسیٰ لاتدع علیهم فانهم عبادی وانهم ینتهون عند اول امری وان فیهم نبیا احبه واحب امته قال یارب مابلغ من محبتك له قال اغفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر قال یارب مابلغ من محبتك لامته قال یستغفرنی مستغفرهم فاغفر له ویدعونی داعیهم فاستجیب له قال یارب فجعلنی منهم قال تقدمت واستأخروا۔

(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ابن معد ص ۳۴۸ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

مکحول سے روایت ہے کہ ضحاک بن معد نے بنو معد کے ساتھ مل کر بنی اسرائیل پر حملہ کیا انہوں نے صوف کی قمیص پہنی ہوئی تھی ۔ ان کے گھوڑوں کی لگامیں کھجور کے ریشوں کی تھیں ۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو قتل کیا، قیدی بنایا، فتح پائی ۔ بنو اسرائیل نے کہا ۔ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بنو معد نے ہم پر حملہ کیا ہے ۔ ان کی تعداد تھوڑی سی ہے انکی حالت اس وقت کیا ہوگی ۔ جب وہ کثیر ہوگی انکے لیے بدعا کریں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وضو کیا نماز پڑھی ۔ پھر عرض کی مولا! بنو معد نے بنو اسرائیل پر حملہ کیا ہے ۔ انہیں تہ تیغ کیا قیدی بنایا اور فتح پائی ہے ۔ انہوں نے مجھے کہا ہے کہ میں بنو معد کے لیے بدعا کروں ۔

رب تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ ان کے لیے بدعا نہ کرنا وہ میرے بندے ہیں ۔ان میں ایک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے میں ان سے محبت کرتا ہوں ۔میں ان کی امت سے محبت کرتا ہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی ان کے لیے تیری محبت کتنی ہوگی اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ۔میں ان کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف کردوں گا ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے مولا توان کی امت سے کس طرح محبت کرے گا؟ رب تعالیٰ نے فرمایا ان کا مغفرت طلب کرنا والا جوبھی مجھ سے مغفرت طلب کرے گا ۔ میں اسے بخش دونگا ۔جوبھی مجھ سے دعا مانگے گا میں اُس کی دعا قبول کرلوں گا ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کی اے مولا مجھے بھی ان میں سے کردے ۔رب تعالیٰ نے فرمایا تم پہلے ہو وہ بعد میں ہونگے ۔

معد کہنے کی وجہ تسمیہ:

امام زرقانی اورامام زینی بیان فرماتے ہیں کہ

"لانه کان صاحب حروب وغارات علی بنی اسرائیل ولم یحارب احداً الا رجع فی روایة یرجع بالنضر وظفر بسبب نور النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم الذی فی جبنیه۔"

"مروی ہے کہ معد کو معد اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے خلاف جنگ وجدال کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے اورجس کے ساتھ بھی جنگ آزما ہوئے ہمیشہ کامیاب وکامران ہوتے لوٹتے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی برکت تھی جو آپ کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔"

("السیرۃ النبویۃ": ج ا،ص ۲۱)(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ : المقصد الاوّل فی

تشریف اللہ تعالی لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص ۱۵۰ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نزار بن معد بن عدنان

(بکسر نون وبفتح زاء)

یہ معد کے بیٹے تھے (ان کی کنیت ابو ربیعہ) (۱) نسب نبوی کی خیر و برکت سے نزار بھی اپنے زمانہ میں پرکشش شخصیت کے مالک تھے ابو الفرج اصفہانی کہتے ہیں انہیں یہ لقب ہی اس لئے دیا گیا تھا کہ وہ (ہر معاملہ میں) یکتا تھے۔:

"وکان ابوہ حین ولدلہ ونظر الی النور بین عینیہ وھو نور النبوۃ الذی کان ینتقل فی اصلاب الی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرح فرحا شدیداً بہ ونحر واطعم وقال ان ھذا کلہ نزر لحق ھذا المولود فسمی نزاراً کذالک۔"

(الروض الانف مع سیرت ابن ہشام "نزار": ج ۱، ص ۳۰ دار الکتب العلمیہ بیروت) (سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباءہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ابن نزار ص ۳۴۵ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر) (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ: المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالی لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص ۱۴۹ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

"معد بن عدنان کے گھر جب بچہ پیدا ہوا اورانہوں نے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور نبوت درخشاں دیکھا جو پشت در پشت آقا دو جہاں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک منتقل ہوتا رہا تھا تو وہ بے انتہا خوش ہوا، قربانی کی، کھانا پکایا اور کہا اس بچہ کے حقوق ومرتبہ کے مقابلہ میں تو یہ بہت قلیل ہے۔ اوراسی لیے ان کا نام نزار مشہور ہوگیا کیونکہ نزار کا معنی ہے قلیل بھی ہے باپ نے اس ساری شان وشوکت اور تزک واحتشام کو ان کی شان کے مقابلے میں قلیل تصور کیا تھا اور کہا تھا یہ سب کچھ "نزار" ہے یعنی کم ہے۔

علامہ دحلان آگے لکھتے ہیں:

"وکان اجمل اهل زمانه واکبرهم عقلاً۔"

"اور آپ اپنے زمانہ میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حسین وجمیل اور عقل مند تھے۔"

("السیرۃ النبویۃ": زینی دحلان ج ا، ص ۲۰)

امام ابوالحسن ماوردی فرماتے ہیں اعلام النبوۃ میں فرماتے ہیں:

ان نزارا كان اسمه خلدان وكان مقدما وانبسطت له اليد عند الملوك وكان مهزول البدن فقال له ملك الفرس: مالك يانزار؟ قال وتفسيره في لغة الفرس يامهزول فغلب عليه هذا الاسم

"کہ یہ فرزند بڑا اقبال بلند تھا جس شاہی دربار میں تشریف لے جاتے بادشاہ خود ان کا احترام کرتے۔ اور بڑی محبت سے پیش آتے۔" یہ کمزور جسم والے تھے۔ ایران کا بادشاہ انہیں کہتا تھا اے نزار تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ ایرانی لغت میں نزار کا معنی ہے کمزور پھر یہی نام غالب آ گیا۔

("اعلام النبوۃ للماوردی": الباب الثامن عشر فی مبادی ، النسبہ وطبارت مولدہ ص ۱۵۲ دارالکتب العلمیہ بیروت)(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباءہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ابن نزار ص ۲۴۵ ج ا، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

فی الوفا "يقال ان قبر نزار بذات الجيش قرب المدينه۔"

("شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ": المقصدالاول فی تشریف اللہ تعالی علیہ الصلاۃ والسلام ج ا، ص ۱۴۹ دارالکتب العلمیہ بیروت)

کہا جاتا ہے کہ نزار کی قبر مدینہ طیبہ کے نزدیک ذات الجیش کے مقام پر ہے

مضر بن نزار:

(بضم میم وبفتح ضاد)

ان کا نام عمرو اور کنیت ابوالالیاس تھی اُن کی والدہ کا نام سودہ بنت عک بن عدنان تھیں۔ لیکن ان کا نام مضر مشہور ہو گیا اُس کی کئی وجوہات نقل کی گئی ہیں اُن میں سے چند کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

امام محمد بن یوسف صالحی ''مضر'' کے بارے میں لکھتے ہیں

کہ مضر علمیت اور عدل کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ ان کا یہ لقب اس وجہ سے

''لانہ کان یضیر قلب من راٰہ لحسنہ وجمالہ۔''

جو کوئی دیکھتا وہ اُن کے حسن جمال پر فریفتہ ہو جاتا۔

امام احمد بن زینی دحلان مکی نے کچھ اسطرح بیان کیا ہے:

''لانه كان يمضر القلوب اى يأخذها لحسنه وجماله ولم يره احد الا احبه لما كان يشاهد فى وجهه من نور النبى صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم۔''

(''السيرة النبوية'' احمد بن زينى: ص ۲۰)(شرح الزرقانى على المواهب اللدنيه: المقصد الاول فى تشريف الله تعالىٰ له عليه الصلاة والسلام، ص ۱۴۹ ج ۱ دار الكتب العلميه بيروت)

''کیونکہ وہ اپنے حسن و جمال سے دلوں کو اپنا شیدائی بنا لیتے تھے جو شخص بھی ان کو دیکھتا تھا ان پر فریفتہ ہو جاتا تھا۔ اس لیے کہ وہ اُن کے چہرے پر نور مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مشاہدہ کرتا۔''

امام قتبی نے لکھا ہے کہ ''مضر'' مضیرۃ یا لبن ماضر'' سے مشتق ہے دودھ سے بنائی جانے والی چیز کو مضیرۃ کہتے ہیں۔ اس کی سفیدی کی وجہ سے اُسے مضر کہا جاتا ہے۔

ان کے بہت سے حکیمانہ اقوال تاریخ کے صفحات کی زینت بنے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

من يزرع شراً يحصد ندامة

جو برائی کا بیج بوئے گا شرمندگی کی فصل کاٹے گا۔

"خیر الخیر أعجله"

''بہترین بھلائی وہ ہے جس کو جلد کیا جائے۔

"فاحملوا انفسکم علی مکروهها فیما یصلحکم واصرفوها عن هواها فیما افسدها۔"

''اپنے نفسوں کو مشکلات جھیلنا سکھا لو اور حرص اور ہوس سے اُن کا رخ پھیر لو۔''

"لیس بین الصلاح والفساد الا صبر فواق۔"

''اصلاح اور فساد کا اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا (دودھ دینے والے جانور) کا دوبارہ دودھ دوہنے کے درمیان ہے۔'' یعنی اُن کے درمیان فاصلہ بہت کم ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ : المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالی لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص ۱۴۹ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت) (سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء آباء ہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ابنمضر ص ۲۴۲ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

مضر کی خصوصیات میں سے آپ کی آواز کا جادو بھی جو سر چڑھ کر بولا اور آپ نے ہی سب سے پہلے حدی خوانی کی رسم جاری کی۔

اسکی وجہ امام ابن الاثیر جزری و ابن کثیر نے اس طرح بیان کی ہے:

وَمُضَرُ أَوَّلُ مَنْ حَدَا. وَكَانَ سَبَبُ ذٰلِكَ أَنَّهُ سَقَطَ مِنْ بَعِيرِهِ فَانْكَسَرَتْ يَدُهُ فَجَعَلَ يَقُولُ: يَا يَدَاهُ يَا يَدَاهُ. فَأَتَتْهُ الْإِبِلُ مِنَ الْمَرْعَى. فَلَمَّا صَلَحَ وَرَكِبَ حَدَا وَكَانَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ صَوْتًا. وَقِيلَ: بَلِ انْكَسَرَتْ يَدُ مَوْلًى لَهُ فَصَاحَ. فَاجْتَمَعَتِ الْإِبِلُ. فَوَضَعَ مُضَرُ الْحِدَاءَ وَزَادَ النَّاسُ فِيهِ. وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ قَالَ حِينَئِذٍ بَصْبَصْنَ إِذْ حُدِينَ بِالْأَذْنَابِ

مضر کو حسن جمال اور دولت کے ساتھ لحن داؤدی سے بھی نوازہ تھا بولتے تو ہر ایک دیوانہ ہوجاتا۔آپ سے پہلے ''حدی'' (جو گیت اونٹوں کو چلانے کے لیے گائے جاتے ہیں ان کو خدی کہتے ہیں) خوانی کا رواج نہیں تھا کہتے ہیں ایک روز آپ اونٹ سے گر پڑے اور آپ کی ہڈی ٹوٹ گئی درد سے بیتاب ہوکر کہنے لگے ''وایدیاہ وایدیاہ'' اے میرے ہاتھ! اے میرے ہاتھ! آپ کے لحن کی کشش سے جو اونٹ دور چراہ گاہوں میں چر رہے تھے وہ بھی آپ کے پاس جمع ہوگئے ۔جب آپ صحت مند ہوگئے تو حدی خوانی کا آغاز کیا۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کا ہاتھ ٹوٹا تھا وہ آپ کا غلام تھا جب وہ چیخا تو اونٹ اُس کے اردگرد جمع ہوگئے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ : المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالی لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص ۱۴۹ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت) (سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباءہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ابن مضر ص ۲۴۴ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر) (البدایۃ والنہایۃ احبار العرب قبل الاسلام اصول انساب عرب الحجاز الی عدنان ابن کثیر: ج ۱، ص ۵۹۷) (الکامل ابن الاثیر: نسب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم وذکر بعض اخبار آباءہ ...ص ۵۶۴، ۱۳ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

"ومضر اول من سن للعرب حداء الابل۔"

''مضر پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے عربوں کے لیے حدی خوانی کو رواج دیا۔''

(''الروض الانف مع سیرت ابن ہشام، ج ۱ ص ۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مضر اور اس کے بھائیوں کا ایک انوکھا واقعہ سیرت نگاروں نے لکھا اور اُن کی ذہانت سے دنگ رہ جاتا ہے: وہ کچھ یوں ہے:

وَذُكِرَ أَنَّ نِزَارَ بْنَ مَعَدٍّ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ أَوْصَى بَنِيهِ وَقَسَّمَ مَالَهُ بَيْنَهُمْ فَقَالَ يَا بَنِيَّ هَذِهِ الْقُبَّةُ، وَهِيَ مِنْ أَدَمٍ حَمْرَاءُ وَمَا أَشْبَهَهَا مِنْ مَالِي لِمُضَرَ فَسُمِّيَ مُضَرَ

الْحَمْرَاءَ وَهَذَا الْخِبَاءُ الْأَسْوَدُ وَمَا أَشْبَهَهُ مِنْ مَالِي لِرَبِيعَةَ، وَهَذِهِ الْخَادِمُ وَمَا أَشْبَهَهَا مِنْ مَالِي لِإِيَادٍ. وَكَانَتْ شَمْطَاءَ. فَأَخَذَ الْبُلْقَ وَالنَّقَدَ مِنْ غَنَمِهِ. وَهَذِهِ الْبَدْرَةُ وَالْمَجْلِسُ لِأَنْمَارٍ يَجْلِسُ عَلَيْهِ. فَأَخَذَ أَنْمَارٌ مَا أَصَابَهُ. فَإِنْ أَشْكَلَ فِي ذَلِكَ عَلَيْكُمْ شَيْءٌ وَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْقِسْمَةِ فَعَلَيْكُمْ بِالْأَفْعَى الْجُرْهُمِيِّ. فَاخْتَلَفُوا فَتَوَجَّهُوا إِلَى الْأَفْعَى الْجُرْهُمِيِّ. فَبَيْنَمَا هُمْ يَسِيرُونَ فِي مَسِيرِهِمْ إِذْ رَأَى مَضَرُ كَلَأً قَدْ رُعِيَ فَقَالَ إِنَّ الْبَعِيرَ الَّذِي قَدْ رَعَى هَذَا الْكَلَأَ لَأَعْوَرُ. وَقَالَ رَبِيعَةُ هُوَ أَزْوَرُ وَقَالَ إِيَادٌ هُوَ أَبْتَرُ. وَقَالَ أَنْمَارٌ هُوَ شَرُودٌ فَلَمْ يَسِيرُوا إِلَّا قَلِيلًا حَتَّى لَقِيَهُمْ رَجُلٌ تُوضِعُ بِهِ رَاحِلَتُهُ فَسَأَلَهُمْ عَنِ الْبَعِيرِ، فَقَالَ مُضَرُ هُوَ أَعْوَرُ؟ قَالَ نَعَمْ. قَالَ رَبِيعَةُ هُوَ أَزْوَرُ؟ قَالَ نَعَمْ وَقَالَ إِيَادٌ هُوَ أَبْتَرُ؟ قَالَ نَعَمْ. وَقَالَ أَنْمَارٌ هُوَ شَرُودٌ؟ قَالَ نَعَمْ، هَذِهِ صِفَةُ بَعِيرِي، دُلُّونِي عَلَيْهِ، فَحَلَفُوا لَهُ مَا رَأَوْهُ. فَلَزِمَهُمْ وَقَالَ كَيْفَ أُصَدِّقُكُمْ وَهَذِهِ صِفَةُ بَعِيرِي! فَسَارُوا جَمِيعًا حَتَّى قَدِمُوا نَجْرَانَ فَنَزَلُوا عَلَى الْأَفْعَى الْجُرْهُمِيِّ. فَقَصَّ عَلَيْهِ صَاحِبُ الْبَعِيرِ حَدِيثَهُ. فَقَالَ لَهُمُ الْجُرْهُمِيُّ كَيْفَ وَصَفْتُمُوهُ وَلَمْ تَرَوْهُ؟ قَالَ مُضَرُ رَأَيْتُهُ يَرْعَى جَانِبًا وَيَدَعُ جَانِبًا فَعَرَفْتُ أَنَّهُ أَعْوَرُ وَقَالَ رَبِيعَةُ رَأَيْتُ إِحْدَى يَدَيْهِ ثَابِتَةً وَالْأُخْرَى فَاسِدَةَ الْأَثَرِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ أَزْوَرُ وَقَالَ إِيَادٌ عَرَفْتُ أَنَّهُ أَبْتَرُ بِاجْتِمَاعِ بَعْرِهِ وَلَوْ كَانَ أَذْنَبَ لَمَصَعَ بِهِ وَقَالَ أَنْمَارٌ وَعَرَفْتُ أَنَّهُ شَرُودٌ لِأَنَّهُ يَرْعَى الْمَكَانَ الْمُلْتَفَّ، ثُمَّ

يَجُوزُهُ إِلَى مَكَانٍ أَرَقَّ مِنْهُ نَبْتًا وَأَخْبَثَ. فَقَالَ الْجُرْهُمِيُّ لَيْسُوا بِأَصْحَابِ بَعِيرِكَ فَاطْلُبْهُ. ثُمَّ سَأَلَهُمْ مَنْ هُمْ. فَأَخْبَرُوهُ. فَرَحَّبَ بِهِمْ وَقَالَ أَتَحْتَاجُونَ أَنْتُمْ إِلَيَّ وَأَنْتُمْ كَمَا أَرَى؟ وَدَعَا لَهُمْ بِطَعَامٍ فَأَكَلُوا وَشَرِبُوا فَقَالَ مُضَرُ لَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ خَمْرًا أَجْوَدَ لَوْلَا أَنَّهَا نَبَتَتْ عَلَى قَبْرٍ. وَقَالَ رَبِيعَةُ لَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ لَحْمًا أَطْيَبَ لَوْلَا أَنَّهُ رُبِّيَ بِلَبَنِ كَلْبَةٍ. وَقَالَ إِيَادٌ: لَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ رَجُلًا أَسْرَى لَوْلَا أَنَّهُ لِغَيْرِ أَبِيهِ الَّذِي يَنْتَمِي إِلَيْهِ. وَقَالَ أَنْمَارٌ لَمْ أَرَ الْيَوْمَ كَلَامًا أَنْفَعَ لِحَاجَتِنَا مِنْ كَلَامِنَا. وَسَمِعَ الْجُرْهُمِيُّ الْكَلَامَ فَعَجِبَ. فَأَتَى أُمَّهُ وَسَأَلَهَا. فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ مَلِكٍ لَا يُولَدُ لَهُ. فَكَرِهَتْ أَنْ يَذْهَبَ الْمُلْكُ فَأَمْكَنَتْ رَجُلًا مِنْ نَفْسِهَا فَحَمَلَتْ بِهِ. وَسَأَلَ الْقَهْرَمَانَ عَنِ الْخَمْرِ. فَقَالَ مِنْ حَبَلَةٍ غَرَسْتُهَا عَلَى قَبْرِ أَبِيكَ. وَسَأَلَ الرَّاعِيَ عَنِ اللَّحْمِ فَقَالَ شَاةٌ أَرْضَعْتُهَا لَبَنَ كَلْبَةٍ. فَقِيلَ لِمُضَرَ مِنْ أَيْنَ عَرَفْتَ الْخَمْرَ؟ فَقَالَ لِأَنِّي أَصَابَنِي عَطَشٌ شَدِيدٌ. وَقِيلَ لِرَبِيعَةَ فِيمَا قَالَ. فَذَكَرَ كَلَامًا. وَأَتَاهُمُ الْجُرْهُمِيُّ وَقَالَ صِفُوا لِي صِفَتَكُمْ. فَقَصُّوا عَلَيْهِ قِصَّتَهُمْ. فَقَضَى بِالْقُبَّةِ الْحَمْرَاءِ وَالدَّنَانِيرِ وَالْإِبِلِ. وَهِيَ حُمْرٌ. لِمُضَرَ. وَقَضَى بِالْخِبَاءِ الْأَسْوَدِ وَالْخَيْلِ الدُّهْمِ لِرَبِيعَةَ. وَقَضَى بِالْخَادِمِ. وَكَانَتْ شَمْطَاءَ. وَالْمَاشِيَةِ الْبُلْقِ لِإِيَادٍ. وَقَضَى بِالْأَرْضِ وَالدَّرَاهِمِ لِأَنْمَارَ.

نزار جب فوت ہونے لگے تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی اور یہ

چار تھے مضر، ربیعہ، ایاد اور انمار آپ نے کہا اے میرے بیٹوں! یہ سرخ رنگ کا قبہ اور اس سے متعلقہ چیزیں مضر ہیں اور یہ سیاہ خیمہ اور اُس کا سامان ربیعہ کے لیے ہے اور یہ خادم (شمطاء) اور یہ سامان ایاد کے لیے اور یہ بیٹھنے کی جگہ اور تھیلی انمار کے لیے ہے۔ اگر کسی بات پر تم میں اختلاف پیدا ہو تو تصفیہ کے لیے نجران کے افعیٰ جرہمی کے پاس جانا اور اس سے اپنے جھگڑے کا فیصلہ طلب کرنا۔ اتفاق سے تقسیم جائیدا میں باہمی اختلاف پیدا ہو گیا باپ کی وصیت کے مطابق وہ نجران روانہ ہوئے تا کہ افعٰی جرہمی سے اس تنازعہ کا فیصلہ کرائیں اثنائے سفر مضر نے گھاس دیکھی جس کو کسی اونٹ نے چرا تھا کہنے لگے جس اونٹ نے اس گھاس کو چرا ہے وہ کانا ہے۔ ربیعہ نے کہا وہ لنگڑا ہے۔ ایاد نے کہا وہ دم بریدہ بھی ہے۔ انمار نے کہا کہ وہ بھاگا ہوا ہے اس گفتگو کے بعد وہ تھوڑی دور چلے تھے کہ انہیں ایک شخص ملا جس نے کجاوہ سر پر اٹھایا ہوا تھا اس نے ان سے اپنے اونٹ کے بارے میں دریافت کیا مضر نے کہا کیا وہ کانا ہے اس نے کہا ہاں ربعیہ نے کہا کیا وہ لنگڑا ہے اس نے کہا ہاں۔ ایاد نے پوچھا کیا وہ دم کٹا ہے اس نے کہا ہاں۔ انمار نے کہا کیا وہ بھاگا ہوا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ خدارا مجھے بتائے میرا اونٹ کہاں ہے انہوں نے کہا بخدا ہم نے اس کو نہیں دیکھا بدو نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دیکھے بغیر اس کے تمام نشانات تم نے بتا دیئے ہیں وہ بھی ان کے ساتھ چل پڑا کہ افعیٰ سے اپنے اونٹ کا فیصلہ کرائے۔ جب اس کے پاس پہنچے تو سب سے پہلے اونٹ کے مالک نے اپنا دعویٰ پیش کیا کہ ان لوگوں نے میرا اونٹ دیکھا ہے لیکن مجھے بتاتے نہیں۔ کہتے ہیں ہم نے دیکھا ہی نہیں افعیٰ نے ان سے پوچھا اگر آپ لوگوں نے اسے دیکھا نہیں۔ تو اس کی ساری

نشانیاں کیسے گنوا دیں ہیں مضر نے کہا کہ میں نے جب گھاس کو دیکھا جس کو اس نے چرا ہے تو وہ ایک طرف سے چری ہوئی تھی دوسری طرف سے جوں کی توں لہلہا رہی تھی میں نے سمجھ لیا کہ وہ کانا ہے جو دیکھا ہے اسے چر لیا اور دوسری طرف جو اس نے نہیں دیکھی چھوڑ دی۔ ربیعہ نے کہا کہ اس کے ایک پاؤں کے نشان بالکل وضح تھے دوسرے پاؤں کے نشان ادھورے تھے میں سمجھ لیا کہ یہ لنگڑا ہے ایاد نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ اس کی میگنیاں صحیح سالم ہیں تو میں نے سمجھ لیا کہ اس کی دم کٹی ہوئی ہے ورنہ اس کی میگنیاں ٹوٹی ہوئی ہوتیں انمار نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ اس نے گنجان گھاس چرنے کے لیے منہ ڈالا ہے لیکن اسے ادھورا چھوڑ کر آگے نکل گیا ہے۔ میں نے سمجھا کہ وہ بھاگا ہوا ہے اس لیے اطمینان سے گھاس کو نہیں چر رہا۔ یہ سن کر جرہمی نے اونٹ کے مالک کو کہا جاؤ اپنا اونٹ تلاش کرو ان کے پاس تمہارا اونٹ نہیں ہے پھر اس نے پوچھا آپ کون لوگ ہیں اور کیوں آئے ہیں انہیں نے بتایا کہ ہم نزار بن معد کے فرزند ہیں اور اپنے باہمی جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے تمہارے پاس آئے ہیں اس نے کہا بڑے تعجب کی بات ہے اس فہم ذکا کے مالک ہوتے ہوئے آپ میرے پاس آئے ہیں پھر اس نے ان کی پر تکلف دعوت کی۔ آخر میں شراب پیش کی کھانے پینے سے فارغ ہوئے تو مضر نے کہا کہ ایسی بہترین شراب عمر بھر کبھی نہیں پی کاش! اس کے انگور کی بیل قبر پر نہ اگی ہوئی ہوتی۔ ربیع نے کہا ایسا لذیذ گوشت آج تک نہیں کھایا کاش اس بکری کی پرورش کتی کے دودھ سے نہ کی گئی ہوتی۔ ایاد نے کہا میں آج تک ایسا آدمی نہیں دیکھا کاش اس کی نسبت غیر باپ کی طرف نہ ہوتی انمار نے کہا میں آج تک ایسی گفتگو نہیں سنی جو ہمارے مقصد

کے لیے مفید ہو، جرہمی نے ان کی باتیں سنیں اور تصویر حیرت بن کر رہ گیا وہ اپنی ماں کے پاس گیا اور کہا سچ بتاؤ میں کس کا بیٹا ہوں اس نے بتایا کہ میں ایک سردار کی منکوحہ تھی وہ لاولد تھا میں نے مناسب نہ سمجھا کہ وہ لاولد مر جائے۔ چنانچہ میں نے ایک شخص سے میں زنا کیا جس سے تو پیدا ہوا اس نے اپنے باورچی خانہ کے نگران سے شراب کے بارے میں پوچھا اس نے بتایا کہ میں نے تیرے باپ کی قبر پر انگور کی ایک بیل لگائی تھی اس کے انگوروں سے شراب کشید کی گئی تھی اس نے اپنے چرواہے سے گوشت کے بارے میں دریافت کیا اس نے بتایا کہ بکری نے بچہ جنا اور مرگئی میں نے اس میمنہ کی پرورش کتی کے دودھ سے کی جرہمی ان کی ذہانت وفطانت کو دیکھ کر حیران رہ گیا پھر اس نے دعویٰ سنا اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا۔ اس واقعہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اللہ کریم نے اپنے رؤف رحیم نبی کے اجداد کو جمال صورت حسن صوت کے علاوہ فہم فراست کا وہ بے پایاں ملکہ عطا فرمایا تھا جسے دیکھ کر زمانے کے دانش ور پھڑک اٹھتے تھے۔

(الکامل ابن الاثیر: نسب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم وذکر بعض اخبار آباء ہ ...ص ۵۶۴ ج ا دار الکتب العلمیہ بیروت)(تاریخ الرسول والملوک: ذکر نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبعض اخبارہ: ابن مضر: صفحہ ۲۶۸، ۲۷۰ جلد ۲ دار المعارف مصر)("اعلام النبوۃ للماوردی ": الباب الثامن عشر فی مبادی ء النسبہ وطہارت مولدہ ص، ۱۵۳۳۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ابن مضر ص ۳۴۲، ۳۴۳ ج ا، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اذا اختلف الناس فالحق فی مضر

جب لوگوں میں اختلاف واقع ہوا تو مضر برحق تھے۔

(کنز العمال الباب الرابع حدیث ۳۳۹۸۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اور ایک روایت میں اس طرح ہے:

"لاتسبوا مضر فانہ کان قد اسلم۔"

''مضر کو برا بھلا مت کہو کیونکہ وہ مومن تھے۔''

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ : المقصد الاوّل فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص ۱۴۹ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

لاتسبوا مضر وربیعۃ فانہما مسلمان

مضر اور ربیعۃ کو برا بھلا نہ کہو وہ مسلمان تھے۔

(الکامل ابن الاثیر: نسب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وذکر بعض اخبار آباء ہ ... ص ۵۶۵ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت) کنز العمال الباب الرابع حدیث ۳۴۱۱۹، جلد ۱۲، صفحہ ۸۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

امام سہیلی نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لاتسبوا مضر وربیعۃ فانہما کانا مومنین

مضر اور ربعیہ کو بُرا بھلا نہ کہو وتو مومن تھے

("الروض الانف" مع سیرت ابن ہشام: ج ۱، ص ۳۰ دار لکتب العلمیہ بیروت)

ایک روایت میں ہے کہ:

مضر کو برا بھلا مت کہو وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین پر تھے۔''

(عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب المناقب باب نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۹۴ ج ۱۶ دار الکتب العلمیہ جدید) ("مدارج النبوت" (فارسی): باب اوّل نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اصل کائنات است ج ۲ ص ۹ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

روایت میں ہے کہ مضر کی قبر (مقام) روحاء میں ہے۔

الیاس بن مضر:

''الیاس'' بکسر ہمزہ ایک قول کے مطابق اور دوسرے قول کے مطابق بفتح ہمزہ بمعنیٰ یاس ناامیدی جو رجاء (امید) کی ضد ہے اور ہمزہ وصل کے لیے ہے صاحب مواہب کہتے ہیں کہ یہی قول اصح ہے

ایک روایت میں ہے کہ الیاس کے والد کے ہاں اولاد نہیں تھی اور وہ بوڑھے ہو چکے تھے۔ تو جب بڑھاپے اور مایوسی کی حالات میں آپ کی ولادت ہوئی تو انہوں نے آپ کا نام الیاس رکھ دیا۔ یہ قبائل عرب کے سربراہ اور سردار تھے اہل عرب انہیں سید العشیرہ کے لقب سے ملقب کیا کرے تھے جملہ فیصلہ طلب اموران کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے قربانی کا جانور لے کر بیت اللہ شریف جانے والے بھی ہیں اور آپ ہی وہ پہلی شخصیت ہیں جنھوں نے نوح علیہ السلام کے زمانے میں طوفان کے بعد مقام ابراہیم کو لوگوں کے لیے نصب کیا۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ : المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص ۱۴۸ ج ۱ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث شریف میں ہے۔

"لاتسبو الالیاس فانہ کان مؤمنا ۔ وکان فی العرب مثل لقمان الحکیم فی قومہ۔"

"الیاس کو برا مت کہو وہ مؤمن تھے اہل عرب میں ان کی مثال ایسی تھی جیسے لقمان حکیم اپنی قوم میں۔"

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ : المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص ۱۴۸ ج ۱ دارالکتب العلمیہ بیروت) (سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباءہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۴۱ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

آپ کے حکیمانہ کلام سے ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

"من یزرع خیراً یحصد غبطۃ۔"

"جو خیر کو بوتا ہے وہ خوشی کی فصل کاٹتا ہے۔"

"ومن یزرع شرّاً یحصد ندامۃ۔"

"جو برائی کو بوتا ہے وہ ندامت کی فصل کاٹتا ہے۔"

ابن دحیہ علیہ الرحمۃ کہتے ہیں:

"وھو وصی ابیہ وکان ذا جمال بارع۔"

"اور وہ اپنے باپ کے وصی اور جانشین تھے اور خوبصورت تھے۔"

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ : المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص۱۴۸ ج ا دار الکتب العلمیہ بیروت)(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۴۱ ج ا، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

نسب نبوت کے خاص فرد ہونے کے ناطے حضرت معد بن عدنان کی طرح حضرت الیاس کو بھی یہ خصوصیت حاصل تھی کہ وہ نور محمدی کی جلوہ آرائی کو باقاعدہ محسوس کرتے تھے اور لطف اندوز ہوتے تھے۔ لطف خاص نے ان کو ایک عظیم شرف بخشا ہوا تھا وہ کیا تھا:

"ذکر انہ کان یسمع فی صلبہ تلبیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بالحج۔"

("الروض الانف" مع سیرت ابن ہشام": ج ا، ص۳۰ دار الکتب العلمیہ بیروت)(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ : المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص۱۴۸ ج ا دار الکتب العلمیہ بیروت)(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۴۱ ج ا، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

"ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ حج کے (دنوں) میں اپنی پشت میں حضور کے تلبیہ پڑھنے کی آواز کو سنتے۔"

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ:

"کان یسمع من ظہرہ احیانا دوی تلبیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بالحج۔"

"آپ کبھی کبھی حج کے مہینہ میں اپنی پشت سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تلبیہ کی میٹھی آواز کو سنا کرتے تھے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ : المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص۱۴۸ ج ا دار الکتب العلمیہ بیروت)(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۴۱ ج ا، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

امام محمد بن یوسف اور امام زرقانی زبیر بن بکار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

ولما ادرك الياس انكر على بنی اسماعیل ما غیّروا من سنن آبائهم وسیرهم وبان فضله علیهم

وجمعھم رأیہ ورضوا بہ فردھم الی سنن آبائھم

زبیر بن بکار فرماتے ہیں کہ جب الیاس جوان ہوئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں ان پر انہیں زجر و توبیخ کی اور انہیں تلقین کی کہ اپنے عظیم القدر آباء کی سنتوں اور طریقوں کی پابندی کریں آپ کی کوشش بارآور ثابت ہوئیں اور آپ کی قوم نے از سر نو راہ راست کو اختیار کر لیا جوان کے سلف صالح نے اپنے لیے پسند کیا تھا قبیلہ کے تمام مرد و زن آپ کی دل سے تعظیم کرتے تھے اور آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ : المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالی لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص۱۴۸ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت) (سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباءہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۴۱ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

امام زرقانی فرماتے ہیں کہ:

"ولم تزل العرب تعظمہ تعظیم الحکمۃ کلقمان واشباھہ۔"

"اور اہل عرب ان کی ایسی تعظیم کرتے تھے جیسے لقمان اور ان جیسے حکماء کی کی جاتی ہے۔"

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ : المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالی لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص۱۴۸ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مدرکہ بن الیاس:

(بضم میم بسکون دال و بکسر راء)

"مدرکہ" یہ ادراک سے اسم فاعل ہے۔ جسکا معنی ہے پا لینا آپ کا یہ اس لیے کہ آپ نے تمام شرف فخر حاصل کر لیا جیسا کہ آپ کے آباء کو حاصل تھا۔ اور جمہور کے نزدیک آپ کا نام "عمرو" ہے اور یہی صحیح ہے

اور مدرکہ کہنے کی وجہ بیان کرتے ہیں امام محمد بن یوسف رقمطراز ہیں

کلبی، بلاذری، ابوعبیدہ کے نزدیک آپ کا نام عمرو تھا ان کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت حلوان تھا۔ یہ ایک روز باہر جنگل کی طرف نکلے۔ اچانک ایک خرگوش چھلانگیں لگاتا ہوا وہاں سے گزرا اونٹ اس سے بدکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ عمرو نے اُس کا شکار کرلیا۔ پھر عمرو نے عامر سے پوچھا اونٹوں کے پیچھے جاؤ گے یا شکار پکاؤ گے اس نے شکار پکانے کی ہامی بھری۔ عامر اونٹوں کے پیچھے دوڑے اور انہیں جا پکڑا اور ہانک کر واپس لائے شام کو دونوں واپس آئے باپ کو واقعہ سنایا انہوں نے عمرو کو کہا انت ''مدرکہ'' اور عامر کو کہا انت ''طابخۃ'' اور دونوں انہیں ناموں سے مشہور ہوگئے۔ ملخصاً

(تاریخ الرسل والملوک (للطبری) ذکر نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبعض اخبارہ۔۔۔ ۲۶۷ ج ۲ دار المعارف مصر) (سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ص ۳۴۰ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)۔

اسکے آگے شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''بعض وجہ تسمیہ یہ بتاتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد جو عزت شرف رکھتے تھے وہ سب ان میں جمع تھیں اس کلمہ کا ''ۃ'' مبالغہ کے لیے ہے۔ جیسا کہ رضۃ الاحباب میں ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ''ۃ'' صفت سے اسمیت وعلم کی جانت منتقل کرنے کے لیے ہو۔'' (واللہ اعلم)

(''مدارج النبوت'' (فارسی)'': باب اوّل نور مصطفی اصل کائنات ج ۲ ص ۹ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

مدرکہ میں نور مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ گری۔

اس بارے میں امام زرقانی رقمطراز ہیں۔

کان فیہ نور المصطفی ظاھر بینا۔

کہ مدرکہ کے (چہرے) پر نور مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم واضح اور ظاہری طور پر جلوہ گر رہتا تھا

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ: المقصد الاوّل فی تشریف اللہ تعالی لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص ۱۴۰ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

خزیمہ بن مدرکہ

(بخاء معجمہ وزاء بر لفظ تصغیر)

یہ خُزْمَہ یا خَزَمَہ کی تصغیر ہے خزمہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس سے مراد کیا ہے ایک قول ہے یہ ہے کہ یہ خزم کا واحد ہے یہ ''دوم'' کی طرح کا ایک درخت ہوتا ہے۔ مگر یہ اس سے چھوٹا اور چوڑا ہوتا ہے۔ اس پر کھجور کی طرح کا پھل لگتا ہے۔ وہ پک کر سیاہ ہوتا جاتا ہے۔ اس کے پتوں سے رسیاں اور ریشوں سے سے شہد کے خانے بنائے جاتے ہیں اس کا پھل انسان نہیں کھاتے مگر اسے کوے بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ یہ ابو حنیفہ دینوری کا قول ہے۔

ایک قول کے مطابق مقل کے پتوں کو کہا جاتا ہے۔ یہ زجاج کا قول ہے۔ وغیر ذالک اقوال کثیر

امام زرقانی فرماتے ہیں:

"انما سمی خزیمة تصغیر خزمة لانه اجتمع فیه نور آبائه وفیه نوررسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم

آپ کا نام خزیمہ رکھا گیا (کیونکہ یہ) خزمہ کی تصغیر ہے اس وجہ سے کہ آپ میں آپ کے آباء کا نور اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور جمع گیا تھا

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ: المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص۱۴۶ ج۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان کے بارے میں اتنا ہی معلوم ہو سکا ہے کہ ان کی والدہ کا نام سلمٰی بنت اسلم یا سلمی بنت اسد تھا ان کے سگے بھائی کا نام ہذیل تھا۔ ماں کی طرف سے بھی ان کا ایک بھائی تھا، جس کا نام تغلب بن حلوان تھا

(''تاریخ الرسل والملوک'' ذکر نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبعض اخبارہ۔۔۔ابن خزیمہ: ج۲ص۲۶۶ دار المعارف مصر) (سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباءہ صلی اللہ

تعالی علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۳۹ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

امام محمد بن یوسف الصالحی ان کے بارے میں لکھتے ہیں ان کے چار بیٹے تھے جن کی والدہ کا نام برۃ بنت مر بن اد بن طابخہ تھا۔ پھر کہتے ہیں:

"وکانت لہ علی الناس مکارم اخلاق وافضال بعدد الزمان حتی قیل فیہ:

''یعنی لوگوں پر ان کے انعامات واحسانات کا شمار نہیں کیا جا سکتا ان کے فضائل ومکارم کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اما خزیمۃ فالمکارم جمۃ
سبقت الیہ ولیس ثم عتید

(ترجمہ شعر) فضائل ومکارم جتنے تھے وہ تو سب کے سب خزیمہ کی ذات میں جمع ہو گئے ہیں اور ان میں سے کوئی عزت باقی نہیں رہ گئی۔''

(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۳۹ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

امام زرقانی اور امام محمد بن یوسف صالحی شامی بیان کرتے ہیں۔

"وروی عن حبیب بسند عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال مات خزیمۃ علی ملۃ ابراھیم علیہ الصلاۃ والسلام۔"

''حضرت حبیب سند جید کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ خزیمہ کی وفات ملت ابراہیمی پر ہوئی ہے۔''

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ: المقصد الاوّل فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص ۱۴۶ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت) (سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۳۹ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

کنانہ بن خزیمہ

(بکسر قاف ونونین مفتوحتین بینھما الف)

اُن کے بارے میں امام طبری نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ کا نام عوانہ بنت سعد بن قیس بن غیلان تھا اور بعض نے یہ کہا ہے کہ ان کی والدہ ہندہ بنت عمرو بن قیس تھیں۔

("تاریخ الرسل والملوک "ذکر نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبعض اخبارہ... کنانہ خزیمہ: ج ۲ ص ۲۶۶ دار المعارف مصر)

امام محمد بن یوسف علیہ الرحمۃ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

کہ کنانہ کا معنیٰ ترکش ہے جس طرح ترکش تیروں کو اپنے اندر چھپا لیتا ہے اسی طرح انہوں نے بھی اپنی ساری قوم کو اپنے اندر چھپایا ہوا تھا۔ ان کی کنیت ابوالنضر تھی ان کی والدہ کا نام عوانہ بنت سعد تھا۔

"قال عامر العدوانی لابنه فی وصیة یابنی ادرکت کنانة بن خزیمة وکان شیخا مسنا عظیم القدر وکانت العرب تحج الیه لعلمه وفضله فقال انه قد ان خروج نبی من مکة یدعی احمد یدعوا الی الله والی البر والاحسان ومکارم الاخلاق فاتبعو تزدادوا شرفا وعزا الی عزکم۔"

(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۲۸ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر) (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ: المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص ۱۴۶ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

"عامر عدوانی نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا اے میرے فرزند! میں نے کنانہ بن خزیمہ کو اس حال میں دیکھا کہ وہ بہت زیادہ بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کے علم وفضل کی وجہ سے اہل عرب دور دراز سے ان کی زیارت کے لیے آتے ہیں انہوں نے ان کو کہا کہ مکہ سے ایک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہر

ہونے کا وقت آ گیا ہے ان کا نام نامی احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہوگا وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دیں گے نیکی، احسان اور مکارم کی تلقین فرمائیں گئیں لہذا تم اہل عرب اس نبی مکرم کی پیروی کرنا۔ اس سے تمہاری عزت وشرف میں اضافہ ہوگا۔"

ایک روز کنانہ حطیم میں سورہے تھے کہ انہوں نے خواب دیکھا انہیں کہا گیا:

"یا ابا النضر تخیر بین الخیل والھدر وعمارۃ الجدر وعز الدھر فقال کل یارب!۔"

"کہ ان چاروں چیزوں میں سے ایک چن لو۔ گھوڑے، اونٹ، تعمیرات اور دائمی عزت آپ نے عرض کی اے میرے رب! مجھے یہ ساری نعمتیں عطا فرما۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کے طفیل قریش کو یہ ساری نعمتیں عطا فرمادیں۔

(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۳۸ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ان اللہ عزوجل اصطفی کنانۃ من ولد اسماعیل علیہ السلام واصطفی قریشا من کنانۃ۔"

("صحیح مسلم "کتاب الفضائل: باب فصل نسب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ج ۲ ص ۲۴۵ قدیمی کتب خانہ)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو اور کنانہ سے قریش کو منتخب فرمالیا۔"

اولاد ابراہیم علیہ السلام پورے عرب کے اندر پھیلی ہوئی تھی اسی وجہ سے ایک دفعہ اشعث بن قیس کندی یمن سے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"یارسول اللہ! انا نزعم انکم منا۔"

''یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم گمان کرتے ہیں کہ آپ ہم میں سے ہیں۔''

آپ نے فرمایا:

"نحن بنو النضر بن کنانة۔"

''ہم بنونضر بن کنانہ کی اولاد ہیں۔''

(''البدایة والنہایة'': اخبار العرب قبل الاسلام: قریش نسبا واشتقاقا وفضلا ج ۲، ص ۵۹۸ مکتبہ فاروقیہ پشاور) (مسند احمد:

گویا کہ اولاد کنانہ کو ممتاز اور منفرد قرار دیا گیا ہے۔ اور بتانا مقصود تھا کہ کنانہ پر آکر انتخاب قدرت نے آگے پھر ہمارے نسب میں امتیاز پیدا فرمادیا ہے۔

نضر بن کنانہ

(بفتح نون وسکون ضاد)

امام محمد بن یوسف اور امام زرقانی رقمطراز ہیں:

"اسمه قیس ولقب بالنضر النضارة وجهه اشراقه وجماله۔"

''نضر'' کا نام قیس تھا اور اپنے چہرے کی دمک اور حسن جمال کی وجہ سے یہ نضر کے لقب سے مشہور ہوئے

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ: المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالی لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص ۱۴۶ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک روایت میں ہے کہ سرخ سونے کو بھی نضر کہتے ہیں ان کی کنیت یخلد تھی۔ ''مالک، یخلد، صلت'' ان کے بیٹے تھے۔ ان کی والدہ کا نام برہ بنت مر بن اُد بن طابخہ تھا۔ یہاں ایک بہت بڑی خرابی جو نسب پاک کے اندر ایک جیسے ناموں کی وجہ سے داخل ہوگئی اُس کا ازالہ کیا جائے اور یہ تمام امام محمد بن یوسف کے حوالے سے بیان کیا جائے گا آپ فرماتے ہیں:

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ کنانہ نے اپنے باپ خزیمہ کی وفات کے بعد ''برہ بنت مر سے نکاح کرلیا تھا۔ اس سے نضر بن کنانہ پیدا ہوا۔ یہ سابقہ شریعتوں کی وجہ سے سابقہ زمانہ

میں مباح تھا۔ یہ محرمات میں سے نہیں ہوتی تھیں۔ نہ ہی ان گناہوں میں سمجھا جاتا تھا۔ جن کا آغاز لوگوں نے کیا تھا۔ یہ امر نسب میں سے تھا اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''انا من نکاح لا من سفاح۔'' میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں بدکاری سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ۔

''اور نہ نکاح کرو جن سے تمارے باپ دادا نکاح کر چکے تھے مگر جو گزر چکا۔ (یعنی اُس کا مواخدہ نہیں)

یعنی اسلام سے پہلے جو حلت گزری چکی ہے۔ اس استثناء کا فائدہ یہ ہے تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نسب پاک میں عیب نہ لگایا جا سکے۔ تاکہ آپ کو علم ہو جائے کہ آپ کے نسب پاک میں کوئی فرد بھی ایسا نہیں جو بغاوت یا بدکاری کی وجہ سے پیدا ہوا ہو۔ قرآن پاک نے جن گناہوں سے منع فرمایا ہے کسی میں بھی ''اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ'' کا طریقہ نہیں اپنایا۔ صرف اسی جگہ یہ فرمایا ہے مثلاً فرمایا ''لاتقربوا الزنیٰ۔'' اور بدکاری کے قریب بھی نہ جاؤ۔'' اس میں ''اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ'' نہیں فرمایا اسی طرح دو بہنوں کو جمع کرنا جائز تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے نکاح میں دو بہنیں راحیل اور لیا تھیں۔ ''اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ'' سے اسی مفہوم کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ نکتہ ہمیں اپنے شیخ امام حافظ ابی بکر محمد بن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے ملا ہے۔

ابو ربیع نے بھی کہا کہ عرب کی عادت تھی کہ جب آدمی مرجاتا تھا تو اس کا بڑا بیٹا بعد میں اُس کی بیوہ کو اپنے نکاح میں لے لیتا تھا۔ ''مورد'' میں کہا گیا اور جب میں اس قول سے واقف ہوا مدتوں میں فکر مند رہا کہ ''برہ'' مذکورہ حزیمہ بن مدرکہ کی زوجہ تھیں۔ کہ اُسکے بعد اُسکے بیٹے کنانہ بن خزیمہ نے نکاح کر لیا اور اُس سے نضر بن کنانہ پیدا ہوئے۔ اور یہ سب ''خرابی) نعوذ باللہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نسب میں پیدا ہوئی۔ کیا ایسا ممکن ہو سکتا ہے؟ حالانکہ حضرت ابوالحویرث رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ

بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"ما ولدنی من سفاح اهل الجاهلية شیء ما ولدنی الا نكاح كنكاح اهل الاسلام۔"

کہ مجھے جاہلیت کی بدکاری نے جنم نہیں دیا۔ بلکہ مجھے اسلام کے نکاح کیطرح نکاح نے جنم دیا ہے۔

امام محمد بن یوسف فرماتے ہیں کہ ابن کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انه كتب لرسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وآله وسلم خمس مائة ام فلم يجد فيها شيئا مما كان من امر جاهلية۔"

کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پانچ سو ماؤں کے نام لکھیں ہیں ان میں سے کسی ایک میں جاہلیت کا کوئی معاملہ نہیں پایا گیا۔

امام صالحی فرماتے ہیں اسی دوران میں نے ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ جنہوں نے ایک کتاب جس کا نام "الاصنام" رکھا ہے۔ اُس میں اُنہوں نے لکھا: کنانہ بن خزیمہ نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد اُسکی بیوہ سے نکاح کرلیا۔ وہ برہ بنت اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر تھی۔ اس نے کنانہ کے لیے کوئی بچہ جنم نہ دیا بلکہ وہ اس عورت کی بھتیجی تھی۔ جو کہ برہ بنت مر تھی۔ کنانہ نے اس سے نکاح کیا تو نضر بن کنانہ پیدا ہوئے بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے جب انہوں نے سنا کہ کنانہ نے اپنے باپ کی بیوہ سے نکاح کرلیا ہے کیونکہ ان دونوں عورتوں کے نام بھی ایک تھے۔ نسب بھی قریبی تھا۔ اسی سے یہ بات ہمارے مشائخ اور علماء نسب کے ہاں مروج ہے۔ معاذ اللہ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نسب پاک میں اس طرح کا ناپسندیدہ نکاح پایا جاتا ہو۔ آپ نے فرمایا میرا ظہور اسلام جیسے نکاح کی طرح نکاح ہوتا رہا یہاں تک کہ میرا

ظہور میرے والدین سے ہوا۔جس کسی نے اِس کے سوا عقیدہ رکھا یا اِس خبر میں شک کیا تو بیشک اُس نے کفر کیا۔

(سبل الہدی والرشاد:الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۳۸ ج ا ،لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

امام صالحی فرماتے ہیں کہ ''الزھر'' میں ہے کہ۔

ان برہ کانت بنت ادبن طابخۃ التی خلف علیھا کنانۃ ماتت ولم تلد له فتزوج بعد ھا بابنۃ اخیھا برّہ فاولدھا اولادا ۔وقال فی الزھر :وھذا ھوالصواب وقال بعد ذلك فی موضع آخر :وان خلافه غلط ظاھر لانه مصادم لقوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم "لم یجمع اللہ ابوی علی سفاح قط۔"وھذا سفاح باجماع ،ولا یعتقد ھذا فی نسبه الطاھر احد من المسلمین ثم قال وھذا الذی یثلج به الصدور ویذھب به وحرہ یزیل الشك ویطفئی شررہ۔

''کہ برہ اد بن طابخہ کی بیٹی تھی ۔جس سے کنانہ نے نکاح کرلیا تھا ۔یہ وفات پا گئی ۔اس سے کوئی اولا د نہ ہوئی ۔پھرانہوں نے اس کے بعد اُس کی بھتیجی سے برہ سے نکاح کرلیا۔جس سے اُن کی اولاد ہوئی ۔''الزھر'' میں ہے: کہ یہی درست ہے اور اِس کے بعد دوسری جگہ پر کہا: اس کے خلاف غلطی ظاہر ہے کیونکہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پاک سے متصادم ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میرے رب نے میری کسی ماں یا باپ کو بدکاری پر جمع نہیں کیا۔یہ بالا جماع بدکاری ہے۔آپ کے پاکیزہ نسب میں کوئی بھی مسلمان ایسا عقیدہ نہیں رکھ سکتا پھر فرمایا کہ''اسی (وضاحت) سے سینوں میں ٹھنڈک پہنچتی ہے اور اِس سے ہی وسوسے دور ہوتے ہیں اور شک

جاتا رہتا ہے۔اس کا شر بجھ جاتا ہے۔

(سبل الہدی والرشاد:الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ص۳۲۸،۴۷ج ا،لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ : المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالی لہ علیہ الصلاۃ والسلام، ص۱۴۲،۴۵ج ا دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام صالحی اس بارے لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں جو بات جاحظ نے ذکر کی ہے وہ نفیس ہے۔اور (فقیر قادری) نے جو نسب پاک کے متعلق شروع میں بحث کی ہے وہ بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

اور آخر میں ایک ضروری بات کو ذکر کرنا چاہتا ہوں جس کی تفصیل کو فہر بن مالک کے بعد "قریش" کے ذکر میں بیان کیا جائے گا۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ نضر بن کنانہ کی اولاد کو قریش جاتا ہے اُس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ایک دن نضر بن کنانہ اپنی قوم کی نادی (مجلس) میں آئے ان کے پُر جلال چہرہ اور ان کی وجاہت کو دیکھ کر اہل مجلس ایک دوسرے سے کہنے لگے:

"اُنظروا الی نضر کانہ جمل قریش"

"نضر کی طرف دیکھو یوں معلوم ہوتا ہے گویا بڑا طاقتور سانڈ ہے۔"

مالک بن نضر

(بفتح کاف بکسر لام وبسکون کاف)

"مالک" مَلَکَ یَمْلِکُ سے اسم فاعل ہے اور ان کی کنیت ابوالحارث ہے اور امام زرقانی فرماتے: کہ آپ کا نام مالک اس لیے رکھا گیا کہ آپ عرب کے بادشاہ تھے۔ان کی والدہ کا نام عاتکہ اور اُن کا لقب عکرشہ بنت عدوان تھا اور اِن کی فہر کے علاوہ کوئی اولاد نہ تھی۔آپ کے بارے میں آتا ہے کہ بہت دانا تھے آپ کی حکمت بھری باتیں کتب سیر میں موجود ہیں جن میں سے کچھ کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

رب صورۃ تخالف المخبرۃ۔

بہت سی شکلیں (اپنے بارے) میں خبر کی مخالفت کرتی ہیں

قد غرت بجمالها

یقیناوہ اپنے جمال سے دھوکا دیتی ہیں۔

واختبر قبیح فعالها

اُن کے بُرے کاموں سے باخبر ہو جا

فاحذر الصور

شکل وصورتوں سے بچ

واطلب الخبر۔

اور خبر طلب کر

(سبل الہدی والرشاد:الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۲۸،۲۷ج ۱،لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

فہر بن مالک

(بکسر فاء وبسکون ہا)

امام سہیلی کہتے ہیں: ''فہر'' یہ فِہر سے بنا ہے جس کا معنی ہے طویل پتھر۔امام خشنی نے کہا یہ ایسے پتھر کو کہا جاتا ہے جو ہتھیلی کو بھر دے یہ مؤنث اور مذکر دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ان کی کنیت ابو غالب تھی۔ان کی والدہ کا نام جندلہ بنت عامر بن حارث بن مضاض الجرہمی تھا۔

امام قسطلانی اور امام زرقانی نے بیان کیا ہے

ان کا نام قریش ہے اور امام زہری فرماتے ہیں کہ ان کی ماں نے ان کا نام قریش رکھا اور باپ نے فہر۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ : المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالی لہ علیہ الصلاۃ والسلام،ص ۱۴۶،۴۵ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور بعض نے کہا کہ یہ قریش کے لقب سے مشہور تھے اپنے زمانہ میں وہ اہل مکہ اور اردگرد بسنے والے قبائل کے رئیس تھے۔

یمن کا حکمران حسان بن عبدل الکلال الحمیری نے قبیلہ حمیر اور دیگر بڑے یمنی

قبائل کے لشکر جرار کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کی تا کہ کعبہ شریف کے پتھروں کو اکھیڑ کر لے جائیں اوران پتھروں سے وہاں کعبہ تعمیر کریں اورلوگوں کوحکم دیں کہ وہ حج کرنے کے لیے بجائے مکہ آنے کے یمن آئیں ان کے بنائے ہوئے کعبہ کے اردگرد طواف کریں اور دیگر مناسک حج بجالائیں جب قریش اور کنانہ ،خزیمہ ،اسد، جزام قبیلوں نے یہ دیکھا تو اس کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے قریش اوراہل عرب کے لشکر کے سپہ سالار فہر تھے ان کی قیادت میں گھمسان کی جنگ لڑی گئی جس میں حمیر کوشکست ہوئی اورفہر کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی ان کے قائد لشکر حسن بن عبد کلال کو جنگی قیدی بنالیا گیا فہر کے بیٹے حارث نے اُسے قید کیا تھا عربوں کا بھی کافی نقصان ہوا تھا فہر کے پوتے غالب بن فہر کے بیٹے قیس اس جنگ میں مارے گئے حسان تین سال تک مکہ میں جنگی قیدی کی حیثیت سے رہا۔آخر کار اس نے فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کی جب اپنے وطن واپس جارہا تھا راستہ ہی مرگیا۔

(الکامل ابن الاثیر:نسب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وذکر بعض اخبارآباءہ ...ص ۵۶۱ج ۱دارالکتب العلمیہ بیروت)("تاریخ الرسل والملوک (لطبری)": ذکر نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وبعض اخبارہ ج ۲، ص ۲۶۳ دارالمعارف مصر)

نوٹ: تاریخ قریش:

قریش کا جد اعلیٰ کون تھا؟ سب سے پہلے قریش کا لقب کیسے ملا؟ اورقریش کی تاریخ کا آغاز کہاں سے ہوا۔اس میں جوسوال واختلافات ہیں اُن کے بارے میں جو تمام اقوال ہیں ان ہم نقل کریں گے۔ہم حضور کے نسب اطہر میں نضر بن کنانہ کا نام پاتے ہیں ۔جس کے دو بیٹے مالک اور یخامد تھے مالک کے گھر ان کی بیوی جندلہ بنت حرث بن مضاض الجرہمی سے فہر پیدا ہوئے ،محققین کے نزدیک قریش کا لقب سب پہلے فہر بن مالک یانضر بن کنانہ کوملا ہے۔

زبیر بن بکار اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ قریش کا لقب سب سے پہلے فہر بن مالک کوملا تھا اس لیے فہر اوراُس کی اولاد ہی قریش ہیں اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قریش ان کا نام تھا اورفہر لقب۔

("الروض الانف" مع سیرت ابن ہشام: ج ۱، ص ۲۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہشام بن محمد بن سائب نے ابوالحسن سے روایت کیا ہے کہ نضر بن کنانہ کو سب سے پہلے قریش کا لقب ملا تھا۔ وہ اس لیے کہ وہ لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرتا تھا۔ اس کے بیٹے بھی لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرتے تھے وہ انہیں عطیات دیتے تھے۔ اسی وجہ سے انہیں قریش کہا جاتا تھا۔

اس کی تائید حضور کے ارشادات سے بھی ہوتی ہے اور بعض دوسری روایات سے بھی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ بنایا پھر اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو چن لیا پھر بنو کنانہ میں سے قریش کو بزرگی عطا فرمائی پھر قریش میں بنو ہاشم کو فضیلت عطا کی اور بنو ہاشم میں سے مجھے ممتاز کیا۔"

("صحیح مسلم": کتاب الفضائل باب فضائل نسب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ج ۲، ص ۲۴۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

"واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے کنانہ کو اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں چن لیا اور قریش کو بنو کنانہ میں سے پسند فرما لیا اور ہاشم کو قریش میں سے فضیلت دی اور مجھے بنو ہاشم سے منتخب فرمایا۔"

("جامع ترمذی کتاب المناقب" ج ۲، ص ۲۰۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اھل سیر و تاریخ کی ایک جماعت کہتی ہے کہ قریش فہر کا لقب ہے اور قریش کی نسبت اسی کی جانب کرتے ہیں چنانچہ جو فہر کی اولاد میں سے ہوا سے قرشی نہیں کنانی کہتے تھے۔"

("مدارج النبوت": ج ۲ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

لیکن محققین کے نزدیک زیادہ ثقہ اور مستند بات یہ ہے کہ لقب قریش فہر کے دادا

نضر بن کنانہ کو دیا گیا تھا بعض روایات اس کی تائید کرتی ہیں۔

ہشام کلبی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔

"کان سکان مکة یزعمون ابهم قریش دون سائر بنی لنضر حتی رحلو الی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم فسالو ه عن قریش ؛قال من ولد النضر بن کنانة۔"

"اہل مکہ گمان کرتے تھے کہ وہی قریشی ہیں نہ کہ سارے بنو نضر یہاں تک وہ سفر کر کے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آئے اور پوچھا قریش کون ہیں؟ فرمایا نضر بن کنانہ کی اولاد۔"

لقب قریش کی وجہ تسمیہ:

اس کے بارے میں کئی اقوال ہیں جو ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱) امام بیہقی نے اپنی دلائل میں بیان کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ قریش کو قریش کیوں کہا جاتا ہے آپ نے فرمایا:

لدابة تکون فی البحر تکون اعظم دوابه یقال لها قرش لا تمر بشی من غث ولا سمین الا ا کلته۔"

یہ اس لیے ایک بحری جانور کا نام ہے جو بڑے جانوروں میں سے ایک ہے (اُس کو قرش کہتے ہیں) کسی بھی چھوٹی اور موٹی مچھلی کو نہیں چھوڑتا بلکہ اُس کو کھا جاتا ہے۔

اور انہوں نے شاعر جمحی کے ان اشعار سے استدلال کیا:

وقریش هی التی تسکن البحر
بها سمیت قریش قریشا
سلطت بالعلو فی لجة البحر
علی ساکنی البحور جیوشا

تاکل الغث والسمین ولاتترک

یوما لذی الجناحین ریشا

ھکذافی العباد حی قریش

یاکلون البلاد اکلاکشیشا

ولھم فی آخرالزمان نبی

یکثر القتل فیھم والخموشا

تملأ الارض خیلہ ورجال

یحشرون المطی حشرا کمیشا

قریش وہ جانور ہوتا ہے جو سمندر میں رہتا ہے۔اسی وجہ سے قریش کو قریش کہا جاتا ہے۔وہ سمندر کی گہرائی میں بسنے والے سارے جانوروں پر غالب آجاتا ہے۔وہ ہر کمزور اور موٹی چیز کو کھا جاتا ہے۔وہ دو پروں والے جانوروں کا ایک پَر پرزہ بھی نہیں چھوڑتا۔لوگوں میں قریش کی بھی یہی حالت ہے۔وہ تمام شہروں کو اچھی طرح کھا جائیں گے۔یہ آخری زمانہ میں ان میں سے ایک نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا ظہور ہوگا۔جو اِن کے بہت سوں کو زخمی اور قتل کرے گا۔وہ اپنے گھڑسواروں اور پیادہ (غلاموں) سے بھر دیگا اور اپنی سواریوں کو تیزی کے ساتھ جمع کریگا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی باب ذکر شرف اصل رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ص ۱۸۱ ج ۱ ،دار الکتب العلمیہ بیروت)(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباءہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: ص ۳۳۲ ج ۱ ،لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)(شرح الزرقانی علی المواہب: المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۴۲ ،ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن ابی شیبہ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ:

سألہ عمرو بن العاص لم سمیت قریش قریشا؟ قال بالقرش دابۃ تاکل الدواب لشدتھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس نے حضرت عمرو بن عاص سے پوچھا قریش کو قریش کیوں کہا جاتا ہے؟ انہوں نے کہا قریش سے مراد وہ جانور ہے جو اپنی قوت سے سارے جانوروں کو کھا جاتا ہے۔

(سبل الہدی والرشاد:الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۳۳ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

ایک وجہ یہ ہے اور یہی اقرب الصواب ہے کہ نضر لوگوں کی ضروریات کے بارے میں ان سے دریافت کیا کرتے اور ان کو پورا بھی کیا کرتے۔ اس لیے ان کو قریش کہا گیا ہے جو قرش سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی تفتیش کرنا ہے۔ اپنے نامدار والد کی طرح نضر کی اولاد بھی موسم حج میں حجاج کے پاس جاتی۔ یہ لوگ ان کی خیریت دریافت کرتے اور انہیں اگر کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو انہیں مہیا کرتے اس لیے انہیں اس لقب سے نوازا گیا تو تقرش بمعنی تفتیش کلام عرب میں مستعمل ہوتا رہتا ہے جیسے کسی شاعر کا شعر ہے:

ایھا الناطق المقرش عنا
عند عمرو فھل لھن انتھا

”یہاں مقرش مفتش کے معنی میں استعمال ہوا ہے

بعض کی رائے یہ ہے کہ نضر کا نام قریش تھا اس لیے ان کی اولاد قریش کہلائی۔ بعض مورخین کہتے ہیں بیشک نضر اور اس کی اولاد میں غریب پروری اور مسافر نوازی کی صفات تھیں۔

بایں ہمہ انہیں بنو نضر ہی کہا جاتا تھا۔ یہ قبیلہ قریش کے لقب سے اس وقت معروف ہوا جب قصی نے اطراف عرب میں سے اپنے قبیلہ کے بکھرے ہوئے افراد اور خاندان کو مکہ میں اکٹھا کیا اس وقت لوگوں نے کہا

”تقرش بنو نضر ای تجمعو۔“
”کہ نضر کی اولاد مجتمع ہوگئی ہے۔“

(سیرت ابن ہشام مع روض الانف ”قریش“ ”فصل“: صفحہ ۱۸۸، ۸۹ ج ۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)(سبل الہدی والرشاد:الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۳۳ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

حضرت عبدالرحمن بن عوف کے فرزند ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے:

"لما نزل قصی الحرم وغلب علیه فعل افعالا جمیلة وقیل له القرشی فهو اول من سمی به۔"

کہ جب قصی حرم اترا اور زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لی اور پسندیدہ کام کئے اس وقت قریش کہا گیا اور قصی پہلے وہ شخص ہیں جن کو قرشی کے نام سے منسوب کیا گیا۔"

("تاریخ الرسل والملوک" لطبری": ذکر نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبعض اخبارہ ج ۲ صفحہ ۲۶۵ دار المعارف مصر)

لیکن امام صالحی شامی النور کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ:

یہ قول باطل ہے۔ گویا کہ یہ رافضیوں کا قول ہے کہ کیونکہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قریش نہ ہوں۔ اگر وہ قریش سے نہ ہونگے تو اُن کی امامت باطل ہوگی۔ لہذا یہ مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے۔

(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: ص ۳۲۳ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

"انما سمیت قریش قریشا من التقرش والتقرش التجارة والاکتساب۔"

قریش تقرش سے جس کے معنی کسب کرنے اور کمانے کے ہیں۔ یہ لوگ تجارت میں بہت مہارت ودسترس رکھتے تھے اور اس میں ان کو عالمی شہرت حاصل تھی اس بنا پر یہ خاندان اس لقب سے معروف ہوا۔

(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: ص ۳۲۳ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر) (سیرت ابن ہشام مع روض الانف "قریش" فصل": صفحہ ۱۸۸، ۸۹ ج ۱، دار لکتب العلمیہ بیروت) ("تاریخ الرسل والملوک" لطبری": ذکر نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبعض اخبارہ ج ۲ صفحہ ۲۶۴ دار المعارف مصر)

غالب بن فہر

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ان کی کنیت ابو تیم تھی ان کے دو بیٹے تھے ایک کا نام لوی اور دوسرے کا نام تیم ان کی ماں کا نام سلمیٰ بنت عمر الخزاعی تھا۔ تیم بن غالب کو بنوادرم کہا جاتا ہے۔ اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ غالب کے تیسرے بیٹے کا نام قیس بن غالب تھا۔ اسکی والدہ کا نام سلمیٰ بنت کعب بن عمرو تھا لوی اور تیم کی ماں بھی یہی تھی۔

(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۳۱ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

لوی بن غالب

(بضم لام وفتح ہمزہ وتشدید یاء)

ابن الانباری کہتے ہیں کہ لوی ''اللائی'' کی تصغیر ہے جس کے معنی ہیں جنگلی بیل۔ انہوں نے اس شعر کو دلیل بنایا ہے:

یعتاد ادحیۃ بقین بقفرۃ
میثاء یسکنھا اللائی والفرقد

نرم میدان میں مادہ شتر مرغ کے انڈے دینے کی بہت سی جگہیں ہیں وہ میدان جو جنگلی بیل اور نیل گائیوں کا مسکن ہے۔

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ لائی سے مراد گائیں ہیں۔ میں ایک اعرابی کو کہتے ہوئے سنا ہے وہ کہہ رہا تھا۔ بکم لائک ھذہ پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا۔ شاعر کی تلوار کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:

کظھر اللائی لوتبتغی ریۃ بھا
نھارا لاعیت فی بطون الشواجن

تلوار گائے کی پیٹھ کی طرح ہے اگر تو دن کے وقت اس سے چقماق کا کام لے تو وہ پہاڑوں کی طرح وادیوں کو عاجز کر دے گی۔

امام سہیلی فرماتے ہیں:

کہ میرے یہ لاٰ ی کی تصغیر ہے الاٰ ی، البطء ست روی کے معنی میں آتا ہے۔ اہل عرب یہ لفظ بول کر بیٹھ کر، کراہنے اور عجلت کو چھوڑ دینا مراد لیتے ہیں۔

(روض الانف مع سیرت ابن ہشام "قریش" فصل": صفحہ ۲۷ ج ا، دارلکتب العلمیہ بیروت)

ان کی کنیت ابوکعب تھی۔ ان کے سات بیٹے تھے۔ کعب، عامر (یہ سہیل بن عمرو کا قبیلہ ہے) سامہ (ان کی ماں ماویہ تھی) خزیمہ بن لوئی (عائذہ قریش کا قبیلہ تھا) سعد بن لوئی (یہ بنانہ کا قبیلہ تھا) حارث (یہ جشم کا قبیلہ تھا) جشم لوئی کا غلام تھا۔ انہوں نے اس کی پرورش کی۔ پھر ان پر یہ غالب آ گیا، غوف اس لیے غطفان ہیں۔ اسکی ماں عاتکہ بنت یخلد بن نضر بن کنانہ تھی۔

(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۲۱، ۲۲۰ ج ا، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

قریش میں عاتکہ نام کی خواتین جن کا ذکر نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف میں آتا ہے ان میں سے یہ پہلی عاتکہ ہیں لوی کے دو سگے بیٹے تھے ایک نام تیم تھا۔ جن کی ٹھوڑی میں نقص کی وجہ سے اُن کو تیم الارض کہا جاتا تھا دوسرے بھائی کا نام قیس تھا ان کی کوئی اولاد باقی نہیں۔ ان کے خاندان کے آخری فرد نے خالد بن عبداللہ القسری کے زمانہ میں وفات پائی ان کے گھرانے کا کوئی فرزند نہ تھا جو ان کی میراث کا مستحق قرار پاتا۔

("تاریخ الرسل والملوک" لطبری": ذکر نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبعض اخبارہ ج ۲ صفحہ ۲۲۲ دار المعارف مصر)

امام محمد بن یوسف فرماتے ہیں:

"وکان لؤی حلیما حکیما نطق بالحکمۃ صغیراً۔"

"لوی کو اللہ تعالیٰ نے حلم اور حکمت کی صفات سے نوازا تھا۔ بچپن میں ہی ایسے جملے آپ کی زبان سے نکلتے تھے جو ضرب المثل بن جایا کرتے تھے۔"

اور پھر امام بلاذری کا حوالے سے آپ کی چند حکمت بھرے کلمات نقل کیے۔

من رب معرفة لم يخلق ولم يخمل

کتنی نیکیاں بوسیدہ نہیں ہوتیں نہ گمنام ہوتی ہیں۔

فاذا خمل الشئی لم یذ کر

اور جب چیز گمنام ہوجاتی ہے تو اس کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔

وعلی من اولی معروفا نشرہ

جسے نیکی کا والی بنایا جاتا ہے۔اُس کی نیکی پھیل جاتی ہے۔

(سبل الہدی والرشاد:الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۳۱ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

کعب

(''بفتح کاف وعین'')

''کعب'' کا معنی کیا ہے اس میں اختلاف ہے۔امام سہیلی اور زجاجی کہتے ہیں کہ یہ مشکیزے میں جم جانے والے مکھن کے ٹکڑے کا نام ہے یا پھر ''کعب القدم'' یعنی پاؤں کا ٹخنہ قوم میں ان کے شرف مرتبے کی وجہ سے انہیں کعب کہا جاتا ہے

(روض الانف مع سیرت ابن ہشام ''کعب'' فصل'': صفحہ ۲۶ ج ۱، دار لکتب العلمیہ بیروت)

نوٹ: ''فقیر قادری کہتا ہے پہلے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ بنے گا نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اجداد میں اپنے فضل وکمال کے لحاظ سے بلند مرتبے پر فائز ہیں لیکن اِن کی شان ہی نرالی ہے جس طرح دودھ سے نکلنے والے مکھن کی قدر زیادہ ہوتی ہے اِسی طرح حضرت کعب کی تمام آباء میں قدر منزلت حاصل ہے گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء دودھ کی طرح ہر قسم کے عیب نقص کھوٹ سے پاک صاف وشفاف ہیں اور کعب اُن میں سے دودھ میں سے نکلنے والے مکھن کی طرح پاکیزہ اور اعلیٰ اور ارفع مرتبہ مقام والے۔''

'کعب'' بن لوئی یہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں سے انوکھی شان رکھتے ہیں اپنے زمانہ کے نہایت زیرک صاحب بصیرت اور خدائے بزرگ برتر کی

توحید یوم آخرت اور حساب جزا اور سب سے بڑھ کر نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور آپ کی نبوت کے ڈنکے بجایا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کی خوشخبری لوگوں کو سنایا کرتے اور آپ کے بارے میں بتایا کرتے اُن کی نصرت اور مدد میں کمربستہ رہنا اگر میں بھی اُس زمانہ میں ہوتا تو ضرور اُن کے ساتھ حق کو بلند کرنے اور باطل کو مٹانے کی کوشش کرتا اُس وقت جب اپنے ہی لوگ اُن کے خلاف باطل کو بلند کرنے کے لیے کھڑے ہوں گے۔آپ کے بارے اہل سیر نے ایک طویل خطبہ نقل کیا ہے جو آپ عروبہ (یعنی جمعہ) کے دن اپنے قبیلے کے تمام اشخاص کو دیا کرتے تھے اور اُن کو اخلاق اور اعمال صالحہ کی ترغیب دلایا کرتے تھے۔

امام سہلی فرماتے ہیں کہ کعب ہی نے یوم العروبہ کو لوگوں کو جمع کیا تھا ۔اسلام میں اسی دن کو جمعۃ المبارک کے نام سے یاد کیا گیا۔ایک قول کے مطابق سب سے پہلے انہوں نے ہی اس دن کو جمعہ کہا تھا محب بن ہاشم نے دوسرے قول کو درست قرار دیا ہے۔

(روض الانف مع سیرت ابن ہشام "قریش" "فصل": صفحہ ۲۶ ج ۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عبد بن حمید نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا جمعہ کے نزول سے قبل اہل مدینہ جمع ہوئے۔اس وقت ابھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف نہیں لائے تھے۔اس لیے اسے جمعہ کہتے ہیں۔

(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۲۹ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

البدایۃ والنھایۃ میں اس خطبہ کا متن نقل کیا گیا ہے یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کی شان اور اُن کے پختہ ایمان اور ہدایت یافتہ اور ہدایت دہندہ ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن خوف کے حوالہ سے حضرت کعب کا خطبہ ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

اما بعد

رَوَى أَبُو نُعَيْمٍ مِنْ طَرِيقِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ زَبَالَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ التَّيْمِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ. قَالَ كَانَ كَعْبُ بْنُ لُؤَيٍّ يَجْمَعُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وكانت قريش تسميه الْعَرُوبَةَ فَيَخْطُبُهُمْ فَيَقُولُ أَمَّا بَعْدُ فَاسْمَعُوا وَتَعَلَّمُوا، وَافْهَمُوا وَاعْلَمُوا، لَيْلٌ سَاجٍ، وَنَهَارٌ ضَاحٍ، وَالْأَرْضُ مِهَادٌ، وَالسَّمَاءُ بِنَاءٌ وَالْجِبَالُ أَوْتَادٌ وَالنُّجُومُ أَعْلَامٌ وَالْأَوَّلُونَ كَالْآخِرِينَ، وَالْأُنْثَى وَالذَّكَرُ وَالرُّوحُ وَمَا يَهِيجُ إِلَى بِلًى فَصِلُوا أَرْحَامَكُمْ، وَاحْفَظُوا أَصْهَارَكُمْ، وَثَمِّرُوا أَمْوَالَكُمْ. فَهَلْ رَأَيْتُمْ مِنْ هَالِكٍ رَجَعَ؟ أَوْ مَيِّتٍ نُشِرَ؟ الدَّارُ أَمَامَكُمْ، وَالظَّنُّ غَيْرُ مَا تَقُولُونَ، حَرَمُكُمْ زَيِّنُوهُ وَعَظِّمُوهُ، وَتَمَسَّكُوا بِهِ فَسَيَأْتِي لَهُ نَبَأٌ عَظِيمٌ، وَسَيَخْرُجُ مِنْهُ نَبِيٌّ كَرِيمٌ، ثُمَّ يَقُولُ

نَهَارٌ وَلَيْلٌ كُلَّ يَوْمٍ بِحَادِثٍ
سواء علينا ليلها ونهارها
يؤوبان بِالْأَحْدَاثِ حَتَّى تَأَوَّبَا
وَبِالنِّعَمِ الضَّافِي عَلَيْنَا سُتُورُهَا
عَلَى غَفْلَةٍ يَأْتِي النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ
فَيُخْبِرُ أَخْبَارًا صدوق خَبِيرُهَا

ثُمَّ يَقُولُ وَاللهِ لَوْ كُنْتُ فِيهَا ذَا سَمْعٍ وَبَصَرٍ وَيَدٍ وَرِجْلٍ، لَتَنَصَّبْتُ فِيهَا تَنَصُّبَ الْجَمَلِ، وَلَأَرْقَلْتُ بِهَا إِرْقَالَ الْعِجْلِ. ثُمَّ يقول:

یا لیتني شاهدا نَجوَاءَ دَعوَتِهِ
حِينَ العَشِيرةُ تَبغِي الحَقَّ خِذلَانَا

قَالَ وَكَانَ بَيْنَ مَوْتِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ وَمَبْعَثِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُمِائَةِ عَامٍ وَسِتُّونَ سَنَةً

غور سے سنو اور یاد رکھو۔ سمجھو اور سیکھو۔ رات کی تاریکی چھا جاتی ہے اور دن کی روشنی پھیل جاتی ہے۔ زمین پنگھوڑا ہے اور آسمان پختہ عمارت ہے۔ پہاڑ میخیں ہیں اور ستارے نشانات ہیں۔ یہ ساری چیزیں بے مقصد پیدا نہیں کی گئیں۔ تاکہ تم ان تکوینی آیات سے منہ پھیر لو۔ **بعد** میں آنے والوں کا حال بھی وہی ہوگا جو پہلوں کا ہوا۔ مرد بھی عورت کی طرح ہے۔ انسان جوڑا جوڑا اور تنہا فنا کیطرف بڑھ رہا ہے۔ پس صلہ رحمی کرو۔ اور اپنے وعدوں کو وفا کرو۔ اور سسرال کی حفاظت کرو۔ اور اپنے مالوں میں اضافہ کرتے رہو۔ کیونکہ ان اموال پر ہی تمہاری مروت و احسان کا دارومدار ہے۔ کیا کسی مردہ کو دیکھا ہے کہ وہ قبر سے اٹھ کھڑا ہو۔ آخرت کا گھر تمہارے سامنے ہے۔ اپنے حرم کو آراستہ کرو اور اس کی تعظیم بجالاؤ۔ اور اسی سے ایک نبی کریم ظاہر ہوں گے۔ یہی خوشخبری موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام نے اپنی امتوں کو دی۔ **پھر** یہ شعر پڑھتے

نهار وليل كل اوب بحادث
سواء علينا ليلها ونهارها

ہر دن میں اور رات میں واقعات رونما ہوتے ہیں۔ ہم پر ان کی رات اور ان کا دن یکساں ہیں۔ اور اچانک نبی کریم جن کا اسم گرامی محمد ہے تشریف لائیں گے۔ اور ہمیں ایسی خبروں سے آگاہ کریں گے جن کا خبر دینے والا سچا ہوگا۔

ثُمَّ یَقُوْلُ وَاللّٰہِ لَوْ کُنْتُ فِیْھَا ذَا سَمْعٍ وَبَصَرٍ وَیَدٍ وَرِجْلٍ، لَتَنَصَّبْتُ فِیْھَا تَنَصُّبَ الْجَمَلِ، وَلَاَرْقَلْتُ بِھَا اِرْقَالَ الْعِجْلِ

"بخدا کاش اس وقت میرے کان اور آنکھیں میرے پاؤں اور ہاتھ صحیح ہوں۔ تو میں اس دعوت کو پھیلانے کے لیے سر بلند کر کے کھڑا ہوتا جیسے اونٹ کھڑا ہوتا ہے اور اس طرح فخر و ناز سے چلتا جس طرح نر سانڈ چلا کرتا ہے۔"

ثم یقول

یلیتنی شاھد فحواء دعوته
حین العشیرة تبغی الحق خذلانا

اے کاش میں اُس وقت موجود ہوتا جب کہ قبیلہ حق اُن کو نامراد کرنے کے لیے مصروف عمل ہوگا۔

(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: ص، ۲۹،۳۳۰ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر) (البدایۃ والنہایۃ: اخبار العرب قبل الاسلام: کعب بن لوئی جلد ۲ صفحہ ۱۴۲ مکتبہ فاروقیہ پشاور) (شرح الزرقانی علی المواہب: المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۴۲، ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت) (روض الانف مع سیرت ابن ہشام "کعب" "فصل": صفحہ ۲۶ ج ۱، دار لکتب العلمیہ بیروت)

اور یہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے یوم عروبہ مقرر کیا۔ عروبہ بفتح عین، جمعہ کے دن کا نام ہے۔

"قَالَ وَکَانَ بَیْنَ مَوْتِ کَعْبِ بْنِ لُؤَیٍّ وَمَبْعَثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسُمِائَةِ عَامٍ وَسِتُّوْنَ سَنَةً۔"

(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: ص، ۲۹،۳۳۰ ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر) (البدایۃ والنہایۃ: اخبار العرب قبل الاسلام: کعب بن لوئی جلد ۲ صفحہ ۱۴۲ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

کعب کی موت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے درمیان

پانچ صد ساٹھ سال کا عرصہ ہے۔

ان باتوں کو دیکھتے ہوئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے پاس ان معلومات کا ذریعہ کیا تھا وہ کس بنیاد پر ایسی خبریں دیتے اور مستقبل کی باتیں بتایا کرتے تھے۔

اس سوال کا جواب شرح زرقانی میں اسطرح ہے کہ:

"وعلمه هو به من الوصية المستمرة من أدم عليه السلام ان من كان فيه ذالك النور لا يضعه الا فى المطهرات لان ختام لانبياء منه وقد علمه ظاهرا فيه قائما به من الكتب القديمة۔"

(شرح الزرقانی علی المواہب: المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ له علیه الصلاۃ والسلام ص ۱۴۲، ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

"اس علم کی بنیاد وہ وصیت تھی جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت ہی سے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی چلی آرہی تھی کہ جس ہستی میں یہ نور محمدی درخشاں ہوگا وہ اسے پاکیزہ پیکروں ہی کے سپرد کرے گا اور وہ نور والا خاتم الانبیاء ہوگا اور اُس بات کا علم ظاہرا دیا گیا ہوگا یا قدیم کتب میں ذکر کیا گیا ہوگا۔"

آپ دین ابراہیمی پر قائم دائم تھے یہ بات اِن تمام روایت سے واضح پر ثابت جو اوپر نقل کی گئی ہیں اور اسی طرح امام ابن اثیر بیان کرتے ہیں کہ:

"كان كعب عظيم القدر عند العرب لهذا ارخوا بموته الى عام الفيل ثم ارخو ابالفيل وكان يخطب الناس ايام الحج وخطبة مشهورة يخبر فيها بالنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔"

"کعب کی اہل عرب کے نزدیک بڑی قدر ومنزلت تھی اہل عرب نے اپنی تاریخ کا آغاز ان کے یوم وفات سے کیا عام فیل تک یہی سن تاریخ استعمال کرتے رہے۔ عام الفیل کے بعد اس واقعہ سے اہل

عرب نے تاریخ کا کام لینا شروع کیا۔ وہ حج کے ایام میں لوگوں نے کو خطبہ دیا کرتے تھے اور آپ کا خطبہ مشہور ہے اس خطبہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بارے میں بھی لوگوں کو آگاہ کرتے تھے۔

(الکامل ابن الاثیر: نسب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وذکر بعض اخبار آباء ہ ... ص ۵۲۰ ج ۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان کے تین بیٹے تھے۔ مرہ، ھصیص، عدی، آپ کی کنیت ھصیص پر تھی۔ ان میں حضرت عمر فاروق کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہے۔

مرہ بن کعب

(بضم میم وتشدید راء)

مُرّۃ کعب کے بیٹے تھے۔ امام سہیلی کہتے ہیں میرا گمان یہ ہے کہ مرہ کسی بوٹی کا نام ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ مرہ ایک سبزی ہے جس کو زمین سے اکھیڑا جاتا ہے اسے سرکے اور زیتون کے تیل کے ساتھ ملا کر کھایا جاتا ہے۔ اس کے پتے کاسنی کے پتوں کی مانند ہوتے ہیں۔

(روض الانف مع سیرت ابن ہشام "مرہ" فصل": صفحہ ۲۶ ج ۱، دار لکتب العلمیہ بیروت)

انہیں یہ نام دشمن پر ہیبت ودہشت طاری کرنے کے لیے دیا گیا تھا۔ مرہ تلخ اور نہائی کڑوی چیز کو کہتے ہیں، یہ سفاک دشمنوں کے حق میں واقعی کڑوے اور بہت تلخ تھے۔ مزاج میں تلخی کے باعث دشمن ان سے خم کھاتے اور سامنے آتے ہوئے دہلتے تھے:

"وھو الجد السادس لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والجد السادس ایضا لابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ وفی مُرّۃ یجتمع نسب الامام مالك بنسب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔"

(محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، از محمد رضا: ۱۵)

"اور یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چھٹے دادا تھے اور یہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بھی چھٹے دادا تھے اور مرہ میں امام مالک کا نسب حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک نسب کے ساتھ مل جاتا ہے۔"

اور امام محمد بن یوسف صالحی فرماتے ہیں: مرہ کی کنیت ابو یقظہ تھی۔ ان کے تین بیٹے تھے کلاب، تمیم، یقظہ، کہ تمیم حضرت ابوبکر صدیق اور طلحہ بن عبیداللہ کا قبیلہ ہے۔ یقظہ بنومخزوم سے تھے ان کی ماں بارقیہ تھی۔

(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ص ۳۲۶، ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

کلاب بن مرہ

امام زرقانی فرماتے ہیں کہ ابن سعد نے کہا اُس کا نام "مہذب" اور ابن اسعد نے گمان کیا کہ اِن کا نام حکیم ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام عروہ ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب: المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالی لہ علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۴۱، ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن یوسف صالحی فرماتے ہیں کہ آپ کا نام حکیم اور یہ مھذب اور عروہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ امام محب بن شہاب بن ھائم نے کہا کہ پہلا نام (حکیم) صحیح ہے۔

(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ص ۳۲۶، ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

امام سہیلی کہتے ہیں کہ "کلاب" یا تو اس مصدر سے منقول ہے جو مطالبہ کے معنی میں ہے مثلاً کہا جاتا ہے: "کالبت العدو مکالبۃ و کلابا"۔ یا پھر یہ کلب کی جمع ہے اہل عرب ایسے ناموں سے کثرت مراد لیتے ہیں۔ اسی لیے اپنے بچوں کے نام (انمار، اسباع) درندوں کے ناموں پر رکھتے تھے۔

ابی رقیش سے پوچھا گیا تم اپنے بچوں کے برے نام مثلاً کلب اور ذئب وغیرہ اور اپنے غلاموں کے عمدہ نام کیوں رکھتے ہو مثلاً مرزوق اور رباح۔ انہوں نے کہا: ہم اپنے بچوں کے نام اپنے دشمنوں کے لیے اور اپنے غلاموں کے نام اپنے لیے رکھتے ہیں۔ یعنی ان کے بیٹے دشمن سے لڑنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ ان کے گلوں پر تیر مارتے تھے اس لیے وہ اُن کے لیے ایسے نام پسند کرتے تھے۔

(روض الانف مع سیرت ابن ہشام "کلاب "فصل": صفحہ ۲۶،۲۵ ج ۱، دارلکتب العلمیہ بیروت)

امام زرقانی رقمطراز ہیں کہ:

"قال الحافظ: لقب بكلاب لمحبة كلاب الصيد، وكان يجمعها فمن مرت به فسأل عنها. قيل هذه كلاب بن مرة"

حافظ کہتے ہیں آپ کا لقب کلاب شکاری کتوں سے محبت کی وجہ سے رکھا گیا۔ آپ اُن کو جمع کر کے کہیں سے گزرتے تو آپ کے بارے میں پوچھا جاتا تو کہا جاتا کہ یہ کلاب بن مرہ ہیں۔

اس کے بعد اپنا نظریہ بیان کرتے ہیں:

"لمحبة الصيد وكان اكثر صيده بالكلاب۔"

یہ لقب (شکاری کتوں کی محبت نہیں بلکہ) شکار کے ساتھ محبت کی وجہ سے رکھا گیا کیونکہ آپ اکثر طور پر کتوں سے شکار کرتے تھے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب: المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۴۱، ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت) (سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء اباءہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ص ۲۲۶، ج ۱، لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

ابن دحیہ نے لکھا ہے: جب کسی شخص کا اپنے ہم پلہ شخص کے ساتھ جھگڑا ہو جاتا تو وہ کہتا اے کتے اے درندے اے چیتے اے عقلمہ باہر نکل۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اپنے بیٹوں سے برائی کو دور کرنے کے لیے ایسے نام رکھتے۔

ان کی کنیت ابو زہرہ تھی انہوں نے سب سے پہلے آراستہ تلواریں بیت اللہ

شریف کے لیے وقف کیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ قصی کے نانا سعد بن سیل نے سب سے پہلے تلواروں پر سونا اور چاندی چڑھایا۔اس نے کلاب بن مرہ کے ہاں دو آراستہ تلواریں بھیجیں۔انہوں نے انہیں خانہ کعبہ کے خزانہ میں رکھ دیا۔ان کی والدہ کا نام ہند یا نعم بنت سریر تھا۔امام بلاذری نے پہلی عورت کو ان کی والدہ قرار دیا ہے۔ان کے دو بیٹے تھے۔ قصی،زھرۃ یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے اجداد میں شامل ہیں۔

(سبل الہدی والرشاد:الباب الرابع فی شرح اسماء اباء ہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ص،۲۲۶ج ا،لجنۃ الاحیاء التراث الاسلامی مصر)

نوٹ: قصی بن کلاب کے ذکر خیر سے پہلے مکہ شریف کے کچھ حالات بیان کرنا ضروری ہیں جن کا تعلق اِن سے ہے لہذا اُن کے ذکر سے قبل اس کا تذکرہ کر دیا جائے۔

تولیت مکہ:

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابراہیم علیھم السلام کا مکہ معظمہ جانے کا سبب حضرت ہاجرہ اوران کے سعادت مند لخت جگر حضرت اسماعیل علیھم السلام کا شام سے مکہ جانے کا سبب یہ تھا کہ حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے مابین جھگڑا ہو گیا ۔ان کے تعلقات خوشگوار نہ رہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مکہ معظمہ چھوڑ آئیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں براق پر سوار کیا،پانی کا مشکیزہ اور کھجوروں سے لبریز توشہ دان ساتھ لے لیا اور انہیں لے کر عازم سفر ہوئے۔بالآخر انہیں مکہ معظمہ میں اس جگہ اتار دیا جہاں آج کل بیت اللہ نگاہوں کو سرور بخشتا ہے۔انہیں وہیں چھوڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس ہونے لگے تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ان کے پیچھے آئیں اور کہنے لگیں اے ابراہیم کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ مجھے اور اس معصوم بچے کو بے آب گیاہ وادی میں چھوڑ کر جائیں جہاں ہمارا کوئی غمخوار نہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں ۔حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"اِذًا لَّنْ یُضِیْعَنَا"۔

تب وہ ہمیں ضائع نہیں ہونے دے گا۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کھجوروں کو کھا لیتیں اور مشکیزے سے پانی پی لیتیں۔ آخر کار ایک دن پانی ختم ہو گیا۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو شدید پیاس لگی وہ پیاس کی شدت سے سسکیاں لینے لگے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا کی جانب سعی کرنے لگی۔ تاکہ وہ کسی شخص کو دیکھ سکیں۔ اچانک انہوں نے اپنے نور نظر کے قریب سے ایک آواز سنی ان کو فرمانے لگیں (اے میرے نورِ نظر) میں ایسی ایک آواز سنی ہے کہ گویا تیرے پاس کوئی مددگار پہنچ چکا ہے۔" جب آپ اپنے صاحبزادے کے پاس پہنچی تو آپ نے دیکھا کہ اس کی ایڑیوں کے نیچے سے پانی کا ایک چشمہ ابل رہا تھا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اپنا مشکیزہ بھر لیا اور اس چشمہ کے اردگرد، دیوار چن دی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "لَوْ تَرَكَتْ لَكَانَتْ عَيْناً اَوْ نَهْراً مَعِيْناً" اگر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اس پانی کو یونہی چھوڑ دیتیں تو یہ ایک رواں چشمہ ہوتا۔ یا جاری نہر ہوتی۔ ایک فرشتے نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو اس نے بتایا کہ یہ مقام ان کا اور اُن کے صاحبزادے کا ابد تک ٹھکانہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ گھر کی جگہ ہے۔

(الروض الانف مع سیرت ابن ہشام "سبب نزول اسماعیل وہاجرہ بمکۃ" جلد ۱ صفحہ ۲۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو آپ کے صاحبزادے نابت بن اسماعیل بیت اللہ کے متولی بنے۔ ان کے بعد مضاض بن عمرو جرہمی نے کعبہ کی تولیت سنبھال لی۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ بنو اسماعیل اور بنو نابت اپنے نانا مضاض بن عمرو اور اپنے ماموں قبیلہ جرہم اور قطورا کے ساتھ مکہ مکرمہ میں مقیم رہے جرہم اور قطورا دونوں چچا زاد بھائی تھے یہ یمن کے رہنے والے تھے اور ایک قافلہ کے ہمراہ وہاں سے منتقل ہو کر یہاں آباد ہو گئے۔ جرہم کا سردار مضاض بن عمرو تھا اور قطورا کا سردار سمیدع تھا یمن میں اُن کا ایک بادشاہ تھا جو اُن کے تمام معاملات کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ جب یہ قافلہ مکہ میں خیمہ زن ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ یہ شہر سرسبز وشاداب تھا، وہاں پانی کی بھی کمی نہ تھی انہیں

یہ جگہ بہت پسند آئی انہوں نے اس کو مستقل مسکن بنا لیا۔ مضاض بن عمرو اور اس کے ساتھ آنے والوں نے مکہ مکرمہ کی بلند جگہ ''قعیقعان'' پر پڑاؤ ڈالا جبکہ سمیدع قطورا کے ساتھ اسفلِ مکہ مقام اجیاد میں فروکش ہوا۔ لہذا جو بھی شخص مکہ مکرمہ میں بلندی کی جانب سے جاتا تو مضاض اس سے عشر لیتا اور جو نشیبی علاقے سے مکہ میں داخل ہوتا تو سمیدع اس سے عشر وصول کرتا ان میں سے ہر ایک اپنی قوم میں موجود رہتا تھا۔ یہ ایک دوسرے سے ملاقات تک بھی نہ کرتے تھے پھر جرہم اور قطورا کے درمیان اختلاف پڑا اور جنگ چھڑ گئی۔ بنو اسماعیل اور بنو نابت نے مضاض کا ساتھ دیا۔ خانہ کعبہ کے متولی بھی یہی تھے مضاض بن عمرو بن قعیقعان سے اپنے لشکر کو لے سمیدع کی جانب نکلا۔ ان کے پاس نیزے، تلواریں ، ڈھالیں اور ترکش تھے انکی جھنکار دور دور تک سنائی دیتی تھی اسی وجہ سے اس جگہ کا نام قعیقعان پڑ گیا۔ سمیدع اپنے آدمیوں اور گھوڑوں سمیت آ گیا کیونکہ ان کے پاس (اجیاد) یہی عمدہ گھوڑے تھے اس لیے وہ ''اجیاد'' کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ''فاضح'' کے مقام پر دونوں لشکروں کے درمیان سخت جنگ ہوئی جس میں سمیدع مارا گیا۔ قطورا کو ہزیمت اٹھانا پڑی اس لئے اس جگہ کا نام فاضح پڑ گیا۔

پھر مضاض نے باقی قوم کو صلح کی دعوت دی۔ قطورا ''مطابخ'' میں خیمہ زن ہوئے اور مضاض کے ساتھ صلح کر لی اور اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ جب مضاض بلا شرکت غیر مکہ مکرمہ کا بادشاہ بنا تو اُس نے لوگوں کے لیے اونٹ ذبح کروائے اور انہیں خوب کھانا کھلایا اسی وجہ سے اس جگہ کو مطابخ کہا جانے لگا۔ مکہ معظمہ میں یہ پہلی جنگ تھی جو مضاض اور سمیدع کے دور میں ہوئی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل کو مکہ مکرمہ میں پھیلا دیا ان کے ماموں خانہ کعبہ کے متولی اور مکہ کے حاکم بنے۔ بنو اسماعیل اُن سے قرابت اور رشتہ داری، حرم پاک کی وجہ سے لڑائی اور جنگ نہیں کرتے تھے جس کی وجہ سے بنو جرہم بھی اُن سے کوئی تعرض نہ کرتے تھے۔ جب مکہ مکرمہ میں بھی اولاد اسماعیل نہ سما سکی تو وہ مختلف شہروں میں کوچ کر گئی۔ وہ جس قوم سے بھی نبرد آزما ہوتے اللہ تعالیٰ انہیں ان کے دین کی وجہ سے فتح

یاب فرماتا۔

(سیرت ابن ہشام مع روض الانف : امر جرہم ودفن زمزم ص۲۱۵،۲۱۶ جلد ۱ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن خلدون نے اِس کو اس طرح بیان کیا ہے:

جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ حجاز (موجودہ سعودی عرب) اور تمام ممالک عرب میں عمالقہ (اولادِ عملیق بن لاوذ) پھیلے ہوئے تھے اور وہی اس سرزمین کے مالک تھے جرہم بھی اسی طبقہ میں یقطن بن شالخ بن ارفشخد، کی اولاد میں سے تھے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ حضرموت یمن میں رہتے تھے۔اسی دوران اتفاق سے یمن میں قحط پڑا اور اس کے سبب بنو جرہم تہامہ کی طرف کھانے پینے کی تلاش میں نکلے اسی اثناء میں راستے میں اُن کی ملاقات حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اُن کی ماں حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زمزم کے قریب ہوئی۔ جرہم اسفل مکہ میں قطورا یعنی (بقیہ عمالقہ) کے پاس اترے۔

بنو قطورا پر اُن دنوں سے سمیدع بن ہوثر بن لاوی بن قطورا بن کر بن عملاق یا عملیق حکمران تھا۔ (جب) جرہم کی یہ خبر بقیہ قوم کو یمن پہنچی جو اُس وقت مصیبت کا شکار تھی۔تو وہ بھی اِن سے آملے۔اِن (بقیہ لوگوں) پر اُس وقت مضاض بن عمرہ بن سعید بن الرقیب بن ھن بن نبت بن جرہم، حکومت کررہا تھا۔ جب بقیہ جرہم مکہ میں وارد ہوئے توانہوں نے ''قعیقعان'' میں پڑاؤ ڈالا۔جبکہ قطورا اسفل مکہ میں رہتے تھے اور مضاض نے آکر مکہ شریف میں بلند جگہ قیام کیا۔اس وجہ سے جو شخص اسفل مکہ کی جانب سے مکہ میں داخل ہوتا اس سے سمیدع بن ہوثر عشر لیتا اور جو بلائے مکہ سے مکہ میں آتا اس سے مضاض عشر وصول کرتا۔

ابن اسحاق اور مسعودی کے نزدیک قطورا عمالقہ میں ہے اور دیگر کا قول یہ کہ قطورا جُرہم سے ہیں عمالقہ سے اِن کا کوئی تعلق نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

(کچھ ہی عرصہ کے بعد) قطورا اور جرہم کے درمیان حاکمیت کے لیے جھگڑا پیدا ہوگیا دونوں کے درمیان سخت جنگ ہوئی۔ دوران لڑائی سمیدع مارا گیا۔سمیدع کے مارے جانے سے عرب العاربہ کا زمانہ ختم ہوگیا۔حضرت اسماعیل علیہ السلام نے انہی بنو جرہم میں

پرورش پائی اور اُن کی زبان سیکھی اور ان ہی میں سے پہلے حرا بنت سعد بن عوف بن ہن بن نبت بن جرہم سے نکاح کیا۔ یہ وہی عورت ہے جس کے بارے میں آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طلاق کا حکم فرمایا تھا جبکہ آپ حضرت اسماعیل کی غیر موجودگی میں مکہ آئے۔ اور فرمایا تھا اپنے خاوند کو کہنا کہ اپنی چوکھٹ کو بدل لے۔ تو آپ اُس کو طلاق دے دی اور پھر اُس کے بھائی بیٹی مامہ بنت مھلھل بن سعد بن عوف سے نکاح کیا (امام واقدی نے اپنی کتاب ''انتقال النور'' میں انہیں کا ذکر کیا ہے)۔ پھر ان دونوں کے بعد سیدہ بنت حرث بن مضاض بن عمر بن جرہم سے نکاح کیا۔

جب آپ تیس برس کے ہوئے تو ابراہیم علیہ السلام حجاز تشریف لائے اور کعبہ شریف کی تعمیر کا حکم فرمایا۔ باپ بیٹا دونوں نے مل کر اس کی دیواروں کو بلند کیا۔ اور بیت اللہ کو اسماعیل علیہ السلام کی عبادت گاہ مقرر کیا اور لوگوں کے لیے اس گھر کا حج کرنا مقرر کیا۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ارشاد فرمایا تھا۔

نوٹ: تعمیر کعبہ کا پوری تفصیلا بیان اوپر بیان ہو چکی ہے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس شام تشریف لے گئے اور شام ہی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہو گیا۔ حضرت اسماعیل عمالقہ اور جرہم کی جانب مبعوث ہوئے تو ان میں سے کچھ ایمان لے آئے اور کچھ کفر پر اڑے رہے یہاں تک ایک سو تیس سال کی عمر میں آپ کا وصال ہو گیا اور مقام حجر میں اپنی والدہ کے ساتھ دفن ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق ''قیذار بن سعد بن رقیب بن ہن جرہم نے بیت اللہ کی تولیت اپنے قبضہ میں لے لی۔

نوٹ: قیذار کا معنی: قیذار کا معنی ہے اونٹ کا مالک اور قیذار کو قیذار اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپ اپنے والد کے اونٹوں کے مالک تھے۔ اور امام سہیلی فرماتے ہیں کہ قیذار کا معنی بادشاہ ہے۔ اور امام سہیلی بیان کرتے ہیں حضرت اسماعیل کے بعد آپ نے نابت کے لیے بیت الحرام کی وصیت فرمائی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

(تاریخ ابن خلدون: الخبر عن قریش من هذا الطبقة وملکهم بمكة...... ۲۹۵ جلد ۲ دار الفکر بیروت)

جرہم کی مکہ مکرمہ سے جلاوطنی:

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت اسماعیل کی وفات کے بعد بنو جرہم بیت اللہ کے متولی بن گئے۔ لیکن یہ کچھ سال تک تو درست طریقے سے معاملات چلاتے رہے پھر وقت گزرنے کے ساتھ یہ مکہ مکرمہ میں سرکشی کرنے لگے۔ بیت اللہ میں بہت سے حرام امور کو حلال سمجھنے لگے۔ جو پردیسی اس میں داخل ہوتا وہ اس پر ظلم کرتے۔ وہ مال جو مکہ مکرمہ میں نذرانہ دیا جاتا تھا یہ اُسے ہڑپ کرنے لگے۔

(سیرت ابن ہشام مع الروض الانف: ص ۲۱۶ جلد ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام سہیلی بیان کرتے ہیں جو کام سب سے پہلے انہوں نے کیا وہ یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف کے پاس ایک کنواں کھودا تھا جس میں کعبہ کے تمام عطیات اور نذرانے پھینکے جاتے تھے۔ جب بنو جرہم نے خانہ کعبہ کی بے حرمتی کا آغاز کیا تو یکے بعد دیگرے وہاں سے مال چوری ہونے لگا۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص کعبہ شریف کا مال چرانے کے لیے کنویں میں داخل ہوا تو کنویں کے کنارے پر سے ایک پتھر اُس پر گرا اور وہ وہی مر گیا۔ اس کے بعد کنویں میں ایک سانپ رہنے لگا تھا جس کا سر بکری کے بچے کے سر جتنا تھا اس کا اوپر والا حصہ سیاہ اور نیچے والا سفید تھا۔ اب جو کوئی شخص اس کنویں کے قریب جاتا وہ اُس کو خوفزدہ کر دیتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ سانپ پانچ سو سال تک وہیں رہا۔

(الروض الانف مع سیرت ابن ہشام :جرہم تسرق مال الکعبة صفحہ۲۱۷، ۲۱۶ جلد ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بنو خزاعہ اور بنو جرہم کے درمیان جنگ:

جب سیل عرم کی وجہ سے قوم سباء انتشار کا شکار ہوئی بنو جرہم نے انہی ایام میں سر کشی کی تھی۔ حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر مکہ شریف میں آیا اُس نے بنو جرہم کو چند دن مکہ میں رہنے کی درخواست کی۔ حارثہ بن ثعلبہ مشہور کاہنہ جو عمرو بن مزیقیا کی بیوی تھی اور اُس کا تعلق حمیر قبیلے سے تعلق تھا اُس کے اور اپنے بھائی عمران بن عامر کاہن کے حکم سے مکہ

شریف کی جانب آیا تھا۔ اب جبکہ حارثہ بن ثعلبہ نے جرہم سے مکہ میں کچھ رہنے کی اجازت دیں یہاں تک اُس کے جاسوس اس کو اس سے بہتر جگہ کی طرف متعلق بتادیں۔ پھر اُس علاقہ کی طرف چلا جائے گا لیکن جرہم نے انہیں وہاں ٹھہرنے کی اجازت نہ دی۔ اس واقعہ سے اُس کو بہت غصہ آیا۔ حارثہ نے قسم کھائی کہ وہ مکہ اس وقت تک نہ چھوڑے گا جب تک کہ وہ اُسے فتح نہ کرلے اور وہ اس میں خوب خونریزی نہ کرلے گا۔ بنو جرہم نے اس کے ساتھ جنگ کی، بنو اسماعیل نے جرہم کا ساتھ نہ دیا۔ انہیں اس جنگ میں سخت جانی اور مالی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ بنو حارثہ نے مکہ پر قبضہ کرلیا وہی کعبہ کے متولی بھی بن گئے۔

عمر بن لحی ان کا بادشاہ بن گیا۔ بنو جرہم انتشار کا شکار ہوگئے ان کے قبیلہ مختلف شہروں میں بکھر گیا۔ (بیت الحرام کی توہین کی وجہ سے اُن پر عذاب آیا) بعض کو نکسیر ہوگئی اور بعض پر چیونٹیاں مسلط کردی گئیں۔ اور جو بچ گئے اضم کے سیلاب کی نظر ہوگئے۔ سب سے آخر میں مرنے والی ایک عورت تھی جو ایک دن خانہ کعبہ کا طواف کررہی تھی لوگ اس کے طویل قد اور عظیم جسامت کو دیکھ کر متعجب ہوئے۔ انہوں نے اس سے پوچھا تو جن ہے یا انسان اس نے جواب دیا میں انسان ہوں اور میرا تعلق بنو جرہم سے ہے۔ اس نے وہاں وہ شعر بھی پڑھے جن سے اُن کے شاندار ماضی کی عکاسی ہوتی تھی۔ اس نے ''جُھَینہ'' کے دو آدمیوں سے ایک اونٹ مانگا ان دونوں نے اسے اپنے اونٹ پر سوار کیا اور اسے خیبر کی طرف لے گئے۔ جب وہ اس کی بتائی ہوئی منزل پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ اسے بھی ایک چیونٹی کاٹ رہی تھی حتی کہ وہ اس کی ناک کی رگوں اور اس کی آنکھوں تک پہنچ گئی۔ وہ ہائے ہلاکت ہائے ہلاکت! پکار رہی تھی۔ بالآخر وہ چیونٹی اس کے گلے میں داخل ہوگئی وہ وہیں منہ کے بل گر کر ہلاک ہوگئی ان دونوں نے اسی جگہ کو اپنا وطن بنالیا۔ اسی وجہ سے وہ جگہ ''جھینہ'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ جگہ مدینہ طیبہ کے قریب ہے حالانکہ ان دونوں کا تعلق بنو قضاعہ سے تھا۔ بنو قضاعہ عراق کے ایک سرسبز شاداب مقام میں رہتے ہیں۔

(الروض الانف مع سیرت ابن ہشام :بین جرہم وخزاعہ صفحہ ۲۱۶،۲۱۷ جلد ۱ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن ھشام یہ بھی بیان کرتے ہیں:

جب بیت اللہ بن جرہم نے سرکشی کی۔تو اس بنو بکر بن عبدمناۃ بن کنانہ اورغبشان نے ان کی یہ برائیاں دیکھی انہوں نے ایک ساتھ مل کر جنگ کرنے اور ان کو مکہ مکرمہ سے نکالنے کے لیے اتحاد کرلیا۔انہوں نے ان کے خلاف اعلانِ جنگ کردیا۔شدید لڑائی ہوئی بنو اسماعیل نے اس میں جرہم کی حمایت نہیں کی اس لیے بنوبکر اورغبشان نے جرہم پر غلبہ پالیا اور جرہم کو جلاوطن کردیا۔اس زمانہ جاہلیت میں بھی مکہ مکرمہ میں کوئی باغی یا سرکش نہیں ٹھہر سکتا تھا یہ ہر باغی اور فسادی کو باہر نکال دیتا تھا۔اس لیے لوگ اسے ''الناسۃ'' کہا کرتے تھے۔جو بھی بادشاہ اس کی حرمت کو پامال کرنے کی کوشش کرتا وہ فوراً ہلاک ہوجاتا۔اسے بکہ بھی اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ جابر حکمرانوں کی گردنوں کو توڑ کر رکھ دیتا ہے۔

(سیرت ابن ہشام مع الروض الانف: ص ۲۱۶، ۲۱۷ جلد ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں:

عمرو بن حارث نے (بے دخلی کے وقت) خانہ کعبہ کے دو ہرن اور حجر اسود کو اٹھایا اور انہیں چاہ زمزم کے کنویں میں پھینک کر اسے بند کردیا اور وہ اپنے قبیلے کو لے کر یمن چلا گیا۔انہیں مکہ مکرمہ سے جدا ہوتے ہوئے انتہائی دکھ ہوا۔اسی وجہ سے اپنے غم کو اپنے شعروں کے اندر بیان کیا وہ اشعار یہ ہیں:

وَقَائِلَةٍ وَالدَّمْعُ سَكْبٌ مُبَادِرٌ
وَقَدْ شَرِقَتْ بِالدَّمْعِ مِنْهَا الْمَحَاجِرُ
كَانْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحَجُوْنِ اِلَى الصَّفَا
اَنِيْسٌ وَلَمْ يَسْمُرْ بِمَكَّةَ سَامِرُ
فَقُلْتُ لَهَا وَالْقَلْبُ مِنِّى كَاَنَّما
يُلَجْلِجُهُ بَيْنَ الْجَنَاحَيْنِ طَائِرُ
بَلٰى نَحْنُ كُنَّا اَهْلَهَا فَاَزَالَنَا
صُرُوْفُ اللَّيَالِىْ وَالْجُدُوْدُ الْعَوَاثِرُ
وَكُنَّا وُلَاةَ الْبَيْتِ مِنْ بَعْدِ نَابِتٍ

نَطُوفُ بِذَالِکَ الْبَیْتِ وَالْخَیْرُ ظَاهِرٌ
وَنَحْنُ وَلِیْنَا الْبَیْتِ مِنْ بَعْدِ نَابِتٍ
بِعِزٍّ فَمَا یَحْظِی لَدَیْنَا الْمُکَاثِرُ
مَلَکْنَا فَعَزَّزْنَا فَاَعْظِمْ بِمُلْکِنَا
فَلَیْسَ لِحَیٍّ غَیْرَ نَا ثَمَّ فَاخِرُ
اَلَمْ تُنْکِحُوا مِنْ خَیْرِ شَخْصٍ عَلِمْتَهُ
فَاَبْنَائُه مِنَّا وَنَحْنُ الْاَصَاهِرُ
فَاِنْ تَنْثَنَ ا لدُنْیَا عَلَیْنَا بِحَالِهَا
فَاِنَّ لَهَا حَالًا وَفِیْهَا التَّشَاجُرُ
فَاَخْرَجْنَا مِنْهَا الْمَلِیْکَ بِقُدْرَةٍ
کَذَالِکَ یَا لِلنَّاسِ تَجْرِی الْمَقَادِرُ
اَقُوْلُ اِذَا نَامَ الْخَلِیَّ وَلَمْ اَنَمْ
اِذَا الْعَرْشُ لَایَبْعَدُ سُهَیْلُ وَعَامِرُ
وَبُدِّلْتُ مِنْهَا اَوْجُهًا لَا اُحِبُّهَا
قَبَائِلُ مِنْهَا حَمَیْرُ وَیُحَابِرُ
وَصِرْنَا اَحَادِیْثًا وَکُنَّا بِغَبْطَةٍ
بِذٰلِکَ غَضَّتْنَا السُّنُوْنَ الْغَوَابِرُ
فَسَحَّتْ دُمُوْعُ الْعَیْنِ تَبْکِیْ لِبَلْدَةٍ
بِهَا حَرَمٌ اَمْنٌ وَفِیْهَا الْمَشَاعِرُ
وَتَبْکِی لِبَیْتٍ لَیْسَ یُؤْذِی حَمَامَهُ
یَظَلُّ بِهٖ اَمْنًا وَفِیْهِ الْعَصَافِرُ
وَفِیْهِ وُحُوْشٌ لَاتُرَامُ اَنِیْسَةٌ
اِذَا خَرَجَتْ مِنْهُ فَلَیْسَتْ تُغَادِرُ

دوپہر کے وقت کی قسم! آنکھوں سے آنسوں تیزی سے جاری ہیں ان آنسوؤں کی وجہ سے آنکھوں کے حلقے بھی روشن ہو گئے ہیں۔ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ''حجون'' سے لے کر کوہِ صفا تک ہمارا کوئی ہمدرد نہیں اور مکہ میں داستان بیان کرنے کی کوئی محفل نہیں جمے گی۔جب میں نے اس سے بات کی تو میرے دل کی کیفیت یہ تھی کہ گویا ایک پرندہ اسے اپنے پروں کے درمیان حرکت دے رہا ہے۔ہم ہی مکہ مکرمہ کے مکین تھے مگر زمانے کے حوادثات اور بدقسمتی نے یہ سعادت ہم سے چھین لی۔نابت بن اسماعیل علیہ السلام کے بعد ہم ہی بیت اللہ کے متولی بنے ہم اس کا طواف کرتے جس کی برکات بہت واضع ہیں۔ہم اتنے معزز تھے کہ کوئی بھی صاحب ثروت انسان شرف وقدر میں ہم سے سبقت نہ لے جاسکا۔ہم ہی اس شہر کے بادشاہ بنے ہمیں ہی یہ عزتیں نصیب ہوئیں۔ہماری سلطنت کتنی عظمت والی تھی۔ہمارے علاوہ کوئی قبیلہ اور فرد فخر نہیں کرسکتا تھا۔کیا تم نے ایک بہترین شخص (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کا نکاح نہیں کیا تھا۔ان کے بیٹے ہم ہی سے ہیں اور ہم اُن کے سسرال ہیں اگر دنیا نے ہم سے منہ موڑ لیا ہے اس سے اعراض کرنا اُس کا طریقہ ہے یوں بھی دنیا میں لڑائی جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے ساتھ ہمیں وہاں سے نکال دیا۔ارے لوگو اللہ تعالیٰ کی تقدیریں اسی طرح جاری ہوتی ہیں۔جب عیش پسند لوگ سو گئے اور میں بیدار تھا تو میں یہ دعا مانگتا رہا اے عظیم عرش کے مالک سہیل اور عامر کو دور نہ کر دیا جائے۔گزشتہ زمانے نے ہمیں اس طرح کاٹا ہے کہ ہم پہلے قابل رشک تھے۔اب ہم صرف داستان ماضی بن کر رہ چکے ہیں۔وہ آنکھ جو مکہ مکرمہ کے لیے رو رہی ہے اس سے لگاتار آنسو بہہ رہے ہیں۔وہ

پاکیزہ شہر جہاں امن والا حرم اور اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں میری چشم اس گھر کے لیے گریہ بار ہے۔ جس کے کبوتر کو بھی تکلیف نہیں دی جاتی اور جس میں چڑیاں بھی امن وسکون سے رہتی ہیں اس میں وحشی جانوروں کا بھی بسیرا ہے آگے بھی حرم پاک میں ان کا تعاقب نہیں کرتی حالانکہ وہی جانور جب حرم سے باہر ہوں تو ان کا شکار کرلیا جاتا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ شعر عامر کے ہیں عمرو بن حارث کے نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(سیرت ابن ہشام مع الروض الانف: استیلاء کنانۃ وخزاعۃ علی البیت، ص۲۱۸، ۲۱۹، ج۱ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جرہم کے بعد قبیلہ خزاعہ میں سے بنوغبشان خانہ کعبہ کے والی بنے نہ کہ بنی بکر بن عبدمناۃ۔ اس وقت ان کا سردار عمرو بن حارث الغبشانی بیت اللہ تھا۔ اس وقت قریش انتشار اور تفرقہ کا شکار تھے وہ بنوکنانہ میں متفرق طور پر فروکش تھے۔ بنوخزاعہ نسل درنسل بیت اللہ کے متولی بنتے رہے اس قبیلے کا آخری متولی حلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو خزاعی تھا۔

(سیرت ابن ہشام مع الروض الانف: استیلاء کنانۃ وخزاعۃ علی البیت، ص۲۲۴، ج۱ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں سے قصی متولیء بیت اللہ بنے جس کا تذکرہ یہاں سے کیا جارہا ہے۔

قصی:

(بضم القاف وفتح الصاد المھملۃ)

''قصی''، قصی یقصو سے مشتق ہے امام سہیلی کہتے ہیں کہ قصی کی تصغیر ہے۔ ان کا نام زید تھا اور یہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے جد خامس ہیں۔

امام زرقانی بیان کرتے ہیں:

فکان عالم قریش واقومها للحق وکان یجمع قومه یوم العروبة فذکرهم ویامرهم بتعظیم الحرم ویخبرهم انه سیبعث فیهم نبی

قصی یہ قبیلہ کے عالم تھے اور ان کو راہ راست پر ثابت قدمی سے چلتے رہنے کی تاکید کرتے رہتے تھے یہ اپنی قوم کو عروبہ کے دن جمع کرتے تھے۔ انہیں وعظ ونصیحت کرتے اور انہیں آگاہ کرتے کہ عنقریب ان میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جب وہ تشریف لائے تو اس کی دعوت کو قبول کرنے میں کسی حیل وحجت سے کام نہ لینا بلکہ فوراً اس پر ایمان لے آنا۔

("بلوغ العرب فی معرفت احوال العرب "قصی" جلد۲ ص۲۸۵ دارالکتب العلمیه بیروت)((شرح الزرقانی علی المواہب : المقصدالاول فی تشریف الله تعالی له علیه الصلاة والسلام ص۱۳۹، ج۱ دارالکتب العلمیه بیروت)

امام محمد بن یوسف صالحی فرماتے ہیں:

ان کو قصی اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے والد کلاب بن مرہ نے فاطمہ بنت سعد بن سیل سے نکاح کرلیا۔ اور اُس کا نام خیر ہے جو شر کی ضد ہے اسی سعد کے بارے میں کہتے ہیں شاعر کہتا ہے:

ماارى فی الناس طرا رجلا
حضر الباس کسعد بن سیل
فارس اضبط فیه عسرة
اذا وافق القرن نزل
وتراه یطرد الخیل کما
یطرد الحر القطامی الحجل

میں نے سارے لوگوں میں جو جنگ میں شریک تھے ان میں ایک شخص بھی ایسا نہیں دیکھا تھا۔ جو سعد بن سیل کی طرح کا تھا۔ وہ ایسا شہسوار تھا جو تنگی پر قابو پالیتا تھا۔ جب وہ ہم پلہ بہادر سے ملتا تھا نیچے

اتر آتا تھا۔ تم اسے دیکھتے کہ وہ گھڑسواروں کو اس طرح دور کرتا ہے
جس طرح مقامی شاہین چکور کو دور کرتا ہے۔
کہا جاتا ہے کہ سعد وہ پہلا شخص ہے جس نے تلواروں کو سونے اور چاندی سے کلی کیا۔

اور کلاب کے فاطمہ سے دو بچے زہرہ اور قصی پیدا ہوئے۔ قصی ابھی چھوٹا تھا کہ کلاب وفات پا گئے۔ تو فاطمہ نے ربیعہ بن حرام سے شادی کر لی تو وہ اُس کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اس وقت قصی ابھی چھوٹا تھا۔ فاطمہ نے ربیعہ سے رزاح کو پیدا کیا یہ قصی کا والد کی طرف سے ایک بھائی تھا۔ قصی نے ربیعہ کے زیر سایہ پرورش پائی۔

"فسمي قصيا لبعده عن دار قومه۔"
"قصی کو قصی اسے لیے کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی قوم سے دور پرورش پائی تھی۔

امام رشاطی کہتے ہیں زید اور ربیعہ کی اولاد میں فساد پیدا ہو گیا۔ اُسے کہا گیا کہ تو اپنی قوم میں کیوں نہیں جاتا اور اُسے اجنبی ہونے کی عار دلائی گئی۔ وہ ربیعہ کے علاوہ اپنے والد کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ وہ اپنی ماں کے پاس آیا اور جو کچھ اُسے کہا گیا تھا اُس کی شکایت کی تو اُس کی ماں نے کہا: اے میرے بیٹے! تو اپنے نفس اور باپ کے اعتبار سے معزز ہو تم کلاب بن مرہ کے بیٹے ہو۔ تیری قوم حرم شریف کے پاس رہتی ہے۔ قصی نے چلے جانے پر اتفاق کر لیا۔ والدہ نے کہا "اشہر حرم" (حرمت والے حج کے مہینے) آجانے تک ٹھہر جاؤ۔ جب عرب کے حاجی حج کے لیے نکلیں تو اُن کے ساتھ تم بھی نکل جانا۔ جب ماہِ حرام آیا تو وہ قضاعہ کے حاجیوں کے ساتھ عازم سفر ہوا۔ مکہ مکرمہ پہنچا حج کیا اور پھر وہیں اقامت اختیار کر لی (اسی دوران) قریش نے اُس کی قدر منزلت اور مرتبہ کو پہچان لیا۔ اور سرداری اور ریاست اُس کے سپرد کر دی۔ قصی دور اندیش، لہجے کا سچا، سخاوت کا منبع اور پاکیزہ نفس کا حامل تھا۔ آپ کو جو پہلا مال ملا وہ ایسے آدمی کا تھا جو مکہ مکرمہ بہت سے چمڑے لے کر آیا اور اُن کو بیچا اُسی دوران اُس کی موت کا وقت قریب آ گیا تو اُس کا

کوئی وارث نہ تھا لہٰذا وہ سب کچھ اُس نے قصی کو ہبہ کر دیا۔

اُس وقت بنوخزاعہ ابطح کے والی تھے قریش گھاٹیوں اور پہاڑوں اور مکہ کے اطراف میں رہتے تھے۔قصی نے خلیل بن حبشیہ خزاعی کی بیٹی حبی کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا۔خلیل نے آپ کا نسب جان کر اپنی بیٹی کا نکاح قصی سے کر دیا۔حلیل اس وقت کعبہ معظمہ کا نگران اور مکہ مکرمہ کے معاملات کا والی تھا۔قصی کے پاس ٹھہرے رہے۔جس سے ان کے ہاں اولاد ہوئی۔جب ان کی اولاد پھیلی۔ان کا مال کثیر ہوا شرف بڑھا تو خلیل مر گیا۔ اس نے خانہ کعبہ کی ولایت کی وصیت اپنی بیٹی حبی کو کی۔اس نے کہا:''میں دروازہ نہ کھول سکتی ہوں نہ ہی بند کر سکتی ہوں۔اس نے یہ منصب ابوغبشان بن حلیل جس کا نام محترش تھا کے سپر کر دیا۔اس کے دماغ میں خلل تھا۔قصی نے اس سے ایک مشکیزہ شراب اور جوان اونٹ کے بدلے خانہ کعبہ کی تولیت خرید لی۔اس سے عرب میں یہ محاورہ مشہور ہو گیا: ''اخسر صفقة من ابی غبشان۔'' یہ سودہ میں ابوغبشان کے سودے سے بھی زیادہ نقصان اٹھانے والا ہے۔جب قصی نے خانہ کعبہ کی کلید لی تو بنوخزاعہ نے اس سے انکار کر دیا اور بہت زیادہ شور مچایا۔اور اِس بات پر جمع ہو گئے کہ وہ قریش اور قصی کے ساتھ جنگ کریں اور اُن کو مکہ مکرمہ اور اُس کے اردگرد سے نکال دیں گے۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ اسی دوران صوفہ کا معاملہ درپیش ہوا۔وہ کچھ یوں ہے:

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ صوفہ لوگوں کو عرفہ سے حج کی اجازت دیتے تھے۔ جب کنکریاں مارنے کا دن ہوتا تو لوگوں کو جمروں پر لے جاتے سب سے پہلے خاندان صوفہ میں سے ایک آدمی کنکریاں مارنے کی ابتداء کرتا۔جب تک وہ کنکریاں نہ مار لیتے لوگ رمی کو شروع نہ کرتے۔وہ ضرورت مند لوگ جنہیں جلدی ہوتی وہ صوفہ کے پاس آتے اوران سے کہتے کہ اٹھ اور کنکریاں مار کہ ہم جلدی جلدی اس کام سے فارغ ہو جائیں لیکن وہ کہتا نہیں اللہ کی قسم میں سورج ڈھلنے سے پہلے کنکریاں نہیں ماروں گا۔وہ لوگ اسے جلدی کنکریاں مارنے کی ترغیب دلاتے رہتے اور اُن سے کہتے تیرے لیے ہلاکت ہو اٹھ

اور کنکریاں مار لیکن وہ برابر انکار کرتا رہتا۔ جب سورج ڈھل جاتا تو وہ اٹھتا اور کنکریاں مارتا اور لوگ بھی اس کے ساتھ کنکریاں مارتے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب لوگ رمی الجمار سے فارغ ہو جاتے اور منیٰ سے جانے کا ارادہ کرتے تو صوفہ عقبہ کے دونوں اطراف میں کھڑے ہو جاتے۔ وہ لوگوں کو روک لیتے۔ اور کہتے سب سے پہلے صوفہ نے یہاں سے گزرنا ہے۔ جب وہ وہاں سے گزر جاتے پھر دیگر لوگوں کو گزرنے کی اجازت دی جاتی۔ جب تک یہ منصب صوفہ میں رہا ان کی عادت رہی۔ ان کے بعد یہ منصب بنو سعد بن زید بن مناۃ بن تمیم میں آل صفوان بن حارث بن شجنہ بن عطارد کو ملا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ صفوان وہی جو عرفہ کے دن لوگوں کو حج کی اجازت دیتا تھا اس کے بعد اسکے بیٹے اس مرتبہ پر فائز ہوئے۔ اس خاندان کا آخری فرد جس کے زمانہ میں آفتاب اسلام طلوع ہوا اس کا نام کرب بن صفوان تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بنی صوفہ نے اس سال بھی اپنے اس (ظالمانہ) طرز عمل کو دہرایا جو وہ بنو جرہم اور بنو خزاعہ کے زمانہ سے جاری کیے ہوئے تھے۔ قصی اس ظلم کو دیکھ کر رہ نہ سکے لہذا وہ اپنی قوم قریش کنانہ، قضاعہ کے ساتھ عقبہ کے پاس آئے اور بنی صوفہ سے کہا ہم تم سے زیادہ اِس منصب کے حق دار ہیں۔ اس پر قصی اور بنو صوفہ کے درمیان شدید جنگ ہوئی۔ بالآخر بنی صوفہ کو شکست ہوئی اور قصی نے اُن کے تمام مال و دولت پر قبضہ کر لیا۔ اس لڑائی میں خزاعہ اور بنو بکر نے قصی کا ساتھ نہ دیا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ عنقریب قصی اُن سے یہ منصب چھین لے گا۔ جس طرح اس نے صوفہ کو اس منصب سے محروم کر دیا ہے۔ عنقریب وہ ان کے اور خانہ کعبہ کے معاملات کے درمیان حائل ہو جائے گا انہوں نے قصی کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

قصی نے اپنے بھائی رزاح بن ربیعہ کو مدد کے لیے بلایا وہ اور اُس کے بھائی حُنَّ بن ربیعہ، محمود بن ربیعہ، جُلھمہ بن ربیعہ قصی کے مدد کے لیے حاضر ہو گئے۔ فریقین میں خوب جنگ ہوئی خون کی ندیاں بہہ گئیں بہت سے آدمی مارے گئے لیکن فتح و شکست کا

فیصلہ نہ ہوسکا۔ چنانچہ یہ بات طے پائی کے ایسے شخص کو تلاش کیا جائے جوان کے مابین فیصلہ کردے اور صلح ہوجائے۔ لہٰذا انہوں نے یعمر شداخ بن عوف بن کعب بن عامر کو اپنا ثالث مقرر کرلیا۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ بیت اللہ شریف اور مکہ مکرمہ کی تولیت کا حقدار قصی ہے۔بنی خزاعہ اور قبیلہ بنی بکر کے جتنے آدمی جنگ میں قتل ہوئے ان کا خون رائیگاں ہے وہ قدموں کے نیچے ہے لیکن قصی کے حامی لشکر کے مقتولین کی دیت ادا کرنا بنوخزاعہ پر لازم ہوگا انہوں نے پانچ سوبیس افراد کے قتل کی دیت اور تیس زخمیوں کی دیت بھی۔ اور اس طرح وہ قصی اور خانہ کعبہ کے امور کے درمیان سے ہٹ گئے۔

(سبل الہدی والرشاد الباب الرابع فی شرح اسماء ابائہ جلد ۱، صفحہ ۲۲۳ الجنۃ احیاء التراث الاسلامی القاہرہ)("طبقات ابن سعد": ذکر قصی بن کلاب ج ۱، ص، ۵۰، ۴۹ مکتبہ الخانجی، القاہرہ) (ملخصاً سیرت ابن ہشام مع روض الانف ص ۲۲۳، ۲۲۲ جلد ۱، دار الکتب العلمیہ بیروت) (تاریخ الرسل والملوک للطبری : ذکر نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر قصی ،ص ۲۵۵، ۲۵۸ جلد ۲ دار المعارف مصر)

نوٹ : "یعمر" کو اس لیے شداخ کہتے ہیں کہ اُس نے بنوخزاعہ ۲ کا خون باطل قرار دیا تھا۔ اور اس کے بارے میں آیا ہے کہ یہ "بنودأب" کا دادا تھا۔ اکثر لوگوں نے علم تاریخ اور علم انساب بنودأب سے حاصل کیا۔ بنودأب سے مراد عیسیٰ بن یزید بن بکر بن دأب اور خذیفہ بن دأب ہیں۔

(سیرت ابن ہشام مع روض الانف ص ۲۲۳ جلد ۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

لیکن علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی اس واقع کو کچھ اس بیان کیا ہے:

"کہ جب فریقین یعمر کو اپنا حکم مقرر کیا تو اس نے کہا

"موعدکم فناء الکعبۃ غداً

کہ کل صحن کعبہ میں آپ کے اس نزاع کا فیصلہ کروں گا۔

"فلما اجتمعو اقام عمرو بن عوف وقال انی قد شدخت ماکان بینکم من دم تحت قدمی ھاتین فلاتباعۃ لاحد علی احد قضی لقضی بانہ اولی بولایۃ مکۃ فتولاہ"

"دوسرے روز جب دونوں فریق صحن کعبہ میں جمع ہو گئے تو عمرو بن عوف کھڑا ہو گیا اس نے اعلان کیا کہ کان کھول کر سن لو۔ فریقین کے درمیان جو خونریزی ہوئی ہے میں نے اس کو اپنے ان دوقدموں کے نیچے روند ڈالا پس کسی فریق کے مقتولوں کا خون بہا دوسرے فریق پر نہیں اور تولیت کے بارے میں اس نے فیصلہ یہ کیا کہ مکہ کا متولی میں قصی کو مقرر کرتا ہوں۔"

("السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان مکی": ص ۲۲)

قصی نے اپنی قوم قریش کے خاندان اور افراد جو سارے جزیرہ عرب میں بکھر چکے تھے انکو پہاڑیوں اور گھاٹیوں سے نکال کر اُن کو مکہ مکرمہ میں جمع کر کے آباد کیا۔ اور انہیں وہ سب منصب عطاء کیے جن پر وہ پہلے فائز تھے کیونکہ ان مناصب کو دین میں شمار کرتا تھا اس لیے اُن کو تبدیل کرنا مناسب نہ سمجھتا تھا۔ آل صفوان، عدوان اور النسأۃ کوان کے مناصب پر برقرار رہنے دیا۔ یہاں تک کہ اسلام کا سورج طلوع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام امور کو ختم کر دیا۔

(سیرت ابن ہشام مع روض الانف ص ۲۳۳ جلد ۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

سبل الھدی اور سیرت ابن ہشام میں بیان کیا گیا ہے۔

قصی خانہ کعبہ اور مکہ کرمہ کے امور کے والی بن گئے۔ وہ اپنی قوم کو لے مکہ مکرمہ آیا اور انہیں اپنے گھر میں بسا دیا۔ انہوں نے قصی کو اپنا سردار بنالیا۔ اس وقت حرم کعبہ میں کوئی گھر نہ تھا۔ قریش اس میں ٹھہرے رہے۔ رات کے وقت وہاں سے نکلتے اور وہ اُس میں کوئی جرم کرنا حلال نہیں سمجھتے تھے۔ وہاں پرانا گھر نہ تھا۔ جب قصی نے قریش کو جمع کیا۔ قصی تمام عرب میں زیرک انسان تھے۔ انہوں نے قریش کو کہا کیا تم سارے حرم کعبہ کے ارد گرد جمع نہیں ہو جاتے اللہ کی قسم اہل عرب تمہارے ساتھ جنگ کرنا حلال نہیں سمجھتے نہ ہی تمہیں وہ مکہ مکرمہ سے نکال سکتے ہیں۔ ہمیشہ کے لیے عرب کے سردار بن جاؤ۔ قریش نے کہا تم ہی ہمارے سردار ہو اور ہم تمہاری رائے کے تابع ہیں۔ پھر اُنکو جمع کیا اور صبح اُن کے ساتھ حرم میں کعبہ کے گرد کی۔

قصی کعب بن لوی میں سے پہلا شخص تھے جن کو بادشاہی ملی اور اُن کی قوم نے اُن کی اطاعت کی۔ خانہ کعبہ تمام کے مناصب حجابہ، افادہ، سقایہ، ندوہ، اور لواء اُن کے پاس تھے۔

(سبل الہدی والرشاد الباب الرابع فی شرح اسماء ابائہ جلد ۱، صفحہ ۲۲۳ لجنۃ احیاء التراث الاسلامی القاہرہ) (سیرت ابن ہشام مع روض الانف ص ۲۲۳ جلد ۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مکہ شہر کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا ہر حصہ میں قریش کے ایک مخصوص قبیلہ کو آباد کیا لوگ گمان کرتے تھے کہ قریش اپنے گھروں سے حرم کے درخت کاٹنے سے ڈرتے تھے۔ قصی نے اپنے ہاتھ سے اپنے گھر کا درخت کاٹ دیا۔ لوگوں نے قصی کے اس عمل کو مبارک سمجھا لہذا انہوں نے اپنے گھروں کے درخت کاٹ دیئے۔ ہر مرد اور عورت کی شادی کی تقریب قصی کے گھر ہوتی تھی ہر مسئلہ کے متعلق مشاورت اسی کے گھر میں ہوتی تھی۔ جنگ کے موقعہ پر قصی ہی انہیں جھنڈا بنا کر دیتا تھا۔ قریش کی کوئی لڑکی جب بالغ ہو جاتی تو وہ اسے قصی کے گھر لے آتا۔ اُس کی پہلی چادر کو پھاڑ ڈالتے اور نئی اوڑھنی پہنا کر اسے اپنے گھر لے جاتے۔ قصی تمام معاملات اس کی زندگی میں اور اس کے مرنے کے بعد اس کی قوم میں قوانین مذہب کی طرح لازم سمجھے جاتے تھے۔ قریش اُن پر خوشی سے عمل پیرا ہوتے تھے۔ قصی نے دار الندہ کو تعمیر کیا۔ اس کا دروازہ بیت اللہ کی طرف رکھا۔ قریش کے تمام معاملات کا فیصلہ دار الندہ میں ہوتا تھا۔ قصی کو مجمع کہا جاتا ہے ایک شاعر اُس کے بارے میں کہتا ہے:

ابوکم قصی کان یدعی مجمعا
به جمع الله القبائل من فهر
وانتم بنو زید وزید ابوکم
به زیدت البطحاء فخرا علی فحر

"اے قریش! تمہارا باپ قصی ہے جس کو مجمع کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فہر کی اولاد سے جتنے قبائل قریش تھے قصی کے ذریعہ مکہ میں جمع کر دیئے

تم زید کے بیٹے ہو اور زید تمہارا باپ ہے (یعنی قصی) اسی کے
کارناموں کی وجہ سے وادی بطحاء کو عزو فخر نصیب ہوا۔''

(سیرت ابن ہشام مع روض الانف ص ۲۳۳، ۳۴ جلد ۱، دارالکتب العلمیہ بیروت) (''سبل الہدی والرشاد'': الباب الرابع فی شرح اسماء ابائہ ج ۱، ص ۲۴۴ لجنۃ احیاء التراث الاسلامی القاہرہ)

حجابہ:

یہ ایک جلیل القدر منصب تھا اس سے مراد کعبہ شریف کی خدمت کے فرائض انجام دینا تھا۔ یہ منصب بھی قصی نے ایجاد کیا جس قبیلہ کو یہ منصب تفویض کیا جاتا بیت اللہ شریف کی کنجیاں بھی اس کے حوالے کردی جاتیں۔ کعبہ کے دروازے کو کھولنا اور بند کرنا اس کی ذمہ داری ہوتی۔ کعبہ میں جو امانتیں رکھی جاتیں نذرانے کے طور پر جو قیمتی تحائف، زیورات وغیرہ پیش کرتے ان کی حفاظت بھی اسی کی ذمہ داری ہوتی۔

رفادہ:

رفادہ وہ خراج (ٹیکس) تھا جو قریش مکہ ہر سال ایام حج میں قصی بن کلاب کو پیش کرتے تھے اور اس مال سے ان حاجیوں کے کھانا تیار کرتے، جن کے پاس کھانے کے لیے کچھ زادِ راہ نہ ہوتا جب قصی نے قریش کو اپنے اموال میں سے یہ حصہ مقرر کرنے کے لیے کہا اس وقت نہایت ہی خوبصورت گفتگو کی:

"یا معشر قریش، انکم جیران اللہ واھل بیتہ، واھل الحرم وان الحاج ضیف اللہ وزوّار بیتہ، وھم احق الضیف بالکرامۃ فاجعلوا لھم طعاما وشرابا ایام الحج، حتی یصدروا عنکم، ففعلوا فکانو یخرجون لذالک کل عام من اموالھم خرجا۔"

''اے گروہ قریش تم اللہ تعالیٰ کے پڑوسی ہو، اس کے اہل بیت ہو، تم ہی اہل حرم اور حاجی اللہ کے مہمان اور اس اللہ کے گھر کے زائر ہو۔ وہ سب سے زیادہ عزت واحترام کے مستحق ہیں۔ ایام حج میں ان

کے لیے کھانے پینے کا بندوبست کروحتی کے وہ اپنے گھروں کولوٹ جائیں۔''

تو انہوں نے ایسے ہی کیا اور ہر سال وہ اپنے مالوں سے حصہ نکالتے رہے اور قصی کو دیتے رہے تو قصی اور اسے کے بعد والے ایام منیٰ میں لوگوں کے لیے کھانا تیار کرتے یہ کام زمانہ جاہلیت میں بھی آپ کی قوم میں جاری رہا یہاں تک اسلام نے اپنی کرنیں مکہ شریف کے اندر بکیرنے شروع کردیں

(سیرت ابن ہشام مع الروض الانف: من فرض الرفادۃ، صفحہ ۲۳۹ جلد ۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن ہشام فرماتے ہیں

اسلام کے عرب میں برسراقتدار آنے کے بعد رفادہ کا یہ سلسلہ آج تک جاری وساری ہے جو بھی بادشاہ برسراقتدار آتا ہے ہر سال منیٰ میں لوگوں کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرتا ہے یہاں تک کہ حجاج اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاتے ہیں۔

نوٹ: امام ابن ہشام کی وفات ۲۱۳ ھجری کے اندر ہوئی اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ یہ سلسلہ آپ کی وفات تک جاری وساری تھا لیکن بعد میں رفادہ کا سلسلہ منقطع ہوگیا جو کہ انتہائی اہم ضروری چیز تھی۔ واللہ اعلم

سقایہ:

حجاج کو پانی پلانے کا منصب۔ حج کے موسم میں قریش پانی کے ذخائر جمع کرتے اوران میں زبیب (کشمش) ڈالتے جس سے پانی کا ذائقہ میٹھا ہوجاتا اور حج کے ایام میں تمام حاجیوں کو پینے کے لیے یہ پانی پیش کیا جاتا۔

دارالندوۃ:

دارالندوہ قصی نے تعمیر کرایا۔ ندوہ لغت میں اجتماع کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ قریش تمام معاملات کے مشورہ کے لیے یہاں جمع ہوتے تھے قریش کے کسی مرد اور عورت کا

دارلندہ کے علاوہ نکاح نہ کیا جاتا اور کسی بھی معاملے میں مشورہ اس کے علاوہ کسی اور جگہ نہ کرتے جنگ کے لیے جھنڈا بھی اسی حویلی میں باندھا جاتا تھا۔ ابن سعد نے یہ کیا

اور امام ابن کثیر نے اسکے علاوہ اور امور کا بھی تذکرہ کیا ہے وہ یہ ہیں:

کہ دارالندوہ میں ظلم کے ازالے اور جھگڑوں کے فیصلوں کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا اور جب بھی کسی قسم کا مقدمہ پیش ہوتا قریش کے سردار وہاں جمع ہوجاتے اور باہم مشورے سے فیصلہ کردیتے۔

قصی نے یہ دارالندوہ اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کے حوالے کردی اس کی اولاد کے بعد حکیم بن حزام کی ملکیت میں آئی۔ انہوں نے امیر معاویہ کے زمانہ میں اسے ایک لاکھ درہم میں فروخت کردیا۔ امیر معاویہ نے ملامت کرتے ہوئے کہا۔

"بعت مکرمة اٰبائك وشرفهم"

"کہ تو نے اپنے آباء واجداد کے شرف اوران کی عزت کو فروخت کردیا ہے۔"

حکیم نے جواب میں کہا:

"ذهبت المكارم الابالتقوى والله لقد اشتريتها فى الجاهلية بزق خمر وقد بعتها بمائة الف درهم واشهد كم ان ثمنها فى سبيل الله فاينا مغبون۔"

"حکیم نے کہا کہ عزتوں کے سارے معیار ختم ہوگئے بجز تقوی کے بخدا میں نے اسے شراب کی ایک مشک کے عوض زمانہ جاہلیت میں خریدا تھا اور اب اسے ایک لاکھ درہم میں فروخت کیا ہے اور آپ تمام کو اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ یہ ساری رقم اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کیجئے کہ خسارہ میں کون ہے۔"

(الروض الانف مع سیرت ابن ہشام: دارالندوۃ صفحہ ۲۳۵ جلد ۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

لواء:

(ایک قسم کا جنگی جھنڈا)

یہ بھی قصی کا ایجاد کردہ ہے قصی نے تمام عرب کے لیے ایک ہی لوائمقرر کیا اور جب کسی کے ساتھ جنگ ہوتی تو اُس لواء کو دارالندہ میں قصی کے ہاتھ سے باندھا جاتا۔

کعبہ کی جو عمارت سیدنا ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کی تھی وہ زمانہ دراز گزر جانے کے باعث بوسیدہ ہو رہی تھی۔ قصی نے اس کو گرا کر کعبہ کو از سر نو تعمیر کیا۔ یہ شرف بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد قصی کو نصیب ہوا۔

قصی کے چار فرزند تھے بڑے کا نام عبدالدار تھا۔ ان سے چھوٹے عبدمناف تھے اگرچہ عمر کے لحاظ سے عبدالدار بڑے تھے لیکن عبدمناف کی ذاتی خوبیوں کے باعث ساری قوم ان کی گرویدہ اور دلدادہ تھی۔ ان کی جود وسخا کے باعث قریش ان کو الفیاض کے معزز لقب سے یاد کرتے تھے لیکن قصی کو اپنے بڑے بیٹے عبدالدار سے بہت محبت تھی انہوں نے ان پانچوں مناصب پر عبدالدار کو فائز کر دیا تھا۔

تا کہ وہ اپنے بھائیوں سے مال ودولت اور مرتبے کے لحاظ سے کمتر نہ رہیں ۔ابتداء میں تو مفاہمت رہی سب نے عبدالدار کی سیادت وسربراہی کو تسلیم کر لیا مگر کچھ عرصہ کے بعد اس میں دراڑیں پڑنا شروع ہوگئیں یہاں تک کہ مخالفت تک نوبت پہنچ گئی اور دونوں گروہوں نے تلواریں سونت لیں۔

تین بھائی ایک طرف تھے انہوں نے مطالبہ کیا کہ شریک اقتدار ہونا ان کا موروثی حق ہے لہذا انہیں بھی اس میں حصہ دیا جائے لیکن دوسری طرف عبدالدار کا موقف یہ تھا کہ والد نے انہیں اپنا جانشین نامزد کیا ہے۔ اس لیے وہی اس منصب کے حقدار ہیں۔ باہمی جھگڑے نے طول کھینچا، اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا عرب دو حصوں میں منقسم ہوگیا۔ کچھ قبائل عبدالدار کے ساتھ مل گئے اور کچھ قبائل نے باقی بھائیوں کی حمایت کا اعلان کر دیا اور دونوں دھڑے اپنے اپنے فریق کی حمایت میں مرنے مارنے پر اتر آئے۔ عبدمناف کا پر جوش گروہ صحن کعبہ میں اکٹھا ہوا انہوں نے عزم وجذبہ کے ساتھ خوشبو میں ہاتھ ڈبوئے

اور ارکان کعبہ کو چھو کر حلف اٹھایا کہ وہ اپنا حق لے کر رہیں گے یا اپنی جان دے دیں گے۔

"وفرقة بايعت بنی عبدمناف وخالفوهم علی ذلك وضعوا ايدهم عند احلف فی جفنه فيها طيب ثم لما قاموا مسحو ايديهم باركان الكعبة فسموا خلف المطيبين۔"

"ایک گروہ نے بنو عبد مناف کی بیت کی اور حلف اٹھایا۔ حلف اٹھاتے وقت خوشبو میں ہاتھ ڈبوئے پھر جب کھڑے ہوئے تو ارکان کعبہ کو چھوا اس لیے ان کا نام "خوشبو والے لوگوں کا خلف" پڑھ گیا۔"

("البداية والنهاية": اخبارالعرب قبل الاسلام فصل تفويض ابنه عبدالدارمن بعده ج ۲، ۲۰۷ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

"زبردست جنگ کے آثار پیدا ہو گئے، برابر کا جوڑ تھا، ہر فریق اپنی جگہ جرأت و استقلال کا پیکر نظر آرہا تھا اور اپنے مؤقف سے پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں تھا لیکن اہل دانش کی مداخلت اور حکمت عملی سے جنگ کا خطرہ ٹل گیا جہاندیدہ اور مال اندیش افراد نے جنگ کے ہولناک نتائج سے آگاہ کیا اور فریقین کو مصالحت پر آمادہ کر لیا چنانچہ فیصلہ یہ ہوا کہ رفادہ او سقایہ کا انتظام بنو عبد مناف سنبھالیں اور لواء اور ندوہ بنو عبدالدار ہی کے پاس رہنے دیں۔ اس طرح مناصب کی مساوی تقسیم سے معاملہ رفع دفع ہو گیا او جنگ کا خطرہ ٹل گیا۔"

سبل الہدیٰ میں امام رقمطراز ہیں:

"وقسم قصی مكارمه بين ولده واعطی عبدمناف السقاية والندرة وكانت فيه النبوة والثروة واعطی عبدالدار الحجابة واللواء واعطی عبدالعزی الرفادة والضيافة ايام منی واعطی عبدقصی جلهمتی الوادی۔"

(سبل الہدی والرشاد الباب الرابع فی شرح اسماء اباءه صفحہ ۳۲۵ جلد اللجنة احياء التراث الاسلامی القاہرہ)

''کہ قصی نے اپنے مناصب کو اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔سقایہ اور ندوہ عبد مناف کو تفویض کیا ان کی ذریت میں سے سرورِ عالم ہوئے اور حجابہ اور للواء عبدالدار کو دیا یعنی خانہ کعبہ کی خدمت اور جھنڈا اور ایام منیٰ میں حاجیوں کی میزبانی کا فریضہ عبدالعزی کو سونپا ان کی اجازت کے بغیر کوئی اپنا چولہا گرم نہیں کر سکتا تھا۔اور وادی کی حفاظت کی ذمہ داری عبد قصی کو سونپی۔''

آپ کی وفات کے بعد آپ کو حجون میں دفن کیا گیا اور اس کے بعد سارے لوگ اپنی میتوں کو وہیں دفن کرنے لگے۔

شراب کی لت بہت بُری ہے پورا عرب اسکی زد میں آ چکا تھا شراب کے رسیا علانیہ محفلیں جماتے ،اور جام گردش میں لاتے تھے اور جب دور چلتے تو بدمست ہو جاتے اخلاق ناموس کی دھجیاں اڑ جاتیں ،فضائیں سائیں سائیں کرنے لگتیں اور نوجوانوں کی مستی خرمستی میں بدل جاتی۔

قصی نے اس آگ کی تباہ کاریوں کا اندازہ لگاتے ہوئے اپنی اولاد کو سختی سے منع کر دیا کہ وہ اس منحوس بلا کے سائے بھی دور رہیں اور اس سے کلیتاً پرہیز کریں اور اپنے اخلاق کو کمینگی سے اور عزت کو ذلت سے نہ بدلنا۔

قصی کے حالات کو ختم کرنے سے پہلے میں ان کے چند حکیمانہ اقوال کو ذکر کر رہا ہوں جو کے آب زر کے ساتھ لکھنے کے قابل ہیں:

"من اکرم لئیماً شارکه فی لومه"

''جو کسی کمینے کی عزت کرتا ہے وہ اس کی کمینگی میں حصہ دار بن جاتا ہے۔''

من استحسن قبیحاً تُرك الی قبحه۔"

''جو شخص کسی قبیح چیز کو مستحسن سمجھتا ہے وہ اس قبیح چیز کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔''

"من تصلحه الكرامة اصلحه الهوان ۔"

"عزت وتکریم سے جس کی اصلاح نہیں ہوتی ذلت ورسوائی اس کی اصلاح کردیتی ہے۔"

"من طلب فوق حقه استحق الحرمان ۔"

"جس نے اپنے حق سے زیادہ طلب کیا وہ محرومی کا حقدار ہے۔"

"الحسود العدو الخفي ۔"

"حاسد تیرا چھپا ہوا دشمن ہے۔"

مرتے وقت انہوں نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی۔

اجتنبو الخمرة فانها تصلح الابدان وتفسد الذهان "۔

"شراب سے اجتناب کرنا کیونکہ یہ بدن کو تو درست کردیتی ہے لیکن ذہن کو برباد کردیتی ہے۔"

(سبل الہدی والرشاد الباب الرابع فی شرح اسماء ابائه صفحه ۳۲۵ جلد ا لجنة احياء التراث الاسلامی القاہرہ)("سریۃ النبویہ سید احمد بن زینی دحلان مکی": ج ا، ص ۲۲)

قصی کی اولاد:

امام ابن اسحاق کے مطابق:

قصی بن کلاب کی اولاد میں آپ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں ۔

1 عبدمناف 2 عبدالدار 3 عبدالعزیٰ 4 عبدقصیٰ دو بیٹیاں تخمر بنت قصی اور برہ بنت قصی اوران کی ماں کا نام جبی بنت حلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو الخزاعی تھا۔

(البدایۃ والنہایۃ فصل تفویض ابنہ عبدالدار من بعدہ صفحہ ۲۰۸ جلد ۲ مکتبہ فاروقیہ، پشاور)

عبدمناف بن قصی:

عبدمناف کسی تعارف کے محتاج نہیں یہ قصی بن کلاب کے بیٹے ہیں ان کا اصل نام مغیرہ تھا۔ اس نام کے آخر میں جو "ۃ" ہے مبالغہ کے لیے ہے۔ جسکا معنی دشمن پر سخت

حملہ کرنے والا۔

عبد مناف کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

مفعلٌ من اناف ینیف انافۃ .اذا ارتفع وقال المفضل رحمہ اللہ تعالیٰ الانافۃ .الاشراف والزادۃ وبہ سمی عبد مناف۔"

''اس کا وزن مفعل ہے،اور یہ اناف ینیف انافتہ سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے بلند وبالا ہونا۔فضل اناف کا معنی ہے شرف وکرامت اور زیادتی اسی وجہ سے آپ عبد مناف کے لقب سے مشہور ہوئے ۔کیونکہ اپنے خصائص ومکارم کے باعث یہ اپنے ہمعصروں سے اعلیٰ وارفع تھے۔''

(زرقانی علی المواہب : المقصد الاول تشریف رسول اللہ صلی اللہ تعالی عنیہ وآلہ وسلمصفحہ ۱۳۹ جلد ۱)("سبل الہدی والرشاد":الباب الرابع : فی شرح اسماء ابائہ ج ۱،ص ۳۲۰ الجنۃ احیاء التراث الاسلامی القاہرہ)

اور بعض اہل سیر کا خیال ہے کہ مغیرہ ان کا لقب تھا جو دشمنوں کو مرعوب وخوفزدہ کرنے کے لیے دیا گیا تھا۔عبد مناف بڑے ہی فیاض ،دریادل اور غریب نواز انسان تھے۔سائل کو کبھی محروم اور خالی ہاتھ نہ جانے دیتے۔

ان کے حسن وجمال کی وجہ سے انہیں قمر البطحا۔(بطحاء کا چاند) کہا جاتا تھا۔

("سبل الہدیٰ والرشاد":الباب الرابع ۔ فی شرح اسماء ابائہ ج ۱،ص ۳۲۰ الجنۃ احیاء التراث الاسلامی القاہرہ)

زرقانی میں کچھ اسطرح ہے:

"ویدعی القمر بجمالہ ...وکان فیہ نور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔"

''اور خوبصورتی کی وجہ سے انہیں ''چاند'' کہا جاتا تھا ان کی پیشانی میں ''نور محمدی'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جلوہ گر رہتا تھا۔''

("شرح زرقانی علی المواہب":المقصد الاول تشریف رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ

وسلم ج ۱، ص ۱۲۹ مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور)

اور امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی اس کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

فقد کان یقال له قمر البطحاء لحسنه وجماله ۔ وعن الزبیر رضی الله تعالیٰ عنه انه وجد حجرًا منقوشاً علیه انا المغیرۃ بن قصی ۔ اُوصی قریشاً بتقوی الله وصلة الرحم و کان یبغض الاصنام و کان یلوح علیه نور النبی صَلَّى اللهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔

(زرقانی علی المواہب المقصد الاول تشریف رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم ۱۲۹ جلد ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

"ان کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے بطحا کا چاند کہا جاتا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہیں ایک پتھر ملا۔ جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ میں مغیرہ بن قصی ہوں میں قریش کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کریں اور اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ آپ بتوں سے بغض رکھتے تھے اور نبی کریم صَلَّى اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کا نور ان کے چہرہ پر چمکتا تھا۔"

امام زینی آپ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

"انا المغیرۃ بن قصی اُوصی قریشاً بتقوی الله جل وعلا وصلة الرحم و کان نور النبی صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم یضئی فی وجهه ۔ کان فی یده لواء نزار وقوس اسماعیل ۔"

"میں مغیرہ بن قصی ہوں ۔ میں قریش کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ عزوجل وعلا سے ڈرتے رہا کریں ۔ اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں ۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور ان کے چہرے میں چمکتا تھا ۔ ان کے ہاتھ میں نزار کا جھنڈا اور حضرت

اسماعیل علیہ السلام کی کمان ہوا کرتی تھی۔"

(زرقانی علی المواہب المقصد الاوّل تشریف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۳۹ جلد ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)("سیرۃ النبویہ از احمد بن زینی دحلان مکی" ج ۱، ص ۲۷)

اپنی سخاوت اور غیر معمولی سیاسی فہم وفراست کی وجہ سے اپنے والد کے بعد ہی اپنی قوم کے سردار مقرر ہوئے ان کے بارے میں ایک عربی شاعر نے کہا:

كَانَتْ قُرَيْش بِيضَةٌ فَتفَقَّأَتْ
فَالْمُخ خَالِصَه لِعَبْدِ مَنَاف

"قریش ایک انڈا کی مانند تھے اور جب وہ پھٹ گیا تو اس میں سے عبد مناف خالص زردی کی طرح نکلا۔

عبد مناف کی اولاد

عبد مناف کے بارے میں عام طور بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے چار بیٹے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ عبد مناف کے چار نہیں پانچ بیٹے تھے۔ اُن کے نام یہ ہیں 1 ہاشم 2 مطلب 3 عبد الشمس 4 نوفل 5 عبید جس کی کنیت ابو عمرہ تھی کیونکہ اس کے ہاں اولاد نرینہ نہ ہوئی اس کی نسل آگے نہ چل سکی تھی۔ اور اِس کے بارے میں بعض نے انکار بھی کیا ہے۔

(روض الانف مع سیرت ابن ہشام ص ۲۴۸ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہاشم بن عبد مناف

ہاشم یہ عبد مناف کے سب سے بڑے بیٹے تھے آپ نہایت سخی اور اعلیٰ درجے کے مہمان نواز تھے آپ کا اصل نام عمرو تھا لیکن ایک واقعہ نے ان کو ہاشم بنا دیا وہ کچھ یوں ہوا کہ آپ ہر سال حاجیوں کے لیے کھانا تیار کرتے تھے اور قریش اپنے مال کے ساتھ آپ کی بھرپور معاونت کرتے تھے لیکن ایک سال مکہ شریف میں شدید قحط پڑا اور لوگ دانے دانے کو محتاج ہو گئے۔ تو آپ سے رہا نہ گیا اس لیے آپ فلسطین پہنچے اور وہاں سے آٹا اور کعک (یعنی خشک روٹیاں) خرید کر واپس مکہ شریف آئے اور روٹیوں کا چورہ

کر کے اونٹ کے گوشت کے شوربے میں ثرید بنا کر تمام اہل مکہ اور حاجیوں کو پیش کیا اور اُن سب کو پیٹ بھر کر کھلایا اس دن سے آپ کو لوگ ''ہاشم'' یعنی روٹیوں کا چورہ کرنے والا کہنے لگے۔ اور اسی کو ایک شاعر عبداللہ بن الزبعری نے اپنے اشعار میں بیان کیا ہے :

کانت قریش بیضة فتفقات
فالمح خالصه لعبد مناف
الخالطین فقیرهم بغنیم
والظاعنین لرحلة الاضیاف
والرئشین ولیس یوجد رائش
والقائلین هلم للاضیاف
عمرو العلا هشم الثرید لقومه
قوم بمکة مسنتین عجاف

قریش انڈے کی طرح تھے جو پھٹ گیا اُس کی خالص زردی عبد مناف ہے۔ وہ سخاوت کرتے ہیں اور غرباء کو اپنے مالداروں کے ساتھ ملاتے ہیں وہ مہمانوں کے لیے سفر کرتے ہیں اور کثیر سخاوت کرتے ہیں۔ اور وہ اُس وقت کھلاتے ہیں جب کوئی کھلانے والا نہیں ہوتا بلند مرتبہ عمرو (یعنی ہاشم) نے اپنی قوم کے لیے ثرید تیار کی وہ جس کا مسکن مکہ شریف تھا اور اُس کو سخت قحط سالی نے گھیر لیا تھا۔

(روض الانف مع سیرت ابن ہشام ص ۲۴۹ ج ا دار الکتب العلمیہ بیروت) (زرقانی علی المواہب المقصد الاول باب فی تشریف رسول اللہ ۔۔۔ ج ا ص ۱۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہاشم کی قوم پر نوازشات :

کہ ہاشم اپنی قوم میں سب سے زیادہ فخر و بلند رتبے والے تھے آپ کا دستر خوان ہمیشہ بچھا رہتا تھا تنگی اور فراخی میں کبھی بھی اِس کو اٹھایا نہیں جاتا تھا۔ آپ مسافروں کو سوار کیا کرتے اور لوگوں کے مالی حقوق اپنی پاس سے اداء کرتے تھے

(زرقانی علی المواہب المقصد الاول باب فی تشریف رسول اللہ ۔۔۔ ج ا ص ۱۳۸ دار لکتب

العلمیہ بیروت)

سب سے پہلے ہاشم ہی نے اپنی قوم میں دوسفروں کا طریقہ رائج کیا وہ ایک دفعہ گرمیوں اور دوسری دفعہ سردیوں میں عازم سفر ہوتے۔ ہاشم اور آپ کے بھائیوں نے اہل مکہ کے لیے تجارت کے دروازے کھولے ورنہ اس پہلے اتنے وسیع اور منظم طریقے سے تجارت کوفروغ حاصل نہ تھا۔

(سیرت ابن ہشام مع روض الانف ص ۲۴۹ ج ۱ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ہاشم نے اہل مکہ کے لیے مختلف ملکوں کے بادشاہوں سے اجازت نامے حاصل کئے جن کے ساتھ یہ لوگ تجارت کے لیے بلا روک ٹوک آزادی کے ساتھ اِن ممالک میں آمدورفت رکھ سکیں۔ ہاشم کو ہی اعزاز حاصل ہے کہ بیک وقت آپ شام، روم، اور غسان کے فرمانرواوں سے اجازت نامے حاصل کیے اور دوسرے بھائی عبدشمس نے حبشہ کے حاکم نجاشی سے اور نوفل نے کسری شاہ ایران اور مطلب نے حمیر سے یمن میں اجازت نامے حاصل کیے۔

(سبل الہدی والرشاد : الباب الرابع فی شرح اسماء ابائہ ... صفحہ ۲۱۷ جلد ا لجنۃ التراث الاسلامی القاہرہ، تاریخ طبری، ج ۲ ص ۱۸۰، تاریخ الکامل لابن اثیر ج ۲، صفحہ ۱۶)

اس طرح امام محمد بن یوسف شامی نے رشاطی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

کہ قریش کی تجارت مکہ شریف سے آگے تھی کہ عجمی اپنے ساز وسامان میں اِن سے آگے تھے۔ یہ اُن سے سامان خریدتے تھے۔ یہاں تک کے ایک دفعہ سوار ہو کر شام گئے اور قیصر کے مہمان بنے آپ ہر روز ایک بکری ذبح کرتے اور اُسے ایک پیالے میں ڈالتے اور اپنے ساتھیوں کو بلاتے سارے مل کر کھاتے اس بات کا تذکرہ کیا گیا یہ یہاں قریش سے ایک آدمی ہے جو روٹی کا چورہ کرتا ہے اور اُس پر شوربا اُنڈیل کر اُس پر گوشت رکھتا ہے۔ اور (اُس وقت) عجمیوں کا (طریقہ) تھا کہ وہ شوربا پیالوں میں رکھتے تھے اور اُس کو روٹی کے ساتھ کھاتے تھے۔ تو ہاشم کو قیصر نے بلایا اور آپ سے گفتگو کی قیصر کو آپ کی شخصیت اور گفتگو عجیب لگی۔ لہذا وہ آپ کو (مسلسل) پیغام بھیجتا رہا اور آپ سے ملاقات

کرتا رہا۔ جب بادشاہ کے دربار میں اپنا مقام مرتبہ دیکھا تو کہا: اے بادشاہ میری قوم عرب کے لوگ تاجر ہیں اگر تو مناسب سمجھو تو مجھے ایک نوشتہ لکھ دو جو انہیں (ہر جگہ) امن دے اور اُن کی تجارت امن کے ساتھ ہوتی رہے وہ تمہارے پاس حجاز کے چمڑے اور کپڑے لے کر آیا کریں گے۔ اور اُن کے لیے ممکن ہوگا کہ وہ سب تمہارے یہاں فروخت کریں۔ اور وہ تمہارے لے بہت سستے ہونگے۔ بادشاہ نے انہیں امان نامہ لکھ دیا۔ ہاشم وہ امان نامہ لے کر شام کے راستے (واپس ہوے) تو راستے کے اندر جس قبیلے سے بھی گزرتے تو اُن کے سرداروں سے معاہدہ کرتے کہ وہ اہل عرب کو اپنے ہاں راستہ میں اپنی زمین پر پناہ دیں یہ راستے کی امان تھی جو اُن کے اور شام کے درمیان تمام سرداروں کے ساتھ معاہدوں میں ملتی رہی۔ یہاں تک کہ آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے آپ نے امان نامہ اہل مکہ کو دیکھایا۔ یہ بڑا بابرکت تھا۔ پھر وہ ایک بڑے قافلے کے ساتھ تجارت کے لیے نکلے ہاشم بھی اُن کے ساتھ تھے وہ اِن معاہدوں کو پورا کرتے رہے جو اُن کے اور اہل عرب کے درمیان تھے حتی کہ وہ شام پہنچ گئے۔ اسی سفر میں آپ غزہ میں وصال فرما گئے اس وجہ سے بھی آپ کو ہاشم کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے اُس وجہ سے جو پہلے گزر چکی ہے آپ کو عرب کے اندر ہاشم کہا جاتا اور قیصر کے ملک (شام) میں آپ کو اس وجہ سے ہاشم کہا جاتا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء ابائہ . . . صفحہ ۲۱۷ جلد ۱ الجنۃ التراث الاسلامی القاہرہ)

اور اسی طرح ہاشم کی نوازات میں سے ایک بات یہ بھی مشہور ہے کہ آپ کے ایک قبیح رسم جس کو احتفاد کہتے ہیں ختم کی جس کو امام صالحی شامی نے زبیر بن بکار کی "الموفقیات" کے حوالے سے نقل کیا ہے:

کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش احتفاد کیا کرتے تھے۔ احتفاد یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی کا مال اسباب ضائع ہوجاتا تو وہ بلند زمین کی طرف نکل جاتا وہاں خیمہ نصب کر لیتا اور اُن میں چلا جاتا اور اسی خوف میں مرجاتا کہ اُس کی مفلسی کا کسی کو علم نہ ہو۔ یہاں تک کہ ہاشم کی ولادت ہوئی اور جب آپ جوان

ہوئے اور قوم میں بلند مرتبہ پر فائز ہوئے تو آپ نے قریش سے کہا: بیشک عزت کثرت تعداد میں ہے اور تم تمام عرب سے مال میں اور جماعت میں زیادہ ہو گئے ہو تو احتفاد کے بارے میں میری ایک رائے ہے تو قریش نے کہا کہ آپ کی رائے درست ہوگی آپ حکم دیں آپ کا حکم مانا جائے گا۔ آپ نے کہا کہ میری یہ رائے ہے کہ تم اپنے غریبوں کو امیروں کے ساتھ ملا دو۔ ایک مالدار کے ساتھ ایک غریب کو ملا دیا جائے۔ وہ موسم گرما اور موسم سرما کے سفروں میں اُس کی مدد کرے گا۔ موسم گرما میں سفر شام کی طرف اور سرما میں یمن کی طرف ہوگا۔ جو مال غنی کے پاس زائد ہوگا اُس کے اہل خانہ اس کے سایہ میں زندگی گزاریں گے۔ اس طرح یہ احتفاد ختم ہو جائے گا لوگوں میں باہم الفت پیدا ہوگی۔

(سبل الہدی والرشاد: الباب الرابع فی شرح اسماء ابائه ... صفحہ ۲۱۸ جلد ۱ لجنۃ التراث الاسلامی القاہرہ)

ابن اسحٰق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

کہ ہاشم بن عبد مناف رفادہ اور سقایہ کے والی کیوں بنے۔ اس کی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ عبد شمس ہر وقت محو سفر رہتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں اُن کا قیام بہت کم ہوتا تھا اُن کا کنبہ بہت بڑا اور مال قلیل تھا جبکہ ہاشم صاحب ثروت تھے۔

(سیرت ابن ہشام مع روض الانف ص ۲۴۹ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

جب حج کا موسم آتا تو ہاشم ذوالحجہ کے پہلے دن حرم شریف میں آتے اور کعبہ شریف کے ساتھ ٹیک لگا کر قریش کو مخاطب ہو کر کہتے: اے گروہِ قریش تم نسباً عرب کے سردار ہو۔ اور تم عرب کے باشندوں کے سب سے زیادہ رشتہ داری میں قریب ہو۔ اے گروہ قریش اللہ تعالیٰ کے گھر کے پڑوسی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے گھر کا متولی بنا کر عزت دی۔ اور اُولاد اسماعیل کو چھوڑ کر خاص تم کو اُس کا پڑوس عطا کیا ہے۔ اُس نے تمہاری حفاظت کی اُس سے بڑھ کر کہ جس طرح کوئی پڑوسی اپنے دوسرے پڑوسی کی حفاظت کرتا ہے۔ تو تم اُس کے گھر کے مہمانوں اور زائروں کی تعظیم کرو۔ وہ دور، دراز سے تمہارے پاس اس حالت میں آتے ہیں کہ اُن کے سر گرد آلود ہوتے ہیں۔ وہ ہر شہر سے دبلی پتلی اونٹنیوں پر آتے ہیں۔ وہ تھک جاتے ہیں اُن کا مال متاع ختم ہو گیا اُن کے سر میں

جوئیں پڑ گئیں۔اُن کو اپنے پاس ٹھہراؤ۔اوراُن کی معاونت کرو۔اگر میرے پاس مال ہوتا اوراُن معاملات کو برداشت کرنے کی سکت ہوتی تو میں اِن کے لیے کافی ہوتا۔میں اپنے پاکیزہ اور حلال مال سے نکالنے لگا ہوں۔جس میں نہ تو قطع رحمی کی گئی ہے اور نہ ہی کوئی ظلم سے حاصل کیا گیا ہے۔اور نہ ہی اس میں کسی حرام کا عمل دخل ہے۔تو تم میں سے جو چاہے اسطرح کرے تو وہ (ضرور) کرے۔میں تم کو اس گھر کی حرمت کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ تم میں سے ہر شخص اپنے مال سے نکالے بیت اللہ کے زاہرین کی عزت کے لیے اوراُن کی اعانت کے لیے ایسا مال جو نہ تو ظلم سے حاصل کیا گیا ہو اور نہ ہی اِس میں قطع رحمی کا عمل دخل ہو اور نہ ہی وہ غصباً کسی سے لیا گیا ہو۔

امام صالحی شامی فرماتے ہیں:

تو جب آپ یہ سب خطبہ دیتے تو بنو کعب بن لوئی تمام کے تمام اِس معاملے میں کوشش کرتے اور اپنے مالوں میں سے نکالتے۔ہر گھر اپنی حیثیت کے مطابق جو آسانی سے دے سکتا تھا تو وہ بھیج دیتا۔اور جو اُن میں مالدار ہوتے وہ سو 100 مثقال ہرقلی لے پیش کرتا۔تو اِن تمام مالوں کو ہاشم کے پاس لایا جاتا۔تو وہ اِن تمام مالوں کو اپنے گھر یعنی دارلندہ میں رکھ دیتے۔

ہاشم ہر سال بہت سا مال نکالتے۔اور لوگوں کو زمزم کے چشمہ کے پاس چمڑے کے حوض بنانے کا حکم دیتے۔یہ زمزم کے چشمہ کو (دوبارہ) کھودنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔پھر اِن حوضوں کو مکہ شریف کے کنوؤں سے پانی لاکر بھر دیا جاتا پھر اس سے حاجیوں کو پلایا جاتا اوراُن کو کھانا کھلایا جاتا ترویہ سے پہلے دن مکہ میں اور منیٰ میں اور عرفہ میں اوراُن کے لیے روٹی اور گوشت اور روٹی اور گھی کی ،ستو اور کھجور کی ثرید بنائی جاتی تھی۔اوراُن کے لیے پانی لاتا تھا اور لوگ اپنے اپنے شہر کی طرف کوچ کر جاتے تھے۔اور ہاشم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حسین اور جمال والے تھے۔اہل عرب اِن کو قدح النضار اور بدر (چاند) کہتے تھے۔

(سبل الہدی والرشاد الباب الرابع فی شرح اسماء ابائہ تحت "ہاشم"جلد ا صفحہ ۳۱۸،۱۹ الجنۃ احیاء التراث الاسلامی القاہرہ)

اس بارے میں امام زرقانی رقمطراز ہیں:

آپ کے چہرہ مبارک میں نورِ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شعاعیں چمکتی دھمکتی روشنی بکھیرتی تھی۔ جب کوئی راہب آپ کو دیکھتا تو آپ کے ہاتھ چوم لیتا اور آپ جس چیز کے پاس سے گزرتے تو وہ آپ کے سامنے سجدہ ریز ہوجاتی تھی۔ حتی کے آپ کے پاس عرب کے قبائل کے اور راہبوں کے وفد آپ کے پاس آتے اور اپنی بیٹیاں آپ کے ساتھ نکاح کے لیے پیش کرتے یہاں تک (اُس وقت کی سپر پاور) روم کی سلطنت کے بادشاہ ہرقل نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میری ایک بیٹی ہے۔ کہ ابھی تک کسی ماں نے اتنی خوبصورت اور روشن چہرے والی لڑکی پیدا نہیں کی۔ کہ آپ میرے پاس آئیں تا کہ میں اُس کو آپ کے نکاح میں دے دوں کہ مجھے آپ کے سخی وکریم ہونے کی خبر پہنچی ہے۔

اور اُس کا اردہ یہ تھا کہ جس نورِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ متصف ہیں اُس کو حاصل کرے۔ جس کا ذکر انجیل کے اندر کیا گیا تھا۔

(زرقانی علی المواہب المقصد الاول باب فی تشریف رسول اللہ ... ج ۱ ص ۱۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)(سبل الہدی والرشاد الباب الرابع فی شرح اسماء ابائہ تحت "ہاشم" جلد ۱ صفحہ ۳۱۸،۱۹ الجنۃ احیاء التراث الاسلامی القاہرہ)

ہاشم بن عبد مناف کی اولاد:

آپ کی اولاد میں نضلہ، عبدالمطلب، اسد، ابوصیفی، الشفاء خالدہ، رقیہ، حبیبہ ہوئی

آپ کے بیٹے "اسد" جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ "فاطمہ بنت اسد" کے والد ہیں۔ آپ کے بارے میں ایک عجیب بات بھی مشہور ہے کہ جب آپ پید اہوئے تو آپ اپنے بھائی عبدالشمس کے ساتھ جڑواں تھے ایک قول کے مطابق وہ عبدالشمس سے پہلے پیدا ہوئے تو دوسرے قول کے مطابق آپ پہلے پیدا ہوئے ان میں سے ایک کی انگلی دوسرے بدن کے ساتھ ملی ہوئی تھی۔ جب اسے علیحدہ کیا گیا تو اُس سے خون بہہ نکلا تو کہا گیا کہ عنقریب ان کے درمیان خون ریزی ہوگی۔

اس وجہ سے یہ بات بھی روایات میں آتی ہے کہ جب ہاشم (اپنی عزمت شان کے سبب) اپنے والد عبد مناف کے بعد سقایہ اور رفادہ کے نگران بنے۔ تو امیہ بن عبدالشمس جو مالدار تھا چاہا کہ وہ ایسا کچھ کرے جیسے کہ ہاشم ہیں اور قریش کو کھلائے تو اس سے عاجز آ گیا۔ قریش کے لوگوں نے اُس کو بُرا بھلا کہا اور اُس پر کوتاہی کا عیب لگایا وہ ناراض ہو گیا اور ہاشم سے منافرے کا چیلنج دیا کہ جو (ہار جائے گا) وہ کالے رنگ کی آنکھوں والی پچاس اونٹنیوں کی مکہ کے اندر قربانی کریگا اور دس سال مکہ شریف سے جلاء وطن رہے گا اس منافرے کا ثالث خزاعہ قبیلے کا ایک کاہن تھا جو عسفان میں رہتا تھا۔ کاہن نے کہا: مجھے چمکنے والے ستاروں، روشن چاند، برستے بادلوں، فضا میں اُڑتے پرندوں اور وہ چیز جس مسافر نشیب فراز میں ہدایت حاصل کرتے ہیں اُس کی قسم ہے کہ ہاشم اُمیہ سے کارناموں میں سبقت لے گئے ہیں۔ وہ اوّل وآخر ہیں۔ ہاشم نے اونٹنیاں لیں اور ذبح کیں اور جو حاضر تھا اُس کو اُن کا گوشت کھلا دیا۔

اب امیہ شام کی طرف نکل گیا وہاں دس سال ٹھہرا رہا۔ اس طرح یہ پہلی عداوت تھی جو بنو ہاشم اور بنو امیہ میں رونما ہوئی۔ ہاشم نے پچیس سال کی عمر شام کے سفر میں غزہ میں وصال فرمایا۔ واللہ اعلم بالصواب

(سبل الہدی والرشاد الباب الرابع فی شرح اسماء ابائہ تحت "ہاشم" جلد ا صفحہ ۱۹، ۳۲۰ لجنۃ احیاء التراث الاسلامی ا لقاہرہ) (طبقات ابن سعد: ذکر ہاشم بن عبدمناف جلد ا صفحہ ۵۷، ۵۸، مکتبہ الخانجی القاہرہ)

آپ کے وصال کے متعلق امام محمد بن یوسف الصالحی فرماتے ہیں:

کہ جب شام کے سفر کے لیے نکلے تو راستے کے اندر آپ کا پڑاو مدینہ شریف میں عمرو بن لبید کے ہاں ہوا۔ جو اُس وقت یثرب کہلاتا تھا۔ عمرو بن لبید اپنے قبیلے کا سردار تھا آپ کو اُس کی بیٹی سلمٰی بنت عمرو جو اپنے قبیلے میں بڑی ممتاز حیثیت کی مالک تھی پسند آئی آپ نے اُس کے ساتھ اپنے نکاح کا پیغام عمرو کی طرف بھیجا اُس نے بخوشی قبول کر لیا لیکن اس شرط پر کہ وہ جو بھی بچہ جنے گی وہ اُس کے اہل خانہ میں ہی رہے گا۔ ہاشم نے اُن کے ساتھ حق زوجیت اداء نہ کیا اور چلے گئے واپس آئے تو حق زوجیت وہی اداء کیا اور ایک

سال تک اُن کے ساتھ رہے پھر وہاں سے مکہ مکرمہ اپنے ساتھ لے آئے۔ پھر جب حمل کے آثار نظر آئے تو سلمیٰ کو لے کر اُن کے باپ کے گھر چھوڑا اور شام چلے گئے واپسی پر غزہ میں آپ کا انتقال ہوا اور وہیں آپ کو دفن کر دیا گیا۔

(سبل الہدی والرشاد الباب الرابع فی شرح اسماء اباءنہ تحت "ہاشم" جلد ا صفحہ ۳۰۹ لجنۃ احیاء التراث الاسلامی القاہرہ) تاریخ الکامل ابن اثیر: نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر بعض اخبار آبائہ... جلد ا صفحہ ۵۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

عبدالمطلب بن ہاشم

عبدالمطلب آپ کی کنیت ابوالحارث اور ابوالبطحاء ہیں۔ آپ کے نام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے جیسا کہ بعض نے آپ کا نام شیبہ اور بعض نے عامر بیان کیا ہے لیکن امام سہیلی نے "شیبۃ الحمد" کو صحیح قرار دیا ہے

اُسکی وجہ تاریخ الکامل ابن اثیر اور سبل الہدی والرشاد میں کچھ یوں ہے:

ہاشم بن عبد مناف کی وفات کے بعد آپ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کے سر پر کچھ بال سفید تھے۔ اس وجہ سے اُس کا نام شیبہ رکھا گیا (جس کا معنی ہے بوڑھا) (اور اُن کو شیبۃ الحمد بھی کہا جاتا ہے)۔ آپ والدہ کے ساتھ مدینہ شریف میں سات یا آٹھ سال رہے اتفاقاً بنو اہل تہامہ بنو حارث بن عبد مناف کے ایک شخص کا گزر ہوا۔ اُس نے وہاں ایک بچے کو دیکھا جو کمسن بچوں میں نشانہ بازی کر رہا تھا جب بھی اُس کا تیر نشانے پر لگتا تو خوشی سے نعرہ لگاتا

"انا ابن ھاشم انا ابن سیدُ البطحاء"

"میں ہاشم کا بیٹا ہوں میں وادیٔ بطحاء کا سردار ہوں"

تو اُس شخص نے اُس بچے سے پوچھا کہ تم کون ہو اُس نے جواب دیا میں شیبہ بن ہاشم بن عبد مناف ہوں۔ جب وہ شخص مکہ پہنچا تو اُس نے مطلب بن عبد مناف کو حطیم کے پاس بیٹھے ہوئے پایا اُن سے کہا کہ اٹھو: اے ابوالحارث وہ اٹھے اور اُسکی طرف گئے تو اُس نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں ابھی یثرب (مدینہ شریف) سے آ رہا ہوں وہاں میں ایک بچے کو تیر اندازی کرتے ہوئے دیکھا اور سارا قصہ بیان کر دیا۔ اور کہا میں اِس جیسا عالی ظرف

حسین بچہ نہیں دیکھا اور اُس کو چھوڑ دینا مناسب نہیں ۔ مطلب نے کہا کہ اللہ کی قسم میں اُس سے غافل رہا لیکن اللہ کی قسم اِب میں اپنے اہل اور مال کی طرف نہیں جاؤں گا جب تک کہ میں اُس کو لے کر نہ آؤں ۔ حارث نے مطلب کو اپنی اونٹنی دی وہ اُس پر سوار ہو کر چلا دیے۔

مطلب جس وقت وہ مدینہ شریف میں داخل ہوے رات کا وقت تھا ۔ پھر اپنی سواری پر بنی عدی بن نجار میں آئے یہاں پر ایک مجلس میں بچے بیٹھے تھے جب آپ کی نظر اپنے بھتیجے پر پڑی تو (بے اختیار) کہہ اٹھے کہ یہ ہاشم کا بیٹا ہے لوگوں نے کہا ہاں لوگوں نے مطلب کو پہچان لیا اور کہا ہاں یہ تمہارا بھتیجا ہے ۔ اگر تم اِس کو لے جانا چاہو تو لے جا سکتے ہو کہ اس بات کا علم اِس کی ماں کو نہیں اگر اُس کو پتا چل گیا تو پھر تیرے اور اِس کی ماں کے درمیان حائل ہو جائیں گے ۔ تو مطلب نے اپنی اونٹنی کو بیٹھایا اور شیبہ کو بلایا اور کہ کہا کہ اے بھتیجے میں تمہارا چچا ہوں اور میں تمہیں اپنے قبیلے میں لے جانا چاہتا ہوں لہذا تو میرے ساتھ سوار ہو جاؤ ۔ مطلب نے اُسے اونٹنی پر سوار کر لیا اور اونٹنی اٹھائی اور چل پڑے ۔ جب شیبہ کی والدہ کو علم ہوا کہ اُس کا چچا اسے لے گیا ہے تو وہ اپنے بیٹے لیے غم زدہ ہو گئی اور اُس نے یہ اشعار پڑھے:

كنا ولاة حمه ورمه
حتى اذا قام على اتمه
انتزعوه غيلة من امه
وغلب الاخوال حق عمه

اس بچہ کے قلیل اور کثیر کے مالک ہم ہی تھے ۔ (لیکن) جب وہ پروان چڑھا تو انہوں نے اُسے اس کی ماں سے چھین لیا ۔ چچا کا حق ماموؤں کے حق پر غالب آ گیا ۔

(سبل الہدی والرشاد الباب الرابع فی شرح اسماء ابائہ تحت "ہاشم" جلد ا صفحہ ۳۰۹ لجنۃ احیاء التراث الاسلامی القاہرہ) (تاریخ الکامل ابن اثیر : نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر بعض اخبار آبائہ . . . جلد ا صفحہ ۵۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لیکن سیرت ابن ہشام میں اس کے برعکس نقل کیا گیا

اور وہی قرین قیاس بھی ہے کہ جب مطلب اپنے بھتیجے شیبہ کو لینے کے لیے مدینہ پہنچے تو اُنھوں بغیر اجازت اُس کی ماں کے جس نے بہت بڑا غم سہا اور اپنے سرتاج ہاشم کی وفات کے بعد جوانی کے باوجود نکاح نہ کیا بلکہ اپنے بیٹے کی پرورش کے لیے اپنے آپ کو وقف کردیا ہو۔تو مطلب ایسی ماں کو خاطر میں نہ لائے ہوں یہ بات ممکن نہیں ہے۔ اور دوسری وجہ یہ جب مطلب نے اپنے بھتیجے کو اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا تو انہوں نے اپنی ماں سے پوچھنا گوارہ نہ کیا جس نے اُن کے لیے اپنی زندگی وقف کردی لہذا یہ روایت جو سیرت ابن ہشام میں موجود ہے یہ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔واللہ اعلم بالصواب

سیرت ابن ہشام میں اس طرح نقل کیا گیا ہے:

کہ سلمٰی بنت عمر کا ہاشم سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ہاشم نے اُس کا نام شیبہ رکھا۔ہاشم نے اُس کو اپنی والدہ کے پاس ہی رہنے دیا۔جب قریب البلوغ ہوا تو اُس کا چچا مطلب اُسے لینے کے لیے مدینہ منورہ گیا۔سلمٰی نے مطلب سے کہا کہ میں اِس بچے کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گی مطلب نے کہا کہ میں اِسے لیے بغیر ہرگز نہ جاؤں گا اب میرا بھتیجا بالغ ہو چکا ہے وہ اس قوم میں اجنبی ہے۔اور ہم اپنی قوم میں معزز اور محترم ہیں۔ہم بہت سے کاموں کے والی ہے اس کی قوم،اس کا شہر اور اس کا قبیلہ سے اس کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی اور قوم میں بسیرا کرے شیبہ نے کہا کہ میں اپنی والدہ کی اجازت کے بغیر یہاں سے ہرگز نہ جاؤں گا۔بالآخر سلمٰی نے اپنے نورِ چشم کو اپنے سے جدا ہو کر مکہ جانے کی اجازت دے دی۔

(سیرت ابن ہشام مع روض الانف صفحہ ۱۵۲ جلد ۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مطلب شیبہ کو لے کر جب مکہ میں داخل ہوئے تو چاشت کا وقت تھا تو سواری پر آپ کے پیچھے شیبہ یعنی عبدالمطلب تھے تو لوگ بازاروں میں اور اپنی ،اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔تو وہ کھڑے ہو کر اُن کو خوش آمدید کہنے لگے انہیں نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ مطلب نے (ازراہِ مزاح) کہا کہ یہ میرا غلام ہے جسے میں نے یثرب سے خریدا ہے۔پھر شیبہ کو حزورہ لائے اور اُن کے لیے حلہ خرید کر گھر میں آئے اپنی بیوی خدیجہ بنت سعید کے پاس پھر جب رات کا وقت ہوا شیبہ کو حلہ پہنایا اور بنو عبد مناف کی مجلس

میں لا کر بیٹھایا اور اُن کو شیبہ کے متعلق قصہ بیان اور ان کے حالات بتائے۔

شیبہ یہی حلہ پہن کر مکہ کی گلیوں میں گھومتے تھے۔آپ کا چہرہ سارے لوگوں سے خوبصورت تھا۔لوگ انہیں کہتے یہ عبدالمطلب ہیں۔ان کا یہی نام مشہور ہو گیا اور اصل نام کسی کو یاد نہ رہا حضرت عبدالمطلب اپنے ننھال اکثر جایا کرتے تھے اور وہ اُن کے ساتھ عمدہ سلوک کرتے تھے

(سبل الہدی والرشاد الباب الرابع فی شرح اسماء ابائہ تحت "عبدالمطلب" جلد ا صفحہ ۲۱۰ لجنۃ احیاء التراث الاسلامی ا لقاہرہ) (تاریخ الکامل ابن اثیر : نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وذکر بعض اخبار آبائہ ۔ ۔ ۔ جلد ا صفحہ ۵۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لیکن اور روایت میں ہے کہ جب مطلب جناب عبدالمطلب کو مکہ مکرمہ لائے اُس اُن کی حالت بہت خراب تھی سفر کی وجہ سے پھٹے پرانے کپڑے اور گرد الود چہرہ ہونے کی وجہ سے جب بھی کوئی مطلب سے پوچھتا تو آپ شرم محسوس کرتے ہوئے کہ میرے بھائی کا بیٹا (اور حالت اِس کی خراب ہے) کہہ دیتے کہ یہ میرا غلام ہے لیکن جب اُن کی حالت اچھی ہوئی تو بتایا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔

لیکن ایک تیسری روایت میں ہے کہ لوگوں نے آپ صرف مطلب کے پیچھے بیٹھنے کی وجہ سے ہی عبدالمطب کہا۔

(زرقانی علی المواہب المقصد الاول باب فی تشریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج ا ص ۱۲۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

جناب عبدالمطلب کو جب مکہ میں لایا گیا تو اِس کے کچھ عرصہ بعد مطلب کا انتقال ہو گیا۔کیونکہ ہاشم بن عبدمناف کی چھوڑی ہوئی تمام وراثت چچا نے اپنے بھتیجے کی قابلیت اور اہلیت کی وجہ سے ان کے سپرد کردی تھی اس وجہ سے آپ کا سگا چچا نوفل آپ یعنی عبدالمطلب سے حسد وعناد کا شکار ہو گیا اور جناب عبدالمطلب کے گھر کے صحن پر قبضہ کرلیا عبدالمطلب نے قریش کے لوگوں سے چچا کے مقابلے میں مدد مانگی تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم تمہارے اور تمہارے چچا کے درمیان میں نہیں آئیں گے۔تو عبدالمطلب نے بنی نجار میں اپنے ماموں ابو سعید (ابواسعد) کی طرف خط لکھا اور مدد مانگی ۔ابو اسعد ۸۰ سواروں کے ساتھ مکہ آیا تو عبدالمطلب کی ملاقات ابوسعد سے ہوئی آپ نے کہا ماموں

گھر چلیں۔اس نے کہا پہلے میں نوفل سے نپٹ لوں پھر گھر چلوں گا۔وہاں سے حجر میں آیا نوفل سے سامنا ہوا قریش کے بڑے بڑے لوگ بھی موجود تھے۔تو وہ اُس کے سر پر کھڑا ہو گیا اور تلوار کو نیام سے باہر نکالا اور کہا اس گھر کے رب کی قسم میرے بھانجے کے گھر کا صحن جو تم نے چھینا ہے واپس لوٹا دو ورنہ اس تلوار سے میں تم سب کو اُڑا دوں گا۔تو نوفل نے کہا اس گھر کے ربّ کی قسم! میں نے اس کے گھر کا صحن واپس کر دیا۔سب لوگ جو وہاں پر حاضر تھے گواہ ہوئے۔پھر ابو اسعد نے عبدالمطلب سے کہا آؤ بھانجے اب گھر چلیں ابو اسعد تین دن وہاں رہا اور عمرہ کیا اور واپس چلا گیا۔

(تاریخ الکامل ابن اثیر: نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر بعض اخبار آبائہ... جلد ۱ صفحہ ۵۵۰ دارالکتب العلمیہ بیروت)

نوٹ: یہ قصہ تاریخ کامل ابن اثیر میں لکھا ہوا ہے لیکن اس کے حاشیہ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے اور اِس واقعہ کا رد کیا گیا ہے۔وہ اس طرح کہ جب عبدالمطلب قوم کے سردار اور معزز فرد تھے اور لوگ اُن کی باتیں دل جان سے مانتے تو اُن کو بنونجار سے مدد لینے کی ضرورت کیا تھی۔واللہ اعلم بالصواب

(حاشیہ تاریخ الکامل ابن اثیر: نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر بعض اخبار آبائہ... جلد ۱ صفحہ ۵۵۰ دارالکتب العلمیہ بیروت)

عبدالمطلب کا زہد

شيخ البطحاء. "عبد المطلب" مجاب الدعوة محرم الخمر على نفسه. قال ابن الأثير وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ تَحَنَّثَ بِحِرَاءَ. فَكَانَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ صَعِدَ حِرَاءَ وَأَطْعَمَ الْمَسَاكِينَ جَمِيعَ الشَّهْرِ.

وقال ابن قتيبة كان يرفع من مائدته للطير. والوحوش في رءوس الجبال فكان يقال له الفياض لجوده ومطعم طير السماء لأنه كان يرفع من مائدته للطير." واسمه شيبة الحمد" مركب إضافي. قال:

علی شیبۃ الحمد الذی کان وجھہ
یضیء ظلام اللیل کالقمر البدری

آپ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ مؤحد تھے اور شراب کو حرام سمجھتے تھے نیک نفس اور عابد وزاہد تھے آپ ہی وہ پہلی شخصیت ہیں جو ''غارِ حرا'' میں کھانا اور پانی لے کر جاتے اور کئی کئی دنوں تک لگا تار خدا کی عبادت میں مصروف رہتے رمضان المبارک کے مہینے میں اکثر غارِ حرا میں اعتکاف کرتے اور سارا مہینہ مساکین کو کھانا کھلاتے اللہ تعالیٰ کی یاد میں گوشہ نشین رہتے۔ آپ کے دسترخوان سے پرندوں اور وحشی جانوروں کے لیے پہاڑوں کے اوپر کھانا ڈال دیا جاتا۔ آپ کی سخاوت کی وجہ سے آپ کو ''فیاض'' اور پرندوں کی کو کھانا کھلانے کی وجہ سے ''مطعم الطیر'' (یعنی پرندوں کو کھانا کھلانے والا) '' کہا جاتا تھا۔

(زرقانی علی المواہب المقصد الاول باب فی تشریف رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۱۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت)(تاریخ الکامل ابن اثیر : نسب رسول اللہ ﷺ وذکر بعض اخبار آبائہ... جلد ۱ صفحہ ۵۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)وسیرت المصطفی (مخرج) صفحہ ۴۰ مکتبہ رضا بک شاپ گجرات

امام محمد بن یوسف الشامی نے آپ کے بارے میں بھی امام بلاذری کے حوالے سے ایک عجیب بات بیان کی ہے:

وروی البلاذری عن محمد بن السائب وغیرہ قالوا کان عبد المطلب من حلماء قریش وحکمائھا. وکان ندیمہ حرب بن أمیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف. وکان فی جوار عبد المطلب یھودی یقال لہ أذینۃ وکان الیھودی یتسوّق فی أسواق تھامۃ بمالہ. فغاظ ذلک حرباً فألّب علیہ فتیان قریش وقال: ھذا العلج الذی یقطع إلیکم ویخوض فی بلادکم بمالٍ جمّ کثیر

من غير جوار ولا خيل، والله لو قتلتموه وأخذتم ماله ما خفتم تبعة ولا عرض لكم أحدٌ يطلب دمه. فشدّ عليه عامر بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصى وصخر بن عمرو بن كعب بن سعد بن تيم بن مرة فقتلاه. فجعل عبد المطلب لا يعرف له قاتلاً. فلم يزل يبحث عن أمره حتى عرف خبره. فأتى حرب بن أمية فأنّبه بصنيعه وطلب دم جاره. فأجار حرب قاتليه ولم يسلمهما وأخفاهما. وطالبه عبد المطلب بهما فتغالظا فى القول حتى دعاهما المحك واللجاج إلى المنافرة. فجعلا بينهما النجاشىّ صاحب الحبشة. فأبى أن يدخل بينهما. فجعلا بينهما نفيل بن عبد العزى بن رباح بن عبد الله بن قرط بن رزاح بن عدى بن كعب بن لؤى جد عمر بن الخطاب. فقال لحرب: يا أبا عمرو تنافر رجلاً هو أطول منك قامة، وأوسم منك وسامة، وأعظم منك هامة، وأقل منك لامة. وأكثر منك ولدا، وأجزل منك صفدا، وأطول منك مددا، وإنى لأقول قولى هذا، وإنك لبعيد الغضب، رفيع الصيت فى العرب، جلد المريرة، تحبك العشيرة، ولكنك نافرت منفراً. فنفر عبد المطلب، فغضب حرب. وأغلظ لنفيل وقال من انتكاس الدهر جعلت حكما. وكانت العرب تتحاكم إليه فقال فى ذلك نفيل:

أولاد شيبة أهل المجد قد علمت
عليا معدَ إذا ما هزهز الورع
وشيخهم خير شيخ لست تبلغه
أنيّ وليس به سخف ولا طمع
يا حرب ما بلغت مسعاتكم هبعاً
يسقي الحجيج وماذا يبلغ الهبع
أبو كما واحد والفرع بينكما
منه العشاش ومنه الناضر الينع

فترك عبد المطلب منادمة حرب، ونادم عبد الله بن جدعان بن عمروٍ بن كعب بن سعد ابن تيم بن مرة. ولم يفارق حرباً حتى أخذ منه مائة ناقة ودفعها إلى ابن عم اليهودى، وارتجع ماله إلا شيئاً يسيراً كان قد تلف فغرمه من ماله. فقال الأرقم بن نضلة بن هاشم في ذلك:

وقبلك ما أردى أمية هاشمٌ
فأورده عمروٌ إلى شرِّ مورد
أيا حرب قد حاربت غير مقصّر
شآك إلى الغايات طلاّع أنجد

کہ حضرت عبدالمطلب قریش کے حلیم اور صاحب حکمت افراد میں سے تھے۔حرب بن امیہ آپ کا دوست تھا حضرت عبدالمطلب کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا جسے اذینہ کہا جاتا تھا۔وہ اپنا مال لے کر تہامہ کے بازاروں میں جایا کرتا تھا۔تو اِس بات نے حرب کو غیض وغضب میں ڈال دیا۔حرب نے قریش کے نوجوان کو اِس بات پر

اکسایا کہ یہ گدھا تمہارے پاس آتا ہے بغیر کسی پناہ اور سواروں کے تمہارے شہر میں گھومتا پھرتا ہے۔ بخدا! اگر تم اِس کو قتل کردو، اس کا مال لے تو تمہیں کسی کے تعاقب کا خوف نہیں ہے اور نہ ہی کوئی تم سے اُس کے خون کا مطالبہ کرے گا۔ عامر بن عبد مناف اور صخر بن عمر نے حملہ کر کے اُس کو قتل کر دیا۔ حضرت عبدالمطلب کو اُس کے قاتل کا پتا نہ چل سکا۔ وہ تلاش کرتے رہے یہاں تک کہ اُس کے بارے میں آپ کو پتا چل گیا۔ تو آپ حرب بن اُمیہ کے پاس آئے اور اُس کو سرزنش کی اور اپنے پڑوسی کے خون کا مطالبہ کیا۔ تو حرب نے انکار کیا اور قاتلوں کو بدلے میں حوالے نہ کیا اور چھپا دیا۔ عبدالمطلب اُن دونوں کو پیش کرنے کا مطالبہ کرتے رہے اور اِس بات میں بہت سختی فرماتے رہے حتی کہ محک اور للجاج نے اُن دونوں کو منافرہ کے لیے بُلایا اور اِن دونوں کے درمیان والیءِ حبشہ نجاشی کو ثالث مقرر کیا تو اُس نے اِن دونوں کے درمیان آنے سے انکار کر دیا۔ لہذا ان دونوں نے نفیل بن عبدالعزی کو ثالث مقرر کیا۔ اس نے حرب سے کہا کہ اے ابو عمرو! تم اُس شخص پر فخر کرتے ہو جس کی قامت تم سے طویل ہے جو تجھ سے زیادہ حسین و جمیل ہے۔ جو تجھ سے زیادہ عزت و احترام والا ہے اور تجھ سے ملامت میں کم ہے اور اولاد میں تجھ سے کثیر ہے عطیات میں تجھ سے زیادہ ہے مدد کے اعتبار سے تجھ سے بڑھ کر ہے۔ میں اپنا یہ قول کرتا ہوں۔ عبدالمطلب آپ کو غصہ دیر سے آتا ہے۔ عرب میں آپ کی شہرت پھیلی ہوئی ہے۔ آپ مستقل مزاج ہیں۔ آپ رشتہ دار آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ لہذا (نتیجہ یہ ہے) کہ عبدالمطلب منافرہ میں جیت گئے ہیں۔ یہ سن کر (حرب غصے میں آ گیا اور نفیل کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ اور کہنے لگا زمانہ کی خرابی اور فساد

کی دلیل یہ بھی ہے کہ ہم نے تجھ حکم بنا دیا۔

عرب نفیل کے پاس اپنے فیصلے کروانے کے لیے آتے تھے اس واقعہ کے بارے میں نفیل نے چند اشعار کہے جو تاریخ کا حصہ ہیں۔

اولاد شیبہ اھل المجد قدعلمت
علیأمعد اذا ما ھَزھَزَالورعُ
وشیخھم خیر شیخ لست تبلغه
اَنّی ولیس به سُخف ولا طمعُ
یا حرب مابلغت مسعاکم ھُبعًا
یسعی الحجیج وما ذا یبلغ الھبعُ
ابو کما واحذوالفرع بینکما
منه العشاش ومنه الناضر الینعُ

حضرت شیبہ کی اولاد بزرگی والی ہے معد کی رفعت کو جانتی ہے۔ جب تقویٰ حرکت دیتا ہے اُن کا بزرگ بہترین بزرگ ہے۔تو ان تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ان میں نہ طرین ہے نہ لالچ اے حرب! تمہاری کوشش تو اونٹ تک بھی نہیں پہنچی وہ تو حاجیوں کو پلاتے ہیں اور ایک اونٹ کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔تمہارا باپ ایک ہے لیکن تمہارے درمیان بہت زیادہ فرق ہے۔تم ہی میں سے ایک (معمولی) لکڑی کی مانند ہے جسے پرندے گونسلوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔اور تم ہی میں ایک (قیمتی) خوشگوار تر و تازہ پھل بھی ہے۔

حضرت عبدالمطلب نے حرب کی دوستی چھوڑ دی اور عبداللہ بن جدعان کے ساتھ کر لی۔اور آپ نے حرب کا پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک اُس سے ۱۰۰ اُونٹ لیے اور ''اُذینہ'' کے چچازاد بھائی کو دے دیے۔اور اُس کا مال بھی واپس کر دیا مگر تھوڑا سال جو اُس سے ضائع ہو گیا تھا۔

(سبل الہدی والرشاد الباب الرابع فی شرح اسماء ابائه تحت ''عبدالمطلب'' جلد

ا صفحہ ۲۱۱، ۲۱۰ لجنۃ احیاء التراث الاسلامی ا لقاہرہ)(تاریخ الکامل ابن اثیر : نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر بعض اخبار آبائہ... جلد ا صفحہ ۵۵۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)طبقات ابن سعد ذکر عبدالمطب جلد ا صفحہ ۲۸ ملتقتا مکتبہ الخانجی القاہرہ)

اسی طرح ایک اور واقعہ امام محمد بن یوسف الصالحی نے نقل کیا ہے وہ کچھ یوں ہے

وروى البلاذرى عن محمد بن السائب عن أشياخه قالوا كان لعبد المطلب ماء يدعى الهرم فغلبه عليه جندب بن الحارث الثقفي في طائفة من ثقيف.

فنافرهم عبد المطلب إلى الكاهن القضاعي، وهو سلمة بن أبي حيّة بن الأسحم بن عامر بن ثعلبة بن سعد بن هذيم، وكان منزله بالشام. فخرج إليه عبد المطلب في نفر من قريش وخرج جندب في جماعة من ثقيف. فلما انتهوا إلى الكاهن خبأوا له رأس جرادة في خرز مزادة. فقال خبأتم لي شيئاً طار فسطع. وتصوّب فوقع، ذا ذنب جرّار وساق كالمنشار قالوا ذه أي بيّن قال إلا ذه فلاذه.

يقول إن لم يكن قولي بياناً. وهو رأس جرادة. في خرز مزادة. في ثني القلادة. قالوا صدقت.

وانتسبوا له فقال أحلف بالضياء والظلم. والبيت ذي الحرم. إن الماء ذا الهرم. للقرشي ذي الكرم. فغضب الثقفيون وقالوا اقض لأرفعنا مكاناً وأعظمنا جفانا وأشدّنا طعانا فقال عبد المطلب اقض لصاحب الخيرات الكبرولمن أبوه سيّد مضر وساقي الحجيج إذا كثر. فقال الكاهن:

أما ورب القلص الرّواسم

يحملن أزوالاً بقيَ طاسم
إنَ سناء المجد والمكارم
في شيبة الحمد سليل هاشم
أبي النبيَ المرتضى للعالم

ثم قال:

إن بني النَضر كرامٌ ساده
من مضر الحمراء في قلادة
أهل سناً وملوك قاده
مزارهم بأرضهم عباده
إنَ مقالي فاعلموا شهاده

ثم قال:

إن ثقيفا عبدٌ أبق، فثقف فعتق، فليس له فى المنصب الكريم من حق.

فلما قضى لعبد المطلب بذى الهرم استعار عبد المطلب قدوراً ثم أمر فنحرت الجزائر ودعا من حوله فأطعمهم وبعث إلى جبال مكة بجزائر منها، فأمر بها فنحرت للطير والسباع شكراً لله. فلذلك قال أبو طالب ولده:

ونطعم حتّى تأكل الطَير فضلنا
إذا جعلت أيدي المنيضين ترعد

حضرت عبدالمطلب کا پانی کا ایک چشمہ تھا جسے ''الھرم'' کہا جاتا تھا ۔اُس پر جندب بن حارث ثقفی نے ثقیف قبیلے ایک گروہ کے ساتھ قبضہ کرلیا۔حضرت عبدالمطلب نے قضاعی کاہن کے پاس اُن کو

منافرے کا چیلنج دیا۔ اس کا ہن کا نام سلمہ بن ابی حیہ تھا۔ یہ شام میں رہتا تھا۔ قریش کے چند افراد کے ساتھ حضرت عبدالمطلب اس کے پاس گئے۔ جندب بھی ثقیف کی ایک جماعت کے ساتھ نکلا۔ کاہن کے پاس پہنچنے سے پہلے انہوں نے توشہ دان کے منکا میں ایک ٹڈی کا سر چھپا دیا۔ کاہن نے کہا تم نے وہ چیز چھپائی ہے جو اُڑتی ہے تو بلند ہوتی ہے۔ جب ٹیڑھی ہوتی ہے تو گر پڑتی ہے۔ اِس کی دم بڑی تیز ہے جو آری کی طرح چلتی ہے۔ انہوں نے کہا ذرا تفصیل سے بتاؤ اگر میرے پاس اِس قول کی تفصیل ہے تو یہ ہے کہ وہ ٹڈی کا سر ہے جو توشہ دان کے منکے میں ہے جو قلادہ کی تہ میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ تو سچ کہا ہے پھر انہوں نے اپنا نسب بیان کیا۔ تو اُس نے کہا میں نور اور تاریکی کی قسم کھاتا ہوں اور حرمت والے گھر کی قسم کھاتا ہوں بیشک ہرم کا پانی وہ کرم والے قریشی کا ہے۔ بنو ثقیف غصے میں آگئے انہوں نے کہا ہمارے بلند منصب اور سخاوت کی وجہ سے یہ فیصلہ ہمارے حق میں کردے۔ کیونکہ ہم بہت زیادہ نیزہ بازی کرنے والے ہیں عبدالمطلب نے کہا "کاہن" تم اس کے حق میں فیصلہ کرو جو بڑی بڑی خیرات کرنے والا ہے جس کا باپ مفر کا سردار ہے۔ وہ حاجیوں کو پانی پلاتے تھے جب ان کی تعداد کثیر ہوتی تھی اس وقت کاہن نے:

اما ورب القلص الرواسم
یحملن ازوالأبقی طاسم
ان سناء المجدوالمکارم
فی شیبہ الحمد سلیل ھاشم
ابی النبی المرتضیٰ للعالم

ان اونٹنیوں کے رب کی قسم جو چلتے وقت زمین پر نشانات ڈالتی ہیں جو طاسم قبیلہ کے بہادروں کو اٹھاتی ہیں، بزرگی اور اخلاق کی روشنی شیبۃ الحمد میں ہے جو ہاشم کے فرزند ہیں۔ وہ اس نبی مرتضیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا ہیں جو ساری دنیا کے لیے تشریف لائیں گے۔

پھر اُس نے مزید یہ کہا:

ان بني النضر كرام سادہ
من مضر الحمراء في قلادہ
اهل السناء وملوك قادہ
مزارهم بارضهم عبادة
ان مقالي فاعلموا شهادة

"بنو نضر کریم اور سردار ہیں مضر الحمراء بھی اسی نسل سے ہیں وہ نورانی چہروں والے بادشاہ اور قائد ہیں۔ ان کی زمین میں ان کی زیارت کرنا عبادت ہے۔ میرا یہ قول گواہ ہے۔ خوب جان لو۔"

پھر اس نے کہا:

ان ثقيفاً عبذابق، فثقف فعتق
فليس له في المنصب الكريم من حق

ثقیف بھاگا ہوا غلام تھا۔ اسے پکڑ کر آزاد کیا گیا۔ اُس کا اِس عزت والے منصب میں کوئی حق نہیں ہے۔

جب اس کاہن نے عبدالمطلب کے لیے حرم کا فیصلہ کر دیا تو حضرت عبدالمطلب نے دیگچے ادھار لیے پھر اونٹ ذبح کیا اپنے اردگرد کے لوگوں کو کھلایا کچھ اونٹ مکہ مکرمہ کے پہاڑوں پر بھیج دیئے۔ انہیں پرندوں اور درندوں کے لیے ذبح کر دیا گیا۔ جناب ابوطالب نے کہا ہے:

ونطعم حتى تاكل الطير فضلنا
اذجعلت ايدى المُنِيْضِين ترعد

"ہم کھلاتے ہیں حتی کہ ہمارا بچا کھانا پرندے کھاتے ہیں۔ جب معالجوں کے ہاتھوں میں لرزا طاری ہوجاتا ہے۔

(سبل الہدی والرشاد الباب الرابع فی شرح اسماء ابائہ تحت "عبدالمطلب" جلد اصفحہ ۲۱۱، ۲۱۲ لجنۃ احیاء التراث الاسلامی القاہرہ) طبقات ابن سعد ذکر عبدالمطلب، صفحہ ۶۸، ۶۹ مکتبہ الخانجی القاہرہ)

زم زم کی دریافت

عبدالمطلب کے ہاتھ پر زم زم کے کنوے کی دریافت ہوئی یہ بہت بڑی کرامت ہے اور آپ کے بلند مرتبہ اور صاحب الہام ہونے کی واضح دلیل ہے۔اس بارے میں کچھ وضاحت کردی جائے تاکہ تمام حقائق واضح جائیں لہذا اس حوالے سے امام سہیلی کی تصنیف الروض الانف کی عبارات بہت واضع اور عمدہ لہذا اُن کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

امام سہیلی رقمطراز ہیں:

زمزم وہ چشمہ ہے جس سے (سب سے پہلے) حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سیراب کیا گیا اور اُس چشمہ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی سے جاری کیا تھا ۔اس چشمہ کو ایڑی سے جاری کرنے اور ہاتھ یا اِس کے علاوہ کسی عضو سے جاری نہ کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ یہ عقب کے وراثت ہے یعنی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اُمت کے لیے جیسا کہ قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

"وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ"

(سورۃ الزخرف آیت ۲۸ پارہ ۲۸)

"اور آپ نے بنادیا کلمہ توحید کو اولاد میں باقی رہنے والی بات۔"

اس آیت کریمہ میں عَقِبُ سے مراد امت مسلمہ ہے۔ جب بنو جرہم نے خانہ میں نئی نئی چیزیں رائج کیں مناسک حج کی اور حرم کی توہین کی، بعض نے بعض پر چڑھائی کی اور جرائم پیشہ ہوگئے تو بئرِ زم زم خشک ہوگیا۔ جب بنو جرہم مکہ معظّمہ سے جلاوطن ہونے لگے تو حارث بن مضاض الاصغر نے کعبۃ اللہ کے مال کا جائزہ لیا جو اُس کے پاس تھا۔اس مال میں سونے کے دو ہرن اور عمدہ قلعیہ تلواریں تھیں۔ (فارس کے بادشاہ ساسان کے کعبہ

کو ہدیہ کیں تھیں ۔بعض نے کہا وہ ''سابور'' تھا ۔رہی یہ بات کہ اُس کو یہ ہدیہ کرنے کی ضرورت کیا تھی تو اُس کو بھی امام سہلی نے بیان کیا کہ ایرانی بادشاہ ساسان یا سابور کے زمانے تک بیت اللہ کا حج کیا جاتا رہا۔) جب ابن مضاض کو یقین ہو گیا کہ وہ اب مکہ مکرمہ میں نہیں رہ سکے گا۔وہ رات کی تاریکی میں چاہِ زم زم کے پاس آیا اور اپنا خزانہ کنویں میں دفن کر دیا پھر کنویں کا نشان اس طرح مٹا دیا کہ کسی کو اس کے متعلق آسانی سے معلوم نہ ہو سکے۔

(سیرت ابن ہشام مع روض الانف صفحہ ۱۵۲ جلد ۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

نوٹ: یہ واقعہ جو روض الانف کے حوالے سے بیان کیا ہے اس کتاب کی تحقیق کرنے والے منصور سید الشوری نے روض الانف جو دار الکتب العلمیہ بیروت سے طبع ہوئی ہے کے حاشیہ میں اِس قصہ کی صحت سے انکار کیا ہے اور اِسکو لغو کہہ کر اپنے خبث باطن کا اظہار کیا جو کہ جا بجا اس کتاب کے حاشیہ میں موجود ہے۔باقی سیرت نگاروں نے اِس کو نقل کیا ہے اس وجہ فقیر قادری نے بھی اس کو ذکر کر دیا ہے اور دوسری وجہ یہ کہ یہاں آپ کے حالات جس قدر اور جیسے ملیں گے تحریر کیے جائیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اِس قصہ کے لغو ہونے کی وجہ کسی بھی حوالے سے بیان نہیں کی گئی۔واللہ اعلم بالصواب

چاہ زم زم کی کھدائی

چاہ زم زم کھودنے کی وجہ اُن کا ایک خواب بنا اس کے بارے میں آتا ہے کہ عبدالمطلب حجر میں سوئے ہوئے تھے کہ ایک آنے والا اُن کے پاس آیا اور انہیں چاہِ زم زم کھودنے کا حکم دیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ مجھ یزید بن ابی حبیب المصری نے انہوں نے مرثد بن عبداللہ الیزنی سے انہوں نے عبداللہ بن زریز الغافقی سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زم زم کی حدیث بیان کرتے ہوئے سنا

وَكَانَ سَبَبُ حَفْرِهِ إِيَّاهَا أَنَّهُ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ بِالْحِجْرِ إِذْ أَتَانِي آتٍ فَقَالَ احْفِرْ طَيْبَةَ قَالَ قُلْتُ وَمَا طَيْبَةُ؛ قَالَ

ثُمَّ ذَهَبَ فَرَجَعْتُ الْغَدَ إِلَى مَضْجَعِي فَنِمْتُ فِيهِ. فَجَاءَنِي فَقَالَ احْفِرْ بَرَّةَ. قَالَ قُلْتُ وَمَا بَرَّةُ؟ قَالَ ثُمَّ ذَهَبَ عَنِّي قَالَ فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ رَجَعْتُ إِلَى مَضْجَعِي فَنِمْتُ فِيهِ فَجَاءَنِي فَقَالَ احْفِرِ الْمَضْنُونَةَ. قَالَ قُلْتُ وَمَا الْمَضْنُونَةُ؟ قَالَ فَذَهَبَ عَنِّي. فَجَاءَنِي فَقَالَ احْفِرْ زَمْزَمْ إِنَّكَ إِنْ حَفَرْتَهَا لَا تَنْدَمْ. فَقُلْتُ وَمَا زَمْزَمُ؟ قَالَ تُرَاثٌ مِنْ أَبِيكَ الْأَعْظَمْ. لَا تَنْزِفُ أَبَدًا وَلَا تُذَمْ. تَسْقِي الْحَجِيجَ الْأَعْظَمْ. مِثْلَ نَعَامٍ جَافِلٍ لَمْ يُقْسَمْ. يُنْذِرُ فِيهَا نَاذِرٌ لِمُنْعِمْ. يَكُونُ مِيرَاثًا وَعَقْدًا مُحْكَمْ. لَيْسَ كَبَعْضِ مَا قَدْ تَعْلَمْ. وَهِيَ بَيْنَ الْفَرْثِ وَالدَّمْ. عِنْدَ نَقْرَةِ الْغُرَابِ الْأَعْصَمْ. عِنْدَ قَرْيَةِ النَّمْلِ.

جب حضرت عبدالمطلب کو چاہِ زم زم کھودنے کا حکم ہوا۔ آپ فرماتے ہیں حضرت عبدالمطلب فرمایا کرتے تھے اسی اثناء میں کہ میں حجر میں سویا ہوا تھا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اس نے مجھ سے کہا کہ ''طَیْبَۃ'' کی کھدائی کرو۔ میں نے کہا ''طیبۃ'' کیا ہے؟ لیکن پیغام دینے والا جواب دیئے بغیر چلا گیا۔ دوسرے دن دوبارہ اسی جگہ سو گیا پھر وہی شخص دوبارہ خواب میں آیا اور کہا کہ ''بَرّۃ'' کو کھودو۔ میں نے کہا ''برہ'' کیا ہے؟ وہ شخص چلا گیا۔ اُس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری شب اُسی جگہ پھر وہ میری خواب میں آیا اور کہا کہ ''مَضْنُونَۃ'' کو کھودو۔ میں نے اُس سے کہا ''مضنونہ'' کیا ہے وہ چلا گیا۔ پھر جب اگلی رات آئی میں سو یا ہوا تھا کہ پھر وہ میرے خواب میں آیا اور کہا ''زم زم'' کو کھودو۔ میں نے پوچھا زم زم کیا ہے؟ اس نے کہا زمزم وہ چشمہ ہے جو نہ تو کبھی خشک ہوگا اور نہ ہ اس کی

مذمت کی جائے گی۔ حاجیوں کے بڑے بڑے گروہ اس سے سیراب ہوں گے وہ لید اور خون کے درمیان اس جگہ ہے جہاں سیاہ کوا اپنی چونچ سے کرید رہا ہے۔ اس کے قریب ہی چیونٹیوں کا بل بھی ہے۔

(سیرت ابن ہشام مع روض الانف :ذکر حفرزمزم وماجری من حلف...ج ۱ صفحہ ۲۵۷ دارالکتب العلمیہ بیروت)(البدایة والنہایة :تجدید حفرزمزم ج ۲ صفحہ ۲۴۱ مکتبہ فاروقیہ پشاور)(الخصائص الکبری: باب ماوقع فی حفر عبدالمطلب زمزم الایاج ۱ صفحہ ۷۵ مکتبہ فاروقیہ پشاور)(دلائل النبوۃ(سقی)باب ماجاء فی حفر زمزم علی طریق الاختصار صفحہ ۹۳ ج ۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)(تاریخ الکامل ابن اثیر : نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر بعض اخبار آبائہ...جلد ۱ صفحہ ۵۵۳ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

فَلَمَّا بَيَّنَ لَهُ شَأْنَهَا، وَدَلَّ عَلَى مَوْضِعِهَا، وَعَرَفَ أَنَّهُ قَدْ صَدَقَ، غَدَا بِمِعْوَلِهِ وَمَعَهُ ابْنُهُ الْحَارِثُ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ غَيْرُهُ، فَحَفَرَ بَيْنَ إِسَافَ وَنَائِلَةَ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي تَنْحَرُ فِيهِ قُرَيْشٌ لِأَصْنَامِهَا، وَقَدْ رَأَى الْغُرَابَ يَنْقُرُ هُنَاكَ. فَلَمَّا بَدَا لَهُ الطَّوِيُّ كَبَّرَ، فَعَرَفَتْ قُرَيْشٌ أَنَّهُ قَدْ أَدْرَكَ حَاجَتَهُ، فَقَامُوا إِلَيْهِ فَقَالُوا بِئْرُ أَبِينَا إِسْمَاعِيلَ، وَإِنَّ لَنَا فِيهَا حَقًّا فَأَشْرِكْنَا مَعَكَ قَالَ مَا أَنَا بِفَاعِلٍ، هَذَا أَمْرٌ خُصِصْتُ بِهِ دُونَكُمْ قَالُوا فَإِنَّا غَيْرُ تَارِكِيكَ حَتَّى نُخَاصِمَكَ فِيهَا، قَالَ فَاجْعَلُوا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مَنْ شِئْتُمْ قَالُوا كَاهِنَةُ بَنِي سَعْدِ بْنِ هُذَيْمٍ وَكَانَتْ بِمَشَارِفِ الشَّامِ فَرَكِبَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ، وَرَكِبَ مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ نَفَرٌ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِبَعْضِ تِلْكَ الْمَفَاوِزِ بَيْنَ الْحِجَازِ وَالشَّامِ فِي مَاءِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَصْحَابِهِ. فَظَمِئُوا حَتَّى أَيْقَنُوا بِالْهَلَكَةِ. فَطَلَبُوا الْمَاءَ مِمَّنْ مَعَهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ فَلَمْ يَسْقُوهُمْ.

فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ مَاذَا تَرَوْنَ؟ فَقَالُوا رَأْيُنَا تَبَعٌ لِرَأْيِكَ فَمُرْنَا بِمَا شِئْتَ. قَالَ فَإِنِّي أَرَى أَنْ يَحْفِرَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ لِنَفْسِهِ حُفْرَةً. فَكُلَّمَا مَاتَ وَاحِدٌ وَارَاهُ أَصْحَابُهُ حَتَّى يَكُونَ آخِرُكُمْ مَوْتًا وَقَدْ وَارَى الْجَمِيعَ. فَضَيْعَةُ رَجُلٍ وَاحِدٍ أَيْسَرُ مِنْ ضَيْعَةِ رَكْبٍ. قَالُوا نِعْمَ مَا رَأَيْتَ. فَفَعَلُوا مَا أَمَرَهُمْ بِهِ.

ثُمَّ إِنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ قَالَ لِأَصْحَابِهِ وَاللّٰهِ إِنَّ إِلْقَاءَنَا بِأَيْدِينَا هٰكَذَا لِلْمَوْتِ، لَا نَضْرِبُ فِي الْأَرْضِ وَنَبْتَغِي لِأَنْفُسِنَا لَعَجْزٌ. فَارْتَحَلُوا وَمَنْ مَعَهُ مِنْ قَبَائِلِ قُرَيْشٍ يَنْظُرُونَ إِلَيْهِمْ. ثُمَّ رَكِبَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ. فَلَمَّا انْبَعَثَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ انْفَجَرَتْ مِنْ تَحْتِ خُفِّهَا عَيْنٌ عَذْبَةٌ مِنْ مَاءٍ فَكَبَّرَ وَكَبَّرَ أَصْحَابُهُ وَشَرِبُوا وَمَلَأُوا أَسْقِيَتَهُمْ ثُمَّ دَعَا الْقَبَائِلَ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ هَلُمُّوا إِلَى الْمَاءِ فَقَدْ سَقَانَا اللّٰهُ. فَقَالَ أَصْحَابُهُ لَا نَسْقِيهِمْ لِأَنَّهُمْ لَمْ يَسْقُونَا فَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُمْ وَقَالَ فَنَحْنُ إِذًا مِثْلُهُمْ! فَجَاءَ أُولَئِكَ الْقُرَشِيُّونَ وَمَلَأُوا أَسْقِيَتَهُمْ وَقَالُوا قَدْ وَاللّٰهِ قَضَى اللّٰهُ لَكَ عَلَيْنَا يَا عَبْدَ الْمُطَّلِبِ وَاللّٰهِ لَا نُخَاصِمُكَ فِي زَمْزَمَ أَبَدًا إِنَّ الَّذِي سَقَاكَ هٰذَا الْمَاءَ بِهٰذِهِ الْفَلَاةِ لَهُوَ الَّذِي سَقَاكَ زَمْزَمَ فَارْجِعْ إِلَى سِقَايَتِكَ رَاشِدًا.

فَرَجَعُوا إِلَيْهِ وَلَمْ يَصِلُوا إِلَى الْكَاهِنَةِ وَخَلَّوْا بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا.

جب آپ کے لیے چاہ زم زم کی جگہ کو بیان کر دیا گیا اور اس مقام تک راہنمائی کر دی گئی تو انہوں نے یقین کر لیا کہ ان کا خواب سچا

ہے۔انہوں نے اپنی کدال لی اور اپنے بیٹے حارث کو اپنے ساتھ لیا کیونکہ اُس وقت حارث کے سوا آپ کا کوئی اور بیٹا نہ تھا اور اپنے مطلوبہ مقام کو کھودنا شروع کیا جب عبدالمطلب پر چاہِ زمزم ظاہر ہوا تو انہوں نے بآوازِ بلند تکبیر کہی۔

تو قریش نے جان لیا کہ عبدالمطلب اپنے مدعا میں کامیاب ہو گئے ہیں تو وہ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے یہ کنواں ہمارے باپ اسماعیل علیہ السلام کا ہے اس میں ہمارا بھی حق ہے آپ ہمیں بھی اس میں شریک کریں۔'' تو آپ نے فرمایا میں ایسا کرنے والا نہیں ہوں۔اس لیے اِس مقصد کے لیے مجھے ہی خاص کیا گیا ہے نہ کہ تم کو۔اور انہوں نے اس کو کہا آپ انصاف فرمائیں۔ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں ہیں بلکہ ہم اس بارے میں آپ سے مخاصمہ کریں گے۔تو عبدالمطلب نے کہا تم اپنے اور میرے درمیان تصفیہ کے لیے جس شخص کو چاہو حکم بنا سکتے ہو۔تو انہوں نے کہا بنی سعد بن ھذیم کی کاہنہ کو حکم بنائیں گے۔آپ نے فرمایا ٹھیک ہے وہ کاہنہ شام کے پہاڑی علاقہ میں رہتی تھی۔

عبدالمطلب سوار ہوئے اور آپ کے ساتھ آپ کے خاندان بنو عبدمناف کے لوگ بھی تھے اور قریش کے ہر قبیلے میں کچھ افراد بھی سوار ہوکر عازم سفر ہوئے۔اس وقت زمین ہر طرف چٹیل میدان تھی۔ جب قریش حجاز و شام کے درمیان چٹیل میدان میں پہنچے تو عبدالمطلب اور آپ کے ساتھیوں کے تمام پانی ختم ہوگیا۔انہیں شدید پیاس لگی حتی کہ انہیں ہلاکت کا یقین ہوگیا۔انہون نے قریش کے دیگر قبائل سے پانی مانگا لیکن انہوں نے انکار کردیا۔انہوں نے کہا بے آب وگیاہ میدان میں اگر ہم نے اپنا پانی تمہیں دے دیا تو ہم اُس

معاملے سے ڈرتے ہیں جو تمہیں پہنچا۔ جب عبدالمطلب نے یہ سب دیکھا جو قوم نے اُن کے ساتھ کیا۔ اور موت کا خطرہ ملاحظہ کیا تو اُنہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا اب تمہارا کیا مشورہ ہے انہوں نے کہا ہماری (اس بارے) میں کوئی رائے نہیں ہم تمہاری رائے پر عمل کریں گے۔ تو تم جو چاہو ہمیں حکم دو ہم عمل کریں گے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم سے ہر ایک اپنے لیے گھڑہ کھود لے اس وجہ سے کہ اب ہم میں قوت ہے جب ہم سے کوئی مر جائے تو دوسرا اُس کو گھڑے میں ڈال کر اُس پر مٹی ڈال دے گا حتی کہ قبیلے کا فرد رہ جائے گا۔ ایک شخص کی میت کا اس طرح بے گور کفن رہ جانا تمام قبیلے کی یوں رسوا کن موت سے بہتر ہے۔ قریش نے حضرت عبدالمطلب سے کہا۔ آپ کا مشورہ کتنا عمدہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے لیے گڑھا کھود لیا اور پھر پیاسے بیٹھ کر موت کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے رفیقوں سے کہا" قسم بخدا اپنے آپ کو یوں موت کے سامنے زمین میں پانی کو تلاش نہ کرنا انتہائی کمزوری ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں کسی جگہ سے پانی کی نعمت عطا فرما دے۔ اے قریش مکہ! عازم سفر ہو جاؤ۔" تمام قریش نے خیمے اکھیڑ لیے ان کے ساتھ قریش کے وہ قبائل بھی تھے جنہوں نے انہیں پانی دینے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ عبدالمطلب اور ان کے ساتھی کیا کرتے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب اپنی اونٹنی کی طرف گئے جب اسکو اٹھایا تو اس کے پاؤں کے نیچے سے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا تو آپ نے نعرہ تکبیر بلند کیا ان ساتھیوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا۔ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے بھی پانی پیا انہوں نے مشکیزے بھی بھر لیے۔ اور پھر قریش کے قبائل کو بلایا جو ان کے تمام احوال کو دیکھ رہے

تھے تو آپ نے کہا آؤ پانی کی طرف تحقیق کہ ہم کو اللہ نے سیراب کیا تو وہ آئے اور ان سب نے پیا اور مشکیزے بھر لیے۔ اور وہ بولے اے عبدالمطلب اللہ تعالیٰ کی قسم ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دیا گیا ہے۔ اور اللہ کی قسم ہم تمہارے ساتھ زم زم کے بارے میں ہرگز نہیں جھگڑیں گے۔

وہ ذات جس نے تمہیں اس چٹیل میدان میں سیراب کیا اسی ذات نے آپ کو آبِ زمزم بھی عطا فرمایا ہے۔ آپ اپنے چشمے کی طرف لوٹ چلیں۔ حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھی واپس آ گئے انہوں نے فیصلہ کے لیے کاہنہ کے پاس جانا گوارا نہ کیا۔

(سیرت ابن ہشام مع روض الانف :ذکر حفرزمزم وماجری من خلف۔۔۔ ج ۱ صفحہ ۲۲۴، ۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت)(البدایۃ والنہایۃ :تجدید حفرزمزم ج ۲ صفحہ ۲۴۶ مکتبہ فاروقیہ پشاور)(الخصائص الکبریٰ: باب ماوقع فی حفر عبدالمطلب زمزمن الآیات ۱ صفحہ ۷۶، ۷۷ مکتبہ فاروقیہ پشاور)(دلائل النبوۃ (بیہقی) باب ماجاء فی حفر زمزم علی طریق الاختصار صفحہ ۹۴، ۹۵ ج ۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)(تاریخ الکامل ابن اثیر : نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ذکر بعض اخبار آبائہ۔۔۔ جلد ۱ صفحہ ۵۲۱، ۵۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابن اسحاق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ آبِ زمزم کی وہ روایت جو مجھ تک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہنچی ہے۔

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ فَهٰذَا الَّذِی بَلَغَنِی مِنْ حَدِیثِ عَلِیِّ بْنِ أَبِی طَالِبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ فِی زَمْزَمَ. وَقَدْ سَمِعْتُ مَنْ یُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ قِیلَ لَهُ حِینَ أُمِرَ بِحَفْرِ زَمْزَمَ:

ثُمَّ ادْعُ بِالْمَاءِ الرَّوِيِّ غَيْرِ الْكَدِرِ
يَسْقِي حَجِيجَ اللهِ فِي كُلِّ مَبَرْ
لَيْسَ يُخَافُ مِنْهُ شَيْءٌ مَا عَمَرْ

فَخَرَجَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ حِينَ قِيلَ لَهُ ذٰلِكَ إِلَى قُرَيْشٍ فَقَالَ

تَعْلَمُوا أَنِّی قَدْ أُمِرْتُ أَنْ أَحْفِرَ لَكُمْ زَمْزَمَ. فَقَالُوا فَهَلْ بُيِّنَ لَكَ أَيْنَ هِيَ؟ قَالَ لَا. قَالُوا فَارْجِعْ إِلَى مَضْجَعِكَ الَّذِي رَأَيْتَ فِيهِ مَا رَأَيْتَ. فَإِنْ يَكُ حَقًّا مِنَ اللهِ يُبَيِّنُ لَكَ. وَإِنْ يَكُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلَنْ يَعُودَ إِلَيْكَ. فَرَجَعَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ إِلَى مَضْجَعِهِ فَنَامَ فِيهِ فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهُ احْفِرْ زَمْزَمَ. إِنَّكَ إِنْ حَفَرْتَهَا لَمْ تَنْدَمْ وَهِيَ تُرَاثٌ مِنْ أَبِيكَ الْأَعْظَمِ لَا تَنْزِفُ أَبَدًا وَلَا تُذَمّ. تَسْقِي الْحَجِيجَ الْأَعْظَمَ مِثْلَ نَعَامٍ جَافِلٍ لَمْ يُقْسَمْ يَنْذِرُ فِيهَا نَاذِرٌ لِمُنْعِمٍ تَكُونُ مِيرَاثًا وَعَقْدًا مُحْكَمًا. لَيْسَتْ كَبَعْضِ مَا قَدْ تَعْلَمُ وَهِيَ بَيْنَ الْفَرْثِ وَالدَّمِ.

قَالَ ابْنُ هِشَامٍ هَذَا الْكَلَامُ وَالْكَلَامُ الَّذِي قَبْلَهُ مِنْ حَدِيثِ عَلِيٍّ فِي حَفْرِ زَمْزَمَ مِنْ قَوْلِهِ "لَا تَنْزِفُ أَبَدًا وَلَا تُذَمّ" إِلَى قَوْلِهِ "عِنْدَ قَرْيَةِ النَّمْلِ" عِنْدَنَا سَجْعٌ وَلَيْسَ شِعْرًا.

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ فَزَعَمُوا أَنَّهُ حِينَ قِيلَ لَهُ ذَلِكَ قَالَ وَأَيْنَ هِيَ؟ قِيلَ لَهُ عِنْدَ قَرْيَةِ النَّمْلِ. حَيْثُ يَنْقُرُ الْغُرَابُ غَدًا. وَاللهُ أَعْلَمُ أَيُّ ذَلِكَ كَانَ.

فَعَدَا عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَمَعَهُ ابْنُهُ الْحَارِثُ وَلَيْسَ لَهُ يَوْمَئِذٍ وَلَدٌ غَيْرُهُ فَوَجَدَ قَرْيَةَ النَّمْلِ. وَوَجَدَ الْغُرَابَ يَنْقُرُ عِنْدَهَا بَيْنَ الْوَثَنَيْنِ إِسَافَ وَنَائِلَةَ اللَّذَيْنِ كَانَتْ قُرَيْشٌ تَنْحَرُ عِنْدَهُمَا ذَبَائِحَهَا. فَجَاءَ بِالْمِعْوَلِ وَقَامَ لِيَحْفِرَ حَيْثُ أُمِرَ فَقَامَتْ إِلَيْهِ قُرَيْشٌ حِينَ رَأَوْا جِدَّهُ فَقَالُوا وَاللهِ لَا نَتْرُكُكَ تَحْفِرُ بَيْنَ وَثَنَيْنَا هَذَيْنِ اللَّذَيْنِ

نَنْحَرُ عِنْدَهُمَا فَقَالَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ لِابْنِهِ الْحَارِثِ ذُدْ عَنِّي حَتّٰى أَحْفِرَ. فَوَاللّٰهِ لَأَمْضِيَنَّ لِمَا أُمِرْتُ بِهِ. فَلَمَّا عَرَفُوا أَنَّهُ نَازِعٌ خَلَّوْا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْحَفْرِ. وَكَفُّوا عَنْهُ فَلَمْ يَحْفِرْ إِلَّا يَسِيرًا. حَتّٰى بَدَا لَهُ الطَّيُّ. فَكَبَّرَ وَعَرَفَ أَنَّهُ قَدْ صُدِقَ فَلَمَّا تَمَادَى بِهِ الْحَفْرُ وَجَدَ فِيهَا غَزَالَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ وَهُمَا الْغَزَالَانِ اللَّذَانِ دَفَنَتْ جُرْهُمُ فِيهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنْ مَكَّةَ وَوَجَدَ فِيهَا أَسْيَافًا قَلْعِيَّةً وَأَدْرَاعًا فَقَالَتْ لَهُ قُرَيْشٌ يَا عَبْدَ الْمُطَّلِبِ لَنَا مَعَكَ فِي هٰذَا شِرْكٌ وَحَقٌّ. قَالَ لَا. وَلٰكِنْ هَلُمَّ إِلٰى أَمْرٍ نَصَفٍ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ نَضْرِبُ عَلَيْهَا بِالْقِدَاحِ قَالُوا وَكَيْفَ تَصْنَعُ؟ قَالَ أَجْعَلُ لِلْكَعْبَةِ قِدْحَيْنِ وَلِي قِدْحَيْنِ وَلَكُمْ قِدْحَيْنِ فَمَنْ خَرَجَ لَهُ قِدْحَاهُ عَلٰى شَيْءٍ كَانَ لَهُ وَمَنْ تَخَلَّفَ قِدْحَاهُ فَلَا شَيْءَ لَهُ قَالُوا أَنْصَفْتَ فَجَعَلَ قِدْحَيْنِ أَصْفَرَيْنِ لِلْكَعْبَةِ وَقِدْحَيْنِ أَسْوَدَيْنِ لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَقِدْحَيْنِ أَبْيَضَيْنِ لِقُرَيْشٍ ثُمَّ أَعْطَوْا صَاحِبَ الْقِدَاحِ الَّذِي يَضْرِبُ بِهَا عِنْدَ هُبَلَ وَهُبَلُ صَنَمٌ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ. وَهُوَ أَعْظَمُ أَصْنَامِهِمْ وَهُوَ الَّذِي يَعْنِي أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ يَوْمَ أُحُدٍ حِينَ قَالَ أُعْلُ هُبَلُ أَيْ أَظْهِرْ دِينَكَ وَقَامَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ يَدْعُو اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَضَرَبَ صَاحِبُ الْقِدَاحِ فَخَرَجَ الْأَصْفَرَانِ عَلَى الْغَزَالَيْنِ لِلْكَعْبَةِ وَخَرَجَ الْأَسْوَدَانِ عَلَى الْأَسْيَافِ وَالْأَدْرَاعِ لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَتَخَلَّفَ قِدْحَا قُرَيْشٍ. فَضَرَبَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ الْأَسْيَافَ بَابًا لِلْكَعْبَةِ وَضَرَبَ فِي

الْبَابِ الْغَزَالَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَكَانَ أَوَّلَ ذَهَبٍ حُلِّيَتْهُ الْكَعْبَةُ - فِيمَا يَزْعُمُونَ ثُمَّ إِنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ أَقَامَ سِقَايَةَ زَمْزَمَ لِلْحُجَّاجِ۔

ایک شخص نے حضرت عبدالمطلب سے روایت کیا ہے کہ جب انہیں آبِ زمزم کے کنویں کو کھودنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے اس وقت ہاتف سے یہ اشعار سنے

ثم ادع بالماء الروی غیر الکدر
یسقی حجیج اللہ فی کل مبر
لیس یخاف منہ شئی ماعمر

''پھر شفاف پانی کے کثیر ہونے کی دعا کرو وہ تمام مناسک میں اللہ کے حاجیوں کو سیراب کرتا رہے گا اس کی وجہ سے جب تک آبِ زمزم رہے گا تو اس سے کسی اذیت کا کوئی خوف نہیں۔''

فرماتے ہیں جب عبدالمطلب قریش کی طرف نکلے اُن کے لیے حکم دیا گیا تو آپ نے کہا اے قریش جان لو بیشک مجھے تمہارے لیے بئرِ زمزم کھودنے کا حکم دیا گیا ہے تو انہوں نے کہا کیا تیرے لیے وہ مقام بیان کیا گیا ہے جہاں وہ کنواں ہے آپ نے فرمایا نہیں وہ بولے جالوٹ جا اُس بستر پر جس پر پہلے تو نے جو دیکھا تو اگر وہ اللہ طرف سے سچ ہوا تو تیرے لیے بیان کردیا جائے گا۔ تو اگر شیطان کی طرف سے ہوا تو ہرگز دوبارہ تیرے طرف نہیں لوٹے گا تو آپ لوٹے اور سوئے تو آنے والا آیا اور کہا گیا۔''زمزم کو کھودو (اس کو کھودنے پر) آپ کو کوئی ندامت نہیں اٹھانی پڑے گی یہ آپ کے جدامجد کی میراث ہے یہ نہ کبھی ختم ہوگا اور نہ ہی اس کی مذمت کی جائے گی۔ بڑے بڑے حاجی اس سے سیراب ہونگے وہ حاجی عظیم شترمرغ

کی مانند ہوں گے جسے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ منتیں ماننے والے یہاں اپنی منتیں پوری کریں گے۔ یہ آپ کے لیے میراث اور مضبوط تعلق ہوگا۔ یہ ان اشیاء کی طرح نہیں جن سے آپ آشنا ہیں یہ لید اور خون کے درمیان ہے۔''

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلب کو خواب میں یہ دکھایا گیا تو انہوں نے پوچھا زمزم کہاں ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ وہ چیونٹیوں کی بستی کے قریب ہے جہاں کوا زمین کو کرید رہا ہے۔

حضرت عبدالمطلب اپنے نورِ نظر حارث کے ساتھ صبح سویرے روانہ ہوئے اس وقت ان کا صرف ایک ہی بیٹا تھا۔ انہوں نے دو بتوں اساف اور نائلہ کے درمیان چیونٹیوں کی بستی کو بھی دیکھا اور یہ بھی ملاحظہ کیا کہ ایک کوا وہاں جگہ کو کرید رہا تھا۔ یہ وہ بت تھے جن کے پاس قریش اپنے جانور ذبح کیا کرتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب اپنی کدال لے آئے تاکہ وہ اپنے کام کو پورا کریں۔ جب قریش نے ان کی جدوجہد دیکھی تو انہوں نے کہا اے عبدالمطلب ہم تمہیں اپنے ان دو بتوں کے درمیان جگہ کھودنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے صاحبزادے حارث کو کہا:

''مجھے چھوڑ دو میں اس کنویں کو ضرور کھودوں گا۔ اللہ کی قسم میں اس حکم پر ضرور عمل پیرا ہوں گا جو مجھے دیا گیا ہے۔'' جب قریش نے دیکھا (کہ اگر ہم اِن سے کوئی بات کی تو یہ) جھگڑیں گے تو آپ بئرِ زمزم کے درمیان سے ہٹ گئے۔ اور روکاوٹیں ڈالنے سے رُک گئے۔ ابھی آپ نے تھوڑا ہی کھودا تھا تو کنویں کا ایک کنارہ ظاہر ہوا۔ اِس وقت آپ نے تکبیر کہی تو انہوں نے جان لیا کہ یہ سچی بات اُن کے لیے بیان کی گئی تھی۔ جب اُس کو مزید اور کھودا تو اُس سے سونے کے ہرن

برآمد ہوئے اور یہ وہی ہرن تھے جو جرہم نے مکہ سے جلاوطنی کے وقت دفن کئے تھے۔ اور اس میں سے دو تلواریں (جو ہند کے ایک قلعہ کی طرف منسوب تھی) اور زرہیں نکلیں۔ تو قریش نے حضرت عبدالمطلب سے کہا: اے عبدالمطلب! ان چیزوں میں ہمارا بھی حصہ اور حق ہے۔ آپ نے کہا نہیں اس میں تمہارے کوئی حصہ نہیں۔ آؤ اس چیز کی طرف جو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی ہم قرعہ اندازی کریں گے۔ قریش نے پوچھا آپ کیسے قرعہ اندازی کریں گے؟ انہوں نے کہا کہ میں دو تیر خانہ کعبہ کے لیے مقرر کروں گا اور دو تیر میرے لیے ہوں گے اور دو تیر تمہارے لیے ہوں گے پھر جس کے دو تیر جس چیز کے لیے نکلے وہ اسی کی ہوگی اور جس کے تیر نہ نکلے اس کے لیے کوئی چیز نہیں ہوگی۔ قریش نے کہ آپ نے بڑے فیصلے اور انصاف کی بات کہی ہے۔ تو دو زرد تیر کعبہ معظمہ کے لیے اور دو کالے تیر اپنے لیے اور دو سفید تیر قریش کے لیے رکھے گئے پھر یہ اس شخص کو دیئے گئے جو ''ہبل'' کے پاس قرعہ اندازی کیا کرتا تھا ۔ہبل وہ بت تھا جو کعبہ کے وسط میں نصب تھا۔ یہ مشرکین کا سب سے بڑا بت تھا۔ ابوسفیان نے احد کے دن اسی کا نام لے کر پکارا تھا اُعْلُ ھُبُلْ اے ہبل اپنے دین کو غالب کر۔ حضرت عبدالمطلب دعا مانگنے لگے۔ قرعہ اندازی کرنے والے نے قرعہ ڈالا۔ دو زرد تیر سونے کے ہرنوں پر نکلے انہیں حضرت عبدالمطلب کے سپرد کر دیا گیا اور قریش کے لیے کوئی تیر نہ نکلا۔ حضرت عبدالمطلب نے تلواروں سے بیت اللہ کا دروازہ بنایا اور دروازے پر سونے کے دونوں ہرنوں کو نصب کیا گیا یہ پہلا سونا تھا جو خانہ کعبہ کے لیے وقف کیا گیا پھر حضرت عبدالمطلب حاجیوں کو آبِ زمزم پلانے کی سعادت حاصل کرنے لگے۔

(سیرت ابن ہشام مع روض الانف :ذکر حفرزمزم وماجری من

حلف...ج ۱ صفحہ ۲۲۲، ۱۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)(البدایۃ والنہایۃ :تجدید حفرزمزم ج ۲ صفحہ ۱۲۲، ۲۸ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

روض الانف میں اس واقعہ کی تشریح میں ایک اور واقعہ بیان کیا ہے امام سہیلی رقمطراز ہیں:

أَنَّهُ أَوَّلُ مَنِ اتَّخَذَ لَهَا غَلَقًا إِلَى أَنْ ضَرَبَ لَهَا عَبْدُ الْمُطَّلِبِ بَابَ حَدِيدٍ مِنْ تِلْكَ الْأَسْيَافِ وَاتَّخَذَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ حَوْضًا لِزَمْزَمَ يُسْقَى مِنْهُ فَكَانَ يُخَرِّبُ لَهُ بِاللَّيْلِ حَسَدًا لَهُ فَلَمَّا غَمَّهُ ذَلِكَ قِيلَ لَهُ فِي النَّوْمِ قُلْ لَا أُحِلُّهَا لِمُغْتَسِلٍ وَهِيَ لِشَارِبٍ حِلٌّ وَبِلٌّ 1 وَقَدْ كُفِيتُمْ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ ذَلِكَ فَكَانَ بَعْدُ مَنْ أَرَادَهَا بِمَكْرُوهٍ رُمِيَ بِدَاءٍ فِي جَسَدِهِ حَتَّى انْتَهَوْا عَنْهُ

"حضرت عبدالمطلب نے بیت اللہ کے لیے ان تلواروں سے لوہے کا ایک دروازہ بنوایا۔انہوں نے آبِ زمزم کے لیے ایک حوض بنایا جہاں لوگ پانی پیتے لیکن کسی بد بخت نے آپ سے حسد کرتے ہوئے حوض کو ختم کردیا۔جب آپ انتہائی مغموم ہوئے تو آپ کو خواب میں کہا گیا:"میں اس پانی کو غسل کرنے والے کے لیے حلال نہیں کرتا ۔یہ پینے والے کے لیے حلال اور سراپا شفاء ہے اور یہ پانی ان کے لیے کافی ہے۔"

صبح ہوئی تو انہوں نے یہی فقرات بلند آواز سے کہے اس کے بعد جو شخص بھی برے ارادے سے پانی کے قریب ہوتا تو اس کے جسم کو کوئی نہ کوئی بیماری لاحق ہو جاتی ۔آہستہ آہستہ وہ لوگ اپنی اس بری عادت سے نجات پا گئے۔

(روض الانف مع سیرت ابن ہشام :ذکر حفرزمزم وماجری من حلف...ج ۱ صفحہ ۲۶۵ دار الکتب العلمیہ بیروت)(الخصائص الکبری: باب ماوقع فی حفر عبدالمطلب زمزم من الآیات ج ۱ صفحہ ۷۷، مکتبہ فاروقیہ پشاور)

اس پورے واقعہ کی تشریح امام سہیلی نے روض الانف میں بیان کی ہے جو اس واقعہ میں مبہم چیزوں کو صحیح طور پر واضح کرتی ہے لہذا اُس کو یہاں ذکر کیا جارہا ہے اس واقعہ میں زمزم کو مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے ان ناموں کی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے امام سہیلی فرماتے ہیں:

فَأُرِيَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ فِي مَنَامِهِ أَنْ احْفِرْ طِيبَةَ. فَسُمِّيَتْ طِيبَةَ. لِأَنَّهَا لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبَاتِ مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَقِيلَ لَهُ احْتَفِرْ بَرَّةَ وَهُوَ اسْمٌ صَادِقٌ عَلَيْهَا أَيْضًا. لِأَنَّهَا فَاضَتْ لِلْأَبْرَارِ وَغَاضَتْ عَنِ الْفُجَّارِ وَقِيلَ لَهُ احْفِرِ الْمَضْنُونَةَ.

قَالَ وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ سُمِّيَتْ زَمْزَمُ الْمَضْنُونَةَ لِأَنَّهَا ضُنَّ بِهَا عَلَى غَيْرِ الْمُؤْمِنِينَ فَلَا يَتَضَلَّعُ مِنْهَا مُنَافِقٌ وَرَوَى الدَّارَقُطْنِيُّ مَا يُقَوِّي ذَلِكَ مُسْنَدًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ فَلْيَتَضَلَّعْ فَإِنَّهُ فَرْقُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُنَافِقِينَ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَتَضَلَّعُوا مِنْهَا أَوْ كَمَا قَالَ وَفِي تَسْمِيَتِهَا بِالْمَضْنُونَةِ رِوَايَةٌ أُخْرَى رَوَاهَا الزُّبَيْرُ أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ قِيلَ لَهُ احْفِرِ الْمَضْنُونَةَ ضَنِنْتُ بِهَا عَلَى النَّاسِ إِلَّا عَلَيْكَ. أَوْ كَمَا قَالَ.

''حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہا گیا إِحْفِرْ طَيْبَةً. طیبہ کو کھودو اس پانی کو طیبہ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ اولاد ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام سے طیبون (پاک مردوں) اور طیّبات (پاکیزہ عورتوں) کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ اور کہا گیا احفر ''برہ'' کو کھودو یہ نام بھی آبِ زمزم پر صحیح صادق آتا ہے کیونکہ یہ بھی ''ابرار'' پاکبازوں کے لیے جاری ہوا اور گناہگار اس

دور رہے ۔ تین مرتبہ کہا گیا اِحْفِر ''مَضْنُونَۃ'' مضنونہ کو کھودو۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ آبِ زمزم کو مضنونہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ غیر مسلم کو دینے میں اس میں بخل کیا گیا ہے اور منافق اس سے سیر نہیں ہوگا ۔دار قطنی کی روایت میں بھی اس کی تائید موجود ہے حضور ﷺ نے فرمایا ''جو شخص آبِ زمزم پئے اسے چاہیے کہ وہ خوب سیر ہو کر پئے کیونکہ یہ ہمارے اور منافقوں کے درمیان فرق کرتا ہے۔ وہ اس سے سیر نہیں ہوتے اس کے مضنونہ نام ہونے کی ایک اور روایت بھی ہے زبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب سے کہا ''احفر المضنونۃ ضنت بھا علی الناس الا علیک'' یعنی تمام لوگوں کو چھوڑ کر یہ سعادت تمہیں عطا کی گئی ہے۔

(روض الانف مع سیرت ابن ہشام :ذکر حفرزمزم وماجری من حلف...ج ا صفحہ ۲۵۸، ۲۵۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وہ علامات جو حضرت عبدالمطلب کو بتائیں گئیں اُن کی تفصیل :

وَدُلَّ عَلَيْهَا بِعَلَامَاتٍ ثَلَاثٍ بِنُقْرَةِ الْغُرَابِ الْأَعْصَمِ وَأَنَّهَا بَيْنَ الْفَرْثِ وَالدَّمِ وَعِنْدَ قَرْيَةِ النَّمْلِ، وَيُرْوَى أَنَّهُ لَمَّا قَامَ لِيَحْفِرَهَا رَأَى مَا رُسِمَ مِنْ قَرْيَةِ النَّمْلِ وَنُقْرَةِ الْغُرَابِ وَلَمْ يَرَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ نَدَّتْ بَقَرَةٌ بِجَازِرِهَا فَلَمْ يُدْرِكْهَا حَتَّى دَخَلَتِ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ فَنَحَرَهَا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي رُسِمَ لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَسَالَ هُنَاكَ الْفَرْثُ وَالدَّمُ فَحَفَرَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ حَيْثُ رُسِمَ لَهُ.

تین علامتیں بتا کر آپ کی آبِ زمزم کی طرف رہنمائی کی گئی 1 مخصوص کوے کا اس جگہ کو کریدنا ،2 اس جگہ کا لیدا ور خون کے درمیان ہونا 3 اس جگہ کا چیونٹیوں کے بل کے پاس ہونا۔ روایت کیا

جاتا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب اس مقدس کنویں کو کھودنے کے لیے گئے تو انہوں نے وہاں دو علامتیں دیکھیں لیکن انہیں وہاں لیداورخون نظر نہ آیا۔ آپ اس علامت کو ڈھونڈنے لگے اس دوران ایک گائے قصائی سے بدک کر بھاگ آئی۔ قصائی اس کو پکڑ نہ سکا حتی کہ وہ مسجد حرام میں داخل ہوگئی وہ گئے کچھ ذبح ہوچکی باقی کو قصائی نے چاہِ زمزم کے قریب پکڑ کر ذبح کردیا۔ اس طرح (وہ نشانی) جس کے متعلق عبدالمطلب کو خبر دی گئی تھی کہ وہ لیداورخون کے درمیان جگہ ہے پوری ہوگئی۔ واللہ اعلم بالصواب

(روض الانف مع سیرت ابن ہشام: ذکر حفرزمزم وماجری من حلف... ج ا صفحہ ۲۵۹ دارالکتب العلمیہ بیروت) (الخصائص الکبری: باب ماوقع فی حفر عبدالمطلب زمزم من الآیات ج ا صفحہ ۷۲ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

حضرت عبدالمطلب کی نذر

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ وَكَانَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ بْنُ هَاشِمٍ فِيمَا يَزْعُمُونَ وَاللهُ أَعْلَمُ قَدْ نَذَرَ حِينَ لَقِيَ مِنْ قُرَيْشٍ مَا لَقِيَ عِنْدَ حَفْرِ زَمْزَمَ لَئِنْ وُلِدَ لَهُ عَشَرَةُ نَفَرٍ ثُمَّ بَلَغُوا مَعَهُ حَتّٰى يَمْنَعُوهُ لَيَنْحَرَنَّ أَحَدَهُمْ لِلّٰهِ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَلَمَّا تَوَافَى بَنُوهُ عَشَرَةً وَعَرَفَ أَنَّهُمْ سَيَمْنَعُونَهُ جَمَعَهُمْ ثُمَّ أَخْبَرَهُمْ بِنَذْرِهِ وَدَعَاهُمْ إِلَى الْوَفَاءِ لِلّٰهِ بِذٰلِكَ فَأَطَاعُوهُ وَقَالُوا كَيْفَ نَصْنَعُ؟ قَالَ لِيَأْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ قِدْحًا ثُمَّ يَكْتُبْ فِيهِ اسْمَهُ ثُمَّ ائْتُونِي. فَفَعَلُوا ثُمَّ أَتَوْهُ فَدَخَلَ بِهِمْ عَلَى هُبَلَ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ. وَكَانَ هُبَلُ عَلَى بِئْرٍ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ. وَكَانَتْ تِلْكَ الْبِئْرُ هِيَ الَّتِي يُجْمَعُ فِيهَا مَا يهدى للكعبة.

وَكَانَ عِنْدَ هُبَلَ قِدَاحٌ سَبْعَةٌ كُلُّ قِدْحٍ مِنْهَا فِيهِ

كِتَابٌ. قِدْحٌ فِيهِ الْعَقْلُ إِذَا اخْتَلَفُوا فِي الْعَقْلِ مَنْ يَحْمِلُهُ مِنْهُمْ ضَرَبُوا بِالْقِدَاحِ السَّبْعَةِ فَإِنْ خَرَجَ الْعَقْلُ فَعَلَى مَنْ خَرَجَ حَمَلَهُ وَقِدْحٌ فِيهِ نَعَمْ لِلْأَمْرِ إِذَا أَرَادُوهُ يُضْرَبُ بِهِ فِي الْقِدَاحِ فَإِنْ خَرَجَ قِدْحُ نَعَمْ عَمِلُوا بِهِ وَقِدْحٌ فِيهِ لَا. إِذَا أَرَادُوا أَمْرًا ضَرَبُوا بِهِ فِي الْقِدَاحِ فَإِنْ خَرَجَ ذَلِكَ الْقِدَاحُ لَمْ يَفْعَلُوا ذَلِكَ الْأَمْرَ وَقِدْحٌ فِيهِ مِنْكُمْ وَقِدْحٌ فِيهِ مُلْصَقٌ وَقِدْحٌ فِيهِ مِنْ غَيْرِكُمْ وَقِدْحٌ فِيهِ الْمِيَاهُ إِذَا أَرَادُوا أَنْ يَحْفِرُوا لِلْمَاءِ ضَرَبُوا بِالْقِدَاحِ وَفِيهَا ذَلِكَ الْقِدْحُ فَحَيْثُمَا خَرَجَ عَمِلُوا بِهِ. وَكَانُوا إِذَا أَرَادُوا أَنْ يَخْتِنُوا غُلَامًا. أَوْ يَنْكِحُوا مُنْكَحًا. أَوْ يَدْفِنُوا مَيِّتًا. أَوْ شَكُّوا فِي نَسَبِ أَحَدِهِمْ ذَهَبُوا بِهِ إِلَى هُبَلَ وَبِمِئَةِ دِرْهَمٍ وَجَزُورٍ فَأَعْطَوْهَا صَاحِبَ الْقِدَاحِ الَّذِي يَضْرِبُ بِهَا. ثُمَّ قَرَّبُوا صَاحِبَهُمُ الَّذِي يُرِيدُونَ بِهِ مَا يُرِيدُونَ ثُمَّ قَالُوا يَا إِلَهَنَا هَذَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَدْ أَرَدْنَا بِهِ كَذَا وَكَذَا فَأَخْرِجِ الْحَقَّ فِيهِ ثُمَّ يَقُولُونَ لِصَاحِبِ الْقِدَاحِ اضْرِبْ فَإِنْ خَرَجَ عَلَيْهِ مِنْكُمْ كَانَ مِنْهُمْ وَسِيطًا وَإِنْ خَرَجَ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِكُمْ كَانَ حَلِيفًا وَإِنْ خَرَجَ عَلَيْهِ مُلْصَقٌ كَانَ عَلَى مَنْزِلَتِهِ فِيهِمْ لَا نَسَبَ لَهُ وَلَا حِلْفَ وَإِنْ خَرَجَ فِيهِ شَيْءٌ مِمَّا سِوَى هَذَا مِمَّا يَعْمَلُونَ بِهِ نَعَمْ عَمِلُوا بِهِ وَإِنْ خَرَجَ لَا. أَخَّرُوهُ عَامَهُ ذَلِكَ حَتَّى يَأْتُوهُ بِهِ مَرَّةً أُخْرَى. يَنْتَهُونَ فِي أُمُورِهِمْ إِلَى ذَلِكَ مِمَّا خَرَجَتْ بِهِ الْقِدَاحُ.

عبد المطلب وأولاده بين يدى صاحب القداح:

فَقَالَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ لِصَاحِبِ الْقِدَاحِ اضْرِبْ عَلَى بَنِيَّ هٰؤُلَاءِ بِقِدَاحِهِمْ هٰذِهِ وَأَخْبَرَهُ بِنَذْرِهِ الَّذِي نَذَرَ فَأَعْطَاهُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ قِدْحَهُ الَّذِي فِيهِ اسْمُهُ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَصْغَرَ بَنِي أَبِيهِ كَانَ هُوَ وَالزُّبَيْرُ وَأَبُو طَالِبٍ لِفَاطِمَةَ بِنْتِ عَمْرِو بْنِ عَائِذِ بْنِ عَبْدِ بْنِ عِمْرَانَ بْنِ مَخْزُومِ بْنِ يَقَظَةَ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرٍ.

قَالَ ابْنُ هِشَامٍ عَائِذُ بْنُ عِمْرَانَ بْنِ مَخْزُومٍ.

خُرُوجُ الْقِدْحِ على عبد الله وشروع أَبِيهِ فِي ذبحه. وَمنع قُرَيْشٍ لَه

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب نے جب زمزم کی کھدائی کے وقت سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے نذر مانی کے اگر ان کے ہاں دس بیٹے پیدا ہوئے اور جوان ہو گئے تو میں ان میں سے ایک کو کعبہ مشرفہ کے پاس ذبح کروں گا۔ جب ان کے ہاں فرزندوں کی تعداد دس ہوگئی اور جب انہیں معلوم ہوگیا کہ اب ان کے یہ فرزند مخاصمت کو روکیں گے انہوں نے اپنے بیٹوں حارث، زبیر، حجل، ضرار، مقوم، ابولہب، عباس، حمزہ، ابو طالب، عبداللہ کو جمع کیا اور اپنی نذر کے متعلق بتایا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے لئے نذر پوری کرنے کو کہا۔ آپ کے تمام بیٹوں نے اطاعت کی اور کہا کہ ہم کیسے نذر پوری کریں؟ حضرت عبدالمطلب نے کہا کہ تم میں سے ہر ایک تیر لو اور اس تیر پر اپنا نام لکھ کر میرے پاس لاؤ تو سب تیروں پر نام لکھ کر لے آئے۔ حضرت عبدالمطلب انہیں لے کر وسط کعبہ میں "ھبل" کے پاس تشریف لے گئے۔ ہبل

وہ بت تھا جو کعبہ کے وسط میں اس کنویں کے اوپر نصب تھا جس میں لوگ تحائف پھینکتے تھے۔

ہبل کے پاس ساتھ تیر رکھے گئے تھے ہر تیر پر کچھ نہ کچھ مکتوب تھا۔ایک تیر پر ''العقل'' لکھا ہوا تھا۔جب خون بہا کی ادائیگی میں ان کا اختلاف ہوجاتا تو وہ ساتوں تیروں سے فال پکڑتے۔جس کے نام پر تیر نکل آتا اسے خون بہا ادا کرنا پڑتا ایک تیر پر ''نعم'' ہاں لکھا تھا اگر وہ کسی کام کا ارادہ کرتے تو ان تیروں سے قرعہ ڈالتے اگر ''نعم'' ہاں کا تیر نکل آتا تو وہ اس کام پر عمل پیرا ہوجاتے۔ایک تیر پر ''لا'' لکھا ہوا تھا۔جب وہ کسی کام کو بجالانے کا ارادہ کرتے تو فال نکالتے اگر وہ تیر نکل آتا جس پر ''لا'' نہیں لکھا ہوتا تو وہ اُس کام سے رک جاتے۔ایک تیر پر ''منکم'' ایک پر ''مُلصق''، ایک پر ''من غیرکم'' اور ایک پر ''المیاہ'' لکھا تھا۔جب اہل عرب کنواں کھودنا چاہتے تو وہ فال پکڑتے اگر وہ تیر نکل آتا جس پر ''المیاہ'' لکھا ہوتا تو وہ اپنے کنویں کی کھدائی شروع کردیتے وگرنہ اپنے ارادے کو ترک کردیتے۔جب وہ کسی بچے کے ختنے کا ارادہ کرتے، یا کسی میت کو دفناتے یا کسی کے نسب میں مشکوک ہوجاتے تو وہ اُسے ہبل کے پاس لے جاتے۔ان کے ساتھ سو درہم اور قربانی کا ایک جانور بھی ہوتا۔وہ یہ تمام اشیاء اس شخص کے سپرد کردیتے جو فال گیری کیا کرتا تھا پھر جس شخص کے لیے فال پکڑنا ہوتی وہ اسے ہبل کے قریب لے جاتے اور کہتے ''اے ہمارے معبود یہ فلاں بن فلاں ہے۔اس کے یہاں آنے کا یہ یہ مقصد ہے اس میں حق کا اظہار کردے'' پھر وہ تیر نکالنے والے سے کہتے ''تیر نکالو۔'' اگر وہ تیر نکلتا جس پر ''غیرکم'' لکھا ہوتا تو اسے دشمن سمجھا جاتا۔اگر تیر پر ''ملصق'' (ملا ہوا) ہوتا تو پھر وہ اپنے ہی مقام پر رہتا

نہ تو وہ کسی نسب میں شمولیت اختیار کر سکتا تھا اور نہ ہی وہ کسی کا حلیف بن سکتا تھا۔

دوسرے معاملات کی انجام دہی کے لیے اگر تیر پر "نعم" لکھا ہوتا تو وہ اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنا لیتے اگر تیر پر "لا" لکھا ہوتا تو وہ اپنے ارادے سے باز آ جاتے۔ ایک سال کام کو مؤخر کر دیتے اگلے سال اس کام کو کرتے۔ اسی طرح وہ ان تیروں پر عمل کرتے تھے۔

حضرت عبدالمطلب نے تیر نکالنے والے سے کہا میرے بچوں سے تیر لے کر ان سے فال نکالو۔ انہوں نے تیر نکالنے والے کو اپنی نذر کے متعلق بھی بتا دیا۔ اپنے ہر بیٹے کو وہ تیر دے دیا جس پر اُس کا نام درج تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ حضرت عبداللہ، زبیر اور ابو طالب فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر سے تھے۔

(سیرت ابن ہشام مع رض الانف ذکر نذر عبدالمطلب ذبح ولدہ صفحہ ۲۷۲، ۲۷۰ ج ۲ دارلکتب العلمیہ، بیروت)

ابن ہشام: نے عائذ بن عبد کی جگہ عمران بن مخزوم ہے۔

حضرت عبداللہ کے نام سے قرعہ

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ فِيمَا يَزْعُمُونَ أَحَبَّ وَلَدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِلَيْهِ فَكَانَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ يَرَى أَنَّ السَّهْمَ إِذَا أَخْطَأَهُ فَقَدْ أَشْوَى وَهُوَ أَبُو رَسُولِ اللهِ - فَلَمَّا أَخَذَ صَاحِبُ الْقِدَاحِ الْقِدَاحَ لِيَضْرِبَ بِهَا. قَامَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ هُبَلَ يَدْعُو اللهَ ثُمَّ ضَرَبَ صَاحِبُ الْقِدَاحِ فَخَرَجَ الْقِدْحُ عَلَى عَبْدِ اللهِ فَأَخَذَهُ عَبْدُ

الْمُطَّلِبِ بِيَدِهِ وَأَخَذَ الشَّفْرَةَ ثُمَّ أَقْبَلَ بِهِ إِلَى إِسَافَ وَنَائِلَةَ لِيَذْبَحَهُ فَقَامَتْ إِلَيْهِ قُرَيْشٌ مِنْ أَنْدِيَتِهَا فَقَالُوا مَاذَا تُرِيدُ يَا عَبْدَ الْمُطَّلِبِ؟ قَالَ أَذْبَحُهُ فَقَالَتْ لَهُ قُرَيْشٌ وَبَنُوهُ وَاللّٰهِ لَا تَذْبَحُهُ أَبَدًا. حَتّٰى تُعْذَرَ فِيهِ. لَئِنْ فَعَلْتَ هٰذَا لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَأْتِي بِابْنِهِ حَتّٰى يَذْبَحَهُ فَمَا بَقَاءُ النَّاسِ عَلٰى هٰذَا؟ وَقَالَ لَهُ الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ يَقْظَةَ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنَ أُخْتِ الْقَوْمِ وَاللّٰهِ لَا تَذْبَحُهُ أَبَدًا. حَتّٰى تُعْذَرَ فِيهِ فَإِنْ كَانَ فِدَاؤُهُ بِأَمْوَالِنَا فَدَيْنَاهُ. وَقَالَتْ لَهُ قُرَيْشٌ وَبَنُوهُ. لَا تَفْعَلْ وَانْطَلِقْ بِهِ إِلَى الْحِجَازِ فَإِنَّ بِهِ عَرَّافَةً لَهَا تَابِعٌ فَسَلْهَا ثُمَّ أَنْتَ عَلٰى رَأْسِ أَمْرِكَ إِنْ أَمَرَتْكَ بِذَبْحِهِ ذَبَحْتَه. وَإِنْ أَمَرَتْكَ بِأَمْرٍ لَكَ وَلَهُ فِيهِ فرج قبلته.

ابن اسحاق نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ حضرت عبدالمطلب کو اپنی تمام اولاد سے محبوب اور پیارے تھے۔ حضرت عبدالمطلب کو یقین تھا کہ اگر قرعہ ان کے نام نکل آیا تو وہ ذبح ہونے سے بچ جائیں گے کیونکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد محترم تھے جب قرعہ نکالنے والے نے تیر پکڑنے تو حضرت عبدالمطلب ہبل کے پاس کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ جب قرعہ نکالنے والے نے قرعہ نکالا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام تیر نکل آیا۔ حضرت عبدالمطلب نے ان کا بازو پکڑا چھری ہاتھ میں لی اور انہیں ذبح کرنے کے لیے اساف اور نائلہ کے درمیان لے گئے۔ یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھ کر قریش اپنی اپنی مجلسوں سے اٹھ کر حضرت عبدالمطلب کے پاس گئے اور پوچھنے لگے "اے عبدالمطلب! کیا کرنے لگے

ہو؟'' انہوں نے جواب دیا میں عبداللہ کو ذبح کرنے لگا ہوں۔''
قریش نے ان سے کہا ''قسم بخدا! انہیں ذبح نہ کرو حتی کہ آپ کے
لیے کوئی اور چارہ کار نہ رہے اگر آج آپ نے انہیں ذبح کر دیا تو پھر
لوگ بھی اپنے بیٹوں کو ذبح کرنے کے لیے یہاں لاتے رہیں گے
اور نسل انسانی کی بقاء کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔''
مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بن یقظہ نے کہا ''اے عبدالمطلب
! آپ عبداللہ کو ہرگز ذبح نہ کریں تاوقتیکہ آپ کے لیے کوئی اور چارہ
کار نہ رہے اگر ان کا فدیہ ہمارا تمام مال بھی ہو تو ہم وہ بھی پیش کرنے
کے لیے تیار ہیں۔'' دیگر سرداران قریش نے کہا ''آپ انہیں ذبح نہ
کریں۔ آپ انہیں حجاز میں لے جائیں وہاں عرافہ نامی کاہنہ ہے
ایک جن اُس کے تابع ہے آپ اس سے اِس مسئلہ کے متعلق پوچھ لیں
اگر وہ آپ کو عبداللہ بن ذبح کرنے کے لیے کہے تو انہیں ذبح کر دینا
اور اگر کوئی اور درمیانی راہ نکل آئے تو اس پر عمل پیرا ہو جانا۔''

عرافۃ الحجاز:

عرافة الحجاز وما أشارت به على عبد المطلب:
فَانْطَلَقُوا حَتّٰى قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ. فَوَجَدُوهَا - فِيمَا يَزْعُمُونَ
- بِخَيْبَرَ. فَرَكِبُوا حَتّٰى جَاءُوهَا. فَسَأَلُوهَا. وَقَصَّ عَلَيْهَا
عَبْدُ الْمُطَّلِبِ خَبَرَهُ وَخَبَرَ ابْنِهِ وَمَا أَرَادَ بِهِ وَنَذْرَهُ فِيهِ
فَقَالَتْ لَهُمْ ارْجِعُوا عَنِّي الْيَوْمَ حَتّٰى يَأْتِيَنِي تَابِعِي
فَأَسْأَلَهُ. فَرَجَعُوا مِنْ عِنْدِهَا فَلَمَّا خَرَجُوا عَنْهَا قَامَ
عَبْدُ الْمُطَّلِبِ يَدْعُو اللهَ ثُمَّ غَدَوْا عَلَيْهَا. فَقَالَتْ لَهُمْ
قَدْ جَاءَنِي الْخَبَرُ كَمِ الدِّيَةُ فِيكُمْ. قَالُوا عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ
وَكَانَتْ كَذٰلِكَ قَالَتْ فَارْجِعُوا إِلٰى بِلَادِكُمْ ثُمَّ قَرِّبُوا

صَاحِبَكُمْ وَقَرِّبُوا عَشْرًا مِنَ الْإِبِلِ ثُمَّ اضْرِبُوا عَلَيْهَا وَعَلَيْهِ بِالْقِدَاحِ فَإِنْ خَرَجَتْ عَلَى صَاحِبِكُمْ فَزِيدُوا مِنَ الْإِبِلِ حَتَّى يَرْضَى رَبُّكُمْ وَإِنْ خَرَجَتْ عَلَى الْإِبِلِ فَانْحَرُوهَا عَنْهُ فَقَدْ رَضِيَ رَبُّكُمْ وَنَجَا صَاحِبُكُمْ.

نجاة عبد الله من الذّبح:

فَخَرَجُوا حَتَّى قَدِمُوا مَكَّةَ. فَلَمَّا أَجْمَعُوا عَلَى ذٰلِكَ مِنَ الْأَمْرِ قَامَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ يَدْعُو اللهَ ثُمَّ قَرَّبُوا عَبْدَ اللهِ وَعَشْرًا مِنَ الْإِبِلِ وَعَبْدُ الْمُطَّلِبِ قَائِمٌ عِنْدَ هُبَلَ يَدْعُو اللهَ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ ضَرَبُوا فَخَرَجَ الْقِدْحُ عَلَى عَبْدِ اللهِ فَزَادُوا عَشْرًا مِنَ الْإِبِلِ فَبَلَغَتِ الْإِبِلُ عِشْرِينَ وَقَامَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ يَدْعُو اللهَ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ ضَرَبُوا فَخَرَجَ الْقِدْحُ عَلَى عَبْدِ اللهِ فَزَادُوا عَشْرًا مِنَ الْإِبِلِ فَبَلَغَتِ الْإِبِلُ ثَلَاثِينَ وَقَامَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ يَدْعُو اللهَ ثُمَّ ضَرَبُوا. فَخَرَجَ الْقِدْحُ عَلَى عَبْدِ اللهِ فَزَادُوا عَشْرًا مِنَ الْإِبِلِ فَبَلَغَتِ الْإِبِلُ أَرْبَعِينَ وَقَامَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ يَدْعُو اللهَ ثُمَّ ضَرَبُوا. فَخَرَجَ الْقِدْحُ عَلَى عَبْدِ اللهِ فَزَادُوا عَشْرًا مِنَ الْإِبِلِ فَبَلَغَتِ الْإِبِلُ خَمْسِينَ وَقَامَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ يَدْعُو اللهَ ثُمَّ ضَرَبُوا فَخَرَجَ الْقِدْحُ عَلَى عَبْدِ اللهِ فَزَادُوا عَشْرًا مِنَ الْإِبِلِ فَبَلَغَتِ الْإِبِلُ سِتِّينَ وَقَامَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ يَدْعُو اللهَ ثُمَّ ضَرَبُوا فَخَرَجَ الْقِدْحُ عَلَى عَبْدِ اللهِ فَزَادُوا عَشْرًا مِنَ الْإِبِلِ فَبَلَغَتِ الْإِبِلُ سَبْعِينَ وَقَامَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ يَدْعُو اللهَ ثُمَّ ضَرَبُوا فَخَرَجَ الْقِدْحُ عَلَى عَبْدِ اللهِ فَزَادُوا عَشْرًا مِنَ الْإِبِلِ فَبَلَغَتْ

الْإِبِلُ ثَمَانِينَ وَقَامَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ يَدْعُو اللهَ ثُمَّ ضَرَبُوا. فَخَرَجَ الْقِدْحُ عَلَى عَبْدِ اللهِ فَزَادُوا عَشْرًا مِنَ الْإِبِلِ فَبَلَغَتِ الْإِبِلُ تِسْعِينَ وَقَامَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ يَدْعُو اللهَ ثُمَّ ضَرَبُوا. فَخَرَجَ الْقِدْحُ عَلَى عَبْدِ اللهِ فَزَادُوا عَشْرًا مِنَ الْإِبِلِ فَبَلَغَتِ الْإِبِلُ مِئَةً وَقَامَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ يَدْعُو اللهَ ثُمَّ ضَرَبُوا فَخَرَجَ الْقِدْحُ عَلَى الْإِبِلِ فَقَالَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ حَضَرَ قَدِ انْتَهَى رِضَا رَبِّكَ يَا عَبْدَ الْمُطَّلِبِ فَزَعَمُوا أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ قَالَ لَا وَاللهِ حَتَّى أَضْرِبَ عَلَيْهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَضَرَبُوا عَلَى عَبْدِ اللهِ وَعَلَى الْإِبِلِ وَقَامَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ يَدْعُو اللهَ فَخَرَجَ الْقِدْحُ عَلَى الْإِبِلِ ثُمَّ عَادُوا الثَّانِيَةَ وَعَبْدُ الْمُطَّلِبِ قَائِمٌ يَدْعُو اللهَ فَخَرَجَ الْقِدْحُ عَلَى الْإِبِلِ ثُمَّ عَادُوا الثَّالِثَةَ وَعَبْدُ الْمُطَّلِبِ قَائِمٌ يَدْعُو اللهَ فَضَرَبُوا. فَخَرَجَ الْقِدْحُ عَلَى الْإِبِلِ فَنُحِرَتْ ثُمَّ تُرِكَتْ لَا يُصَدُّ عَنْهَا إِنْسَانٌ وَلَا يُمْنَعُ.

حضرت عبدالمطلب اوران کے ساتھی عرافہ کی جستجو میں مدینہ طیبہ پہنچے انہوں نے عرافہ کو خیبر میں پالیا۔ حضرت عبدالمطلب نے اسے اپنے اوراپنے نورِنظر کے بارے میں بتایا اوراُسے اپنی منت کے بارے میں آگاہ کیا۔ عرافہ نے کہا تم لوگ آج چلے جاؤ جب میرا تابع جن میرے پاس آئے گا تو میں تمہارے متعلق اس سے پوچھوں گی اس وقت عبدالمطلب اوراُن کے ساتھی واپس آگئے۔ جب کاہنہ کے گھر سے باہر نکلے تو حضرت عبدالمطلب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا رکھے تھے۔ وہ صبح پھر کاہنہ کے پاس آئے اُس نے کہا میرے پاس تمہارے متعلق خبر پہنچ چکی ہے۔ تمہارے ہاں ایک شخص کی دیت کیا

ہے۔ حضرت عبدالمطلب اور سردارانِ قریش نے جواب دیا ہمارے ہاں ایک شخص کی دیت دس اونٹ ہے۔'' کاہنہ نے کہا اپنے وطن لوٹ جاؤ اور اپنے نورِ نظر عبداللہ اور دس اونٹوں کو ایک جگہ جمع کر لینا پھر قرعہ اندازی کر لینا۔ اگر قرعہ تمہارے نورِ نظر کے نام ہی نکلے تو پھر اونٹوں کی تعداد میں اضافہ کرتے جانا حتی کہ تمہارا ربّ راضی ہو جائے جب قرعہ تمہارے اونٹوں کے نام نکل آئے تو پھر اپنے فرزند ارجمند کی جانب سے ان اونٹوں کو ذبح کر دینا۔ تمہارا رب بھی راضی ہو جائے گا اور تمہارا بیٹا بھی بچ جائے گا۔''

حضرت عبدالمطلب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مکہ مکرمہ واپس آ گئے جب تمام قریش نے کاہنہ کی بات پر اجماع کیا تو حضرت عبدالمطلب نے دوبارہ اپنے ہاتھ دعا کے لیے اٹھا دیئے۔ پہلے حضرت عبداللہ اور دس اونٹوں کو قرعہ کے لئے لایا گیا۔ حضرت عبدالمطلب ہبل کے پاس کھڑے ہو کر ربّ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے۔ جب قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نکلا۔ انہوں نے اونٹوں کی تعداد دس سے زیادہ کر دی اب اونٹ بیس ہو گئے۔ حضرت عبدالمطلب بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہو گئے۔ قرعہ ڈالا گیا پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نکلا۔ اونٹ کی تعداد بڑھا کر تیس کر دی گئی۔ حضرت عبدالمطلب پھر دعا میں مشغول ہو گئے۔ قرعہ ڈالا گیا قرعہ پھر حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔ دس اونٹ اور بڑھا دیئے گئے اب اونٹوں کی تعداد چالیس ہو گئی۔ حضرت عبدالمطلب پھر مصروف دعا ہو گئے۔ قرعہ ڈالا گیا قرعہ پھر بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام ہی نکلا۔ اونٹوں کی تعداد دس اور بڑھا کر پچاس کر دی گئی۔ حضرت عبدالمطلب نے دعا مانگی قرعہ انداز نے قرعہ ڈالا۔ قرعہ پھر

بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ہی نکلا۔اونٹوں میں اضافہ کر کے ساٹھ کر دیئے گئے۔حضرت عبدالمطلب مصروف دعا ہوئے قرعہ ڈالا گیا نام پھر بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہی نکلا اونٹ پھر اسی طرح کرتے کرتے تعداد سو تک پہنچ گئی حضرت عبدالمطلب دعا میں مشغول رہے یہاں تک اب قرعہ اونٹوں کے نام نکلا تمام حاضرین اور قریش نے کہا ''اے عبدالمطلب! آپ کے رب کی رضا یہی ہے'' لیکن حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا نہیں قسم بخدا میں تین مرتبہ قرعہ اندازی کروں گا۔'' دوبارہ سو اونٹوں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مابین قرعہ ڈالا گیا۔حضرت عبدالمطلب آہ زاری میں مصروف ہو گئے۔قرعہ میں نام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اونٹوں کا نکلا تیسری مرتبہ بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اونٹوں کا نام نکلا۔تو اونچی جگہ میں اونٹوں کو ذبح کیا گیا ایسا کرنے سے نہ کسی انسان نے روکا او رنہ ہی اور کسی نے۔

(سیرت ابن ہشام مع رض الانف ذکر نذر عبدالمطلب ذبح ولده صفحه،۲۷۲، ۲۷۳ج ۲دارالکتب العلمیہ بیروت) (الخصائص الکبری،باب ماوقع فی حفر عبدالمطلب زم زم من الآیات:ص۷۶،۷۷ج ا مکتبہ الحقانیہ پشاور)

حضرت عبدالمطلب اپنے زمانہ میں نور مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امین۔

عبدالمطلب اپنے زمانہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ جانی پہچانی شخصیت تھے آپ کی ذات اور معاملات میں وہ حسن پایا جاتا جو کسی معمولی آدمی میں نہیں پایا جا سکتا۔ اُس کو صاحب مواہب اللدنیہ نے اسطرح بیان فرمایا ہے:

وكان عبد المطلب يفوح منه رائحة المسك الاذفر ونور رسول ﷺ يضئى فی غرته .وكانت قريش اذا اصابها قحط شديد تأخذ بيد عبد المطلب فتخرج به

الی جبل ثبیر فیتقربون به الی الله ،ویسألونه ان یسقیهم الغیث .فکان یغیثهم ویسقیهم ببرکة نور رسول الله ﷺ غیثاً عظیماً

حضرت عبدالمطلب کے بدن سے خالص کستوری کی خوشبو آیا کرتی تھی ۔اور نور مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی (مقدس پیشانی) میں چمکتا رہتا تھا ۔اور قریش جب سخت قحط کا شکار ہوتے وہ عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر کوہِ ثبیر پر چلے جاتے اور خدا کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ پیش کر کے بارش کی دعا مانگتے ۔تو قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی برکت سے موسلا دھار بارش سے سیراب کیا جاتا۔

(المواہب اللدنیه ،مع شرح زرقانی المقصد الاول باب فی تشریف رسول الله ﷺ ج ۱ ص ۱۵۵ دار الکتب العلمیه بیروت)

اور امام زرقانی نے آپ کے بارے بہت خوبصورت کلمات فرمائے ہیں:

لما جربو ہ من قضاء الحوائج علی یدہ ببرکت نورہ ﷺ ولما جعله الله فیه من مخالفة ماکان علیه الجاهلیة بالهام من الله .وکان یأمر اولادہ بترك الظلم والبغی ،ویحثهم علی مکارم الاخلاق وینهاهم عن دنیات الامور .ویؤثر عنه سنن جاء بها لقرآن والسنة کالوفاء بالنذر ،والمنع من نکاح المحارم ،وقطع یدالسارق .والنهی عن قتل المؤدة وتحریم الخمر والزنا ،وان لایطوف بالبیت عریان۔

(شرح زرقانی المقصد الاول باب فی تشریف رسول الله ﷺ ج ۱ ص ۱۵۵ دار الکتب العلمیه بیروت)

آپکے ہاتھ پر مصیبتوں کو دور کرنا بڑا مجرب (سمجھا جاتا) تھا نور مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اور اللہ کے طرف سے آپ پر الہام کیا جاتا تھا

جس کی وجہ سے آپ جاہلیت کی تمام برائیوں کی مخالفت کرتے تھے۔ اور آپ اپنی اولاد کو ''ظلم اور سرکشی کو ترک کرنے کا حکم دیتے۔ اور اُن کو اخلاق کی پختگی کی ترغیب دیتے۔ اور بُرے کاموں سے روکتے اور آپ سے وہ باتیں بھی منقول ہیں جن کا حکم قرآن اور سنت میں آیا ہے جیسے کہ منتوں کو پورا کرنا اور محارم عورتوں سے نکاح سے روکنا، چور کے ہاتھ کاٹنا، رشتہ داروں کے قتل سے منع کرنا (یہاں مراد اپنے بچے بچیوں کو قتل کرنا ہے) شراب اور زنا کو حرام جاننا اور بیت اللہ کا برہنہ طواف کرنے سے منع کرنا۔ آپ ان سب باتوں کی تعلیم دیتے جو کہ واضح طور پر دورِ جاہلیت میں آپ کی شخصیت کو نمایاں کرتی ہے۔

حضرت عبدالمطلب کو معرف رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل تھی۔

حضرت عبدالمطلب کو معرفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل تھی اس بارے میں بہت سی عجیب اور انوکھی روایت ملتی ہیں جن میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جائے گا۔

اُن میں سے ایک کو ابو نعیم نے بروایت ابو بکر بن عبداللہ بن ابو الجہم اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں

أخرج ابو نعيم من طَرِيق أبي بكر بن عبد الله بن أبي الجهم عَن أَبِيه عَن جده قَالَ سَمِعت أَبَا طَالب يحدث عَن عبد الْمطلب قَالَ بَينا أَنا نَائِم فِي الْحجر رَأَيْت رُؤْيا هالتني ففزِعت مِنْهَا فزعًا شَدِيدا فَأتيت كاهنة قُرَيْش فَقلت لَهَا إِنِّي رَأَيْت اللَّيْلَة كَأَن شَجَرَة نبتت قد نَالَ رَأسهَا السَّمَاء وَضرب بأغصانها الْمشرق وَالْمغْرب وَمَا رَأَيْت نورا أظهر مِنْهَا أعظم من نور الشَّمْس سبعين ضعفا وَرَأَيْت الْعَرَب والعجم ساجدين وَهِي تزداد كل سَاعَة عظما ونورا وارتفاعا

سَاعَة تخفي وَسَاعَة تظهر وَرَأَيْت رهطا من قُرَيْش قد تعلقوا بأغصانها وَرَأَيْت قوما من قُرَيْش يُرِيدُونَ قطعهَا فَإِذا دنوا مِنْهَا أَخذهم شَاب لم أر قطّ أحسن مِنْهُ وَجها وَلَا أطيب مِنْهُ ريحًا فيكسر أظهرهم ويقلع أَعينهم فَرفعت يَدي لأتناول مِنْهَا نَصِيبا فَلم أنل فَقلت لمن النَّصِيب فَقَالَ النَّصِيب لهَؤُلَاء الَّذين تعلقوا بهَا وسبقوك إِلَيْهَا فانتبهت مذعورا فَزعًا فَرَأَيْت وَجه الكاهنة قد تغير ثمَّ قَالَت صدقت رُؤْيَاك ليخرجن من صلبك رجل يملك الْمشرق وَالْمغْرب ويدين لَهُ النَّاس ثمَّ قَالَ لأبي طَالب لَعَلَّك ان تكون هَذَا الْمَوْلُود فَكَانَ أَبُو طَالب يحدث بِهَذَا الحَدِيث وَالنَّبِيّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قد خرج وَيَقُول كَانَت الشَّجَرَة وَالله ابا الْقَاسِم الْأمين فَيُقَال لَهُ أَلا تؤمن بِهِ فَيَقُول السبة والعار .

کہ میں نے ابو طالب سے حضرت عبدالمطلب کو خواب بیان کرتے سنا۔ عبدالمطلب نے کہا کہ میں نے جب کہ میں حجراسود کے قریب سویا ہوا تھا ایک خواب دیکھا جس کی وجہ سے مجھ پر خوف طاری ہو گیا اور میں بہت بے چینی محسوس کرنے لگا۔ میں ایک قریشی کاہنہ کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں نے آج خواب میں دیکھا ہے کہ ایک درخت اس طرح کھڑا ہے کہ اُس کی اونچائی آسمان تک اور شاخیں مشرق اور مغرب میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور اس درخت کے نور کو میں نے سورج کی روشنی سے ستر گنا زیادہ دیکھا اور اس کے سامنے عرب وعجم کو میں نے سجدہ ریز دیکھا اور میں دیکھ رہا تھا کہ وہ درخت اپنی

عظمت ،نور اور بلندی میں ہر آن اضافہ کر رہا ہے ایک لمحہ وہ چھپتا اور دوسرے لمحے ظاہر ہو جاتا ہے۔اور میں دیکھا کہ قریش کا ایک گروہ اس کی شاخوں سے چمٹ گیا ہے۔اور دوسرا گروہ اسکے کاٹنے میں کوشاں ہے یہاں تک کہ یہ گروہ اس کو کاٹنے کے ارادے سے درخت کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اُن کو ایک نوجوان نے پکڑ لیا کہ ایسا حسین چہرے ،اور خوشبو والا آدمی میں نے نہیں دیکھا وہ ان کی کمر یں توڑ دیتا اور آنکھیں نکالتا ہے۔تو میں نے ہاتھ بلند کیے تاکہ میں بھی درخت سے کچھ حصہ لے لوں تو میں کچھ نہ پا سکا۔تو میں نے کہا کہ حصّہ کس کے لیے ہے تو جواب آیا ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ مضبوطی سے چمٹے ہوئے ہیں اور تجھ سے سبقت لے جا رہے ہیں۔میں گھبرا کر خواب سے بیدار ہو گیا (جب میں نے اپنا خواب ختم کیا) تو میں نے کاہنہ کا چہرہ متغیرہ دیکھا پھر اُس نے کہا کہ "تو تیری خواب سچی ہے تو تیری صلب سے ایک آدمی پیدا ہوگا جو مشرق اور مغرب کا مالک ہوگا اور لوگ اُس کے دین کے ساتھ وابستہ ہو جائیں۔" پھر ابو طالب کے لیے فرمایا کہ شاید وہ درخت یہی بچہ ہو۔تو ابو طالب یہ بات بتاتے تھے حتی کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور پر نور ہوا تو آپ کہا کرتے قسم بخدا! وہ درخت ابوالقاسم الامین ہیں پھر انہیں کہا جاتا کہ تم ایمان کیوں نہیں لاتے تو شرم اور (کفّار) کے بُرا بھلا کہنے کی وجہ سے۔

(دلائل النبوة (لابی نعیم) الفصل السادس رؤیا عبدالمطلب وتعبیر کاہنة قریش صفحہ ۹۹۔۱۰۰ دار النفائس ،بیروت)(الخصائص الکبری،باب رؤیا عبد المطلب:ص ۶۷، ۶۸ ج ۱ مکتبہ الحقانیہ پشاور)

اب ان واقعات کا بیان کیا جاتا ہے جو حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن میں حضرت عبدالمطلب کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت کے بارے میں پیش آئے۔

اہل مکہ کا بارش طلب کرنے کے لیے عبدالمطلب کے وسیلے سے دعا کرنا۔

اَخْرَجَ ابْن سعد وَابْن ابی الدُّنْیَا وَالْبَیْھَقِیّ وَالطَّبَرَانِیّ وَأَبُو نعیم وَابْن عَسَاکِر من طرق عَن مخرمَة بن نَوْفَل عَن امهِ رقیقَة بنت صَیْفِی وَکَانَت لِدَة عبد الْمطلب قَالَت تَتَابَعَت على قُرَیْش سنُون جدبة أقحلت الْجلد وأدقت الْعظم فَبینا أَنا نَائِمَة أَو مهومة إِذا هَاتِف یصْرخ بِصَوْت صَحِل یَقُول یَا معشر قُرَیْش إِن هَذَا النَّبِی الْمَبْعُوث مِنْکُم قد أظلکم ایامه وَهَذَا أَبَان مخرجه فحی هلا بِالْحَیَاءِ وَالْخصب أَلا فانظروا رجلا مِنْکُم وَسِیطًا عظاما جسَامًا أَبیض بضا أَوْطَف الْأَهْدَاب سهل الْخَدین أَشمّ الْعرنِین لَهُ فخر یَکْظِم عَلَیْهِ وَسنة یهدی الیه فَلْیخْلص هُوَ وَولده وَولد وَلَده ولیهبط إِلَیْهِ من کل بطن رجل فلیشنوا من المَاء ولیمسوا من الطّیب ثمَّ لیستلموا الرُّکْن ولیطوفوا بِالْبَیْتِ سبعا ثمَّ لیرتقوا أَبَا قبیس فلیستسق الرجل ولیؤمن الْقَوْم فغثتم مَا شِئْتُم إِذا قَالَت فَأَصبَحت مَذْعُورَة قد اقشعر جلدی وَوَلِه عَقْلِی واقتصصت رُؤْیَای فَقُمْت فِی شعاب مَکَّة فَمَا بَقِی بهَا أبطحی إِلَّا قَالُوا هَذَا شیبَة الْحَمد وتتامت إِلَیْهِ رجالات قُرَیْش وَهَبَطَ إِلَیْهِ من کل بطن رجل فَشُنُّوا من المَاء وَمَسُّوا من الطّیب واستلموا وطافوا ثمَّ ارْتَقَوْا أَبَا قبیس حَتَّى إِذا اسْتَووا بِذرْوَةِ الْجَبَل قَامَ عبد الْمطلب وَمَعَهُ رَسُول الله صلى الله عَلَیْهِ وَسلم

غُلَام قد أَيفع أَو كرب فقَالَ عبد الْمطلب اللّٰهُمَّ سَاد الْخلَّة وَكَاشف الْكُرْبَة انت عَالم غير معلم ومسؤول غير مبخل وَهَذِه عبداؤك وإماؤك بِعَذِرَاتِ حرمك يَغْنِي أفنية حَرمك يَشكون إِلَيْك سنتهمُ أذهبت الْخُف والظلف اللّٰهُمَّ فامطرن غيثا مُغْدِقًا ومريعا فَمَا راموا حَتَّى انفجرت السَّمَاء بِمَائِهَا والط الْوَادي بثجيجه فلسمعت شَيْخَانِ قُرَيْش يَقُولُونَ لعبد الْمطلب هَنِيئًا يَا ابا الْبَطْحَاء هَنِيئًا أَي عَاشَ بك أهل الْبَطْحَاء وَفِي ذَلِك تَقول رقيقَة

بِشَيْبَة الْحَمد اسقى الله بَلْدَتنَا
لما فَقدنَا الحيا وأجلوذ الْمَطَر
فجاد بِالْمَاءِ جونى لَهُ سبل
سَحا فَعَاشَتْ بِهِ الْأَنْعَام وَالشَّجر
منا من الله بالميمون طَائِره
وَخير من بشرت يَوْمًا بِهِ مُضر
مبارك الْأَمر يَستَسقِي الْغَمَام بِهِ
مَا فِي الْآنَام لَهُ عدل وَلَا خطر

ابن سعد، ابن ابی دنیا، بیہقی، طبرانی، ابونعیم، ابن عساکر نے متعدد سندوں کے ساتھ مخرمہ بن نوفل سے وہ اپنی والدہ رقیقہ بنت صیفی جو کہ حضرت عبدالمطلب کی ہم عمر تھیں روایت کی کہ قریش کو مسلسل قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا جس کی بنا پر جسم سے گوشت برائے نام رہ گیا اور ہڈیاں چیخ گئیں۔ چنانچہ ایک دن میں سورہی تھی یا غنودگی کی حالت میں تھی کہ دفعتہ ایک غیبی آواز سنی کہ "اے گروہ قریش! وہ نبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو تمہارے درمیان مبعوث ہونے والا ہے۔ اس کے ظہور کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ تم لوگ بارش اور خوشحالی کے لیے دعا کیوں نہیں مانگتے لہذا تم ایسے شخص کو مخصوص کرو جو حسب ونسب میں بہتر اور جسامت میں عظیم رنگ میں صاف وسفید اور جلد میں نازک لطیف ہو اُس کی پلکیں دراز وکثیر اور رخسار شاداب وحسین ہوں اور اس کی ناک سونتی ہوئی درمیان سے مرتفع ہوگی۔ اُسے وہ فخر حاصل ہے کہ اس پر لوگوں کی حاجتیں موقوف ہیں۔ اس قحط اور خشک سالی سے نجات کا یہ طریقہ ہے کہ مذکورہ علامات کا حامل شخص اس کے بیٹے پوتے دعاؤں کے لیے مخصوص ہو جائیں اور تمام قبائل عرب سے ایک ایک فرد ان کے ساتھ آ کر شریک ہو اور تمام افراد پانی سے غسل کریں۔ خوشبو ملیں رکن کعبہ کو بوسہ دیں سات مرتبہ طواف کعبہ کریں پھر سب لوگ جبل ابو قبیس پر چڑھیں بعد ازاں وہ مذکورہ علامات کا حامل شخص اللہ تعالیٰ سے بارش کے لیے التجا ودعا کرتے باقی تمام لوگ آمین کہیں۔ اس کے بعد تم لوگوں کو حسب ضرورت سیراب کیا جائے گا۔

میں بیدار ہوئی تو صبح تھی اور میرا دل خوف زدہ اور اندام لرزاں، دماغ چکرا رہا تھا۔ میں نے اپنے خواب کا ذکر کیا اور مکی خانوادوں میں آئی ہر شخص نے یہی کہا کہ جو علامات تم بیان کر رہی ہو وہ ''شیبۃ الحمد'' یعنی سردار عبدالمطلب کے سوا کسی میں نہیں۔ پس اہل قریش اور دیگر قبیلوں میں سے ایک ایک فرد بطور نمائندہ مجتمع ہو کر عبدالمطلب کی خدمت میں آئے۔ غسل کیے خوشبو لگائیں۔ استلام کے بعد طواف کیا۔ پھر جبل ابو قبیس پر آئے۔ عبدالمطلب پہاڑ کی چوٹی پر پہلو میں کمسن پوتے یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر کھڑے ہوئے پھر عبدالمطلب نے ان الفاظ میں دعا کی:

اللهم ساد الخلة .وكاشف الكربة .انت عالم غير معلم .ومسؤول غير مبخل. وهذه عبداؤك واماؤك بعذرات حرمك يعنى افنية حرمك يشكون اليك سنتهم .اذهبت الخف والظلف .اللهم فامطرن غيثاً مغدقاً .ومريعاً .فما راموا حتى انفجرت السماء بمائها.

دعا کے بعد ابھی وہاں سے لوٹے نہیں تھے کہ آسمان پر بادل چھائے اور بارش ہونے لگے اور پوری وادی اور نالے پانی سے بھر گئے۔ میں نے بوڑھے قریشیوں کو کہتے سنا ''اے عبدالمطلب، اے ابوالبطحاء یہ قبولیت مبارک ہو اس کے سبب سے اہل بطحاء میں زندگی کی لہر دوڑ گئی اس موقعہ پر رقیقہ نے حسب ذیل اشعار کہے۔

بشيبة الحمد اسقى الله بلدتنا
لما فقدنا الحياء واجلوذ المطر
فجاء بالماء جونى له سبل
سحا فعاشت به الانعام والشجر
منا من الله بالميمون طائره
وخير من بشرت يوما به مضر
مبارك الامر يستسقى الغمام به
ما فى الانام له عدل ولا خطر

(۱) شیبہ الحمد (یعنی) عبدالمطلب کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہروں کو سیراب کیا۔ جبکہ ہماری زندگیاں خشک سالی کے سبب ختم ہونے کو تھیں۔

(۲) تو موسلا دھار بارش ہوئی جس سے دریا اور نالے بھر گئے۔

چوپائے اور درخت زندہ ہو گئے۔

(۳) ہم سب کی سیرابی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔اس کے وسیلے سے ہے جس کا نصیبہ برکت والا ہے اور وہ اس سے بہتر ہے جس کی بشارت ہمیں مضر نے دی تھی۔

(۴) بابرکت ہے وہ نام جس کے وسیلے سے بادل کے ذریعے سے پانی مانگا گیا وہ ایسی ذات ہے جس کی ہمسر اور ہم مرتبہ ذات لوگوں میں کوئی نہیں۔

(دلائل النبوۃ: باب ماجاء فی استسقاء عبدالمطلب بن ہاشم وماظہر فیہ من آیات رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ج ۲ صفحہ ۱۷، ۱۵ دارالکتب العلمیہ بیروت) (الخصائص الکبری، باب استسقاء اھل مکۃ بجدہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم وھو معہ وسقیاھم وما ظہر فیہ من الآیات: ص ۱۳۷، ۱۳۶ ج ۱ مکتبہ الحقانیہ پشاور)

امام بخاری نے اپنی تاریخ، ابن سعد، ابویعلی، طبرانی، ابن عدی، حاکم نے روایت کر کے صحیح کہا۔

بیہقی، ابونعیم اور ابن مندہ نے کندیر بن سعید سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا

عَنْ كِنْدِيرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَجَجْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَإِذَا أَنَا بِرَجُلٍ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَهُوَ يَرْتَجِزُ وَيَقُولُ:

رَبِّ رُدَّ إِلَيَّ رَاكِبِي مُحَمَّدًا

رُدَّهُ إِلَيَّ وَاصْطَنِعْ عِنْدِي يَدًا

فَقُلْتُ مَنْ هَذَا؟ فَقَالُوا عَبْدُ الْمُطَّلِبِ بْنُ هَاشِمٍ بَعَثَ بِابْنِ ابْنِهِ مُحَمَّدٍ فِي طَلَبِ إِبِلٍ لَهُ وَلَمْ يَبْعَثْهُ فِي حَاجَةٍ إِلَّا أَنْجَحَ فِيهَا وَقَدْ أَبْطَأَ عَلَيْهِ. فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ مُحَمَّدٌ وَالْإِبِلُ فَاعْتَنَقَهُ وَقَالَ يَا بُنَيَّ لَقَدْ جَزِعْتُ عَلَيْكَ جَزَعًا لَمْ أَجْزَعْهُ عَلَى شَيْءٍ قَطُّ. وَاللَّهِ لَا أَبْعَثُكَ فِي حَاجَةٍ أَبَدًا.

وَلَا تُفَارِقْنِي بَعْدَ هَذَا أَبَدًا ۔ هذا كلام مستدرك

کہ زمانہ جاہلیت میں میں نے حج کیا تو ایک آدمی کو میں نے بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہا تھا:

دالی   راكبی   محمدًا

یارب   رده   واصطنع   عندی   یدًا

اے میرے رب مجھ پر سواری کرنے والے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو لوٹا دے ۔اے ربّ اسے لوٹا دے اور میرے ہاتھ مضبوط کر دے

میں نے لوگوں سے کہا کہ یہ کون ہے جو مناجات کر رہے ہیں ۔لوگوں نے بتایا کہ یہ عبدالمطلب ہیں کہ ۔انہوں نے اپنے فرزند (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو اونٹ تلاش کرنے کے لیے بھیجا ہے اور وہ عبدالمطلب کے جس کام کی انجام دہی کے لیے جاتے ہیں اس کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیتے ہیں ۔اس وقت ان کو واپسی میں دیر ہوگئی ہے ۔جس کی وجہ سے وہ دعا کر رہے ہیں ۔اس بات کو زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اونٹ لے کر آ گئے ۔

(المستدرک للحاکم : اخبارنبینا : صفحہ ۲۰۵ جلد۳ رقم ۴۲۲۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)(الخصائص الکبریٰ،باب ما کان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم یذھب فی حاجة لجدہ الا انجح فیھا:ص۱۳۷،۱۳۸ ج ۱ مکتبہ الحقانیہ پشاور)(دلائل النبوۃ بیہقی :باب ماجاء فی شفقہ عبدالمطلب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ج ۲ صفحہ ۲۰، ۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابن سعد اور ابن عسا کر نے زہری ،مجاہد،اور نافع بن جبیر سے روایت کیا ہے

وَأخرج ابْن سعد وَابْن عَساكِر عَن الزُّهْرِيّ وَمُجَاهد وَنَافِع بن جُبَير قَالُوا كَانَ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يجلس على فرَاش جده فيذهب أَعْمَامه ليؤخروه فَيَقُول عبد الْمطلب دعوا ابْني انه ليؤنس ملكا وَقَالَ

قوم من بني مُدلج لعبد الْمطلب احتفظ بِهِ فَإِنَّا لم نر قدما أشبه بالقدم الَّتِي فِي الْمقَام مِنْهُ وَقَالَ عبد الْمطلب لأم أَيمن يَا بركَة لَا تغفلي عَنهُ فَإِن أهل الْكتاب يَزْعمُونَ ان ابْني نَبِي هَذِه الْأمة

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسند عبدالمطلب پر بیٹھ جایا کرتے اور کوئی چچا آتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں سے ہٹ جانے کو کہتا تو عبدالمطلب فرماتے ''میرے بیٹے کو کچھ نہ کہو کیونکہ اس میں شاہانہ صفات ہیں۔'' بنی مدلج نے عبدالمطلب سے کہا ''محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کیجیے۔ کیونکہ ہم نے حضرت ابراہیم کے نشان قدم کے مشابہ (جو مقام ابراہیم میں ہے) کسی کا قدم نہیں دیکھا مگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نشان قدم اس سے بہت مشابہ ہے۔ (تو اس کے بعد) عبدالمطلب نے اُم ایمن کو کہا اے برکہ اس سے کبھی بھی بے پرواہ نہ ہونا اہل کتاب میرے اس بیٹے کو نبی بتاتے ہیں۔

(الخصائص الکبری، باب معرفۃ عبدالمطلب بشان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: ص ۱۳۷، ۱۳۸ ج ۱ مکتبہ الحقانیہ پشاور)

وَأخرج أَبُو نعيم من طَرِيق الْوَاقِدِيّ عَن شُيُوخه قَالُوا بَينا عبد الْمطلب يَوْمًا فِي الْحجر وَعِنْده أُسْقُف نَجْرَان وَكَانَ صديقا لَهُ وَهُوَ يحادثه وَيَقُول إِنَّا نجد صفة نَبِي بَقِي من ولد إِسْمَاعِيل هَذَا الْبَلَد مولده من صفته كَذَا وَكَذَا وأتى رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَنظر إِلَيْهِ جو إِلَى عَيْنَيْهِ وَإِلَى ظَهره وَإِلَى قَدَمَيْهِ فَقَالَ هُوَ هَذَا اما هَذَا مِنْك قَالَ ابْني قَالَ الاسقف لَا مَا نجد أَبَاهُ حَيا قَالَ هُوَ ابْن ابْني وَقد مَاتَ أَبوهُ وَأمه حُبْلَى بِهِ قَالَ

صدقت قَالَ عبد الْمطلب لِبَنِيهِ تحفظوا بِابْن اخيكم أَلا تَسْمَعُونَ مَا يُقَال فِيهِ

ابونعیم نے واقدی کی سند کے ساتھ ان کے مشائخ سے روایت کیا ہے کہ ہم ایک دن حجر اسود کے قریب عبدالمطلب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ نجران کا ایک پادری جوان کا دوست تھا ان سے باتیں کر رہا تھا کہ ہم ایک نبی کی خبر پاتے ہیں جو بنی اسمٰعیل سے ہوگا۔ یہ شہر مکہ اس کی ولادت گاہ ہے۔ اور اس کی یہ علامات ہیں۔ اتفاقاً اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے۔ پادری نے آپ کی آنکھوں، پشت مبارک، اور قدم شریف کو غور سے دیکھا اور کہنے لگا وہ نبی یہی ہیں۔ اس نے پوچھا آپ کا ان سے کیا رشتہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا "یہ میرا بیٹا ہے" پادری نے کہا نہیں ان کے بارے میں ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس نبی کے والد زندہ نہیں رہیں گے۔ تو عبدالمطلب نے کہا یہ میرا پوتا ہے اس کے باپ اور ماں وفات پا چکے ہیں۔ تو اس نے کہا آپ نے سچ کہا اس کے بعد عبدالمطلب نے اپنی بیٹوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی ہدایت کی۔

(الخصائص الکبری، باب معرفة عبدالمطلب بشان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم :ص ۱۲۸، ۱۲۹ ج ا مکتبہ الحقانیہ پشاور)

بیہقی، ابونعیم اور ابن عساکر نے

وَأخرج الْبَيْهَقِيّ وَأَبُو نعيم وَابْن عَسَاكِر من طَرِيق عفير بن زرْعَة بن سيف بن ذِي يزن عَن أَبِيه قَالَ لما ظهر سيف بن ذِي يزن على الْحَبَشَة وَذَلِكَ بعد مولد النَّبِي صلي الله عَلَيْهِ وَسلم بِسنتَيْنِ أَتَاهُ وُفُود الْعَرَب لتهنيه وَأَتَاهُ وَفد قُرَيْش مِنْهُم عبد الْمطلب فَقَالَ لَهُ سيف يَا عبد الْمطلب إِنِّي مفض إِلَيْك من سر علمي

أمرا لو غيرك يكون لم أبح لَهُ بِهِ وَلَكِنِّي رَأَيْتُكَ معدنه فأطلعتك طلعه فَلْيَكُن عندك مخبيا حَتَّى يَأْذَن الله فِيهِ إِنِّي اجد فِي الْكتاب الْمكنون وَالْعلم المخزون الَّذِي أدخرناه لأنفسنا واحتجبناه دون غيرنَا خيرا عَظِيما وخطرا جسيما فِيهِ شرف الْحَيَاة وفضيلة الْوَفَاة للنَّاس عَامَّة ولرهطك كَافَّة وَلَك خَاصَّة فَقَالَ عبد الْمطلب مَا هُوَ قَالَ إِذا ولد بتهامة غُلَام بَين كتفيهِ شامة كَانَت لَهُ الْإِمَامَة وَلكم بِهِ الزعامة إِلَى يَوْم الْقِيَامَة ثمَّ قَالَ هَذَا حِينه الَّذِي يُولد فِيهِ أَو قد ولد إسمه مُحَمَّد يَمُوت ابوه وامه ويكفله جده وَعَمه وَقد ولدناه مرَارًا وَالله باعثه جهارا وجاعل لَهُ منا أنصارا يعز بهم أولياءه ويذل بهم اعداءه وَيصرف بهم النَّاس عَن عرض ويستفتح بهم كرائم أهل الأَرْض يعبد الرَّحْمَن ويدحر الشَّيْطَان ويخمد النيرَان وَيكسر الْأَوْثَان قَوْله فصل وَحكمه عدل يَأْمر بِالْمَعْرُوفِ ويفعله وَيُنْهِي عَن الْمُنكر ويبطله وَالْبَيْت ذِي الْحجب والعلامات على النقب انك جده يَا عبد الْمطلب غير كذب فَهَل أحسست بِشَيْء مِمَّا ذكرت لَك قَالَ نعم أَيهَا الْملك إِنَّه كَانَ لي ابْن وَكنت بِهِ معجبا وَعَلِيهِ رَفِيقًا وَإِنِّي زَوجته كَرِيمَة من كرائم قومِي آمِنَة بنت وهب فَجَاءَت بِغُلَام فسميته مُحَمَّدًا مَاتَ أَبوهُ وَأمه وكفلته أَنا وَعَمه فَقَالَ لَهُ سيف إِن الَّذِي قلت لَك كَمَا قلت فاحفظه وَاحْذَر عَلَيْهِ

الْيَهُودفَإِنَّهُم لَهُ اعداء وَلَنْ يَجْعَل الله لَهُم عَلَيْهِ
سَبِيلا وَلَوْلَا أَنِّي أعلم ان الْمَوْت مجتاحي قبل مبعثه
لسرت بخيلي ورجلي حَتَّى أصير يثرب دَار ملكي فَإِنِّي
اجد فِي الْكتاب النَّاطِق وَالْعلم السَّابِق ان بِيَثْرِب
استحكام امْرَهُ وَأهل نصره وَمَوْضِع قَبره
انتہی کلام الخصائص
وَلَوْلَا أَنِّي أَقِيهِ مِنَ الْآفَاتِ وَأَحْذَرُ عَلَيْهِ الْعَاهَاتِ.
لَأَوْطَأْتُ أَسْنَانَ الْعَرَبِ كَعْبَهُ. وَلَأَعْلَنْتُ عَلَى حَدَاثَةِ
مِنْ سِنِّهِ ذِكْرَهُ. وَلَكِنِّي صَارِفٌ إِلَيْكَ ذَلِكَ مِنْ غَيْرِ
تَقْصِيرٍ بِمَنْ مَعَكَ ثُمَّ أَمَرَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِمِائَةٍ مِنَ
الْإِبِلِ وَعَشَرَةِ أَعْبُدٍ وَعَشْرِ إِمَاءٍ وَعَشَرَةِ أَرْطَالٍ مِنْ
فِضَّةٍ. وَخَمْسَةِ أَرْطَالٍ ذَهَبًا. وَ كَرِشٍ مَمْلُوءَةٍ عَنْبَرًا. وَأَمَرَ
لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ بِعَشَرَةِ أَضْعَافِ ذَلِكَ. وَقَالَ لَهُ إِذَا كَانَ
رَأْسُ الْحَوْلِ. فَأْتِنِي بِخَبَرِهِ. وَمَا يَكُونُ مِنْ أَمْرِهِ. فَهَلَكَ
ابْنُ ذِي يَزَنَ قَبْلَ رَأْسِ الْحَوْلِ وَكَانَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ
يَقُولُ لَا يَغْبِطُنِي يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ رَجُلٌ مِنْكُمْ بِجَزِيلِ
عَطَاءِ الْمَلِكِ وَإِنْ كَثُرَ. فَإِنَّهُ إِلَى نَفَادٍ وَلَكِنْ لِيَغْبِطُنِي
بِمَا يَبْقَى لِي شَرَفُهُ وَذِكْرُهُ. وَلِعَقِبِي مِنْ بَعْدِي. وَكَانَ إِذَا
قِيلَ لَهُ مَا ذَاكَ؟ قَالَ سَيُعْلَنُ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ

عفیر بن زرعۃ بن سیف بن ذی یزن کا قبضہ حبشہ پر ہوا یہ حضور صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے دو سال بعد ہوا۔ تو عرب کے
وفود اسے مبارکباد دینے اُس کے پاس پہنچے جن میں قریش کے وفد
کے سربراہ عبدالمطلب بھی تھے۔ ان سے سیف نے کہا اے

عبدالمطلب! میں اسرار علمی کی ایک بات تم سے بیان کرتا ہوں اس کا ایک تعلق تم سے بھی ہے۔ جو اس کے وجود کا تعلق ہے مگر میرا بیان اس شرط پر ہوگا کہ آپ اسے حکم خداوندی کے بغیر کسی پر ہرگز ظاہر نہ کریں گے۔ اس میں کچھ لوگوں کے لیے خیر اور کچھ کے لیے خطرہ ہے۔ اس میں دنیا کی فلاح اور آخرت کی نجات ہے اور جس کے اثرات کا دائرہ وسیع ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے پوچھا ایسی کون سی بات ہے۔

سیف نے کہا:

"اذا ولد بتهامة غلام به علامة بين كتفيه شامة كانت له الامامة ولكم به الزعامة الى يوم القيامة۔"

"جب مکہ میں وہ بچہ پیدا ہوگا جس کے دونوں کندھوں کے درمیان علامت (مہر نبوت) ہوگی۔ اس کے لیے (پوری) کائنات کی امامت ہوگی اور اس کی برکت سے تمہاری عزت قیامت تک ہوگی۔"

پھر کہا کہ یہی وہ زمانہ ہے جس میں اس کو پیدا ہونا ہے یا ہو چکا ہے۔ اُس کا نام محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ اُس کے والدین وفات پا جائیں گے۔ اور اُس کے دادا اور اُس کے چچا اُس کی کفالت کریں گے۔ ہم نے یہ بات کئی بار پڑھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے روزِ روشن کی طرح ظاہر کرے گا اور ہم میں سے اس کے لیے مددگار پیدا کرے گا۔ اس کے ذریعے اپنے اولیاء کو معزز اور دشمنوں کو ذلیل کرے گا۔ ہلاکت کے گہرے غاروں سے لوٹ کر لوگ سلامتی کی راہ پر گامزن ہونگے۔ وہ زمین کے خزانوں کو اپنے ارادوں کی قوت سے باہر نکال لے گا۔ وہ رحمن کی عبادت کریگا اور شیطان کو ذلیل کرے گا۔ وہ آگ کو بجھا دے گا اور بتوں کو توڑ دے گا۔ اُس کی بات فیصلہ کن ہوگی اور اُس کا حکم سراپا عدل ہوگا۔ وہ اچھائی کا حکم دے

اور برائی سے منع کرے گا اور خود نیکی کرے گا۔ برائی سے روکے گا اور اس سے خود باز رہے گا۔ اے خوش قسمت بوڑھے سردار اور پاسبان حرم! تو کیا تم نے سمجھ لیا جو میں کہہ رہا تھا؟

انہوں نے کہا ہاں اے بادشاہ! میں نے اپنے محبوب ترین بیٹے کا نکاح ایک شریف خاندان، شریف خصلت زہری خاتون ''آمنہ بنت وہب'' سے کیا ہے جس کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) رکھا گیا بچے کے والدین وفات پا چکے ہیں لہذا میں اور اُس کا چچا اُس کے کفیل ہیں۔

توسیف نے کہا یہ سب باتیں جو میں نے تم سے کی ہیں اُس کو یاد رکھو اور اُس بچے کو یہود سے بچا کر رکھو بے شک وہ اُس کے سخت دشمن ہیں۔ اگرچہ اُن کی رسائی اُس تک نہیں ہوسکتی بلاشہ اگر وہ میرے زمانہ اقتدار میں مبعوث ہوجاتے تو میں سواروں اور پیادوں کو لے کر چلتا اور یثرب کو پایہ تخت بنا لیتا۔ کیونکہ میں نے بولتی کتاب اور علم سابق میں پایا ہے کہ اُس (نبی علیہ السلام) کا مسکن اور حکومت اور حواری یثرب میں ہونگے اور اُس کا مزار مبارک بھی یثرب ہی میں ہوگا۔ (انتہا کلام خصائص)

اگر میرا مقصد یہ نہ ہوتا کہ اُسے آفات زمانہ سے محفوظ رکھا جائے تو میں عرب کے چپے چپے پر اُس کا چرچہ کردیتا اور نوعمری میں ہی اس کا ذکر بلند ہوجاتا۔ مگر میں یہ کام تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ بعدازاں شاہِ یمن نے ہر فرد کو سو اونٹ، دس غلام، دس لونڈیاں، دس رطل چاندی، پانچ رطل سونا اور عنبر سے بھرا ہوا ایک ایک برتن دیا۔ جب کہ عبدالمطلب کے لیے اس سے دس گنا زیادہ ہدیہ جاری کیا اور وہ چلتے ہوئے عبدالمطلب سے کہنے لگا اس سال کے اختتام پر مجھے اُس بچے

کی خبر لا دینا۔ مگر سال کے ختم ہونے سے قبل ہی سیف وفات پا گیا۔ عبدالمطلب اپنی قوم قریش سے کہا کرتے تھے کہ اے قریش! تم سے کوئی شخص مجھ پر اس لیے رشک نہ کرے کہ شاہِ یمن نے مجھے بہت نوازا تھا۔ یہ مال تو ختم ہونے والی شے ہے بلکہ مجھے اس شرافت کی مبارک باد دو جو ہمیشہ باقی رہے گی اور جب پوچھا جاتا کہ وہ شرافت کیا ہے تو آپ جواب دیتے تو فرماتے عنقریب تم لوگ اُس کو جان لوگے۔ (ھذا کلام دلائل)

(الخصائص الکبری، باب معرفة عبدالمطلب بشان النبی صلی اللہ تعالی علیه وآله وسلم :ص ۱۴۰، ۱۳۹ ج ۱ مکتبه الحقانیه پشاور)(دلائل النبوة بیہقی: باب ماجاء فی اخبار سیف بن ذی یزن عبدالمطلب بن ہاشم بما یکون من امر النبی صلی اللہ تعالی علیه وآله وسلم ۱۴، ۹ :دار الکتب العلمیه بیروت) (دلائل النبوة (لابی نعیم)الفصل السادس توقع الکبان والملوک الارض بعثته صفحه ۹۵ _ ۱۰۰ دار النفائس، بیروت)

واقعہ فیل:

واقعہ فیل بھی حضرت عبدالمطلب کی ذات پاک کی عظمت کی دلیل ہے جس کو قدرے تفصیل سے یہاں بیان کیا جارہا ہے۔ اور یہ واقعہ قرآن پاک میں بھی سورۃ الفیل میں اِن الفاظ سے بیان کیا گیا ہے:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۔ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۔ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۔ تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۔ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۔

"اے محبوب! کیا تم نے نہیں دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔ ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا؟۔ اور ان پر پرندوں کی جماعتیں بھیجیں۔ کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے۔ تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کا بھوسہ۔

اس واقعہ کو امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اور امام ابن ہشام نے اپنی سیرت

میں بیان کیا ہے:

قبیلہ حمیر کا آخری بادشاہ ذونواس مشرک تھا اسی نے قریباً بیس ہزار اصحاب اخدود جو نصرانی تھے قتل کر دیئے۔ ان میں ایک شخص دوس ذوثعلبان جو قیدیوں میں تھا وہ وہاں سے جان بچا کر ریگستان کا راستہ اختیار کر گیا ذوالنوس کے سپاہیوں نے اس کا تعاقب کیا لیکن وہ اسے گرفتار نہ کر سکے۔ بالآخر وہ قیصر روم کے پاس پہنچا اور اس سے مدد کی درخواست کی۔ قیصر نے اُس سے کہا تیرا وطن یہاں سے بہت دور ہے لیکن حبشہ کے بادشاہ کو تمہاری مدد کے لیے لکھتا ہوں وہ خود بھی عیسائی ہے اور اس کا وطن بھی تیرے وطن کے قریب ہے۔ قیصر روم نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو خط لکھا جس میں دوس کی مدد کرنے اور ذونواس سے انتقام لینے کا آڈر تھا۔

دوس قیصر روم کا خط لے کر نجاشی کے پاس آیا۔ نجاشی نے ستر ہزار کا لشکر جرار دوس کے ہمراہ بھیجا جس کے دو سپہ سالار تھے۔ ایک ارياط اور دوسرا ابرہیہ بن صباح جس کی کنیت ابو یکسوم تھی۔ یہ لشکر یمن میں داخل ہوا اور اسکی اینٹ سے اینٹ بجادی اور بنو حمیر سے مملکت چھین لی۔ ذونواس بڑی مشکل سے جان بچا کر نکلا لیکن میں سمندر میں ڈوب کر مر گیا۔ اس طرح یم پر نجاشی کی حکومت قائم ہوگئی۔ دونوں امیر لشکر امور مملکت چلانے لگے۔ کچھ عرصہ بعد ان میں اختلاف ہو گیا تو قوم کے بھی دو حصے ہو گئے کچھ ارياط کے ساتھ اور کچھ ابرہہ کے ساتھ یہاں تک کہ نوبت جنگ تک پہنچ گئی۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا فوجیوں کو لڑانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم دونوں میدان میں نکلتے ہیں جو غالب آئے گا وہ حاکم بن جائے گا۔ دوسروں نے اس کو بات کو تسلیم کر لیا۔ ابرہہ مبارزت کے لیے میدان میں اترا وہ پستہ قد فربہ جسم تھا اس نے عیسائیت اختیار کر رکھی تھی پھر ارياط بھی معرکہ آزما ہونے کے لیے میدان میں آیا وہ ایک حسین، جسیم اور دراز قد شخص تھا۔ اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا ابرہہ کے پیچھے اُس کا ایک غلام عتودہ تھا جو پیچھے سے اُس کی حفاظت کر رہا تھا۔ پہلے ارياط نے اپنا نیزہ اٹھایا اور ابرہہ کے سر پر مارنے کی کوشش کی لیکن اس کا نشانہ خطا ہو گیا، نیزہ ابرہہ کے چہرے پر لگا جس سے اس کے ابرو، ناک، آنکھ اور لب کٹ

گئے۔ اسی وجہ سے اُس کا نام ابرہہ اشرم پڑھ گیا۔ عتودہ نے ابرہہ کے پیچھے سے ارباط پر حملہ کیا اور اُس کو ہلاک کر دیا۔ ارباط کا تمام لشکر ابرہہ کے پاس چلا گیا اس طرح یمن کا پورا علاقہ ابرہہ کے زیر کمان ہو گیا۔

جب یہ خبر نجاشی کو پہنچی تو وہ شدید غصہ میں آ گیا اس نے ابرہہ کو خط لکھا جس میں اُس نے کو کہا اے ابرہہ تم نے میرے امیر پر لشکر کشی کی اور میرے حکم کے بغیر اُسے قتل کر دیا قسم بخدا میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا اور تیرے شہروں کو برباد کر دوں گا اور تیری پیشانی کے بال کاٹوں گا۔ ابرہہ نے بڑی نرمی کے ساتھ خط کا جواب دیا اور قاصد کو بہت سے قیمتی تحائف اور ایک تھیلے میں یمن کی مٹی اور اپنی پیشانی کے بال بھیجے اور ساتھ ہی یہ لکھا ''بادشاہ سلامت! یمن کی یہ مٹی حاضر ہے اور میری پیشانی کے بال بھی آپ اپنی قسم پوری کر لیجئے اور میرے خطا معاف کر دیجئے۔ نجاشی کے پاس جب یہ قاصد پہنچا تو وہ ابرہہ کی ذہانت پر بڑا خوش ہوا اور اُس کو معاف کر دیا۔

اس کے بعد ابرہہ نے نجاشی کو خط لکھا کہ میں یمن میں تمہارے لیے ایک کنیسہ تعمیر کر رہا ہوں جس جیسا کنیسہ کہیں تعمیر نہ ہوا ہوگا۔ پھر اُس نے صنعاء میں ایک انتہائی عظیم الشان اور بلند و بالا کنیسہ تعمیر کروایا جس کو اُس نے حسین نقش و نگار سے مزین کیا عرب اِس کی بلندی کی وجہ سے قلیس کہتے ہیں۔ یہ کنیسہ اتنا بلند تھا کہ اس کی چوٹی کو دیکھنے والے کی ٹوپی گر جاتی تھی۔ اس کے بعد ابرہہ نے یہ ارادہ کیا کہ وہ عرب کے حجاج کو اس کی طرف متوجہ کرے گا اور لوگ اسی کا حج کریں گے جس طرح مکہ میں کعبہ کا کرتے ہیں۔ اس نے اپنے پورے ملک میں اس کا اعلان کروایا۔ عرب کے تمام عدنانی اور قحطانی قبائل نے اس پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا قریش کو جب اس حرکت کا پتا چلا تو وہ بھی سخت ناراض ہوئے چند دنوں بعد ایک کنانی شخص گرجا میں آیا اور فضائے حاجت کر کے چلا گیا۔ کنیسہ کے محافظوں نے یہ خبر ابرہہ کو دی کہ قریش میں سے کسی نے غصے میں آ کر یہ حرکت کی ہے کہ تم نے یہ کنیسہ کعبہ معظمہ کے مقابلے میں بنایا ہے۔ ابرہہ نے غصے میں آ کر یہ قسم اٹھائی کر وہ مکہ جا کر بیت اللہ شریف کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔

مقاتل بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کچھ قریشی نوجوان رات کے وقت اس کنیسہ میں داخل ہوئے اور اُسے آگ لگا دی۔ اس رات سخت ہوا چل رہی تھی۔ جس کی وجہ سے آگ پھیل گئی اور کنیسہ مکمل طور پر جل کر تباہ ہو گیا۔ ابرہہ نے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور ایک لشکر جرار لے کر مکہ کا ارادہ کیا تا کہ رستہ میں اسے کوئی روک نہ سکے۔ اس لشکر کے ساتھ محمود نامی ایک بہت بڑا ہاتھی تھا جو کہ نجاشی نے اس مقصد کے لئے بھیجا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کے ساتھ آٹھ یا بارہ ہاتھی اور بھی تھے اس کا خیال تھا بیت اللہ کی دیواریں پیوند خاک ہو جائیں گی۔ جب عربوں نے اس لشکر کے بارے میں سنا تو وہ بھی کعبہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے کیونکہ کعبہ کی حفاظت وہ اپنا فرض سمجھتے تھے اور یہ ان کا حق تھا۔ ذونفر نامی ایک شخص جو کہ یمن کے بادشاہوں اور سرداروں کی اولاد میں سے تھا، اس نے اپنی قوم اور عرب کے بعض قبائل کو ابرہہ کے خلاف لڑائی کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے اس کی دعوت پر لبیک کہا اور خوب جان فروشی سے ابرہہ کے لشکر کا مقابلہ کیا لیکن ابرہہ کے لشکر نے ان کو شکست دی کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ اپنے گھر کی عظمت اور جلالت کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔ ابرہہ نے ذونفر کو قید کر لیا اور اُسے اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھا۔ جب یہ لشکر قبیلہ خثعم کی سرزمین پر پہنچا تو نفیل بن حبیب نے اپنے لشکر کے ساتھ مقابلہ کیا۔ ابرہہ کے لشکر نے اسے بھی شکست دی اور ابن نفیل کو قید کر لیا۔ ابرہہ نے پہلے تو اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن پھر راستہ کی راہنمائی کے لیے اپنے پاس رکھ لیا۔ جب یہ لشکر طائف کے قریب پہنچا تو بنو ثقیف نے اُس کا استقبال کیا اور اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں ان کے لات نامی بت خانے کو تباہ نہ کر دیں اور انہوں نے ابو رغال کو ابرہہ کے ساتھ بھیج دیا تا کہ وہ ان کی راہنمائی کرے۔ ابرہہ نے مکہ کے قریب مغمس نامی جگہ پر اپنا پڑاؤ ڈالا ابو رغال یہیں مر گیا اہل عرب نے اُس کی قبر پر پتھر برسائے یہ وہی قبر ہے جس پر لوگ مغمس میں سنگباری کرتے ہیں۔ اس کے لشکر نے اہل مکہ کے جانوروں پر حملہ کر کے انہیں پکڑ لیا۔ ان میں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے دو سو اونٹ بھی تھے۔ ان جانوروں پر حملہ اسود بن مقصود نامی شخص نے ابرہہ کے حکم سے کیا تھا جو لشکر کے ہراول

دستے کا امیر تھا۔ عرب شاعروں نے اس کی ہجو میں شعر لکھے ہیں جن کو ابن اسحاق نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

ابرہہ نے حناط حمیر کو مکہ بھیجا اور اسے حکم دیا کہ قریش کے سردار کو میرے پاس بلاؤ اور انہیں بتاؤ کہ ابرہہ تم سے لڑائی کرنے نہیں آیا۔ میں صرف کعبۃ اللہ کو گرانا چاہتا ہوں ۔اگر اس میں کسی نے رکاوٹ ڈالی تو اس سے نپٹ لیا جائے گا۔ حناط مکہ میں آیا۔ لوگوں نے بتایا کہ قریش کے سردار عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ وہ آپ سے ملا اور ابرہہ کا پیغام پہنچایا ۔آپ نے فرمایا: ہم اس کے ساتھ جنگ نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہی یہ ہمارے بس کی بات ہے یہ اللہ اور اس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا حرمت والا گھر ہے۔ اگر وہ چاہیگا تو اپنے گھر کی حفاظت فرمالے گا ہم میں اس کے دفاع کی طاقت نہیں۔ حناط نے کہا میرے بادشاہ کے پاس چلئے۔ آپ اس کے ساتھ چلے اُن کے ساتھ ان کے کچھ بیٹے بھی تھے۔ جب وہ ابرہہ کے لشکر میں پہنچے تو انہوں نے ذونفر کے متعلق پوچھا وہ ان کا پرانا دوست تھا۔ حضرت عبدالمطلب وک قید خانے میں ذونفر کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا اے ذونفر! جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے کیا اس میں تم ہمارے کسی کام آسکتے ہو" ذونفر" نے کہا وہ قیدی آپ کی کیا مدد کرسکتا ہے جو بادشاہ کے سامنے اس انتظار میں کھڑا ہو کہ وہ صبح اسے موت کے گھاٹ اتارتا ہے یا شام کو۔ میرے پاس تمہارے اس دکھ کا کوئی مداوا نہیں البتہ ہاتھی کا محافظ انیس میرا دوست ہے میں تمھیں اس کے پاس بھیجتا ہوں اور اس سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ بادشاہ کے پاس پہنچنے میں تمہاری مدد کرے اور تمہارے لیے سفارش کرے ۔'' حضرت عبدالمطلب نے کہا میرے لیے یہ بھی کافی ہے۔ ذونفر نے حضرت عبدالمطلب کو انیس کے پاس بھیج دیا اس سے کہا کہ یہ قریش مکہ کے سردار عبدالمطلب ہیں یہ مکہ کے تجارتی کارواں کے سربراہ ہیں۔ یہ اتنے سخی ہیں کہ میدانوں میں انسانوں کو اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر درندوں کو کھانا دیتے ہیں۔

بادشاہ کے ملازمین ان کے دوسو اونٹوں کو ہانک کرلے آئے ہیں ابرہہ کے پاس پہنچنے میں ان کی مدد کرو اور ان کی جو مدد کرسکتے ہو وہ کرو۔ انیس نے بھرپور مدد کا وعدہ کیا

ابرہہ کے ساتھ انیس نے اپنی گفتگو کا آغاز اس طرح کیا:

"اے بادشاہ قریش مکہ کے سردار حضرت عبدالمطلب دروازے پر کھڑے ہیں۔اجازت کے طلب گار ہیں وہ مکہ تجارتی قافلوں کے سربراہ ہیں۔انسان تو انسان پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسیرا کرنے والے وحشی جانور بھی ان کے دسترخوان سے اپنے پیٹ بھرتے ہیں وہ ایک ضرورت لے آئے ہیں۔"

ابرہہ نے ملاقات کی اجازت دے دی۔حضرت عبدالمطلب تمام لوگوں سے زیادہ حسین، جمیل، اور بارعب شخصیت تھے۔چہرے پر وجاہت کے آثار دیکھ کر ابرہہ نے ان کی انتہائی عزت وتوقیر کی انہیں اپنے پاس تخت پر بٹھانا چاہا فوراً اس کو خیال آیا کہ شاید اہل حبشہ اس کو برا منائیں اس لئے وہ اپنے تخت سے نیچے اتر آیا اپنے قالین پر بیٹھ گیا اور حضرت عبدالمطلب کو بھی اپنے ساتھ بٹھالیا۔

(تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر) سورۃ الفیل صفحہ ۴۸۵، ۴۸۳ ج۸ دار الطیبۃ للنشر والتواریخ سعودیہ عربیہ)(سیرت ابن ہشام مع روض الانف: واقعہ فیل...... وملحقات ملخصاً صفحہ ۱۲۱، ۱۱۱ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہاں پر امام محمد بن یوسف صالحی نے الدرر المنظم کے حوالے سے بیان کیا ہے:

فی "الدرّ المنظّم" أن عبد المطلب لما دخل علی أبرھة سجد له فیل من الفیلة، وکان لا یسجد لأبرھة کغیرہ من الفیلة. فتعجب أبرھة من ذلك ودعا بالسحرة والکھان فسألھم عن ذلك فقالوا إنه لم یسجد له وإنما سجد للنور الذی بین عینیه. انتھی.

کہ جب حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس گئے تو اُس کے ہاتھیوں میں سے ایک ہاتھی نے انہیں سجدہ کیا۔وہ ابرہہ کو سجدہ نہیں کرتا تھا ابرہہ نے اس پر تعجب کیا اس نے کاہنوں اور جادوگروں کو بلایا۔اور اس کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا کہ اس ہاتھی نے انہیں سجدہ نہیں کیا بلکہ اُس نور کو سجدہ کیا ہے جو ان کی آنکھوں کے درمیان ہے۔

(سبل الہدی والرشاد :فی قصة اھلاک ابل فیل ص ۲۲۵۳ج۱ ،لجنة احیاء التراث الاسلامی،مصر)

پھر اپنے ترجمان سے کہا ''عبدالمطلب سے کہو کہ وہ اپنی ضرورت بیان کریں۔'' حضرت عبدالمطلب نے کہا میری حاجت یہ ہے کہ بادشاہ میرے دوسو اونٹوں کو واپس کردے جو اس کے ملازمین ہانک کر لے آئے ہیں۔ابرہہ نے ترجمان سے کہا انہیں کہو کہ جب میں نے انہیں دیکھا تو میں آپ سے متاثر ہو گیا تھا لیکن جب آپ نے یہ گفتگو کی تو آپ کی قدر و منزلت میری نظروں میں گر گئی۔آپ نے دوسو اونٹوں کے متعلق تو مجھ سے گفتگو کی ہے لیکن اس کے گھر کے متعلق کچھ نہیں کہا جس کو میں گرانے کے لئے آیا ہوں حالانکہ وہ تمہارا اور تمہارے آباء کا (دینی) گھر ہے۔حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا میں اونٹوں کا مالک ہوں وہ اس گھر کا بھی مالک ہے۔وہ خود اُس کی حفاظت کرے گا۔ابرہہ نے بڑے غرور سے کہا کہ آج خدا بھی مجھ سے اس گھر کو نہیں بچا سکے گا۔آپ نے فرمایا تم جانو اور وہ جانے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے ساتھ مکہ کے معززین (یعمر بن نفاثہ بن عدی بنو بکر کے سردار اور خویلد بن واثلہ بنو ہذیل کے سردار بھی) تھے انہوں نے ابرہہ کو تہامہ کے مال کے ایک تہائی حصہ کی پیشکش کی تاکہ وہ اپنے برے ارادے سے باز آجائے اور بیت اللہ کو منہدم نہ کرے لیکن ابرہہ نے انکار کر دیا۔ابرہہ نے حضرت عبدالمطلب کے اونٹوں کو واپس کر دیا۔

حضرت عبدالمطلب ابرہہ سے ملاقات کرنے کے بعد واپس آگئے انہوں نے قریش کو سارے حالات سے آگاہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مکہ سے نکل جائیں۔پہاڑوں کی غاروں اور چوٹیوں پر پناہ گزیں ہو جائیں۔مبادہ ابرہہ کا لشکر مکہ میں داخل ہو کر انہیں ہدف ستم بنائے پھر وہ اپنے چند آدمیوں کو لے کر خانہ کعبہ کے پاس آئے اور اس کے حلقہ کو پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے لگے۔ابرہہ اور اس کے لشکر پر فتح اور نصرت کی درخواست کرنے لگے۔اس وقت حضرت عبدالمطلب نے عرض کی:

لاھم ان العبد یمنع
رحلہ فامنع حلالک

لا یغلبن صلیبھم

ومحالھم غدوا محالک

ان کنت تارکھم

وقبلتنا فامر ما بدالک

(اے مالک ومولا) بندہ بھی اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے۔تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ایسا نہ ہو کہ اُن کی صلیب کل تیرے گھر پر غالب آجائے۔اگر تو ان کو اور ہمارے قبلہ کو آزاد چھوڑنے والا ہے تو جس طرح تیری مرضی ہو تو ایسا ہی کر۔''

اس کے بعد عبدالمطلب اپنے ساتھیوں سمیت پہاڑوں پر چلے گئے۔ایک روایت میں ہے کہ وہ جاتے ہوئے قربانی کے سو اونٹ نشان زدہ کر کے بیت اللہ کے ارد گرد چھوڑ گئے اس خیال سے کہ ابرہہ کے لشکر نے اگر اللہ کے نام کے ان قربانی کے جانور کو تنگ کیا تو اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل فرمائے گا۔دوسرے دن صبح سویرے ابرہہ نے حملہ کرنے کی تیاری کی اور اپنے خاص ہاتھی ''محمود'' کو بطور خاص سجایا جب انہوں نے محمود کا منہ مکہ کی طرف کیا تو نفیل بن حبیب آگے بڑھا اور ہاتھی کے کان میں کہنے لگا:''اے محمود! بیٹھ جاؤ یا جدھر سے آئے ہو وہیں خیریت سے واپس لوٹ جا۔اس وقت تم اللہ تعالیٰ کے بڑے حرمت والے گھر کے پاس ہو۔یہ بات سنتے ہی ہاتھی بیٹھ گیا اور نفیل بن حبیب تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے پہاڑی کے اوپر چڑھ گیا۔انہوں نے ہاتھی کو بہت مارا لیکن وہ کھڑا نہ ہونے پر بضد رہا۔انہوں نے اُس کے سر پر گرزوں سے چوٹیں لگائیں لیکن وہ پھر بھی نہ اُٹھا پھر انہوں نے اس کے پیٹ کے نیچے ایسے ڈنڈے مارے اور ڈنڈوں کے لوہے کے سرے چبوئے جو آگے سے ٹیڑھے کئے گئے تھے۔ہاتھی لہولہان ہو گیا لیکن اس نے پھر بھی اٹھنے کا نام نہ لیا۔جب انہوں نے اس کا رخ یمن کی طرف کیا وہ بھاگنے لگتا۔لیکن پھر جب اس کا رخ مکہ معظمہ کی طرف کیا تو وہ بیٹھ جاتا۔اسی اثناء میں ابابیل کا ایک غول سمندر کی جانب سے اڑتا ہوا آیا جس میں ہر پرندے (ابابیل) کے پنجوں میں تین کنکریاں تھی

جس کی ساخت چنے اور مسور کے دانوں کے برابر تھی جس کے سر پر وہ گرتی اس کے فولادی خول کو چیر کر اس کے جسم سے پار ہو جاتی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہ ان راہوں کے متلاشی تھے جن پر وہ چل کر آئے تھے لیکن وہ راہیں انہیں مل نہ رہی تھیں انہوں نے نفیل بن حبیب جوان کا راہ نما بن کر ان کے ساتھ آیا تھا تلاش کیا تا کہ وہ انہیں یمن کا راستہ بتائے۔ اس کا وہاں نام ونشان بھی نہ تھا۔ وہ بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا ان پر خدا کے ہولناک عذاب کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس وقت اس نے کہا:

این المفر والاله الطالب
والاشرم المغلوب لیس الغالب

"اب بھاگنے کا راستہ کہاں ہے؟ بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے تعاقب میں ہے اور ہونٹ کٹا ابرہہ مغلوب ہے اب اسے غلبہ نصیب نہیں ہو سکتا۔"

نفیل کے چند اشعار اور بھی ہیں جن میں وہ اپنی محبوبہ "ردینہ" کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

الا حييت عنا ياردينة
نعمناكم مع الاصباح عينا
ردينة لورأيت فلا ترية
لذى جنب المحصب مارائينا
اذا لعذرتني وحمدت على امرى
ولم تاسي على مافات بينا
حمدت الله اذابصرت طيرا
وخفت حجارة تلقى علينا
وكل القوم يسئل نفيل
كان على للحبشان دينا

اے ردینہ! ہماری طرف سے تمہیں سلام ہو۔ جب صبح ہوئی تو ہم نے اس وقت

تمہارے لئے خوشحالی کی دعائیں کیں۔

اے ردینہ کاش تم محصب کے پاس وہ منظر دیکھتی جو ہم نے دیکھا تھا اچھا ہوا تم نے وہ منظر نہیں دیکھا۔

تب تو مجھے معذور سمجھتی اور میرے طرزِ عمل پر میری تعریف کرتی اور جو چیز ہم سے ضائع ہوئی ہے تو اس پر افسوس نہ کرتی۔

میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنے لگا جب میں نے پرندوں کے اس جھنڈ کو دیکھا۔ جب سنگ باری ہو رہی تھی تو میں لرزا براندم تھا۔

اس لشکر کا ہر فرد پوچھ رہا تھا کہ نفیل کہاں ہے گویا میں ان حبشیوں کا مقروض ہوں اس لئے مجھ پر لازم تھا کہ میں آڑے وقت میں ان کی مدد کرتا۔

ابرہہ کے لشکری وہاں سے بھاگ نکلے۔ جن کو سنگریزے لگ گئے ان میں سے کوئی بھی سلامت نہ بچ سکا۔ ابرہہ کی حالت بڑی قابل رحم تھی۔ فوجی اُس کو لے کر وہاں سے بھاگے لیکن راستہ میں اس کے جسم کا ہر ہر حصہ گل کر گرنے لگا حتی کہ اس کا جسم پیپ اور خون بن گیا جس سے سخت بو آتی تھے جب اس کو لے کر صنعاء پر پہنچے تو وہ پرندے کے ایک چوزے کی طرح ہو گیا تھا پہلے اُس کا سینہ پھٹا اور پھر اس کا دل باہر نکل آیا اس طرح وہ اذیت ناک موت سے دوچار ہو گیا۔ یہاں تک وہ قبلیہ خشعم میں پہنچا تو وہ وہاں ہلاک ہو گیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یعقوب بن عتبہ نے کیا ہے کہ اس سال پہلی دفعہ سر زمین عرب میں سبزہ اور کونپلیں دکھائیں دیں اسی سال حرمل، آک اور حنظل پیدا ہوئے

(تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر) سورۃ الفیل صفحہ ۴۸۵، ۴۸۳ ج ۸ دار الطیبۃ للنشر و التواریخ سعودیہ عربیہ)(سیرت ابن ہشام مع روض الانف: واقعہ فیل...... وملحقات ملخصاً صفحہ ۱۲۱، ۱۱۱ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)(البدایۃ والنہایۃ اخبار العرب: سبب قصد ابرھۃ بالفیل مکۃ لیخرب الکعبۃ ۵۲۸، ۵۲۹ ج ۲ مکتبہ فاروقیہ، پشاور)

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے اُس ہاتھی کے رہنما اور محافظ کو مکہ معظمہ میں دیکھا تھا وہ اندھے ہو چکے

تھے اور بیٹھے ہوئے لوگوں سے بھیک مانگ رہے تھے۔

(تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر) سورۃ الفیل صفحہ ۴۸۵، ۴۸۳ ج ۸ دار الطیبۃ للنشر والتواریخ سعودیہ عربیہ) (سیرت ابن ہشام مع روض الانف: واقعہ فیل...... وملحقات ملخصاً صفحہ ۱۲۱، ۱۱۱ ج ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت) (البدایۃ والنہایۃ اخبار العرب: سبب قصد ابرھۃ بالفیل مکۃ لیخرب الکعبۃ ۵۷۰ ج ۲ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

حضرت عبد المطلب کی زندگی کے وہ حالات جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ساتھ وقوع پذیر ہوئے یا بعد میں اُن کا تذکرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ذکر کے ساتھ بعد میں کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت عبد المطلب کو تمام بیٹوں سے زیادہ لاڈلے اور پیارے تھے چونکہ ان کی پیشانی میں نور محمدی اپنی پوری شان شوکت کے ساتھ جلوہ گر تھا اس لیے حسن وخوبی کے پیکر اور جمالِ صورت وکمال سیرت کے آئینہ دار اور عفت وپارسائی میں یکتائے روز باکرامت ولی تھے جیسا کہ اوپر چاہ زم زم کے ذکر میں تذکرہ گزر چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عبد المطلب جب جوان ہوئے تو اب آپ کے والد بزرگوار کو آپ کی شادی کی فکر دامن گیر ہوئی کیونکہ قریش کی تمام حسین عورتیں ان کے حسن جمال پر فریفتہ تھیں اور ان کے ساتھ شادی کی خوست گار تھیں مگر حضرت عبد المطلب آپ کے لیے ایک ایسی عورت کی تلاش میں تھے جو حسن وجمال کے ساتھ ساتھ حسب ونسب شرافت وپارسائی میں بھی ممتاز ہو عجیب اتفاق ہوا کہ ایک دن حضرت عبداللہ شکار کے لیے جنگل میں تشریف لے گئے، ملک شام کے یہودی چند علامتوں سے پہچان گئے کہ نبی آخر الزمان کے والد یہی ہیں۔ چنانچہ ان یہودیوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کی کوششیں کرنی شروع کر دیں لیکن بار آور نہ ہوئیں۔ لیکن ایک مرتبہ وہ بہت بڑی جماعت کے ساتھ مسلح ہو کر جنگل میں آئے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ کو تنہائی میں دھوکے سے قتل کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا اللہ تعالیٰ نے اُن کی حفاظت کے لیے

عالم غیب سے چند ایسے سوار بھیج دیئے جو اس دنیا کے لوگوں کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتے تھے، ان سواروں نے آکر یہودیوں کو مار بھگایا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بحفاظت ان کے مکان تک پہنچا دیا ''وہب بن مناف'' بھی اس دن جنگل میں تھے اور وہ اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ اب اُن کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بے انتہا محبت وعقیدت پیدا ہوگئی اور گھر آکر یہ عزم کرلیا کہ میں اپنی نورِ نظر ''آمنہ رضی اللہ عنہا'' کی شادی عبداللہ ہی سے کروں گا چنانچہ اپنی اس دلی تمنا کو اپنے چند دوستوں کے ذریعہ انہوں نے عبدالمطلب تک پہنچا دیا خدا کی شان کہ عبدالمطلب اپنے نورِ نظر عبداللہ کے لیے جیسی دلہن کی تلاش میں تھے وہ ساری خوبیاں ''حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا'' بنت وہب میں موجود تھیں عبدالمطلب نے اس رشتہ کو خوشی خوشی منظور کرلیا، چنانچہ چوبیس سال کی عمر میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منتقل ہو کر جس کا تذکرہ تفصیلاً حضرت آمنہ کے ذکر میں آرہا ہے۔

(مدارج النبوت (فارسی) : قسم دوم باب اوّل صفحہ ۱۴، ۱۲ جلد ۲ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور) (ملخصاً شرف المصطفیٰ: جامع ابواب ظہور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ومولدہ الشریف صفحہ ۳۳۹ جلد ۱ دار البشائر الاسلامیہ مکہ المکرمہ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حسن مبارک۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسن مبارک اور آپ کی پیشانی میں ''نور مصطفیٰ'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم موجود ہونے کی وجہ سے بڑی بڑی حسین اور معزز مالدار اور پاکباز عورتیں آپ پر فریفتہ ہوگئی جن میں ''یعلیٰ عدویہ'' ''فاطمہ بن مر'' ''رقیہ بنت نوفل'' جو سابقہ کتب کی عالمہ تھی ''قتیلہ بن نوفل'' غیر ذالک جن میں سے چند یہاں تذکرہ کیا جارہا ہے۔

امام ابونعیم خرائطی اور ابن عساکر نے بطریق عطاء حضرت عبداللہ سے روایت کیا

ابو نعیم الخرائطی وَابن عَسَاکِر من طَرِیق عَطاء عَن ابن عَبّاس قَالَ لما خرج عبد الْمطلب بِابْنِهِ لیزوجه مر بِهِ علی کاهنة من اهل تبَالَة متهودة قد قرأت

الْكتب يُقَال لَهَا فَاطِمَة بنت مر الخثعمية فرأت نور النُّبُوَّة فِي وَجه عبد الله فَقَالَت يَا فَتى هَل لَك ان تقع عَليّ الْآن وَأُعْطِيك مائَة من الْإِبِل فَقَالَ عبد الله

أما الْحَرَام فالممات دونه
والحل لَا حل فأستبينه
فَكيف لي الْأَمر الَّذِي تبغينه
يحمي الْكَرِيم عرضه وَدينه

ثمَّ مضى مَعَ أَبِيه فَزَوجهُ آمِنَة بنت وهب فَأَقَامَ عِنْدهَا ثَلَاثًا ثمَّ ان نَفسه دَعَتْهُ إِلَى مَا دَعَتْهُ إِلَيْهِ الخثعمية فَأَتَاهَا فَقَالَت مَا صنعت بعدِي قَالَ زَوجنِي أبي آمِنَة بنت وهب فَأَقَمت عِنْدهَا ثَلَاثًا قَالَت إِنِّي وَالله مَا أَنا بِصَاحِبَة رِيبَة وَلَكِنِّي رَأَيْت فِي وَجهك نورا فَأَرَدْت أَن يكون فِي وأبى الله إِلَّا أَن يصيره حَيْثُ أحب ثمَّ قَالَت فَاطِمَة

إِنِّي رَأَيْت مخيلة لمعت
فتلألأت بِخَاتم الْقطر
ظلما بهَا نور يضيء لَهُ
مَا حوله كإضاءة الْبَدْر
ورجوته فخرا أبوء بِهِ
مَا كل قَادِح زنده يوري
لله مَا زهرية سلبت
ثوبيك مَا استلبت وَمَا تَدْرِي

وَقَالَت أَيْضا

بني هَاشم قد غادرت من أخيكم
أمينة إذْ للباه يعتلجان
كَمَا غادر الْمِصْبَاح بعد خبوه
فتائل قدميشت لَهُ بدهان
وَمَا كل مَا يحوي الْفَتى من تلاده
بحزم وَلَا مَا فَاتَهُ لتواني
فاجمل إذا طالبت أمرا فَإِنَّهُ
سيكفيكه جدان يصطرعان
سيكفيكه إِمَّا يَد مقفلة
وَإِمَّا يَد مبسوطة ببنان
وَلما قَضَت مِنْهُ أمينة مَا قَضَت
نبا بَصرِي عَنهُ وكل لساني

کہ حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ کو لے کر نکاح کے لیے روانہ ہوئے تو ان کا گزر اہل تبالہ کی ایک کاہن خاتون پر ہوا جو سابقہ کتب سماویہ کی عالم مشہور تھی اور اُس کا نام فاطمہ بنت مرتھا اس نے جب نورِ نبوت کو عبداللہ کی پیشانی میں دیکھا تو ان سے کہا کہ اے جوان اگر تم اس وقت میرے ساتھ مباشرت کرو تو میں تم سو اونٹ پیش کروں گی ۔اُس کی اس پیشکش پر حضرت عبداللہ نے کہا

واماالحرام فالممات دونه
والفعل لاحل فاستبينه
فكيف بى الامر الذى تبغينه
يحمى الكريم عرضه ودينه

فعل حرام تو اُس سے مرجانا بہتر ہے اور فعل حلال تو میں اس کی خوبیاں

بیان نہیں کرسکتا۔اے خاتون! میں ایسی بات کو کیسے قبول کرسکتا ہوں جوتم چاہتی ہو کریم ہمیشہ اپنی عزت اوراپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے ساتھ روانہ ہو گئے اورانہوں نے حضرت آمنہ بنت وہب زہری کے ساتھ آپ کا نکاح کردیا اور جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس تین روز رہے۔اس کے بعدانہوں نے اس خاتون کے پاس جانے کاارادہ کیا جس نے دعوت مباشرت دی تھی۔ چنانچہ وہ اس کے پاس آئے تو اس عورت نے ان سے پوچھا؛ میرے پاس سے جانے کے بعدتم نے کیا کیا،تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میرا نکاح آمنہ بنت وہب سے ہوگیا۔اور میں تین روز تک ان کے پاس رہا ۔یہ جواب سن کراس عورت نے کہا: اے عبداللہ! میں بدکارعورت نہیں ہوں چونکہ میں نےتمہاری پیشانی میں نور نبوت کی چمک دمک دیکھی تھی تو مجھے تمنا ہوئی کہ وہ نور میں حاصل کروں،مگراللہ تعالیٰ نے اسے جہاں رکھنا چاہا وہاں ودیعت فرمادیا۔اسؓ کے بعد فاطمہ نے درج ذیل اشعار پڑھے:

انی رائیت مخیلة نشأت
فتلألأت بخاتم القطر
ظلما بها نور یضیء له
ما حوله کاضائة البدر
ورجوته فخرا ابوئبه
ما کل قادح زنده یوری
لله مازهریه سلبت

ثوبیک ما استلبت وما تدری

میں نے ایک برسنے والے بادل کی بجلی دیکھی، جس کی تابناکی نے جہاں بھر کے سیاہ کالے بادلوں کو جگمگا دیا۔

ان کالے بادلوں میں ایک ایسا نور تھا جس نے گردوپیش کے سارے علاقے کو روشن کر دیا جسطرح چودہویں رات کے چاند کی ہوتی ہے۔

میں نے عبداللہ سے نکاح کر کے فخر حاصل کرنے کی تمنا کی مگر میں کامیاب نہ ہو سکی جس طرح کہ ہر شخص چقماق سے چنگاری حاصل نہیں کر سکتا۔

تمام خوبیاں اللہ کے لیے ہیں اس زہر عورت (حضرت آمنہ) کتنی اعلیٰ چیز حاصل کی ہے اے عبداللہ وہ تمہارے دو کپڑے ہیں ایک نبوت دوسرا ملک جو اُس نے حاصل کر لیے حالانکہ وہ نہیں جانتیں کیا چیز حاصل کی ہے۔

مزید کہا

بنی هاشم قد غادرت من أخیکم
امینة اذ للباه یعتلجان
کما غادر المصباح بعد خبوه
فتائل قد میثت له بدهان
وما کل مایحوی الفتی من تلاوه
فاجمل اذا طالبت امرأ فانه
سیکفیکه جدان یصطرعان
سیکفیکه اما ید مقفلة
واما ید مبسوطة ببنان
ولما قضت منه امینة ما قضت

نیا بصری عنه وکل لسانی

اے آل ہاشم! آمنہ نے تمہارے بھائی کو ایسا چھوڑا جب کہ وہ اپنی خواہش کی سیرابی کر رہی تھیں۔

جس طرح کہ چراغ بتی سے اس تیل کو و چوسے کے بعد جو اس میں ڈالا جاتا ہے بتی کو خالی اور خشک چھوڑ دیتا ہے۔

آدمی جو موروثی مال جمع کرتا ہے وہ اس کی کوشش سے نہیں ہے اور جو مال اس سے جاتا رہتا ہے وہ اس کی غفلت سے نہیں ہے۔

جب کسی بات کی طلب کرو تو خوبی کے ساتھ کرو کیونکہ باہم لڑنے والی دو کوشش تم کو کفایت کریں گی۔

یا تو وہ ہاتھ جو تم سے روک دیا گیا تمہیں کافی ہوگا یا وہ ہاتھ جو کشادہ ہے اور انگلیوں کے پوروں کے ساتھ ہے۔

حضرت آمنہ نے جس چیز کی خواہش کی وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حاصل کر چکیں تو اب میری آنکھوں کی بصارت جاتی رہی اور میری زبان گونگی ہوگئی۔

وَأخرجه ابْن سعد عَن هِشَام بن الْكَلْبِيّ عَن أبي الْفَيَّاض الْخَثْعَمِي معضلا وَفِيه أَنه لما رَجَعَ إِلَيْهَا قَالَ هَل لَك فِيمَا قلت قَالَت قد كَانَ ذَاك مرّة فاليوم لَا فَذَهَبت مثلا وَفِي آخِره وَبلغ شُبَّان قُرَيْش مَا عرضت على عبد الله فَذكرُوا لَهَا ذَلِك فَقَالَت الأبيات وَفِيه بعد قَوْله اقام عِندهَا ثَلَاثًا وَكَانَت تِلْكَ السّنة عِندهم إِذا دخل الرجل على امْرَأَته فِي أَهلهَا

اس روایت کے آخر میں ہے کہ جب قریش کے نوجوانوں کو اس واقعہ کے بارے معلوم ہوا تو اُنہوں نے فاطمہ سے اس بارے میں پوچھا تو

اُس نے فی البدیہی یہ اشعار پڑھے جو اوپر گزر چکے ہیں۔

(الخصائص الکبری: باب وقع فی حمله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم من الآیات صفحه ۶۹، ۷۰ جلد ۱ مکتبہ حقانیہ پشاور)

امام نعیم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

ابو نعیم عَن سعد بن أبي وَقاص قَالَ أقبل عبد الله بن عبد الْمطلب أَبُو رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي بِنَاء لَهُ وَعَلِيهِ اثر الطين وَالْغُبَار فَمر بليلى العدوية فَلَمَّا رَأَتْهُ وَرَأَتْ مَا بَين عَيْنَيْهِ دَعَتْهُ إِلَى نَفسهَا وَقَالَت لَهُ إِن وَقعت بِي فلك مائَة من الْإِبِل فَقَالَ لَهَا عبد الله بن عبد الْمطلب حَتَّى اغسل عني هَذَا الطين فَارْجِع إِلَيْك فَدخل عبد الله على آمِنَة بنت وهب فَوَقع بهَا فَحملت بِرَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَرجع إِلَى ليلى فَقَالَ لَهَا هَل لَك فِيمَا قلت قَالَت لَا قَالَ وَلم قَالَت لِأَنَّك مَرَرْت بِي وَبَين عَيْنَيْك نور ثمَّ رجعت إِلَيّ وَقد انتزعته آمِنَة مِنْك وَفِي لفظ لقد دخلت بِنور مَا خرجت بِهِ وَلَئِن كنت أَلممت بآمنة لتلدن ملكا۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ اپنے زیر تعمیر مکان سے آرہے تھے اور ان کے بدن پر مٹی اور غبار کا اثر تھا۔ ان کا گزر یعلیٰ عدویہ کی طرف ہوا۔ جب یعلیٰ کی نگاہ آپ پر پڑی تو اس نے دونوں آنکھوں کے درمیان ''نور مصطفیٰ'' تاباں پایا پس اس نے آپ کو جنسی خواہش کی تکمیل کی دعوت دی اس نے کہا کہ اگر آپ میری خواہش پوری کر دیں تو میں آپ کو سو اونٹ پیش کروں گی۔ حضرت عبد اللہ نے فرمایا: ٹھہر جا میں غسل کر کے صاف ہو لوں

پھر تیرے پاس آتا ہوں۔ گھر آ کر حضرت عبداللہ نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حمل کا استقرار ہوا۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ یعلیٰ کے پاس پہنچے اور کہا اب تیری خواہش باقی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ عبداللہ نے پوچھا کیوں کیا بات ہوئی؟ یعلیٰ نے کہا کہ: جب تم ادھر سے گرزے تھے تو تمہاری پیشانی پر ''نور نبوت'' تاباں تھا، مگر اس وقت وہ موجود نہیں بلکہ منتقل ہو کر آمنہ کے رحم میں قرار پا چکا ہے۔

(الخصائص الکبری: باب وقع فی حملہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم من الآیات صفحہ ۲۹ جلد ۱ مکتبہ حقانیہ پشاور)

ان تمام روایات سے یہ پتا چلتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے والد گرامی جہالت کے اُس دور میں بھی جاہلیت کی تمام خرابیوں سے پاک اور تمام بے حیائیوں سے منزہ ومبرہ تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

جب نورِ محمدی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منتقل ہو کر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر میں جلوہ گر ہو گیا، اور حمل شریف کو ابھی دو مہینے پورے ہو گئے تو حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کھجوریں لینے کے لیے مدینہ شریف بھیجا یا تجارت کے لیے ملک شام روانہ کیا وہاں سے واپس لوٹتے ہوئے مدینہ میں اپنے والد کے ننھیال ''بنوعدی بن نجار'' میں ایک ماہ بیمار رہ کر پچیس برس کی عمر میں وفات پا گئے اور وہیں ''دارنابغہ'' میں مدفون ہوئے۔

قافلہ والوں نے جب مکہ واپس لوٹ کر عبدالمطلب کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیماری کا حال سنایا تو انہوں نے خبر گیری کے لیے اپنے سب سے بڑے لڑکے ''حارث'' کو مدینہ بھیجا ان کے مدینہ پہنچنے سے قبل ہی حضرت عبداللہ راہی بقا ہو چکے تھے حارث نے

مکہ واپس آ کر جب وفات کی خبر سنائی تو سارا گھر ماتم کدہ بن گیا اور بنو ہاشم کے ہر گھر میں غم کا دورِ دورا کافی عرصہ تک رہا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مرحوم شوہر کا ایسا پردرد مرثیہ کہا کہ جس کو سن کر آج بھی دل درد سے بھر جاتا ہے۔

(مدارج النبوت (فارسی) قسم دوم باب اوّل صفحہ ۱۴ جلد ۲ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا

ماروی ان عمرو بن معدیکرب عوتب علی تردد فی الاسلام فقال واللہ ماھو الاشفاء ولقد علمت ان محمداً رسول اللہ ﷺ قبل ان یوحی الیه قیل کیف کان ذالك یا ابا ثور قال حدث بین نبی زبید تناجش وتظالم الی ان سفك بعضهم دماء بعض ففزع حکماؤھم الی کاھن لهم رجاء ان یکون عنده والجبال ذات الفجاج والبحار ذات الامواج ان ھذا الامراج والارتجاج للقاح ذات نتاج قالوا وما نتاجها قال ظهور نبی صادق بکتاب ناطق وحسام فالق قالوا من این یظهر والیٰ ماذا یدعو قال یظهر بصلاح ویدعوا الیٰ الافلاح ویعطل القداح وینهی عن الراح والسفاح وعن الامور القباح قالوا ممن ھو قال من ولد الشیخ الاکرم حافر زمزم ومطعم الطیر الحوم والسباع الصوم قالوا وما اسمه قال اسمه محمد وعزه سرمد وخصمه مکمد وذکر عمرو بعدھذا حضوره مجلس ھوذة ذی التاج وعنده راھب

اخبره بأن محمدا ﷺ هو العربي الذى بشربه المسيح
على نحو مارواه خزيمه بن ثابت رضى الله عنه ومن
ذلك ان زهرة بن كلاب ولدت له بنت بيضاء ناصعة
البياض بها شامة سوداء فكره بياض لونها وعاف
الشامة التى بخدها فامر بها ان تدفن حية فخرض بها
الذى امره فيها بذلك حتى اذا دنا من الحجون حفرلها
ودلاها فى الحفرة فمسح هاتفاً يقول رب فارس رداد
مطعم جواد فى السنة الجماد من الجارة الملقاة بالواد
فلما سمع الرجل الهاتف استخرج الطفلة من الحفرة
وانطلق بها الى ابيها فاخبره بما سمعه فقال
زهرة دعها فسيكون لها نبأ وشان سماها السوداء
فلما كبرت زوجها كعب بن عمره بن تيم فولدت له
ثم صارت الى غيره فكثره بنوها وبناتها وكانت
لبيبة برة حازمة كاهنة ولما حضرتها الوفاة امرت
بأن يؤتى بذكور ولدها فأتيت بعبد الله بن جدعان
وخشام بن المغيرة وغيرهما من ذكورولدها
فوصفت كل واحد منهما بخصائصه وذكرت جملاً مما
تكون من اموره ثم امر بأن تعرض عليها بناتها
وقالت ان فيهن لنذيرة اومن تلد نذيراً فعرضت
عليها هالة بنت اهيب فقالت ليست بها وستلد
ولدت عبدالرحمن بن عوف رضى الله عنه وعرضت
عليها آمنة بنت وهب ام رسول الله ﷺفقالت
واللات والعزى ان بنتى هذه لنذيرة او ولدها نذير له

شأن كبير وبرهان منير ثم ان السوداء بنت زهرة ماتت فخرج في جنازتها من بنائها وبنات بنيها مائة عذراء سوى الثيبات

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بھی اپنی شان وعفت اور کرامت میں اپنے زمانے کی عورتوں میں ممتاز تھیں آپ کی شان میں بہت سی روایات موجود ہیں انہی میں سے چند کو یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔

عمر بن معدیکرب کو جب اسلام میں تردد کی وجہ سے عتاب کیا گیا تو آپ نے کہا اللہ کی قسم مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرا یہ تردد میرے لیے بد بخت ہے کیونکہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل ہی جانتا تھا کہ آپ سچے رسول ہیں پھر اُس نے واقعات بیان کئے اُن میں ایک واقعہ یہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ ایک یہودی کی مجلس میں گیا اس کے پاس ایک راہب بیٹھا ہوا تھا اس راہب نے اس یہودی کو بتایا کہ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ ذیشان نبی ہیں جن کی خبر حضرت مسیح علیہ السلام نے دی تھی۔

انہی کی بشارت میں سے ایک بشارت یہ بھی ہے کہ زہرہ بن کلاب کے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی اس کی رنگت حد درجہ سفید تھی اس کے رخسار پر سیاہ تل تھا زہرہ بن کلاب نے اس کی رنگت کی ناپسندکاری اور اس کے تل سے بدشگونی لی اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اسے زندہ دفن کردے وہ آدمی جس کو زہرہ نے یہ حکم دیا تھا وہ اس بچی کو دفنانے کے لئے چل پڑا جب وہ حجون کے مقام پر پہنچا تو اس نے وہاں ایک گھڑھا کھودا۔ وہ اس بچی کو گڑھے میں دفن کرنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے ایک غیبی ندا سنی جب اس شخص نے اس ہاتف غیبی کو سنا تو اس نے بچی کو گڑھے سے باہر نکال لیا اور اسے لے کر اس کے والد کے پاس چلا

گیا اور اس کو تمام واقعہ کی خبر دی۔ تمام واقعہ سن کر زہرہ نے کہا اس بچی کو چھوڑ دو یہ عظیم شان کی مالک ہوگی زہرہ نے اس کا نام ''السوداء'' رکھا۔ جب وہ جوان ہوئی تو کعب بن عمرو بن تیم نے اس کے ساتھ شادی کی۔ اس میں سے اس کی اولاد ہوئی پھر السوداء نے ایک اور مرد سے شادی کر لی جس سے اس کے بہت سے لڑکے اور اور لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ وہ بہت دانا، پاکباز اور محتاط تھی وہ کہانت بھی جانتی تھی۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے حکم دیا کہ اس کی اولاد میں سے مردوں کو اس کے سامنے پیش کیا جائے عبداللہ بن جدعان اور ہشام بن مغیرہ وغیرہ کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے اپنے ہر بچے کی خصوصیات کا ذکر کیا اور ان فضائل کا ذکر کیا جو مستقبل میں اسے حاصل ہونے والے تھے اس نے کہا کہ میری مؤنث اولاد کو میرے پاس حاضر کیا جائے۔ اس نے کہا میری اس اولاد میں کوئی نذیرہ ہے یا عنقریب ''نذیر'' کو جنم دی گی پہلے ہالہ بنت واہیب کو اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے کہا کہ یہ وہ نہیں ہے ان کے بطن سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے پھر اس کے سامنے ''الشفاء'' کو پیش کیا گیا اسے دیکھ کر السوداء نے کہا کے یہ بھی وہ نہیں انہوں نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جنم دیا۔ پھر حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سوداء کے پاس تشریف لائیں۔ آپ کو دیکھ کر اس نے کہا لات والعزی کی قسم میری یہ بیٹی ''نذیرہ'' ہے یا یہ عنقریب ایک ایسے نذیر کو جنم دی گی جو عظیم الشان اور بین برھان کا مالک ہوگا اس کے بعد سوداء بن زہرہ وفات پا گئی اس کے جنازے میں اس کی بیٹیوں، پوتیوں اور نواسیوں نے شرکت کی۔ ان میں صرف کنواری لڑکیوں کی تعداد ایک سو تھی اور شادی شدہ کے علاوہ

تھیں۔

(حجۃ اللہ العالمین : الباب الرابع فی بعض ماروی علی السنۃ الکھان من البشائر بہ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۲۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جیسا کہ حضرت عبداللہ رضی عنہ کے ذکر میں حضور علیہ السلام کے نور پاک کی منتقلی کے بارے ذکر ہو چکا ہے۔ اسی کے بارے میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو بہت سی بشارتیں اور عجیب غریب قسم کی خوابیں مسلسل ملتی رہی اُن کو یہاں بیان کیا جارہا ہے۔

قال الشیخ الاکبر سیدی محی الدین بن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا ببرکاتہ فی کتابہ محاضرۃ الابرار ومسامرۃ الاخیار روینا من حدیث احمد بن عبداللہ حدثنا سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی انبأ حفص بن عمر بن الصباح البرقی حدثنا یحیی بن عبداللہ الباھلی حدثنا ابو بکر بن ابی مریم بن سعید بن عمروالانصاری عن ابیہ عن کعب الاخبار عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان من دلالات حمل رسول اللہ ﷺ ان کل دابۃ کانت لقریش نطقت تلک اللیلۃ وقالت حمل برسول اللہ ﷺ ورب الکعبۃ وھو امان الدنیا وسراج اھلھا ولم یبق سیر ملک من ملوک الدنیاالا اصبح منکوساً والملک مخرساً لاینطق یومہ ومرت وحش الشرق الی وحش الغرب بالبشارات وکذالک اھل البحار یبشر بعضھم بعضا ینطق یومہ وفی کل شھر من شھود نداء فی الارض ونداء فی السماء ان ابشروفقدآن الابی القاسم ان یخرج الی الارض میمونا مبارکاقال وبقی فی بطن امہ تسعۃ اشھر کملا لا تشکو وجعا ولا ریحا ولا مغصا

ولا ما يعرض للنساء من ذوات الحمل ومات ابو ه
عبدالله وهو فى بطن امه فقالت الملئكة الهنا وسيد
نا يبقى نبيك هذا يتيما فقال الله عزوجل للملائكة انا
له ولى وحافظ ونصير وتبركوا بمولده وفتح الله
عزوجل بمولده ابواب السماء وجناته فكانت امه
تحدث عن نفسها وتقول اتانى آت حين مرّلى من حمله
ستة اشهر فوكزنى برجله فى المنام وقال لى
ياآمنة انك قد حملت بخير العالمين طرّا فاذا ولدتيه
فسميه محمدا واكتمى شأنك قال فكانت تحدث عن
نفسها فتقول لقد اخذنى ما يأخذ ما يأخذ النساء ولم
يعلم بى احد من القوم ذكر ولاانثى وانى لوحيدة فى
المنزل وعبدالمطلب فى طوافه قالت فسمعت
وجبة شديدة وامرا عظيما فهالنى ذلك وذلك يوم
الاثنين فرأيت كان جناح طيرا ابيض قد مسح على
فؤادى فذهب عنى كل رعب وكل فذع ووجع كنت
اجد ثم التفت فاذا انا بشربة بيضاء ظنتها لبنا
و كنت عطشى فتناولتها فشربتها فأضاءمنى نورعال
ثم رأيت نسوة كالنخل الطوال كانهن من بنات عبد
مناف يحدقن بى فبينما انا اعجب من ذلك واغوثاه من
اين علمن بى هؤلاء فقلن نحن اسية امرأة فرعون
ومريم بنت عمران وهؤلاء من الحور العين واشتد بى
الامر وانا اسمع الوجبة فى كل ساعة اعظم واهول
فاذا انا بديباج ابيض قد مدّبين السماء

والارض واذا قائل یقول خذ وه عن اعین الناس
قالت ورأیت رجالا قد وقفوا فی الهواء بایدیهم
اباریق فضة وانا ارشح عرقا کالجمان اطیب ریحا فی
المسك الاذفر وانا اقول یالیت عبدالمطلب قد دخل
علی وعبدالمطلب ناء عنی قالت فرأیت قطعة من
الطیر قد اقبلت من حیث لا اشعر حتی غطت حجرتی
مناقیرها من الزمرد واجنحتها من الیاقوت فکشف
الله عن بصری فابصرت ساعتی تلك مشارق الارض
ومغاربها ورأیت ثلاثة اعلام مضروبة علماً فی
المشرق وعلما فی المغرب وعلما ظهر الکعبة فاخذنی
المخاض واشتد بی الامر جدافکنت کانی
مستندة الی ارکان النساء وکثرن علی حتی کانهن معی
فی البیت وانالااری شیافولدت محمدا ﷺ فلما خرج
من بطنی درت فنظرت الیه فاذا هو ساجد قد رفع
اصبعیه کالمتضرع المبتهل ثم رایت سحابة بیضاء
قد اقبلت من السماء نزلت حتی غشیته فغیب عن
وجهی فسمعت منادیاً ینادی ویقول طوفوا بمحمد
شرق الارض وغربها وادخلوه البحار کلها لیعرفوه
باسمه ونعته وصورته ویعلموا انه یسمی فیها الماحی
لایبقی شئ من الشرك الا محی به ثم تجلت عنه فی
اسرع وقت فاذا انا به مدرج فی ثوب صوف ابیض
اشد بیاضا من اللبن وتحته حریرة خضراء وقد قبض
علی ثلاثة مفاتیح من اللؤلؤ الرطب الابیض واذا

قائل یقول قبض محمدﷺ علی مفتاح النصرة ومفتاح الریح ومفتاح النبوة ثم اقبلت سحابة اخری اعظم من الاولی ولھا نور یسمع فیھا صھیل الخیل وخفقان الاجنحة من کل مکان وکلام الرجال حتی غشیة فغیب عن عینی اکثر واطول من المرة الاولی فسمعت منادیاینادی طوفوا بمحمدﷺ الشرق والغرب وعلی موالید النبین واعرضوہ علی کل روحانی من الجن والانس والطیروالسباع واعطوہ خلق آدم ومعرفة شیث وشجاعة نوح وخلة ابراھیم ولسان اسماعیل ورضااسحاق وفصاحة صالح وحکمة لوط وبشری یعقوب وجمال یوسف وشدة موسیٰ وصبر ایوب وطاعة یونس وجھاد یوشع وصوت داود وحب دانیال ووقار الیاس وعصمة یحی وزھد عیسی واغمروہ فی اخلاق النبین ثم تجلت عنه فی اسرع من طرفة عین فاذا به قد قبض محمد حریرة خضراء مطوبة طیا شدیدا ینبع من تلك الحریرة ماء معین واذا قال یقول بخ بخ قبض محمدﷺ علی الدنیا کلھا ولاحول ولاقوة الا باللہ قالت آمنة فبینما انا اتعجب اذا انا بثلاثة نفر ظننت ان الشمس تطلع من خلال وجوھھم فی ید احدھم ابریق من فضة وفی ذالك الابریق ریح المسك وفی ید الثانی طست من زمرد اخضرلھا اربع نواح فی کل ناحیة من نواحیھا لؤلؤة بیضاء واذا قائل یقول ھذہ الدنیا شرقھا

وغربها برها وبحرها فاقبض يا حبيب الله على اى
ناحية شئت قالت فدرت لانظر اين قبض من
الطست فاذا هو قد قبض على وسطها فسمعت قائلا
يقول قبض على الكعبة ورب الكعبة اما ان الله
تبارك وتعالىٰ قد جعلها له قبلة وسكنا مباركا
قالت ورأيت فى يد الثالث حريرة بيضاء
مطوية شديد فنشرها فاخرج منها خاتما تحار ابصار
الناظرين دونه ثم حمل ابنى فناوله صاحب الطست
واناانظر اليه فغسله بذلك الابريق سبع مرات ثم
ختم بين كتفيه بالخاتم ختما واحدا ولفه فى الحريرة
واستدار عليه بخيط من المسك الاذفر ثم حمله
فادخله بين اجنحته ساعة قال ابن عباس كان ذلك
رضوان خازن الجنان قالت وقال فى اذنه كلاما كيثرا
لم افهمه وقبّل بين عنييه ثم قال ابشر يا محمد فما
بقى لنبى علم الا وقد اعطيته فانت اكثر علما
واشجعهم قلبا معك مفاتيح النصرة وقد البست
الخوف والرعب فلا يسمع احد بذكرك الا وجل فؤاده
وخاف قلبه وان لم يرك يارسول الله قالت ثم رأيت
رجلا قد اقبل نحوه حتى وضع فاه على فيه فجعل يزقه
كما تزق الحمام فرخها فكنت انظر الى ابنى يشير
باصبعه يقول زدنى زدنى فزقه ساعة ثم قال ابشر يا
حبيب الله فما بقى لنبى حلم الا وقد أوتيته ثم
احتمله فغيبه عنى فجزع فؤادى وذهل قلبى فقلت ويح

قریش والویل لها ماتت کلها انا فی لیلتی وفی ولادتی اری ما اری ویصنع بولدی بما یصنع ولا بقربنی احد من قومی ان هذا لهو العجب العجاب قالت فبینما انا کذلك اذا انا به قد ردّ علی کالبدر وریحه یسطع کالمسك وقائل یقول خذیه فقد طافوا به الشرق والغرب وعلی موالید النبیین اجمعین والساعة کان عند ابیه آدم فضمه الیه وقبل بین عینیه وقال ابشر حبیبی فانت سید الاولین والآخرین ومضی وجعل یلتفت ویقول ابشر یا عز الدنیا وشرف الآخرة فقد استمسك بالعروة الوثقی فمن قال بمقالتك وشهد بشهادتك حشر غدا یوم القیامة تحت لوائك وفی زمرتك وناولنیه ومضی ولم اره بعد تلك المرة زاد العباس رضی الله عنه فی حدیثه قلت یا آمنة ماالذی رأیت فی ولادتك من علامة هذا لصبی فقالت رأیت علما من سندس علی قضیب من یاقوت قدضرب بین السماء والارض ورأیت نورا ساطعا من رأسه قد بلغ السماء ورأیت قصور الشام کلها شعلت ناراً ورأیت سربا من القطا قد سجدت له ونشرت اجنحتها ورأیت تابعة شعیة الاسدیة قد مرت وهی تقول مالقی الاصنام والکهان من ولدك هذا هلکت شعیرة والویل للاصنام ثم الویل لها ورأیت شابا من اتم الناس طولا واشدهم بیاضا فأخذ المولود منی فتفل فی فیه

ومعه طاس من ذهب فشق بطنه ثم اخرج قلبه فشقه شقا فاخرج منه نكتة سوداء فرمى بها ثم اخرج صرة من حرير أخضر ففتحها فاذا فيها شئى كالدرة البيضاء فحشاء به ثم رده الى مكانه ثم مسح بطنه فاستيقظ فنطق فلم افهم ماقال الا انه قال انت فى امان الله وحفظ الله وكلاء ته قد حشوتك علما وحلما ويقينا وايمانا وعقلا وشجاعة وانت خير البشر فطوبى لمن اتبعك وآمن بك وعرفك والويل ثم الويل قالها سبع مرات لمن تخلف عنك وخرج منها ولم يعرفك ثم تفل فيه اخرى تفلة شديدة ثم ضرب الارض ضربة فاذا هو بماء اشد بياضاً من اللبن فغمسه فى ذلك ثلاث غمسات فما ظننت الا انه قد غرق وما من مرة يخرجه الا رأيت ضوء وجهه كالشمس الطالعة ولقد رأيت بريق وجهه يقع على القصور الشام كوقوع الشمس ثم قال امرنى ربى عزوجل ان انفخ فيك بروح القدس فنفخ فيه فالبسه قميصا فقال هذا امانك من آفات الدنيا۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حمل مبارک کی علامات میں سے ایک علامات یہ بھی تھی کہ اس رات قریش کے تمام جانوروں نے گفتگو کی اور انہوں نے کہا رب کعبہ کی قسم! یہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حمل مبارک ہے وہ دنیا کے

لیے سراپا امن اور اہل دنیا کا آفتاب ہیں قبیلہ قریش اور دیگر قبائل عرب میں سے تمام کاہن ایک دوسرے سے چھپ گئے۔ ان سے کہانت کا علم چھین لیا گیا اس وقت شاہان دنیا کے تحت زمین کی طرف جھک گئے اور تمام بادشاہ خاموش ہو گئے وہ سارا دن گفتگو نہ کر سکے۔ مشرق کے تمام وحشی درندے ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہوئے مغرب کی طرف چلے گئے اسی طرح تمام سمندری مخلوق نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی زمین وآسمان میں ایک ہی آواز آ رہی تھی "تمہیں مبارک ہو تم خوش ہو جاؤ کیونکہ ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں پورے نو مارہے۔ پورے اس دورانیہ میں انہیں نہ کبھی درد ہوا اور نہ ہی ہوا کی شکایت ہوئی نہ ہی کبھی پیٹ کا درد ہوا اور نہ ہی اور کوئی ایسی تکلیف ہوئی جو عموماً حاملہ خواتین کو ہوتی ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں ہی تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد امجد نے اس دار فانی کو الوداع کہا ملائکہ پکار اٹھے: اے ہمارے مولا! اے ہمارے پروردگار! ہمارے یہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام یتیم ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے کہا میں خود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ولی ومحافظ اور مددگار ہوں تم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد شریف سے برکت حاصل کرو۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ کے تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازوں کو کھول دیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ خود بیان فرماتی ہیں جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وعلیہ وآلہ وسلم کے حمل مبارک کے چھ ماہ گزر گئے تو ایک شخص میری خواب میں آیا اس نے مجھے پاؤں مارا اور کہا اے آمنہ! تو تمام جہانوں کے

بہترین انسان کے ساتھ حاملہ ہے۔ جب ان کی ولادت ہوتو اس کا نام ''محمد'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکھنا اور اپنی عظمت وشان کو پشیدہ رکھنا۔

پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے واقعات بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں ''مجھے بھی انہیں امور نے آلیا جو وقت ولادت عورتوں کے ہاں ظہور پذیر ہوتے ہیں میری اس کیفیت کے بارے میں کسی مرد یا عورت کوخبر نہ تھی میں گھر میں بالکل اکیلی تھی۔ حضرت عبدالمطلب کعبہ معظّمہ کا طواف کرنے کے لیے گئے ہوئے تھے میں نے بہت بڑی آواز کوسنا، اس نے مجھے خوفزدہ کردیا سوموار کا دن تھا میں دیکھا کہ گویا سفید پرندے کے پروں نے میرے دل کو چھوا ہے میرا ہر قسم کا خوف اورڈر جاتا رہا میرا وہ درد بھی ختم ہوگیا جو میں محسوس کررہی تھی۔ مجھے ایک سفید رنگ کا شربت پیش کیا گیا میں نے سمجھا کہ شاید یہ دودھ ہے مجھے پیاس لگی تھی میں نے وہ شربت پی لیا مجھ سے ایک عظیم الشان نور نکلا پھر میں نے کھجور کی طرح لمبی عورتوں کو دیکھا گویا کہ وہ عبدمناف کے قبیلہ کی خواتین ہیں انہوں نے جواب دیا کہ ہم آسیہ فرعون کی بیوی ،مریم بنت عمران ہیں اور ہمارے ساتھ حوران جنت بھی ہیں۔ میرا معاملہ بڑی شدت اختیار کرگیا میں ہر لحہ وہ ہی آواز سن رہی تھی وہ پہلے سے زیادہ عظیم اور ہولناک ہوتی گئی میں ریشم کا ایک سفید سا انتہائی لمبا ٹکڑا دیکھا کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا اسے لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کرلو آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ہوا میں کھڑے ہوئے آدمیوں کو دیکھا ان کے ہاتھ میں چاندی کے لوٹے تھے انتہائی خوف زدہ ہونے کی وجہ سے میں پسینے سے شرابورتھی میرے پسینے کے ہر قطرہ سے کستوری کی طرح کی مہک آرہی تھی۔ میں خواہش کررہی

تھی کہ کاش عبدالمطلب گھر میں موجود ہوتے لیکن وہ گھر میں موجود نہ تھے۔ میں نے پرندوں کی ایک جماعت کو دیکھا نجانے وہ کہاں سے آئی تھی اس نے میرے کمرے کو ڈھانپ لیا۔ ان تمام کی چونچیں زمرد کی تھیں ان کے پر یاقوت کے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے میری نگاہوں کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا میں نے اس وقت زمین کے مشارق ومغارب کو دیکھ لیا میں نے تین جھنڈوں کو دیکھا ایک جھنڈا مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جھنڈا بیت اللہ کی چھت پر لگایا گیا۔ میرا معاملہ شدت اختیار کرتا گیا مجھے ایسا محسوس ہوا گویا کہ میں ان خواتین کے اعضاء کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی ہوں۔ میرے اردگرد بہت سی عورتیں جمع ہوگئیں گویا کہ وہ میرے ہی گھر میں تھیں مجھے کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی اسی حالت میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو میں نے دیکھا آپ ربّ سے دعائیں کررہے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ سفید رنگ کا بادل آسمان کی طرف سے آیا۔ اس نے حضور مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھانپ لیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے غائب ہوگئے میں نے ایک ندا کرنے والے کی ندا کو سنا وہ یہ صدا لگا رہا تھا کہ ''محمد'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو زمین کے مشرق اور مغرب میں لے جاؤ انہیں سمندروں کی بھی سیر کراؤ تا کہ وہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک ،نعت اور شکل مبارک سے آشنا ہوجائیں اور یہ بھی انہیں معلوم ہوجائے کہ سمندروں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک ''ماحی'' ہے یعنی تمام کا تمام شرک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے مٹ جائے گا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ بادل چھٹ

گیا اور محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے سفید صوف میں لپٹا ہوا دیکھا۔ جو دودھ سے زیادہ صاف اور ریشم سے زیادہ نرم تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نیچے سبز رنگ کا ریشم تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سفید رنگ کی تین چابیوں کو پکڑ لیا منادی کرنے والے نے ندا کی محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نصرت، منافع اور نبوت کی چابیوں پر قبضہ کرلیا ہے پھر ایک اور بادل آیا جو پہلے بادل سے بھی زیادہ عظیم تھا اس میں ایسا نور تھا جس میں گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور پرندوں کے پروں کے پھڑ پھڑانے کی طرح آواز آتی تھی۔ اس میں سے آدمیوں کی گفتگو کی آواز بھی سنائی دیتی تھی حتی کہ اس بادل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھانپ لیا اور میری نگاہوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غائب ہو گئے آپ پہلے سے زیادہ عرصہ میری نگاہوں سے اوجھل رہے میں نے صدا لگانے والے کی صدا کو سنا وہ کہہ رہا تھا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مشرق و مغرب میں گھماؤ۔ انہیں انبیاء کرام علیہم السلام کی جائے پیدائش میں لے جاؤ تمام روحانی مخلوق جن وانس، پرندوں اور درندوں سے ان کا تعارف کراؤ۔ انہیں حضرت آدم علیہ السلام کا خلق، حضرت شیث علیہ السلام کی معرفت، حضرت نوح علیہ السلام کی شجاعت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان، حضرت اسحاق علیہ السلامی کی رضا، حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت، حضرت لوط علیہ السلام کی حکمت، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شدت حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یونس علیہ السلام کی اطاعت، حضرت یوشع علیہ السلام کا جہاد حضرت داؤد علیہ

السلام کی آواز، حضرت دانیال علیہ السلام کی محبت، حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عصمت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد عطا کرو انہیں انبیاء کے دریائے اخلاق میں غوطہ دو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد بادل چھٹ گئے تو آقا علیہ السلام نے سبز رنگ کی ریشم کو ہاتھ میں تھاما ہوا تھا جس سے پانی کے قطرات بہہ رہے تھے کوئی صدا لگانے والا صدا لگا رہا تھا واہ، واہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ساری دنیا پر قبضہ کرلیا ہے وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے تین افراد دیکھے جن کے چہرے آفتاب کی طرح چمک رہے تھے ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا ان کے لوٹے میں سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی دوسرے کے ہاتھ میں ایک طشت تھا جو زمرد کا بنا ہوا تھا اس کا رنگ سبز تھا۔ اس کے چار کونے تھے ہر کونے میں ایک سفید موتی تھا ندا کرنے والا ندا کر رہا تھا کہ یہ دنیا کا مشرق و مغرب ہے یہ سمندر اور خشکی ہے اے اللہ کے حبیب! جس کونے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خواہش فرماتے اسی کونے پر قبضہ فرمالیجئے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں قریب ہوئی تاکہ دیکھوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کس کونے پر قسم! محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ پر قبضہ کرلیا ہے بے شک اللہ تعالیٰ کعبہ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قبلہ اور رہائش گاہ بنائے گا۔ تیسرے شخص کے ہاتھ میں لپٹا ہوا کپڑا تھا اس نے اس کو کھولا اس میں سے ایک اتنی خوبصورت انگوٹھی نکالی جو لوگوں کی نگاہوں کو خیرہ کر دینے والی تھی پھر طشت اٹھانے والے شخص نے میرے لخت جگر کو طشت میں بٹھا دیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو

اس لوٹے کے ساتھ سات مرتبہ غسل دیا گیا پھر اس انگوٹھی کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں کے درمیان مہر لگائی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پھر ریشم میں لپیٹ دیا۔ پھر اس پر مسک اذفر جیسا خوشبودار دھاگا باندھا گیا۔ پھر اس طشت والے نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تھوڑی دیر کے لیے اپنے پروں کے نیچے رکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ دونوں رضوان جنت اور خازن جنت تھے۔

پھر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ''اس شخص نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ سلم کے کانوں میں بہت سی ایسی باتیں کیں جن کو میں نہ سمجھ سکی۔ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا۔'' اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تجھے مبارک ہو ہر نبی علیہ السلام کا علم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کر دیا گیا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ عالم ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قلب مبارک تمام انبیاء کے قلوب سے قوی ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے پاس نصرت کی چابیاں ہیں لوگوں کے دلوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت اور رعب ڈال دیا گیا ہے جو شخص بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر سنے گا اس کا دل خوفزدہ ہو جائے گا وہ لرزاں و ترساں ہو جائے گا اگرچہ اس نے یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کی زیارت نہ کی ہو پھر ایک شخص آیا وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا اس نے اپنا منہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منہ پر رکھ دیا وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح خوراک دینے لگا جیسے کبوتر اپنے بچے کو

خوراک دیتا ہے۔ میں اپنے نور نظر کی طرف دیکھ رہی تھی وہ اپنی مبارک انگلیوں سے اشارہ کرر ہے تھے۔ کہ مجھے اور خوراک دو۔ پھر کچھ دیر تک وہ شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خوراک دیتا رہا پھر اس نے کہا یا حبیب اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم آپ علیہ السلام کو مژدۂ جانفزاء ہو کیونکہ ہر نبی مکرم کا حلم آپ کو عطا کیا گیا ہے۔ پھر کچھ دیر کے لیے حضور علیہ السلام مجھ سے غائب کر دیئے گئے میرا دل گھبر یا اور لرز گیا۔ میں نے کہا قریش کے لیے ہلاکت ہو کہ میں اس رات اپنے بچے کی ولادت میں کچھ دیکھ رہی ہوں اور میرے فرزندے ارجمند کے ساتھ کیا کیا واقعات رونما ہو رہے ہیں لیکن میری اس قوم سے کوئی شخص بھی میرے قریب تک نہیں آیا کیا یہ تمام باتیں تعجب انگیز نہیں ہیں؟ میں اسی کیفیت میں تھی کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے نور نظر کو واپس کر دیا گیا ہے وہ چودویں کے چاند کی طرح نور بکھیر رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام کی خوشبو کستوری کی طرح ہر جگہ پھیل رہی ہے۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے ان کو مشرق ومغرب میں لے جاؤ انہیں انبیاء کرام علیہم السلام کی جائے پیدائش پر لے جاؤ اسی لمحہ آپ علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس لے جایا گیا ۔انہیں فرمایا اے میرے محبوب تجھے بشارت ہو۔ تم اولین وآخرین کے سردار ہو۔ اس کے بعد آدم تشریف لے گئے۔ پھر وہ شخص آپ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا! اے دنیا کی عزت، اے آخرت کا شرف تجھے بشارت ہو آپ نے العروۃ الوثقی کو پکڑ لیا ہے جس شخص نے آپ علیہ السلام کی بات کو تسلیم کیا آپ علیہ السلام کی رسالت کی گواہی دی وہ بروز حشر آپ علیہ السلام کے جھنڈے کے نیچے ہوگا وہ آپ علیہ السلام کے گروہ میں ہوگا۔ اس کے بعد اس شخص

نے آپ علیہ کو میرے سپرد کر دیا اور خود چلا گیا اس کے بعد میں نے وہ شخص نہ دیکھا۔

* حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسی حدیث کو کچھ اضافہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں میں نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اے آمنہ! اس مبارک بچے کی ولادت کے وقت تو نے کیا دیکھا؟ آپ نے فرمایا اے عباس! میں سندس کا ایک جھنڈا دیکھا جو یاقوت کے بانس پر لہرا رہا تھا وہ زمین اور آسمان کے درمیان معلق تھا میں نے آپ علیہ السلام کے سر مبارک پر نور کو پھیلتے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ نور مبارک آسمان تک پہنچ گیا۔ میں نے اس نور میں شام کو دیکھا وہ تمام کے تمام شعلہ زن تھے پھر میں نے کونجوں کے ایک ڈار کو دیکھا انہوں نے آپ علیہ السلام کو سجدہ کیا اور اپنے پروں کو پھڑ پھڑایا اس کے بعد میں نے ''شعیرۃ الاسدیۃ'' کو دیکھا وہ یہ کہتی ہوئی جا رہی تھی کہانت اور بت پرستی کو آپ کے بچے کی ولادت سے جو نقصان ہوا اس نے شعیرہ کو ہلاک کر دیا ہے بت پرستی کے لیے ہلاکت ہو پھر دوبارہ بت پرستی کے لیے ہلاکت ہو۔ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جو لوگوں میں سے سب سے زیادہ لمبا تھا اور سب سے زیادہ سفید تھا اس نے مجھ سے میرے لخت جگر کو پکڑ لیا اس کے منہ مبارک میں لعاب دہن لگایا اس کے پاس سونے کا ایک طشت تھا۔ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بطن مبارک کو شق کیا پھر آپ علیہ السلام کے قلب مبارک کو نکالا پھر قلب کو شق کیا اس میں سے کالے رنگ کا نکتہ نکالا اس کو پھینک دیا۔ پھر اس نے سرخ رنگ کی تھیلی نکالی اسے کھولا اس میں سفید موتی کی طرح کوئی چیز تھی۔ اس نے اس کے ساتھ آپ علیہ السلام کے قلب مبارک کو بھر دیا پھر اس نے آپ علیہ

السلام کو اپنی جگہ پر لوٹا دیا۔اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دل مبارک کو علم ،حلم ،یقین ،ایمان ،عقل اور شجاعت سے لبریز کردیا ہے آپ علیہ السلام تمام انسانوں سے بہترین ہیں خوشخبری ہو اس شخص کے لئے جس نے آپ علیہ السلام کی پیروی کی ،آپ پر ایمان لایا اور آپ علیہ السلام کا عرفان حاصل کیا پھر ہلاکت ہو ہلاکت ہو اس نے یہ سات مرتبہ کہا اس شخص کے لیے جس نے آپ کی مخالفت کی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پہچانا ۔پھر اس نوجوان نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا لعاب دہن لگایا ۔زمین پر ایک شدید چوٹ لگائی زمین میں سے دودھ کی طرح سفید پانی نکل آیا اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس میں غوطہ دیا لیکن وہ نوجوان جب آپ کو غوطہ دے کر نکالتا میں دیکھتی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کی نورانیت درخشاں آفتاب کی طرح ہوگئی ہے میں نے آپ علیہ السلام کے چہرہ اقدس میں ایک روشنی دیکھی جو شام کے محلات پر اس طرح پڑ رہی تھی جس طرح سورج کی روشنی پڑتی ہے پھر اس نوجوان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ علیہ السلام میں روح القدس پھونک دوں اس نے آپ علیہ السلام میں روح القدس کو پھونکا ایک قمیص آپ علیہ السلام کو پہنائی اور کہا کہ یہ دنیا کی آفات سے آپ علیہ السلام کے لئے امان ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو یوں کہتے ہوئے سنا پھر انہوں نے مذکورہ بالا حدیث بیان کی یہاں پر شیخ ابن عربی علیہ الرحمہ کی روایت کردہ حدیث کی عبارت ختم ہوئی۔

نوٹ: یہ روایت فقیر قادری نے امام یوسف بن اسماعیل کی کتاب ''حجۃ اللہ

العالمین'' سے نقل کی ہے آپ اس روایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں میں نے
مذکورہ بالا حدیث کو حرف باحرف نقل کیا ہے لیکن پہلی حدیث میں جو انبیاء کرام کی صفات
لکھی ہیں وہ ان کی عبارت سے منقول نہ تھیں اس کو میں نے ابوعلی ابن القطان کی کتاب
'البشائر والاعلام'' سے نقل کیا ہے کیونکہ ان کی روایت ابن عربی کی روایت سے زیادہ مکمل
تھی اور میں حضرت آسیہ اور حضرت مریم اور حوران بہشتی کی وضاحت ''مواہب اللدنیہ''
سے نقل کیا ہے۔

(حجۃ اللہ العالمین :الباب الثانی : فی بعض ما وقع من الآیات وخوارق العادت مدۃ حملہ وولادتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۱۲۹، ۱۶۷ قدیمی کتب خانہ کراچی)(''شرف المصطفی'': جامع الابواب ظہورہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومولدہ الشریف صفحہ ۳۲۱، ۳۴۹ ملتقطاً ملخصاً دار البشائر الاسلامیہ مکہ شریف)

''مواہب'' میں ہے کہ الحافظ الخطیب البغدادی نے روایت کیا ہے

رواہ الخطیب البغدادی الحافظ لما اراد اللہ تعالیٰ
خلق محمد ﷺ فی بطن امہ آمنۃ لیلۃ رجب وکانت
لیلۃ جمعۃ امر اللہ تعالیٰ فی تلک الیلۃ رضوان خازن
الجنان ان یفتح الفردوس وینادی منادفی السموات
والارض الا ان النور المخزون المکنون الذی یکون
منہ النبی الھادی فی ھذہ اللیلۃ یستقر فی بطن امہ
الذی فیہ یتم خلقہ ویخرج للناس بشیرا ونذیرا۔

کہ جب اللہ تعالیٰ نے ماہِ رجب کی مبارک رات کو حضرت محمد مصطفی
علیہ الصلاۃ والسلام کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک میں
پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا وہ جمعہ کی رات تھی۔ اس رات اللہ تعالیٰ نے
رضوان جنت کو حکم دیا کہ آج جنت الفردوس کو کھول دو۔ ایک اعلان
کرنے والے نے یہ اعلان کیا خبردار! وہ نور مستور جس نے نبی ہادی
علیہ الصلاۃ والسلام کی تخلیق ہونا تھی آج کی رات اپنی والدہ ماجدہ کے
بطن مبارک میں قرار پذیر ہوگیا۔ وہاں ان کی تخلیق مکمل ہوگئی وہاں

سے وہ لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بن کر ظہور فرمائیں گے۔

(حجۃ اللہ العالمین :الباب الثانی :فی بعض ما وقع من الآیات وخوارق العادت مدۃ حمله وولادتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۲۰۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن کعب الاخبار انه نودی تلك الیلة فی السماء وصفاحها والارض وبطاحها ان النور المکنون الذی منه رسول الله یستقر اللیلة فی بطن آمنة فیاطوبی لها ثم یاطوبی واصبحت یومئذٍ اصنام الدنیا منکوسة وکانت قریش فی جدب شدید وضیق عظیم فاخضرت الارض وحملت الاشجار واتاهم الرفد من کل جانب فسمیت تلك السنة التی حمل فیها برسول الله ﷺ سنة الفتح والابتهاج۔

کہ اس رات آسمان اور اس کی وسعتوں میں زمین اور اس کی پہنائیوں میں یہ اعلان کیا گیا کہ وہ پوشیدہ نور جن سے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق ہوگئی آج اپنی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں قرار پذیر ہو گیا ہے انہیں بشارت ہو انہیں مژدۂ جانفزاء آج دنیا کے تمام بت سرنگوں ہو جائیں گے۔ اس وقت قریش سخت تنگ دستی اور قحط سالی میں تھے اس رات کے بعد زمین سرسبز و شاداب ہوگئی، درخت ثمر آور ہو گئے۔ ان کے پاس ہر طرف سے عطیات آنے لگے۔ وہ سال جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حمل مبارک قرار پذیر ہوا اس کی ''سَنَةُ الْفَتْحِ وَالْاَبْتِهَاجِ'' کا نام دیا گیا۔

(حجۃ اللہ العالمین :الباب الثانی :فی بعض ما وقع من الآیات وخوارق العادت مدۃ حمله وولادتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۲۰۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام احمد، بزار، طبرانی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ علیہ نے حضرت عرباض بن ساریہ

سے روایت کیا ہے:

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنِّي عِنْدَ اللّٰهِ فِي أَوَّلِ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ ، وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ ، وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِ ذٰلِكَ دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبِشَارَةُ عِيسَى قَوْمَهُ وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَتْ أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ الشَّامِ قَالَ نَعَمْ .

کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ میں عبداللہ اور خاتم النبیین ہوں اس وقت آدم علیہ السلام پانی میں گوندھے ہوئے تھے اور میں بتانے لگا ہوں۔ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میں اپنی والدہ کی خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا۔ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی امہات مطہرات بھی اسی قسم کے خواب دیکھتیں تھیں۔ والدہ ماجدہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی ولادت کے وقت ایک نور دیکھا جس میں ان کو شام کے محلات نظر آئے۔

("المستدرک" (للحاکم) کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین ،اخبار نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رقم ۴۲۲۷ صفحہ ۲۰۲ جلد ۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ابن حجر، ابن حبان اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس روایت کو صحیح کہا ہے

عن اسحاق بن عبداللہ ان ام رسول اللہ ﷺ قالت لما ولدتہ خرج منی نور اضاء لہ قصور الشام فولدتہ نظیفا مابہ قذر

کہ حضور کی امی جان نے فرمایا کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو مجھ سے ایک نور نکلا جس سے شام

کے محلات روشن ہو گئے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو آپ پاک صاف تھے آپ پر کوئی گندگی وغیرہ نہ تھی۔

(حجۃ اللہ العالمین: الباب الثانی فی بعض ما وقع من الآیات وخوارق العادت مدۃ حملہ وولادتہ ﷺ صفحہ ۱۶۹ قدیمی کتب خانہ کراچی)

وولد ﷺ مسرورا مختونا فقد روی الطبرانی وغیرہ عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال من کرامتی علی ربی انی ولدت مختونا ولم یر احد سواتی وصححہ الضیاء فی المختارہ

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو آپ مسرور اور مختون پیدا ہوئے۔ طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو میری عزت ہے اسکی وجہ سے میں مختون (ختنہ کیا ہوا) پیدا ہوا کسی شخص نے بھی میری شرم گاہ نہ دیکھی۔ اس حدیث کو ضیاء مقدسی نے ''مختارہ'' میں صحیح کہا ہے۔

(حجۃ اللہ العالمین: الباب الثانی: فی بعض ما وقع من الآیات وخوارق العادت مدۃ حملہ وولادتہ ﷺ صفحہ ۱۶۹، ۱۷۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مواہب اللدنیہ میں ہے:

انه ولد ﷺ یوم الاثنین عند طلوع الفجر قال العلامه ابن حجر فی شرح الهمزیه اخرج ابو نعیم عن عبدالرحمن بن عوف عن امه الشفاء رضی الله عنها قالت لما ولدت آمنة محمداً رسول الله ﷺ وقع علی یدی فاستهل فسمعت قائلاً یقول رحمك الله ورحم بك قالت الشفاء واضاء لی مابین المشرق والمغرب حتی نظرت الی بعض قصورا الروم قالت ثم البسته

والضجعته فلم البث ان غشيتني ظلمة ورعب وقشعريرة ثم غيب عني فسمعت قائلا يقول اين ذهبت به قال الى المشرق قالت فلم يزل الحديث مني على بال حتى بعثه الله تعالىٰ فكنت اول الناس اسلاما۔

کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سوموار کے دن طلوع فجر کے وقت پیدا ہوئے۔امام ابن حجر شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں کہ اس کو ابونعیم نے روایت کیا ہے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جنم دیا تو میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ہاتھوں پر اٹھالیا ایک کہنے والے نے کہا ''اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے اور تیرے صدقے رحم فرمائے۔'' میرے لیے مشرق اور مغرب روشن ہوگیا میں شام کے محلات کو دیکھا پھر حضرت شفاء فرماتی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو لپیٹ دیا اور بستر پر لٹا دیا کچھ دیر بعد مجھ پر تاریکی چھا گئی مجھ پر خوف طاری ہوگیا اور آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے غائب ہوگئے۔ایک کہنے والا کہہ رہا تھا کہ تو انہیں کہاں لے جارہا ہے اس نے جواب دیا میں انہیں مشرق کی جانب لے جارہا ہوں۔یہ گفتگو میرے دل پر منقش رہی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا تو میں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

(حجۃ اللہ العالمین: الباب الثانی فی بعض ما وقع من الآیات وخوارق العادت مدۃ حملہ وولادتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۲۷۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

''اعلام النبوۃ'' میں امام ماوردی فرماتے ہیں

وقال الامام الماوردی فی اعلام النبوۃ ولما حملت آمنة بنت وھب برسول اللہ ﷺ حدثت انھا اتیت ای فی المنام فقیل لھا انك قد حملت بسید ھذہ الامة فاذا وقع علی الارض فقول

"أُعِیذُہ بِالْوَاحِدِ
مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ۔"

ثم سمیه محمدا ورأت حین حملت به انه خرج منھا نور رأت منه قصور بصری من ارض الشام

جب حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حمل مبارک سے حاملہ ہوئی تو وہ بیان فرماتی ہیں کہ میرے خواب میں ایک شخص آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کے بطن مبارک میں اس امت کے سردار ہیں جب یہ زمین پر تشریف لائیں تو اس طرح کہنا

"أُعِیذُ ہ بِالْوَاحِدِ
مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ۔"

میں اسے ہر حاسد کے شر سے اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں۔

پھر اس بے مثل بچے کا نام محمد رکھنا جب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ان کے بطن میں قرار پذیر ہوا تو انہوں نے ایک نور کو نکلتے ہوئے ملاحظہ کیا جس میں انہوں نے سرزمین شام میں بصری کے محلات کو دیکھ لیا۔

(حجة اللہ العالمین :الباب الثانی : فی بعض ما وقع من الآیات وخوارق العادت مدة حمله وولادته ﷺ صفحه ۱۷۰ قدیمی کتب خانه کراچی)(اعلام النبوۃ (للماوردی)صفحه ۱۷۵ دار الکتب العلمیه بیروت)

حضرت عثمان ابن العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ فرماتی ہیں:

قالت ام عثمان ابن العاص شهدت ولادة آمنة برسول الله ﷺ وكانت ليلاً فما شيئ انظر اليه من البيت الانور وانني انظر الى النجوم تدنووانى اقول لتقعن على ولماضعته تركت عليه فى ليلة ولادته جفنة فانفلقت عنه فكان من آياته ان لم تحوه وارسلت الى جده عبدالمطلب ان قد ولد لك غلام فأته فانظر اليه فاتاه ونظر اليه وحدثته بما رأت حين حملت به وما قيل لها فيه وماامرت ان تسميه فقال وقد رأى فيه سمات المجد وتوسم فيه امارة السؤدد ان محمداً لن يموت حتى يسود العرب العجم وانشا يقول:

اَلحَمدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعطَانِیْ
هٰذَا الغُلَامَ الطَّیِّبَ الاَرْدَانِ
اُعِیذُہٗ بِالوَاحِدِ المَنَّانِ
مِنْ كُلِّ ذِیْ عَیبٍ وَذِیْ شَنَآنٍ
حَتّٰی اَرَاہُ شَامِخَ البُنْیَانِ

کہ جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی ساعت ہمایوں قریب آئی تو میں نے انکو دیکھا تو وہ اتنے قریب تر آگئے مجھے یہ گمان ہوا کہ یہ ابھی مجھ پر گر پڑیں گے ۔میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی۔اس رات مجھے گھر کی ہر چیز میں نور کی جلوہ گری نظر آتی میں نے کواکب آسمانی کو دیکھا تو وہ اتنے قریب تر آگئے مجھے یہ گمان ہوا کہ یہ ابھی مجھ پر گر پڑیں گے ۔حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبدالمطلب کے پاس پیام بھیجا

کہ آپ کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تشریف لایئے اور اس کو دیکھئے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تشریف لائے سعید بچے کی زیارت کی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے رونما ہونے والے تمام واقعات گوش گزار کئے۔ آپ کو تمام بشارتیں سنائیں اور یہ بھی بتایا کہ مجھے اس سعادت مند بچے کا نام ''محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم'' رکھنے کے لئے کہا گیا ہے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اس بلند قسمت بچے میں بزرگی کی علامات ملاحظہ کیں ہیں۔ بلاشبہ اس میں سیادت کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔

یہ بچہ (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اس وقت تک وصال نہیں پائے گا حتی کہ تمام عرب وعجم کا سردار بن جائے پھر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ درج ذیل اشعار پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعْطَانِیْ
هٰذَا الْغُلَامَ الطَّیِّبَ الْاَرْدَانِ
اُعِیْذُهٗ بِالْوَاحِدِ الْمَنَّانِ
مِنْ کُلِّ ذِیْ عَیْبٍ وَّذِیْ شَنْآنِ
حَتّٰی اَرَاهُ سَامِخَ الْبُنْیَانِ

''سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے پاک آستینوں والا بچہ عطا فرمایا۔ میں اس کو خدائے یکتا جو پیہم احسان فرمانے والا ہے کی پناہ میں دیتا ہوں ہر دشمن اور ہر حاسد ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کو طاقتور اور توانا دیکھوں۔''

(حجۃ اللہ العالمین: الباب الثانی فی بعض ماوقع من الآیات وخوارق العادت مدۃ حملہ وولادتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۲۷۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مواہب میں لکھا ہے:

قال فی المواهب عن اللطائف وخروج هذا نور عنه

وضعه ﷺ اشارة الی مایجیء به من النور الذی اهتدی به اهل الارض وزالت به ظلمة الشرك كما قال الله تعالیٰ

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ یَهْدِیْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

واما اضاءة قصور بصری بالنور الذی خرج معه ﷺ فهو اشارة الی ما خص الشام من نور نبوته فانها دار ملكه كما ذكر كعب ان فی الكتب السابقة محمد رسول الله مولده بمكة ومهاجر بیثرب وملكه بالشام فمن مكة بدت نبوة نبینا ﷺ والی شام انتهی ملكه قبل سائر الممالك ولهذا اُسری به ﷺ الی شام الی بیت المقدس كما هاجر قبله ابراهیم علیه السلام الی الشام وبها ینزل عیسیٰ ابن مریم علیه السلام وهی ارض المحشر والمنشر۔

کہ حضور علیہ السلام کی ولادت کے وقت اس نور کا ظہور ہونا اس نور کی طرف اشارہ تھا جس سے عنقریب پوری دنیا کو ہدایت نصیب ہو گی جس سے کفر کی ظلمت کافور ہو جائے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ یَهْدِیْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

''بیشک تشریف لایا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور روشن کتاب اُس سے ہدایت دیتا ہے اُسے جو اللہ کی مرضی پر چلا جو

سلامتی کے رستے اور انہیں اندھیریوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

اس نور مبارک سے بصری کے محلات کا جگمگا اٹھنا یہ اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور نبوت شام تک ضرور جائے گا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت میں شامل ہے جس طرح حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ سابقہ کتب میں موجود ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش مکہ معظمہ ہے، ہجرت گاہ مدینہ طیبہ ہے اور ان کا ملک شام ہے مکہ مکرمہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی ابتداء ہوئی اور تمام ممالک سے پہلے شام مفتوح ہوا اسی وجہ سے حضور علیہ السلام شب معراج پہلے شام کی طرف گئے پھر وہاں سے بیت المقدس کی طرف تشریف لے گئے جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی۔ شام ہی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ یہ ''محشر'' اور ''منشر'' کی سرزمین ہے۔

وروی السهیلی انه ﷺ لما ولد تکلم فقال جلالُ رَبِّیْ رَفِیْع. وروی ایضاً انه قال اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا وَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُکْرَةً وَّ اَصِیْلاً.

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو آپ نے یہ تسبیح بیان کی: 'جَلَالُ رَبِّیْ رَفِیْعٌ' میرا پروردگار کا جلال بڑا رفیع ہے۔ اور اسی طرح یہ بھی روایت میں ہے آپ نے وقت ولادت اس تسبیح کا ذکر کیا: اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا وَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُکْرَةً وَّ اَصِیْلاً۔''

(حجة الله العالمين :الباب الثاني :في بعض ما وقع من الآيات وخوارق العادت مدة حمله

وولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۷۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ابن سعد، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَهُودِيٌّ قَدْ سَكَنَ مَكَّةَ يَتَّجِرُ بِهَا فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَجْلِسٍ مِنْ قُرَيْشٍ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ. هَلْ وُلِدَ فِيكُمُ اللَّيْلَةَ مَوْلُودٌ؟ فَقَالُوا وَاللّٰهِ مَا نَعْلَمُهُ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَمَّا إِذَا أَخْطَأَكُمْ فَلَا بَأْسَ فَانْظُرُوا وَاحْفَظُوا مَا أَقُولُ لَكُمْ وُلِدَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ نَبِيُّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْأَخِيرَةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ عَلَامَةٌ فِيهَا شَعَرَاتٌ مُتَوَاتِرَاتٌ كَأَنَّهُنَّ عُرْفُ فَرَسٍ. لَا يَرْضَعُ لَيْلَتَيْنِ وَذٰلِكَ أَنَّ عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ أَدْخَلَ أُصْبُعَيْهِ فِي فَمِهِ فَمَنَعَهُ الرَّضَاعَ فَتَصَدَّعَ الْقَوْمُ مِنْ مَجْلِسِهِمْ وَهُمْ مُتَعَجِّبُونَ مِنْ قَوْلِهِ وَحَدِيثِهِ فَلَمَّا صَارُوا إِلَى مَنَازِلِهِمْ أَخْبَرَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ أَهْلَهُ فَقَالُوا: قَدْ وُلِدَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ غُلَامٌ سَمَّوْهُ مُحَمَّدًا فَالْتَقَى الْقَوْمُ فَقَالُوا هَلْ سَمِعْتُمْ حَدِيثَ الْيَهُودِيِّ وَهَلْ بَلَغَكُمْ مَوْلِدُ هٰذَا الْغُلَامِ فَانْطَلَقُوا حَتّٰى جَاءُوا الْيَهُودِيَّ فَأَخْبَرُوهُ الْخَبَرَ قَالَ: فَاذْهَبُوا مَعِي حَتّٰى أَنْظُرَ إِلَيْهِ فَخَرَجُوا حَتّٰى أَدْخَلُوهُ عَلٰى آمِنَةَ فَقَالَ أَخْرِجِي إِلَيْنَا ابْنَكِ فَأَخْرَجَتْهُ وَكَشَفُوا لَهُ عَنْ ظَهْرِهِ فَرَأَى تِلْكَ الشَّامَةَ فَوَقَعَ الْيَهُودِيُّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالُوا وَيْلَكَ مَا لَكَ قَالَ ذَهَبَتْ وَاللّٰهِ النُّبُوَّةُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَرِحْتُمْ بِهِ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَمَا وَاللّٰهِ لَيَسْطُوَنَّ بِكُمْ سَطْوَةً يَخْرُجُ خَبَرُهَا مِنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَكَانَ فِي النَّفَرِ يَوْمَئِذٍ

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ الْيَهُودِيُّ مَا قَالَ هِشَامُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ وَمُسَافِرُ بْنُ أَبِي عَمْرٍو وَعُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَعُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ شَابٌّ فَوْقَ الْمُحْتَلِمِ فِي نَفَرٍ مِنْ بَنِي مَنَافٍ وَغَيْرِهِمْ مِنْ قُرَيْشٍ".

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ.

ایک یہودی تاجر مکہ میں رہتا تھا۔حضور علیہ السلام کی شب ولادت اس یہودی نے قریش کی مجلس میں کہا: ''اے گروہ قریش کیا آج رات تمہارے یہاں کوئی فرزند پیدا ہوا ہے؟'' قریش نے جواب دیا ہمیں نہیں معلوم اس نے کہا کہ دریافت کرو اور میں جو بات تمہیں بتاتا ہوں اسے یاد رکھنا۔

آج رات میں اس آخری امت کا نبی پیدا ہونے والا ہے۔اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے جس پر کثرت سے بال ہیں گویا کہ وہ گھوڑے کا بال دو راتوں تک دودھ نہ پیئے گا کیونکہ ایک عفریت جنی نے اس کے منہ میں انگلی ڈال دی ہے جس کی وجہ سے دودھ پینے سے روک دیئے گئے ہیں۔پھر قریش کی مجلس برخاست ہوگئی اور وہ لوگ یہودی کی باتوں پر متعجب تھے وہ اپنے گھروں میں پہنچے تو تقریباً سب ہی نے اس بات کا گھر والوں سے تعجب اور حیرانی کے ساتھ ذکر کیا اسی طرح ہر طرف چرچا ہونے کے بعد کسی نے بتایا کہ آج رات ایک لڑکا عبداللہ مرحوم کے گھر پیدا ہوا ہے اس کا نام انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا ہے۔پھر اہل قریش نے اس یہودی سے ملاقات کو اور اس کی بتایا: یہودی نے کہا میرے ساتھ چلو تاکہ میں اس بچہ کو دیکھ کر شناخت کروں۔وہ آئے اور حضرت آمنہ سے عرض کیا کہ بچہ کو دیکھیں گے۔انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم کو ان لوگوں کی گود میں دے دیا۔ یہودی نے کپڑا اٹھا کر اس علامت کو دیکھا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا اور جب اس کی حالت درست ہوئی تو قریش نے کہا ہم کو تمہاری تکلیف پر افسوس ہے ہم پریشان ہیں کہ تمہیں اچانک کیا ہو گیا؟ یہودی نے کہا اسرائیل سے نبوت جاتی رہی۔ اے قبائل قریش کیا تم اس بچہ کی ولادت سے خوش ہو رہے ہو۔ خبردار ہو جاؤ کہ یہ فرزند تم پر اس طرح غلبہ کرے گا کہ آفاق میں تمہارے بجائے اس فرزند کا ہر طرف شہرہ ہو گا۔

امام حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے

(المستدرک للحاکم : اخبار نبینا صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ: ۲۰۳ جلد ۲ رقم ۴۲۲۹ قدیمی کتب خانہ کراچی (الخصائص الکبری : باب ما ظہر فی لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من المعجزات والخصائص صفحہ ۸۴، ۸۵ جلد ۱ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

امام بیہقی، ابن عساکر نے ابوالحکم تنوخی سے روایت کی

وَأخرج الْبَيْهَقِيّ وَابْن عَسَاكِر عَن ابي الحكم التنوخي قَالَ كَانَ الْمَوْلُود إِذا ولد فِي قُرَيْش دفعوه إِلَى نسْوَة من قُرَيْش الى الصُّبْح فكفأن عَلَيْهِ برمة فَلَمَّا ولد رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم دَفعه عبد الْمطلب إِلَى نسْوَة يكفئن عَلَيْهِ برمة فَلَمَّا أصبحن أتين فوجدن البرمة قد انفلقت عَنهُ بِاثْنَتَيْنِ فوجدنه مَفْتُوح الْعَينَيْنِ شاخصا ببصره إِلَى السَّمَاء فأتاهن عبد الْمطلب فَقُلْنَ لَهُ مَا رَأينَا مولودا مثله وَجَدْنَاهُ قد انفلقت عَنهُ البرمة ووجدناه مَفْتُوحًا عينه شاخصا ببصره إِلَى السَّمَاء فَقَالَ احفظنه فَإِنِّي أَرْجُو ان يُصِيب خيرا۔

انہوں نے کہا کہ قریش میں دستور تھا کہ ان کے یہاں جب ولادت ہوتی تو صبح عورتیں نومولود بچہ کے سر پر ہانڈی رکھتیں۔ اسی دستور کے

مطابق جب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو
عبدالمطلب نے آپ کو عورتوں کے سپرد کردیا کہ وہ رسم کے مطابق
ہانڈی رکھیں چنانچہ انہوں نے ہانڈی رکھی تو اس کے دوٹکڑے ہو گئے
اورانہوں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ رخ اوپر کو ہے اور آسمان کی
جانب نگاہیں ہیں۔انہوں نے آکر عبدالمطلب سے کہا کہ ہم نے ایسا
بچہ نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھ ایسی صورت واقع ہوئی ہو عبدالمطلب
نے جواب دیا تم لوگ یادرکھواور مجھے امید ہے کہ یہ بچہ خیر وفلاح کو
پہنچے گا۔

(الخصائص الکبری : باب ،ما ظہر فی لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من المعجزات
والخصائص صفحہ ۸۵ جلد ۱ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ السَّابِعِ ذبح عَنهُ ودعا لَهُ قُرَيْشًا فَلَمَّا
أكلُوا قَالُوا يَا عبد الْمطلب مَا سميته قَالَ سميته
مُحَمَّدًا قَالُوا فَمَا رغبت بِهِ عَن أَسمَاء اهل بَيْتك قَالَ
اردت ان يحمده الله فِي السَّمَاء وخلقه فِي الأَرْض

جب ساتواں روز ہوا اور عبدالمطلب نے (عقیقہ) میں قربانی کی
اور برادری کو کھانے پر بلایا تو کھانے سے فراغت کے بعد انہوں
نے کہا:

اے سردار عبدالمطلب آپ نے اپنے پوتے کا نام کیا رکھا ہے؟
عبدالمطلب نے بتایا: میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے قریشی مہمانوں نے کہا آپ
نے خاندانی ناموں سے کیوں انحراف کیا؟ فرمایا:

"اردت ان یحمدہ اللہ فی السماء وخلقہ فی الارض۔"

میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اس کی مدح فرمائے
اورزمین پر مخلوق اس کی مدح کرے۔

(الخصائص الکبری : باب ما ظہر فی لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من المعجزات والخصائص صفحہ ۸۵ جلد ۱ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

ابو نعیم اور ابن عساکر نے بہ روایت مسیب بن شریک روایت کی کہ

وَأخرج ابو نعيم وَابْن عَسَاكِر من طَرِيق الْمسيب بن شريك عَن مُحَمَّد بن شريك عَن عَمْرو بن شُعَيْب عَن أَبِيه عَن جده قَالَ كَانَ بمر الظهْرَان رَاهِب من أهل الشَّام يدعى عيصى وَكَانَ قد آتَاهُ الله علما كثيرا وَكَانَ يلْزم صومعة لَهُ وَيدخل مَكَّة فيلقى النَّاس وَيَقُول انه يُوشك ان يُولد فِيكُم مَوْلُود يَا أهل مَكَّة تدين لَهُ الْعَرَب وَيملك الْعَجم هَذَا زَمَانه فَمن أدْركهُ وَاتبعهُ أصَاب حَاجته وَمن أدْركهُ وَخَالفهُ أَخطَأ حَاجته وتالله مَا تركت أَرض الْخمر والخمير والأمن وَلَا حللت أَرض الْبُؤْس والجوع وَالْخَوْف إِلَّا فِي طلبه فَكَانَ لَا يُولد بِمَكَّة مَوْلُود إِلَّا يسْأَل عَنهُ فَيَقُول مَا جَاءَ بعد فَلَمَّا كَانَ صَبِيحَة الْيَوْم الَّذِي ولد فِيهِ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم خرج عبد الْمطلب حَتَّى أَتَى عيصى فَوقف فِي أصل صومعته فناداه فَقَالَ من هَذَا قَالَ انا عبد الْمطلب فاشرف عَلَيْهِ فَقَالَ كن أَبَاهُ فقد ولد ذَلِك الْمَوْلُود الَّذِي كنت احدثكم بِهِ عَنهُ يَوْم الِاثْنَيْنِ وَهُوَ يبْعَث يَوْم الِاثْنَيْنِ وَيَمُوت يَوْم الِاثْنَيْنِ وَإِن نجمه طلع البارحة وَآيَة ذَلِك انه الْآن وجع فيشتكي ثَلَاثًا ثمَّ يعافى فاحفظ لسَانك فَإِنَّهُ لم يحْسد حسده أحد وَلم يبغ على أحد كَمَا يبغى عَلَيْهِ قَالَ فَمَا عمره قَالَ إِن طَال عمره أَو قصر لم يبلغ

السّبُعین یَمُوت فِی وتر دونهَا فِی السِّتین فِی إحْدَی وَسِتِّینَ اَوْ ثَلَاث وَسِتِّینَ أعمار جلّ امته

شام کے علاقہ میں بمقام مرالظہر ان ایک راہب تھا جس کا نام عیصیٰ تھا اللہ تعالیٰ نے اسے علم کثیر سے نوزا تھا۔ وہ مکہ آیا اور اس نے لوگوں سے ملاقات کے دوران کہا۔ عنقریب تمہاری سرزمین سے ایک فرزند پیدا ہوگا جس کی تمام عرب وعجم والے پیروی کریں گے تو جو لوگ اس کے عہد اور دعوت کو پائیں اور قبول کریں وہ راہ یافتہ اور فلاح یاب ہوں گے اور جنہوں نے اس کی مخالفت کی اور رہنمائی سے گریز کیا ۔ بیشک وہ نقصان میں رہیں گے۔ میں دنیاوی راحت وآرام اور وطنی ماحول اور اپنی سرزمین کو چھوڑ کر محنت وتکلیف اور بھوک وپیاس اور اجنبی ماحول میں صرف اسی کی طلب وجستجو میں آیا ہوں اس کا یہ معمول بن گیا تھا کہ مکہ میں خاندان قریش کے اندر جو نومولود بچہ ہوتا وہ اس کے بارے میں دریافت کرتا اور جب حضور علیہ السلام کی علامات نہ پاتا تو اکثر کہا کرتا وہ فرزند جلیل ہنوز تشریف نہیں لایا۔

جب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ فرمائی ہوئی تو اسی صبح عبدالمطلب عیصیٰ راہب کے صومعہ پر آئے اور آواز دی ۔اس نے نام پوچھا اور پھر نکل کر آیا اور کہا اے عبدالمطلب تم ہی اس فرزند ارجمند کے دادا ہو۔ جس کی ولادت کے بارے میں تم سے باتیں کیا کرتا تھا۔ وہ دوشنبہ کو پیدا ہوا اسی دن بعثت کا اعلان کرے گا اور اسی دن اس جہان سے رحلت اور کوچ فرمائے۔ بلاشبہ آج رات ہی اس کا ستارہ طلوع ہوا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس وقت درد میں ہے اور یہ شکایت تین دن رہے گا پھر وہ صحتمند ہو جائیگا۔ تم اپنے آپ کو قابو میں رکھنا اس لیے کہ جس قدر حسد لوگ اس فرزند کے ساتھ

کریں گے اس کی مثال نہیں ملے گی اور جیسی مخالفت اور مزاحمت لوگ
اس کے ساتھ کریں ویسی مخالفت کسی کی ساتھ نہ ہوئی ہوگی۔
حضرت عبدالمطلب نے پوچھا: اس بچہ کی عمر کتنی ہوگئی۔
راہب نے جواب دیا اسکی عمر کم ہو یا زیادہ "70" سال کو نہیں پہنچے گی۔ اس کی
عمر کے لیے سالوں کی گنتی طاق ہوگی۔ 63,61,59 برس اس کی امت کی عمریں ہوں گی۔
(الخصائص الکبری: باب ،ما ظہر فی لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من المعجزات
والخصائص صفحہ ۸۲، ۸۵ جلد ا مکتبہ فاروقیہ پشاور)

ابو نعیم عَنِ ابْنِ عَبَّاس قَالَ كَانَ فِي عهد الْجَاهِلِيَّةِ إِذا
ولد لَهُم الْمَوْلُود من تَحت اللَّيْل رَمَوْهُ تَحت الْإِنَاء فَلَا
ينظرُونَ إِلَيْهِ حَتَّى يصبحوا فَلَمَّا ولد النَّبِي صلى الله
عَلَيْهِ وَسلم طرحوه تَحت البرمة فَلَمَّا أَصْبحُوا اتوا
البرمة فَإِذا هِيَ قد انفلقت اثْنَتَيْنِ وَعَيناهُ إِلَى السَّمَاء
فعجبوا من ذَلِك وَرفع إِلَى امْرَأَة من بني بكر ترْضِعه
فَلَمَّا أَرْضَعَتْه دخل عَلَيْهَا الْخَيْر من كل جَانب وَلها
شويهات فَبَارك الله فِيهَا فنمت وزادت

ابو نعیم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ زمانہ
جاہلیت میں دستور تھا کہ جب کوئی بچہ رات میں پیدا ہوتا تو اسے کسی
برتن سے ڈھانپ دیتے تھے اور رات میں اس کو نہ دیکھتے چنانچہ جب
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کو بھی ہانڈی میں رکھ دیا گیا۔ صبح کو دیکھا کہ ہانڈی کے دو
ٹکڑے ہوگئے ہیں اور آپ کی نگاہیں آسمان کی جانب ہیں۔ یہ دیکھ
کر سب نے تعجب و حیرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو بنی
بکر کی ایک عورت کے پاس دودھ پلانے کے لیے بھیج دیا گیا۔ جب
عورت نے آپ کو دودھ پلایا تو اس کے یہاں ہر طرف سے خیر

وبرکت داخل ہوگئی۔اس کے یہاں کسب معاش کے لیے بکریاں
تھیں اللہ تعالیٰ نے ان میں برکت دی اور وہ بہت زیادہ ہوگئیں۔

(الخصائص الکبریٰ : باب ما ظہر فی لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من المعجزات
والخصائص صفحہ ۸۶ جلد ا مکتبہ فاروقیہ پشاور)

نوٹ: حضور علیہ السلام کی رضاعت کے متعلق اور آپ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ اور آپ کے رضاعی والد (رضی اللہ عنہ) کے متعلق روایات کو یہاں بیان کیا جارہا ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

سیرت کی کتب میں موجود ہے کہ اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ جب ان کے ہاں کسی بچے کی ولادت ہوتی تو وہ کسی ایسی عورت کی تلاش کرتے جس کا تعلق کسی اور قبیلے سے ہوتا تاکہ وہ ان کے بچے کو دودھ پلائے۔اس طرح ان کے کئی مقاصد پورے ہوجاتے تھے۔ان کے بچے کی نشوونما بہتر ہوتی اور وہ فصاحت وبلاغت کا خوگر ہوجاتا۔

قبیلہ بنوسعد کی عورتیں مکہ معظمہ آئیں۔وہ ایسے ہی بچے کی تلاش کررہی تھیں ان کے ساتھ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ ہر عورت نے کوئی نہ کوئی بچہ حاصل کرلیا آپ خود ہی فرماتی ہیں۔ہم میں سے ہر ایک کو حضور علیہ السلام دکھائے گئے۔لیکن جب یہ بتایا جاتا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یتیم ہیں ہر عورت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو لینے سے انکار کردیتی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو لینے کا کسی نے بھی ارادہ نہ کیا۔میں نے اپنے خاوند کو کہا اللہ کی قسم میں اپنی ساتھی عورتوں کے ساتھ بغیر کوئی بچہ لیے واپس نہ جاؤں گی اللہ کی قسم! میں اسی یتیم کے پاس جاؤں گی اور اسے ضرور حاصل کروں گی۔میرے خاوند نے کہا اس یتیم بچے کو لینے میں کوئی حرج نہیں۔ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسی میں ہمارے لیے برکت پیدا کردے۔میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئی اور انہیں حاصل کرلیا۔

ایک روایت میں ہے

إن حليمة قالت استقبلني عبد المطلب فقال من أنت؟ فقلت أنا امرأة من بني سعد قال ما اسمك؟ قلت حليمة. فتبسم عبد المطلب وقال بخ بخ. سعد وحلم. خصلتان فيهما خير الدهر وعز الأبد يا حليمة إن عندي غلاما يتيما. وقد عرضته على نساء بني سعد فأبين أن يقبلن وقلن ما عند اليتيم من الخير. إنما نلتمس الكرامة من الآباء. فهل لك أن ترضعيه. فعسى أن تسعدي به؟ فقلت ألا تذرني حتى أشاور صاحبي. فانصرفت إلى صاحبي فأخبرته. فكأن الله قذف في قلبه فرحا وسرورا فقال لي يا حليمة خذيه فرجعت إلى عبد المطلب فوجدته قاعدا ينتظرني. فقلت

هلمّ الصبي فاستهل وجهه فرحا. فأخذني وأدخلني بيت آمنة. فقالت لي أهلا وسهلا. وأدخلتني في البيت الذي فيه محمد صلى الله عليه وسلم. فإذا هو مدرج في ثوب صوف أبيض من اللبن. وتحته حريرة خضراء راقد على قفاه يغط. يفوح منه رائحة المسك. فأشفقت أي خفت أن أوقظه من نومه لحسنه وجماله. فوضعت يدي على صدره فتبسم ضاحكا وفتح عينيه إليّ. فخرج من عينيه نور حتى دخل خلال السماء وأنا أنظر. فقبلته بين عينيه وأخذته. وما حملني على أخذه أي أكد أخذه إلا أني لم أجد غيره.

وإلا فما ذكرته من أوصافه مقتض لأخذه أى وهذه الرواية ربما تدل على أنها لم تره قبل ذلك. وأن إباءها كان قبل رؤيتها له. قالت فلما أخذته رجعت به إلى رحلى، فلما وضعته فى حجرى أقبل ثدياى بما شاء الله من لبن فشرب حتى روى أى من الثدى الأيمن وعرضت عليه الأيسر فأباه. قالت حليمة وكانت تلك حالته بعد أى بعد ذلك لا يقبل إلا ثديا واحدا وهو الأيمن أن أحد ثديي حليمة كان لا يدر اللبن منه. فلما وضعته فى فم رسول الله صلى الله عليه وسلم در اللبن منه قالت وشرب معه أخوه حتى روى ثم نام. وما كنا ننام معه قبل ذلك: أى فعدم نومه من الجوع. فقام زوجى إلى شارفنا تلك فإذا هى حافل أى ممتلئة الضرع من اللبن، فحلب منها ما شرب وشربت حتى انتهينا ريا وشبعا. فبتنا بخير ليلة يقول صاحبى حين أصبحنا تعلمى والله يا حليمة لقد أخذت نسمة مباركة. قلت والله إنى لأرجو ذلك. ثم خرجنا وركبت أتانى وحملته صلى الله عليه وسلم معى عليها فو الله لقطعت بالركب أى صيرته خلفها ما يقدر عليها أى على مرافقتها ومصاحبتها شيء من حمرهن حتى أن صواحبى يقلن لى يا بنت أبى ذؤيب، ويحك اربعى أى اعطفى علينا بالرفق وعدم الشدة فى السير أليس هذا أتانك التى كنت خرجت عليها تخفضك طورا وترفعك أخرى؟ فأقول لهن بلى والله إنها لهى

فيقلن والله إن لها لشأنا۔ثم قدمنامنازل بني سعد ولا أعلم أرضا من أراضي الله أجدب منها. فكانت غنمي تروح علي حين قدمنا به شباعا لبنا أي غزيرات اللبن، فنحلب ونشرب. ولفظ فنحلب، ما شئنا والله ما يحلب إنسان قطرة لبن ولا يجدها في ضرع، حتى كان الحاضر أي المقيم في المنازل من قومنا يقول لرعاتهم ويلكم اسرحوا حيث يسرح راعي بنت أبي ذؤيب يعنونني، فتروح أغنامهم جياعا تبض بقطرة لبن، وتروح غنمي شباعا لبنافلم نزل نعرف من الله تعالى الزيادة والخير حتى مضت سنتاه وفصلته، وكان يشب شبا لا يشبه الغلمان فلم يقطع سنتيه حتى كان غلاما جفرا أي غليظا شديدا.

کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میرا استقبال حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اورانہوں نے مجھ سے کہا تو کون ہے؟ میں نے کہا میں قبیلہ بنوسعد کی ایک عورت ہوں ۔انہوں نے فرمایا تیرانام کیا ہے؟ میں نے جواب دیا حلیمہ انہوں نے فرمایا واہ واہ! سعد اور حلم یہ دونوں ایسی خصلتیں ہیں جن میں زمانے کی بھلائی اورابدی عزت ہے۔

اے حلیمہ! میرے پاس ایک یتیم بچہ ہے میں نے اسے بنوسعد کی تمام عورتوں کو دکھایا لیکن انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا انہوں نے کہا ''ایک یتیم کے پاس کیا خیر ہوسکتی ہے ہم تو بچے کے والدین سے عزت وکرامت کی خواہاں ہوتی ہیں۔'' کیا تواسے دودھ

پیلائی گی مجھے یقین ہے کہ تو اس کو دودھ پلا کر سعادت حاصل کرے گی مجھے یقین ہے کہ تو اس کو دودھ پلا کر سعادت حاصل کرے گی میں نے کہا اے عبدالمطلب ! آپ ٹھہریئے میں نے اپنے خاوند سے مشورہ کر لیتی ہوں ۔انہوں فرمایا ضرور مشورہ کرو میں اپنے خاوند کے پاس گئی اور اسے تمام صورت حال سے آگاہ کیا اس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے خوشی اور مسرت سے لبریز کر دیا اس نے مجھ سے کہا اے حلیمہ جلدی سے وہ بچہ حاصل کر لو ۔ میں پھر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس واپس آئی وہ وہیں بیٹھے کر میرا انتظار کر رہے تھے ۔میں نے کہا بچہ لے آیئے ۔ان کا چہرہ فرحت وسرور سے کھل اٹھا انہوں نے مجھے اپنے ساتھ لیا اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر لے گئے ۔انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا انہوں نے مجھے اس کمرہ میں داخل کیا جہاں والی دو جہاں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے ۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دودھ سے زیادہ سفید کپڑے میں لپیٹے ہوئے تھے ۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نیچے سبز رنگ کی ریشم تھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسی کپڑے میں محو استراحت تھے ۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حسن وجمال کی وجہ سے آپ کو بیدار کرنے سے ڈر گئی ۔ میں نے اپنے ہاتھ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سینہ اقدس پر رکھا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں آنکھوں کو کھول کر میری طرف دیکھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے نور نکلا ۔ وہ نور آسمان کی وسعتوں میں گم ہو گیا میں ان کے نور کا دیدار کرتی رہی ۔ میں نے آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا آپ کو اٹھایا میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو صرف اس لیے لیا تھا کیونکہ آپ کے علاوہ مجھے کوئی بچہ نہ مل سکا۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اپنا دایاں پستان آپ کو پیش کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حسب منشاء اس میں سے دودھ پیا پھر میں نے اپنا بایاں پستان پیش کیا لیکن آپ نے دودھ پینے سے انکار کر دیا۔ بعد میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہی کیفیت تھی۔ اہل علم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو الہام کیا تھا کہ دودھ پینے میں ایک اور بچہ بھی شریک ہے اس لیے آپ عدل فرمائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پستانوں میں دودھ نہ تھا جب انہوں نے ان کو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دہن مبارک میں رکھا تو وہ دودھ سے بھر گئے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی نے بھی آپ کے ساتھ دودھ پیا۔ اس نے بھی خوب سیر ہو کر دودھ پیا اور وہ سو گیا حالانکہ ہم اس سے پہلے بھوک کی وجہ سے سو بھی نہیں سکتے تھے۔ میرا خاوند اونٹنی کے پاس گیا اس کی کھیری بھی دودھ سے لبریز تھی۔ میرے خاوند اور میں نے ضرورت کے مطابق دودھ پیا۔ ہم نے وہ رات بڑی پرسکون گزاری صبح میرے خاوند نے مجھ سے کہا اے حلیمہ! ہم نے بہت ہی بابرکت بچہ حاصل کیا ہے میں نے کہا اللہ کی قسم! مجھے بھی یقین ہے کہ یہ بچہ بہت یمن وبرکت والا ہے۔ میں اپنے گدھے پر سوار ہوگئی۔ اپنے ساتھ حضور مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی بٹھا لیا۔ میرا گدھا اتنی تیز رفتاری

سے چلا کہ کوئی بھی گدھا اسے نہ مل سکا حتیٰ کہ میرے ساتھیوں نے کہا اے بنت ابی ذوئیب ! اپنے چلنے میں کچھ سست روی اختیار کرو کیا یہ گدھا جس پر تم اب سوار ہو وہی نہیں ہے جو کمزوری کی وجہ سے کبھی تجھے بلند کر دیتا تھا اور کبھی پستی میں گرا دیتا تھا۔ میں کہا ہاں اللہ کی قسم ! یہ وہی گدھا ہے انہوں نے کہا قسم بخدا اب اس کی شان بڑی عجیب ہے۔ پھر ہم قبیلہ بنو سعد میں آ گئے۔ میں اللہ کی زمین میں سے کسی ایسی زمین کو نہیں جانتی جو ہماری زمین سے زیادہ خشک ہو۔ ہماری بھڑیں جب چر کر واپس آتی تھیں تو ان کی کھیریاں دودھ سے لبریز ہوتی تھیں ہم ان کا دودھ دوہتے اور حسب ضرورت اس سے پی لیتے۔ جب کہ دیگر لوگوں کی بھیڑوں میں دودھ کا قطرہ تک نہ تھا۔ وہ اپنے چرواہوں سے ناراض ہوتے اور کہتے کہ تم بھیڑوں کو وہاں چرایا کرو جہاں بنت ذوئیب کی بھیڑیں چرتی ہیں ہر روز ہمارے گھر میں برکات کا اضافہ ہوتا رہا حتیٰ کہ دو سال گزر گئے اور میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دودھ چھڑا دیا۔ اس عرصہ میں آپ کی نشوونما کی کیفیت بڑی نرالی تھی آپ اتنی تیزی سے نشوونما پا رہے تھے کہ کسی اور بچے نے اتنی سرعت سے نشوونما نہ پائی۔ دو سال میں آپ قوی اور توانا بچوں کی طرح ہو گئے۔

(سیرۃ الحلبی: باب ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد ا صفحہ ۱۳۳، ۱۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت) (حجۃ اللہ علی العالمین الباب الثالث فی بعض ما وقع من الآیات وخوارق العادات مدۃ وجودہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عند مرضعتہ حلیمۃ..... صفحہ ۱۹۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ابن سعد علیہ الرحمہ نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کیا

حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا قَدِمَتْ حَلِيمَةُ فَقَالَتْ آمِنَةُ: يَا حَلِيمَةُ اعْلَمِي أَنَّكِ قَدْ أَخَذْتِ مَوْلُودًا لَهُ شَأْنٌ. وَاللّٰهِ لَحَمَلْتُهُ فَمَا كُنْتُ أَجِدُ مَا

تَجِدُ النِّسَاءُ مِنَ الْحَمْلِ. وَلَقَدْ أُتِيتُ فَقِيلَ لِي إِنَّكِ سَتَلِدِينَ غُلامًا فَسَمِّيهِ أَحْمَدَ وَهُوَ سَيِّدُ الْعَالَمِينَ. وَلَوَقَعَ مُعْتَمِدًا عَلَى يَدَيْهِ رَافِعًا رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ. قَالَ فَخَرَجَتْ حَلِيمَةُ إِلَى زَوْجِهَا فَأَخْبَرَتْهُ. فَسُرَّ بِذَلِكَ. وَخَرَجُوا عَلَى أَتَانِهِمْ مُنْطَلِقَةً. وَعَلَى شَارِفِهِمْ قَدْ دَرَّتْ بِاللَّبَنِ. فَكَانُوا يَحْلِبُونَ مِنْهَا غَبُوقًا وَصَبُوحًا. فَطَلَعَتْ عَلَى صَوَاحِبِهَا. فَلَمَّا رَأَيْنَهَا قُلْنَ مَنْ أَخَذْتِ؟ فَأَخْبَرَتْهُنَّ. فَقُلْنَ وَاللهِ إِنَّا لَنَرْجُو أَنْ يَكُونَ مُبَارَكًا. قَالَتْ حَلِيمَةُ قَدْ رَأَيْنَا بَرَكَتَهُ. كُنْتُ لا أُرْوِي ابْنِي عَبْدَ اللهِ وَلا يَدَعُنَا نَنَامُ مِنَ الْغَرَثِ. فَهُوَ وَأَخُوهُ يَرْوِيَانِ مَا أَحَبَّا وَيَنَامَانِ وَلَوْ كَانَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ لَرَوِيَ.

کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل کیا تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا اے حلیمہ کیا تجھے معلوم ہے کہ تو نے کتنی عظیم شان والے بچے کو حاصل کیا ہے۔ اللہ کی قسم جب میں اس مولودِ مسعود سے حاملہ ہوئی تو میں نے کوئی بھی درد وغیرہ محسوس نہ کیا جو کہ حاملہ خواتین محسوس کرتی ہیں جب اس کی ولادت کا وقت قریب آیا تو مجھ سے کہا گیا کہ عنقریب تو ایک بچے کو جنم دے گی اس کا نام ''احمد'' رکھنا وہ سید العالمین ہیں ولادت کے وقت انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے ہوئے تھے سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کے پاس آئیں اس کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا تو وہ بہت خوش ہوا۔ وہ اپنے گدھے اور اونٹنی پر چلنے کے لیے رواں ہوئے تو ان کی اونٹنی کی

کھیری دودھ سے لبریز ہوگئی وہ انہیں صبح وشام دوہتے تھے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے دودھ کی کیفیت یہ تھی کہ میں اپنے بیٹے کو بھی سیراب نہ کرسکتی تھی وہ بھوک کی وجہ سے ہمیں بھی سونے نہیں دیتا تھا اب نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے رضاعی بھائی جی بھر کر دودھ پیتے تھے اور آرام سے سوجاتے تھے اور اگر کوئی تیسرا بچہ بھی ان کے ساتھ ہوتا تو وہ بھی یقیناً جی بھر کر دودھ پی لیتا۔

(طبقات ابن سعد : ذکر علامات النبوة فی رسول الله ﷺ قبل الوحی جلد ۱ صفحہ ۱۲۰ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

عن حليمة رضي الله عنها قالت رسول الله ﷺ لما بلغ شهرين يحبوا الى كل جانب وفي ثلاثة اشهر كان يقوم على قدميه وفي اربعة كان يمسك الجدار ويمشي وفي خمسة حصلت له القدرة على المشي فلما بلغ ثمانية اشهر كان يتكلم بحيث يسمع كلامه ولما بلغ تسعة اشهر كان يتكلم بالكلام الفصيح ولما بلغ عشرة اشهر كان يرمي بالسهام مع الصبيان.

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک دو ماہ ہوئی تو آپ ہر سمت لڑھک لیتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک تین ماہ ہوئی تو آپ اپنے قدموں پر کھڑے ہوسکتے تھے ۔ جب چار ماہ کے ہوئے تو دیوار کو پکڑ لیتے تھے اور چل سکتے تھے ۔ پانچ ماہ کی عمر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں پوری طرح چلنے کی قدرت پیدا ہوگئی جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر آٹھ ماہ ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس طرح گفتگو

کر لیتے تھے جو سننے والا سمجھ لیتا تھا جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نو ماہ کے ہوئے تو آپ نے فصیح زبان میں گفتگو کرنا شروع کر دی جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دس ماہ کے ہوئے تو آپ بچوں کے ساتھ تیراندازی کیا کرتے تھے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

عن حلیمة ایضاً رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان ینزل علیہ ﷺ کل یوم نور کنور الشمس ثم ینجلی عنه۔

کہ ہر روز سورج کے نور کی طرح کا ایک نور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتا تھا وہ نور ختم ہو جاتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

عن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال اوّل کلام تکلم به ﷺ حین فطم اللہ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔" وتکلم بهذا ایضاً عند ولادته کما تقدم۔

کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دودھ چھڑایا گیا تو سب سے پہلے آپ نے یہ کلام فرمائی: اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔" اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وقت ولادت بھی یہی گفتگو فرمائی تھی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے:

وفی روایة اوّل کلام تکلم به فی بعض اللیالی وهو عند حلمیة "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قُدُّوْسًا نَامَتِ الْعُيُوْنُ وَالرَّحْمٰنُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔" وکان ﷺ لا یمس

شیئاً الا قال بسم اللہ۔

بعض اوقات جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہوتے تھے تو اس طرح کہا کرتے تھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ قُدُّوْسًا نَامَتِ الْعُيُوْنُ وَالرَّحْمٰنُ لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی کسی چیز کو چھوتے تو بسم اللہ ضرور پڑھتے۔

(حجة الله على العالمين الباب الثالث فى بعض ماوقع من الآيات وخوارق العادات مدة وجوده صلى الله عليه وآله وسلم عبد مرضعته حليمة.....صفحه ۱۹۱ قديمى كتب خانه كراچى)

اور یہی حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ:

ذلك أن حليمة. قالت لما دخلت به منزلى لم يبق منزل من منازل بنى سعد إلا شممنا منه ريح المسك. وألقيت محبته فى قلوب الناس حتى إن أحدهم كان إذا نزل به أذى من جسده أخذ كفه صلى الله عليه وسلم فيضعها على موضع الأذى فيبرأ بإذن الله سريعًا. وكذا إذا اعتل لهم بعير أو شاه

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب میرے گھر میں تشریف فرما ہوئے قبیلہ بنوسعد بن بکر قبیلہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس سے ہم کستوری کی خوشبو نہ سونگھتے ہوں اور (اس کے ساتھ ساتھ) لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت اور آپ کی وجہ سے برکات کے نزول کا عقیدہ ڈال دیا گیا یہاں تک کہ اگر کسی شخص کے جسم میں تکلیف ہوتی آپ کے ہاتھ کو پکڑ کر اس تکلیف والی جگہ پر رکھتے تو اللہ کے حکم سے بہت جلد وہ تکلیف دور ہو جاتی اور اسی طرح بکری یا اونٹ کو تکلیف ہوتی تو اس طرح کرتے۔

(السيرة الحلبيه: باب ذكر رضاعه صلى الله عليه وآله وسلم جلد ۱ صفحه ۱۳۵ دار الكتب العلميه بيروت)(سبل

الدی والرشاد: الباب الرابع فی قصۃ الرضاع جلد ۱ صفحہ ۳۸۷ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

قالت حلیمة رضی الله تعالیٰ عنها فقدمنا مكة علی امه ای بعد ان بلغ سنتین ونحن احرص شیئ علی مكثه فینا لما نری من بر كته فكلمنا امه وقلت لها لو تر كته فكلمنا امه وقلت لها لو تر كت ابنی عندی حتی یغلظ۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر دو سال ہوئی تو ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مکرمہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے پاس لے کر آئے لیکن ہماری یہ خواہش تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کچھ دیر اور ہمارے پاس قیام فرمائیں کیونکہ ہم نے آپ کی بے شمار برکات کو دیکھا تھا۔ ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ کو عرض کی کہ آپ انہیں کچھ دیر اور ہمارے پاس رہنے دیں تاکہ یہ زیادہ توانا وتندرست ہو جائیں۔

ایک روایت میں ہے

وفی روایة قلنا نرجع به هذه السنة الاخری فانی اخشی علیه وباء مكة ای مرضها ووخمها فلم نزل بها حتی ردته معنا وقیل ان امه آمنة رضی الله عنها قالت لحلیمة رضی الله عنها ارجعی بابنی علی الفور فانی اخاف علیه وباء مكة قالت حلیمة فرجعنا به

ہم نے کہا کہ ہم ایک سال کے لئے انہیں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں کیونکہ مکہ میں وباء پھیلی ہوئی ہے۔ ہم آپ سے اصرار کرتے رہے حتی کہ انہوں نے اپنے لختِ جگر کو پھر کچھ عرصہ کے لیے ہمارے حوالے کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حلیمہ

سعدیہ رضی اللہ عنہا سے کہا "میرے نورِ نظر کو لے فوراً واپس چلی جاؤ مجھے مکہ کی وباء سے خوف آ رہا ہے۔ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو واپس لے آئے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین الباب الثالث فی بعض ما وقع من الآیات وخوارق العادات مدۃ وجودہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عند مرضعتہ حلیمۃ.....صفحہ ۱۹۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شق صدر کے واقعات:

قالت حليمة فرجعنا به فوالله انه بعد مقدمنا بشهرين اوثلاثة مع اخيه اى من الرضاعة لفى بهم لنا خلف بيوتنا إذ أتى أخوه يعدو فقال لى ولأبيه ذاك أخى القرشى قد أخذه رجلان عليهما ثياب بيض، فأضجعاه، فشقّا بطنه فهما يسوطانه فخرجت أنا وأبوه نحوه فوجدناه منتقعا لونه فالتزمته والتزمه أبوه، فقلنا له مالك يا بنىّ؟ فقال جاءنى رجلان عليهما ثياب بيض، فقال أحدهما لصاحبه أهو هو؟ قال نعم. فأقبلا يبتدرانى فأضجعانى فشقا بطنى، فالتمسا فيه شيئا، فأخذاه وطرحاه ولا أدرى ما هو قالت حليمة فرجعنا به الى خبائنا وقال لى ابو يا حليمة لقد حشيت ان يكون هذا الغلام قد اصيب فالحقيه باهله قبل ان يظهر ذلك به واخرجى من امانتك.

جب ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دوبارہ اپنے گھر لے کر آئے۔ دو یا تین ماہ گزر چکے تھے تو ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا آیا۔ مجھے اور میرے خاوند سے کہنے لگا میرے اس قریشی بھائی کو دو آدمیوں نے پکڑ لیا ہے۔انہوں نے سفید

کپڑے پہن رکھے ہیں انہوں نے اس میرے اخ کریم کولٹایا۔اس کے پیٹ کو چاک کیا اور شکم مبارک میں اپنے ہاتھوں کو داخل کر دیا ۔حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ میں اور اس کا باپ دونوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ عایہ وآلہ وسلم کا رنگ متغیر ہے ۔یہ رنگ کا متغیر ہونا پیٹ مبارک کے چاک ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ ملائکہ کو دیکھنے کی وجہ سے تھا کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا شکم مبارک بغیر درد کے چاک کیا گیا تھا میں نے اور میرے خاوند نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ہم نے پوچھا اے نور نظر! آپ کو کیا ہوا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو ایسے آدمی آئے جنہوں نے سفید لباس پہن رکھے تھے ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا یہ وہی ہیں اس نے کہا ہاں ۔وہ دونوں میرے طرف جلدی جلدی آئے ۔انہوں نے مجھے پکڑ لیا ۔زمین پر لٹایا میرے شکم کو چاک کیا۔اس میں انہوں نے کسی چیز کو تلاش کیا پھر انہوں نے اس مطلوبہ چیز کو ڈھونڈ لیا انہوں نے اس چیز کو پکڑ کر پیٹ مبارک سے باہر نکال کر اسے پھینک دیا۔میں نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز تھی ۔ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر اپنے گھر آ گئے ۔میرے خاوند نے مجھ سے کہا ”مجھے خوف ہے کہ اس بچے کو کوئی تکلیف ہوئی ہے اس سے قبل کہ اس کی وہ تکلیف ظاہر ہو اس کو اس کی والدہ کے پاس واپس لوٹا آؤ اور اس امانت سے سبکدوش ہو جاؤ۔

ایک اور روایت میں ہے:

وفی روایة وقال زوجی أری أن تردیه علی أمه لتعالجه.

واللہ إن أصابه ما أصابه إلا حسد من آل فلان لما یرون من عظیم برکته. قالت فحملناه فقدمنا به مکة علی أمه. قیل وھو ابن اربع وقیل خمس وقیل سنتین واشھر۔

کہ میرے خاوند نے مجھ سے کہا میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ تم اسے اس کی والدہ کے پاس لے جاؤ تا کہ وہ اس کا علاج وغیرہ کرائیں اللہ کی قسم انہیں جو تکلیف پہنچی ہے وہ فلاں کی اولاد کی طرف سے پہنچی ہے کیونکہ وہ جب اس بچے کی عظیم برکات دیکھتے ہیں حسد کرتے ہیں۔ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس واپس لے کر گئے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک چار سال تھی بعض علماء نے پانچ سال کہا ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر دو سال اور کچھ ماہ تھی۔

(السیرۃ الحلبیہ: باب ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۱ صفحہ ۱۳۶ دار الکتب العلمیہ بیروت) (حجة الله العلمين : الباب الثالث: فی بعض ما وقع من الایات ......عند مرضعته حلیمة السعدیة ...صفحہ ۱۹۱ قدیمی کتب خانہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

عن ابن عباس رضی اللہ عنه ان حلیمة رضی اللہ عنہا کانت تحدث انه ﷺ لما ترعرع کان یخرج فینظر الی الصبیان یلعبون فیجتنبھم فقال لی یا اماہ مالی لا اری اخوتی بالنھار یعنی اخوته من الرضاع وھم اخوہ عبداللہ واختاہ أنیسة والشیماء اولاد الحارث قالت فدتك نفسی انھم یرعون غنما لنا فیروحون من لیل قال ابعثینی معھم فکان یخرج مسرورا ویعود

مسرورا قالت فلما کان یوم من ذلك خرجوا فلما انتصف النهار اتانی اخوه یعدو فدعا وجبینه یرشح عرقا باکیا ینادی یا امی ویاابت الحقا اخی محمد فما تلحقانه الا میتا قلت وما قضیته قال بینا نحن قیام اذ اتاه رجل اختطفه من وسطنا وعلا ذروة الجبل ونحن ننظر الیه حتی شق صدره الی عانته ولا ادری مافعل به قالت حلیمة فانفلت انا وابوه نسعی سعیا شدیدا فاذا نحن به قاعدا علی ذروة الجبل شاخصا ببصره الی السماء یتبسم ویضحك فاکببت علیه وقبلته بین عینیه وقلت فدتك نفسی ما الذی دهاك قال خیر یا اماه بینا انا الساعة فاثم اذا اتانی رهط ثلاثة بیداحدهم ابریق فضة وفی ید الآخر طست من زمردة خضراء فأخذونی وانطلقو ابی الی ذروة الجبل فعمدا احدهم فاضجعنی الی الارض ثم شق من صدری الیٰ عانتی وانا انظر الیه فلم اجد لذلك حسا ولا الماء الی آخر القصة

کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کچھ بڑے ہوئے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر نکل آتے بچوں کو کھیل وکود میں مصروف دیکھتے لیکن آپ ہمیشہ کھیل وکود سے کنارہ کش رہتے ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے کہا امی جان! میں اپنے بہن بھائیوں کو دن کے وقت نہیں دیکھتا (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک رضاعی بھائی اور دو رضاعی بہنیں تھیں ان کے نام عبداللہ انیسہ اور شیماء تھے) حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نے فرمایا میری جان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر فدا! وہ سارا دن ہماری بھیڑوں کو چراتے ہیں شام کو گھر واپس آجاتے ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! آپ مجھے بھی ان کے ساتھ بھیجا کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صبح خوشی کے ساتھ جاتے اور شام کو مسرور واپس آتے۔ ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ بھڑیں چرانے گئے دوپہر کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا آیا۔ اس کے چہرے سے پسینے کے قطرات بہہ رہے تھے ہم خوفزدہ ہو گئے۔ اس نے کہا اے میری امی جان! اے میرے والد محترم میرے بھائی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو ڈھونڈو۔ جب تم انہیں تلاش کرلو گے تو وہ یقیناً وفات پا چکے ہوں گے میں نے کہا معاملہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہم وہاں کھڑے تھے اچانک ایک آدمی آیا اس نے ہمارے وسط سے ہمارے بھائی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھایا اور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا ہم آپ کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شکم مبارک کو ناف تک شق کیا اس کے بعد مجھے معلوم نہیں ان کے ساتھ کیا کیا گیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر میں اور میرا خاوند دوڑتے دوڑتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ کی چوٹی پر تشریف فرما ہیں آپ آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں اور مسکرا رہے ہیں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جھکی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا میں نے کہا میری جان آپ پر نثار ہو کس چیز نے آپ کو خوفزدہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا امی جان! میں

بالکل خیریت سے ہوں میں کھڑا تھا میرے پاس تین آدمی آئے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ تھا دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت تھا۔ انہوں نے مجھے پکڑا اور پہاڑ کی چوٹی پر لے آئے۔ ان کی کوشش بڑی تعجب خیز تھی انہوں نے مجھے زمین پر لٹایا میرے پیٹ کو ناف تک شق کیا میں ان کی طرف دیکھتا رہا مجھے نہ تکلیف محسوس ہوئی اور نہ ہی درد ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شق صدر کا تمام قصہ بیان کر دیا۔ یہ واقعہ بہت سی سیرت اور احادیث کی کتابوں کثیر روایات کے ساتھ موجود ہے۔

بعض کتب میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

وفی بعضها عنه ﷺ بعد ان ذكر القصة قال بينا نحن كذلك اذ بالحی قد اقبلوا بحذافيرهم ای باجمعهم واذ بظئری ای مرضعتی اما الحی تهتف باعلیٰ صوتها وتقول واضعيفاه فاكبوا علی يعنی الملائكة وضمونی الی صدورهم وقبلوا رأسی ومابين عينی وقالوا حبذاأنت من ضعيف ثم قالت ظئری واوحيداه فاكبوا علی فضمونی الی صدورهم وقبلوا رأسی وما بين عينی وقالوا حبذاأنت من وحيد وما انت بوحيد ان الله معك وملائكته والمؤمنين من اهل الارض ثم قالت ظئری وايتيماه استضعفت من بين اصحابك فقتلت لضعفك فاكبوا علی وضمونی الی صدورهم وقبلوا رأسی وما بين عينی وقالوا حبذا انت من يتيم ما اكرمك علی الله لو تعلم ما اريدبك من الخير لقرت عينك فصلوا يعنی الحی الی شفير

الوادی فلما ابصرتنی امی وھی ظئرہ ﷺ قالت لا اراك الا حیا بعدُ فجاء ت حتی اکبت علی وضمتنی الی صدرھا فوالذی نفسی بیدہ انی لفی حجرھا قد ضمتنی الیھا ویدی فی ایدیھم یعنی الملائکۃ والقوم لا یعرفونھم ای لا یبصرونھم۔

میں اسی کیفیت میں تھا جبکہ بنو سعد کا قبیلہ دوڑتا ہوا میرے پاس آرہا تھا میں ان تمام کو دیکھ رہا تھا میری امی جان ان تمام لوگوں سے آگے تھیں وہ آواز لگا رہیں تھیں واضعیفاہُ (اے کمزور) یہ سن کر فرشتے میرے اوپر جھک گئے انہون نے مجھے اپنے سینے سے لگالیا انہوں نے میرے سر پر اور میری آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا آپ ضعیفوں میں سے کتنے اچھے ضعیف ہیں۔

پھر میری امی جان نے کہا ''واوحیداہ'' (ہائے میرا نورنظر تو اکیلا تھا) فرشتے پھر مجھ پر جھک گئے۔انہوں نے مجھے اپنے سینوں سے لگایا میری آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا میرے سے کو چوما انہوں نے کہا آپ اکیلے انسانوں میں کتنے بہترین انسان ہیں۔اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اکیلے نہیں ہیں آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے مؤمنین اور تمام اہل زمین ہیں پھر میری رضاعی ماں نے کہا ''واہ یتیماہ'' (ہائے اے یتیم) تو اپنے دوستوں میں کمزور ہوگیا اور اسی کمزوری کی وجہ سے قتل ہوگیا۔اس قول کے بعد پھر فرشتے مجھ پر جھک گئے۔انہوں مجھے اپنے سینوں سے لگالیا انہوں نے میرے سر کو چوما میری آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا آپ کتنے اچھے یتیم ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کتنے معزز ہیں۔اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

نے آپ کے ساتھ کس بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔اتنی دیر میں وہ لوگ بلند وادی کے کنارے پر آ گئے جب میری امی جان نے مجھے دیکھا تو کہا ''اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی عمر عطا فرمائے'' وہ میرے قریب آ گئیں۔وہ مجھ پر جھکیں اور مجھے اپنے سینے سے لگایا۔اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جب میں اپنی امی کی گود میں تھا انہوں نے مجھے اپنے ساتھ لگا رکھا تھا اس وقت میرے ہاتھ ملائکہ کے ہاتھ میں تھے لیکن باقی لوگوں کو فرشتے نظر نہیں آ رہے تھے۔

(حجة الله العلمين : الباب الثالث: فی بعض ما وقع من الایات ......عند مرضعته حلیمة السعدیة...صفحہ ۱۹۲، ۱۹۱ قدیمی کتب خانہ)

صحیح مسلم میں ہے آپ کے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔انہوں نے آپ کو پکڑا نیچے لٹایا دل باہر نکالا اسے شق کیا اس میں سے سیاہ ٹکڑا باہر نکالا۔عرض کی یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ شیطان کا حصہ ہے پھر انہوں نے سینہ اقدس اس چیز سے بھر دیا جو ان کے پاس تھی۔پھر نور سے مہر نبوت لگائی اب بھی میں اپنی رگوں اور جوڑوں میں مہر نبوت کی ٹھنڈک محسوس کر رہا ہوں۔تیسرا شخص اٹھا اس نے کہا ایک طرف ہو جاؤ رب تعالیٰ نے تمہیں جو حکم دیا تھا تم نے اسے پورا کر دیا ہے۔وہ میرے قریب ہوا اپنا ہاتھ میرے سینے سے لے کر ناف تک پھیرا وہ شق اذنِ الٰہی سے درست ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عتبہ کی روایت میں ہے:

أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَيْفَ كَانَ أَوَّلُ شَأْنِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ كَانَتْ حَاضِنَتِي مِنْ بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَابْنٌ لَهَا فِي بَهْمٍ لَنَا وَلَمْ نَأْخُذْ مَعَنَا زَادًا فَقُلْتُ يَا أَخِي اذْهَبْ فَأْتِنَا بِزَادٍ مِنْ عِنْدِ أُمِّنَا فَانْطَلَقَ أَخِي وَمَكَثْتُ عِنْدَ الْبَهْمِ فَأَقْبَلَ طَيْرَانِ أَبْيَضَانِ كَأَنَّهُمَا نَسْرَانِ

فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ أَهُوَ هُوَ قَالَ نَعَمْ فَأَقْبَلَا يَبْتَدِرَانِي فَأَخَذَانِي فَبَطَحَانِي إِلَى الْقَفَا فَشَقَّا بَطْنِي ثُمَّ اسْتَخْرَجَا قَلْبِي فَشَقَّاهُ فَأَخْرَجَا مِنْهُ عَلَقَتَيْنِ سَوْدَاوَيْنِ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ قَالَ يَزِيْدُ فِي حَدِيْثِهٖ ائْتِنِي بِمَاءِ ثَلْجٍ فَغَسَلَا بِهٖ جَوْفِي ثُمَّ قَالَ ائْتِنِي بِمَاءِ بَرَدٍ فَغَسَلَا بِهٖ قَلْبِي ثُمَّ قَالَ ائْتِنِي بِالسَّكِيْنَةِ فَذَارَّهَا فِي قَلْبِي ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ حِصْهُ فَحَاصَهُ وَخَتَمَ عَلَيْهِ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ وَقَالَ حَيْوَةُ فِي حَدِيْثِهٖ حِصْهُ فَحَاصَهُ وَاخْتِمْ عَلَيْهِ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اجْعَلْهُ فِي كِفَّةٍ وَاجْعَلْ أَلْفًا مِنْ أُمَّتِهٖ فِي كِفَّةٍ فَإِذَا أَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْأَلْفِ فَوْقِي أُشْفِقُ أَنْ يَخِرَّ عَلَيَّ بَعْضُهُمْ فَقَالَ لَوْ أَنَّ أُمَّتَهُ وُزِنَتْ بِهٖ لَمَالَ بِهِمْ ثُمَّ انْطَلَقَا وَتَرَكَانِي وَفَرِقْتُ فَرَقًا شَدِيْدًا ثُمَّ انْطَلَقْتُ إِلَى أُمِّي فَأَخْبَرْتُهَا بِالَّذِي لَقِيْتُهُ فَأَشْفَقَتْ عَلَيَّ أَنْ يَكُوْنَ أُلْبِسَ بِي قَالَتْ أُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ فَرَحَلَتْ بَعِيْرًا لَهَا فَجَعَلَتْنِي وَقَالَ يَزِيْدُ فَحَمَلَتْنِي عَلَى الرَّحْلِ وَرَكِبَتْ خَلْفِي حَتّٰى بَلَغْنَا إِلَى أُمِّي فَقَالَتْ أَوَأَدَّيْتُ أَمَانَتِي وَذِمَّتِي وَحَدَّثْتُهَا بِالَّذِي لَقِيْتُ فَلَمْ يَرُعْهَا ذٰلِكَ فَقَالَتْ إِنِّي رَأَيْتُ خَرَجَ مِنِّي نُوْرًا أَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ

وہ سفید پرندے میرے طرف آئے گویا کہ وہ گدھیں تھیں۔ ایک نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہیں؟ اس نے کہا ہاں! وہ جلدی سے میری طرف آئے انہوں نے گدی کے بل مجھے نیچے لٹایا میرا پیٹ مبارک چاک کیا۔ میرا دل چیرا اور دو سیاہ لوتھڑے اس میں سے باہر

نکالے ایک نے دوسرے ساتھی سے کہا میرے پاس برف کا پانی لے کر آؤ پھر اس نے اس پانی کے ذریعے میرے پیٹ کو دھویا پھر وہ بولا ٹھنڈا پانی لاؤ پھر اس نے اس کے ذریعے میرے دل کو دھویا۔ پھر وہ بولا سکینت لاؤ وہ اس نے میرے دل پر چھڑک دی۔ پھر اس نے اپنے ساتھی سے کہا اسے سی دو۔ اس نے اسے سی دیا اس نے اس پر مہر نبوت لگادی پھر اس نے کہا انہیں ایک پلڑے میں رکھو اوران کی امت کے ایک ہزار افراد کو دوسرے پلڑے میں رکھو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جب میں نے دیکھا کہ ایک ہزار افراد میرے اوپر تھے اور مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کوئی میرے اوپر نہ گر جائے تو ان میں سے ایک شخص بولا اگر ان کی پوری امت کے ساتھ بھی ان کا وزن کیا جائے تو ان کا پلڑا بھاری ہوگا۔ پھر وہ دونوں چلے گئے انہوں نے مجھے وہیں رہنے دیا۔

(سنن دارمی: المقدمة، باب کیف کان اول شان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۲۰ جلد ۱ قدیمی کتب خانہ)

بعض القوم يقول ان هذا الغلام قد اصابه لمم اى طرف من الجنون اوطائف من لجن فانطلقوا به الى كاهن حتى ينظر اليه ويدايه فقلت يا هؤلاء ما بى مما تذكرون شئى ان آرابى اى اعضائى سليمة وفؤادى صحيح وليس بى قُلبة اى علة فقال ابى وهوزوج ظئرى الا ترون كلامه صحيحا انى لارجو ان لا يكون بابنى بأس واتفقوا على ان يذهبوابى الى الكاهن فلما انصرفوا بى اليه قصوا عليه قصتى فقال اسكتوا حتى اسمع من الغلام فانه اعلم بامره منكم فسالنى فقصصت عليه امرى من اوله الى اخره فوثب الى

وضمنی الی صدرہ ثم نادی باعلی صوته یا للعرب یا للعرب من شر قد اقترب اقتلوا هذا الغلام واقتلونی معه فواللات والعزی لئن ترکتموہ فادرك مدرك الرجال لیبدلن دینکم ولیسفهن عقول آبائکم ولیخالفن امرکم ولیأتینکم بدین لم تسمعوا بمثله فعمدت ظئری فنزعتنی من حجرہ وقالت لانت اعته واجن ولو علمت ان هذا قولك ما أتیتك به فاطلب لنفسك من یقتلك فانا غیر قاتلی هذا الغلام قالت حلیمة ثم احتملته فأتیت منزلی فما أتیت منزلا من منازل بنی سعد الا وقد شممنا منه ریح المسك وکان فی کل یوم ینزل علیه رجلان ابیضان فیغیبان فی ثیابه ولا یظهران فقال الناس ردیه یا حلیمة علی جده واخرجی من انتك قالت فعزمت علی ذلك فسمعت منادیا ینادی هنیأً لك یا بطحاء مکة الیوم یرد علیك النور والدین والبهاء والکمال فقد أمنت ان تخذلین او تحزین ابدا الابدین قالت حلیمة وحدثت عبدالمطلب بحدیثه کله فقال یا حلیمة ان لابنی شأنا وددت انی ادرك ذلك الزمان۔

وفی روایة انها لما قدمت به مکة لتردہ بعد هذه القصة اضلته فی اعالی مکة فقالت انی قدمت بمحمد فی هذا اللیة فلما کنت باعالی مکة اضلنی فوالله ما ادری این هو فقام عبدالمطلب یدعوالله ان یردہ

علیہ وانشد

يَا رَبِّ رُدَّ وَلَدِي مُحَمَّدًا
اُرْدُدْهُ رَبِّي وَاصْطَنِعْ عِنْدِي يَدًا

فسمع هاتفاً من السماء يقول ايها الناس لا تضجوا ان لمحمد ربا لن يضيعه فقال عبدالمطلب من لنا به فقال انه بوادی تهامة عندالشجرةاليمنى فركب عبدالمطلب نحوه وتبعه ورقه بن نوفل فوجداه ﷺ تحت شجرة يجذب غصنا من اغصانها فقال له جده من انت يا غلام فقال انا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب قال وانا جدك فدتك نفسي واحتمله وعانقه وهو يبكی ثم رجع الى مكة وهو قدامه على قربوس فرسه ونحر الشاء والبقر واطعم اهل مكة وعلى هذه القصة حمل بعض المفسرين قوله تعالیٰ: "وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔" (الضحیٰ:۷)قيل ان هذه القصة تكررت وانه حصل له ضياع مرة اخرى فوجده بعضهم فاركبه بين يديه على ناقته وجاء به الى جده وقال ما تدری ماوقع من ابنك فساله فقال انخت الناقة واركبته من خلفی فابت ان تقوم فاركبته امامی فقامت۔

قَالَتْ حَلِيمَةُ فَلَمَّا قدمت به قالت امه مَا أَقْدَمَكَ بِهِ يَا ظِئْرُ وَقَدْ كُنْتِ حَرِيصَةً عَلَيْهِ، وَعَلَى مُكْثِهِ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ فَقُلْتُ قَدْ بَلَغَ اللّٰهُ بِابْنِي وَقَضَيْتُ الَّذِي عَلَيَّ وَتَخَوَّفْتُ الْأَحْدَاثَ، عَلَيْهِ، فَأَدَّيْتُهُ إِلَيْكَ كَمَا

تُحِبِّينَ قَالَتْ مَا هٰذَا شَأْنُكَ. فَاصْدُقِينِي خَبَرَكَ قَالَتْ فَلَمْ تَدَعْنِي حَتّٰى أَخْبَرْتُهَا قَالَتْ أَفَتَخَوَّفْتَ عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ؟ قَالَتْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَتْ كَلَّا وَاللّٰهِ مَا لِلشَّيْطَانِ عَلَيْهِ مِنْ سَبِيلٍ، وَإِنَّ لِبُنَيَّ لَشَأْنًا. أَفَلَا أُخْبِرُكِ خَبَرَهُ قَالَتْ (قُلْتُ) بَلٰى قَالَتْ رَأَيْتُ حِينَ حَمَلْتُ بِهِ أَنَّهُ خَرَجَ مِنِّي نُورٌ أَضَاءَ لِي قُصُورَ بُصْرٰى مِنْ أَرْضِ الشَّامِ ثُمَّ حملت بِهِ. فو الله مَا رَأَيْتُ مِنْ حَمْلٍ قَطُّ كَانَ أَخَفَّ (عَلَيَّ) وَلَا أَيْسَرَ مِنْهُ، وَوَقَعَ حِينَ وَلَدْتُهُ وَإِنَّهُ لَوَاضِعٌ يَدَيْهِ بِالْأَرْضِ رَافِعٌ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ دَعِيهِ عَنْكِ وَانْطَلِقِي رَاشِدَةً.

وعن حليمة رضی الله عنها انه مر بها جماعة من اليهود فقالت الا تحدثونی عن ابنی هذا حملته امه كذا وضعته كذا ورأت عند ولادته كذا وذكرت لهم ما سمعته من امه وكل ما رأته هی بعد ان أخذته واسندت الجميع الى نفسها كانها هی التی حملته ووضعته فقال أولئك اليهود بعضهم لبعض اقتلوه فقالوا أو يتيم هو فقالت لا هذه ابوه وانا امه فقالوا لو كان يتيما قتلناه لان ذلك عندهم من علامات نبوته ﷺ

(السيرة الحلبية: باب ذكر رضاعه ﷺ وماتصل به جلد ۱ صفحه ۱۴۰ دار الكتب العلميه بيروت)

وعنها ايضاً رَضِيَ اللهِ عَنْهَا اَنَّهَا فَنَزَلَتْ بِهِ أُمُّهُ الَّتِي تُرْضِعُهُ سُوقَ عُكَاظَ فَرَآهُ كَاهِنٌ مِنَ الْكُهَّانِ فَقَالَ يَا أَهْلَ عُكَاظَ اقْتُلُوا هٰذَا الْغُلَامَ. فَإِنَّ لَهُ مُلْكًا فَزَاغَتْ بِهِ

أُمُّهُ الَّتِي تُرْضِعُهُ, فَأَنْجَاهُ اللهُ تَعَالَى

کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ اس بچے کو جنون کا مرض لگ گیا ہے۔ یا کسی جن کا سایہ ہو گیا ہے وہ لوگ آپ کو ایک کاہن کے پاس لے گئے تاکہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھے اور آپ کا علاج کرے۔ میں نے کہا اے لوگو! جن امراض کا تم نے ذکر کیا ہے ان میں سے کوئی بھی مرض مجھے لاحق نہیں ہے۔ بلاشبہ میرے تمام اعضاء درست ہیں اور میرا دل صحیح سلامت ہے مجھے کوئی بیماری نہیں میرے رضاعی باپ نے کہا ''تم نہیں دیکھتے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ٹھیک باتیں رہے ہیں۔ میں پر امید ہوں کہ میرے بیٹے کو کوئی تکلیف نہیں ہے انہوں نے اتفاق کیا کہ وہ مجھے ایک کاہن کے پاس لے جائیں جب مجھے کاہن کے پاس لے کر گئے تو انہوں نے عام حالات بیان کئے اس نے کہا تم سب خاموش ہو جاؤ میں اس بچے کی گفتگو سننا چاہتا ہوں کیونکہ یہ اس معاملہ کو تم سے زیادہ جانتا ہے۔ اس نے مجھ سے سوال کیا میں نے اسے اوّل سے آخر تمام داستان سنادی تمام داستان کو سن کر اس نے مجھے پکڑ لیا اپنے سینے سے لگا لیا اور پھر بلند آواز سے صدا لگائی۔ اے ساکنین عرب! اس شر سے (نعوذ باللہ) پناہ مانگو جو قریب آ گیا ہے۔ اس بچے کو قتل کر دو اور اس کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دو۔ لات وعزیٰ کی قسم اگر تم نے اس کو چھوڑ دیا تو یہ بڑا ہو کر تمہارے دین کو بدل دے گا۔ تمہاری اور تمہارے آباء کی عقلوں کو خراب کر دے گا تمہارا ہر معاملہ کی مخالفت کرے گا تمہارے پاس وہ دین لے کر آئے گا جس کی مثل تم نے پہلے سنا نہ بھی ہو گا۔ میری امی جان جلدی سے میری طرف آئیں اور کاہن کی گود سے مجھے چھین لیا انہوں نے کاہن سے کہا تو احمق اور بے وقوف ہے۔ اگر مجھے معلوم

ہوتا کہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اس طرح بکواس کرے گا تو میں انہیں کبھی بھی تیرے پاس لے نہ آتی۔ کسی اور شخص کو ڈھونڈو جو تجھے قتل کرے میں اس درِ یتیم کو قتل نہیں ہونے دوں گی۔ یہ کہہ کر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں سے اٹھایا اور گھر واپس لے آئیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قبیلہ بنو سعد میں لے کر آئی تو وہاں کا ہر گھر آپ کی خوشبو سے معطر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ہر روز دو سفید آدمی نازل ہوتے تھے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے میں داخل ہو جاتے تھے اور پھر ظاہر نہ ہوتے تھے۔ لوگ کہتے اے حلیمہ! اپنے اس بچے کو اس کے دادا کے پاس واپس بھیج دو اور اپنی امانت سے سبکدوش ہو جاؤ آپ کہتی ہیں جب میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو واپس مکہ لانے کا فیصلہ کیا تو میں نے ایک ندا دینے والے کی صدا کو سنا وہ کہہ رہا تھا اے وادی بطحاء! تجھے مبارک ہو۔ تیرا مبارک آج تجھے واپس مل رہا ہے۔ تیرا دین رونق اور کمال واپس آ رہا ہے اے متبرک وادی! آج کے بعد تو امن میں ہو گی۔ آج کے بعد نہ ہی تجھے ذلیل کیا جائے گا اور نہ تجھے غمگین کیا جائے گا اور تجھے یہ سعادت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ملی ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے یہ تمام واقعہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گوش گزار کیا انہوں نے فرمایا اے حلیمہ! میرا یہ بیٹا عظیم شان والا ہے۔ میں خواہش کرتا ہوں کہ اس میں اس کے زمانہ کو پاؤں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو واپس لے کر آئیں لیکن جب

میں وادی مکہ میں آئی تو وہ گم ہو گئے اللہ کی قسم میں نہیں جانتی تھی کہ وہ
کہاں ہیں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے انہوں نے
اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ ان کا بیٹا انہیں لوٹا دے اس وقت آپ
نے یہ شعر پڑھا:

يَا رَبِّ رُدَّ وَلَدِیْ مُحَمَّدًا

اُرْدُدْهُ رَبِّیْ وَاصْطَنِعْ عِنْدِیْ یَدًا

اے میرے رب مجھ پر سواری کرنے والے محمد (ﷺ) کو واپس
لٹادے۔ میرے پروردگار انہیں واپس لوٹا کر میرے ہاتھ مضبوط کر
آسمان سے صدائے غیبی آئی اے لوگو! چلاؤ نہیں بلا شبہ محمد ﷺ
کا بھی ایک پروردگار ہے وہ نہ اسے رسوا کرے گا اور نہ ہی اسے
ضائع کرے گا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا وہ
کہاں ہوں گے؟ صدا آئی وہ وادیٔ تہامہ میں دائیں طرف درخت
کے پاس ہیں۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جانب
تشریف لے گئے۔ ان کے پیچھے پیچھے ورقہ بن نوفل بھی گئے۔ انہوں
نے حضور ﷺ کو ایک درخت کے نیچے دیکھا آپ ﷺ درخت
کی ایک شاخ کو کھینچ رہے تھے۔ آپ ﷺ کے جدامجد نے آپ
سے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن
عبدالمطلب ہوں۔ میری جان آپ پر فدا ہو۔ آپ نے حضور اکرم
ﷺ کو اپنی آغوش میں لے لیا اور زار و قطار رونے لگے حضور اکرم
ﷺ کو اپنے گھوڑے کے آگے سوار کر لیا اور مکہ مکرمہ لے آئے
۔حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی خوشی میں
بکریوں اور بھیڑوں کو ذبح کیا اور اہل مکہ کی دعوت کی۔

بعض مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وَوَجَدَكَ ضَالًّا

فَهَدٰی۔۔ کو اسی واقعہ پر محمول کیا ہے۔ بعض کے نزدیک آپ ﷺ کے ساتھ دو دفعہ اسطرح کا واقعہ پیش آیا۔ آپ دوسری بار گم ہو گئے۔ ایک آدمی نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا اور اپنے اونٹ پر اپنے آگے سوار کیا اور آپ ﷺ کو آپ کے جد امجد کے پاس لے آیا۔ اُس شخص نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بیٹے کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استفسار پر اس شخص نے کہا جب میں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور حضور اکرم ﷺ کو اپنے پیچھے سوار کیا تو اونٹنی نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ جب میں حضور اکرم ﷺ کو اپنے آگے سوار کیا تو وہ اونٹنی فوراً کھڑی ہو گئی۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں حضور اکرم ﷺ کو لے کر مکہ میں ان کی امی کے پاس آئی تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے پوچھا۔ اے حلیمہ! تو میرے لخت جگر کو اتنی جلدی واپس کیوں لے آئی ہے۔ جبکہ تو انہیں اپنے ساتھ لے جانے پر بڑی حریص تھی تو انہیں اپنے پاس زیادہ سے زیادہ دیر رکھنا چاہتی تھی۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی ''اللہ تعالیٰ نے مدت مقررہ کو پورا فرمایا میرے ذمہ جو حق تھا وہ میں نے اس کو ادا کر دیا۔ اب مجھ کو مختلف خدشات کا اندیشہ ہے اس لئے اب میں اس امانت کو واپس کرنے آئی ہوں آپ بھی حقیقت میں یہی پسند کرتی ہیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا سچ بتاؤ تیرے ساتھ کیا مسئلہ پیش آیا ہے۔ مجھے سے اصرار کرتی رہیں حتیٰ کہ میں نے انہیں تمام صورت حال بتا دی حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کیا

تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شیطان کا خوف ہے میں نے کہا ہاں انہوں نے فرمایا ہرگز نہیں اللہ کی قسم! شیطان اس کے قریب بھی نہیں بھٹک سکتا میرے اس بچے کی شان نرالی ہے حلیمہ! کیا میں اپنے بیٹے کے بارے میں تجھے کچھ بتاؤں؟ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا ضرور بتائیں حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جب مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حمل مبارک ہوا تو میرے اندر سے ایک نور خارج ہوا جس کے اجالے میں مجھے شام کے محلات نظر آئے۔ جب مجھے حمل قرار پایا تو عام عورتوں کی طرح نہ مجھے اس کا کچھ بوجھ محسوس ہوا اور نہ ہی کسی اور تکلیف کا احساس ہوا۔ وقت ولادت انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے ہوئے تھے اور سر آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا اب اسے میرے ہی پاس رہنے دو میں خود اس کی خبر گیری کروں گی۔

یہودیوں کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان پہنچانے کی کوشش:

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس سے یہودیوں کی ایک جماعت کا گزر ہوا۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا میں تمہیں اپنے اس بیٹے کی نرالی شان کے بارے میں نہ بتاؤں اس کی والدہ ماجدہ کو حمل کیسے قرار پایا اور ان کی ان یہودیوں کو سنا دیں جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ سے سنی تھیں اور جو میں نے خود اپنی نگاہ سے دیکھی تھیں۔ وہ یہودی ایک دوسرے کو دیکھ کر کہنے لگے اس بچے کو قتل کردو۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا یہ یتیم ہے میں نے کہا نہیں میں اس کی ماں اور یہ اس کے باپ ہیں انہوں نے کہا کہ اگر یہ یتیم ہوتا تو ہم اس کو ضرور قتل کردیتے کیونکہ ہمارے نزدیک مذکورہ بالا تمام علامات نبوت کی نشانیاں ہیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کو ''بازارِ عکاظ'' میں لے گئی۔ وہاں ایک کاہن نے آپ کی زیارت کی اس نے بلند آواز سے صدا لگائی اے اہل عکاظ اس بچے کو قتل کردو اس کے لیے ایک عظیم الشان مملکت ہوگی۔ میں آپ ﷺ کو اسی وقت واپس لے آئی اللہ تعالیٰ نے آپ کو نجات عطا فرمائی۔

(حجۃ اللہ العلمین: الباب الثالث: فی بعض ما وقع من الایات ...... عند مرضعتہ حلیمۃ السعدیۃ... صفحہ ۱۹۳، ۱۹۲ قدیمی کتب خانہ)

''الوفا'' میں سید السمہودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ:

فی الوفاء للسید السمهودی لما قالت سوق عكاظ انطلقت حليمة رضی الله عنها برسول الله ﷺ الی عراف من هذيل يريه الناس صبيانهم فلما نظر اليه صاح يا معشر هذيل يا معشر العرب فاجتمع الناس من الاهل الموسم فقال اقتلوا هذا الصبی فانسلت به حليمة فجعل الناس يقولون ای صبی هذا فقال هذا الصبی فلا يرون احدا فيقال له اين هو فيقول رايت غلاما والالهة ليقلن اهل دينكم وليكسرن الهتكم وليظهرن امره عليكم فطلب فلم يوجد.

جب عکاظ کا میلہ لگا تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم ﷺ کو ایک عراف (نجومی) کے پاس لے کر گئیں جس کا تعلق بنو ہذیل کے ساتھ تھا لوگ اُسے اپنے بچے دکھارہے تھے جب اس نے آقا دوجہاں ﷺ کے چہرے مبارک کو دیکھا وہ چیخ کر کہنے لگا اے قبیلہ ہذیل! اے قوم قریش! اس کی یہ چیخ وپکار سن کے لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے اب تیرہ بخت عراف نے کہا اس بچے کو

قتل کردو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کو وہاں سے خاموشی کے ساتھ واپس لے کر چلی آئیں۔ لوگوں نے پوچھنا شروع کیا کہ وہ کون سا بچہ ہے جس کو تہ تیغ کرنا ہے اس عراف نے کہا کہ یہ بچہ ہے لیکن انہوں نے وہاں کسی بچے کو نہ دیکھا لوگوں نے پھر عراف سے پوچھا کہاں ہے وہ بچہ؟ اس نے کہا میں نے ابھی جو بچہ دیکھا ہے اس میں میں نے ایسی علامات کو دیکھا ہے جن کی وجہ سے وہ تمہارے دین کے لوگوں کو ضرور قتل کر دے گا۔ وہ تمہارے معبودانِ باطلہ کو ضرور لخت لخت کر دے گا۔ اس کا تم پر ضرور غلبہ ہو جائے گا۔ لوگوں نے آپ ﷺ کو بہت تلاش کیا لیکن وہ آپ ﷺ کو ڈھونڈ نہ سکے۔

ابن سعد، ابن الطراح رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے:

قال جعل الشيخ يصيح يالهذيل وآلهته ان هذا الينظر امرًا من السماء وجعل يغرى بالنبى ﷺ فلم ينشب ان وله فذهب عقله حتى مات كافرا

کہ وہ عراف اسی طرح چیخنے لگا" ہائے افسوس قبیلہ ہذیل کے لیے ہائے افسوس اس کے معبودانِ باطلہ کے لیے یہ بچہ تو صرف آسمان کے ایک حکم کا منتظر ہے۔ آپ ﷺ کے لیے اس کی آتش انتقام بھڑک اٹھی تھوڑی ہی دیر کے بعد اس کی عقل زائل ہوگئی اور وہ کفر کی حالت میں مر گیا۔

(حجة الله العلمين : الباب الثالث: فى بعض ما وقع من الايات ...... عند مرضعته حليمة السعدية... صفحہ ۱۹۳ قدیمی کتب خانہ)

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا:

قال كان رسول الله ﷺ مسترضعاً فى بنى سعد بن بكر

فقالت امه آمنة لمرضعته انظري ابني هذا فسلي عنه فاني رأيت كأنه خرج من فرجي شهاب اضاءت له الارض كلها حتى رأيت قصور الشام فلما كان ذات يوم مرت حليمة بكاهن والناس يسألونه فجاءت فلما رآه الكاهن اخذ بذراعه فقال أي قوم اقتلوه اقتلوا قالت فوثبت عليه فأخذت بعضديه وجاناس كانوا معنا فلم يزالوا حتى انتزعوه منه وذهبنا به۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو سعد کے قبیلہ میں دودھ پیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا میرے اس نور نظر کو ہوگئی حتیٰ کہ میں نے شام کے محلات دیکھے۔ پھر ایک حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس کاہن کے پاس لے آئیں جب اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو اس نے آپ کو کلائیوں سے پکڑ لیا اور کہنے لگا اے میری قوم! اس بچے کو قتل کر دو اس بچے کو قتل کر دو۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتیں ہیں میں نے جھپٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کاہن سے چھین لیا کئی لوگ بھی میرے ساتھ تھے ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حفاظت کے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔

(حجۃ اللہ العلمین: الباب الثالث: فی بعض ما وقع من الایات ...... عند مرضعته حلیمۃ السعدیۃ ... صفحہ ۱۹۳ قدیمی کتب خانہ)

وروى عنها رضى الله تعالىٰ عنها انها لما رجعت به مرت بذى المجاز وهو سوق للجاهلية على فرسخ من عرفة وكان بهذا السوق عراف أى منجم يأتون اليه بالصبيان ينظر اليهم فلما نظر الى رسول الله ﷺ ورأى خاتم النبوة والحمرة فى عينيه صاح يا معشر

العرب اقتلوا هذا الصبی فلیقتلن اهل دینکم ولیکسرن اصنامکم ولیظهرن أمره علیکم ان هذا لینتظر أمراً من السماء وجعل یغری بالنبی ﷺ فلم یلبث ان وله فذهب عقله حتی مات۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذوالمجاز (یہ جاہلیت کے دور کا ایک بازار تھا اور عرفہ سے ایک فرسخ دور تھا) کے میلہ میں لے آئی اس میلہ میں ایک نجومی تھا لوگ اس کو اپنے بچے دکھاتے تھے جب اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اس نے مہر نبوت کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں سرخی کو دیکھا تو وہ چیخ اٹھا۔ اس نے کہا اے اہل عرب اس بچے کو قتل کر دو یہ تمہارے ہم مذہبوں کو قتل کر دے گا یہ تمہارے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اس کا معاملہ تم پر غالب ہو کر رہے گا یہ آسمان سے ایک حکم کا منتظر ہے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غصے کا اظہار کیا تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اس کی عقل زائل ہو گئی اور وہ مر گیا۔

(حجۃ اللہ العلمین : الباب الثالث: فی بعض ما وقع من الایات ......عند مرضعته حلیمة السعدیة...صفحہ ۱۹۳ قدیمی کتب خانہ)

وَقَامَ سُوقُ ذِی الْمَجَازِ فَحَضَرْتُ بِهِ وَبِهَا یَوْمَئِذٍ عَرَّافٌ مِنْ هَوَازِنَ یُؤْتَی إِلَیْهِ بِالصِّبْیَانِ یَنْظُرُ إِلَیْهِمْ فَلَمَّا نَظَرَ إِلَی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَی الْحُمْرَةِ فِی عَیْنَیْهِ وَإِلَی خَاتَمِ النُّبُوَّةِ: صَاحَ یَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ فَاجْتَمَعَ إِلَیْهِ أَهْلُ الْمَوْسِمِ قَالَ اقْتُلُوا هٰذَا الصَّبِیَّ فَانْسَلَّتْ بِهِ حَلِیمَةُ فَجَعَلَ النَّاسُ یَقُولُونَ أَیُّ صَبِیٍّ هُوَ؟ فَیَقُولُوْهٰذَا الصَّبِیُّ فَلَا یَرَوْنَ شَیْئًا. قَدِ انْطَلَقَتْ بِهِ أُمُّهُ. فَیُقَالُ لَهُ مَا هُوَ؟ فَیَقُولُ رَأَیْتُ غُلَامًا وَآلِهَتِهِ

لَيَغْلِبَنَّ أَهْلَ دِينِكُمْ وَلَيَكْسِرَنَّ أَصْنَامَكُمْ وَلَيَظْهَرَنَّ أَمْرُهُ عَلَيْكُمْ فَطُلِبَ بِعُكَاظٍ فَلَمْ يُوجَدْ وَرَجَعَتْ بِهِ حَلِيمَةُ إِلَى مَنْزِلِهَا فَكَانَتْ لَا تَعْرِضُهُ لِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ. وَقَدْ نَزَلَ بِهِمْ عَرَّافٌ فَأَخْرَجَ إِلَيْهِ الصِّبْيَانَ أَهْلُ الْحَاضِرِ وَأَبَتْ حَلِيمَةُ أَنْ تُخْرِجَهُ إِلَيْهِ إِلَى أَنْ غَفَلَتْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مِنَ الْمَظَلَّةِ فَرَآهُ الْعَرَّافُ فَدَعَاهُ فَأَبَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَخَلَ الْخَيْمَةَ فَجَهَدَ بِهِمُ الْعَرَّافُ أَنْ يُخْرِجَ إِلَيْهِ فَأَبَتْ فَقَالَ هٰذَا نَبِيٌّ هٰذَا نَبِيٌّ

کہ عرب کی سالانہ منڈی ذوالمجاز قائم ہوئی تو حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں لے گئیں۔ ان دنوں منڈی میں ایک کاہن آیا کرتا تھا۔ لوگ اس کے پاس اپنے بچے دکھانے کے لیے لاتے تھے (کہ ان کی قسمت کیسی ہے) اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کی سرخی اور مہر نبوت دیکھی تو چیخ پڑا اے اہل عرب! اس بچے کو قتل کردو۔ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوراً آپ کو لے کر چپکے سے وہاں سے نکل گئیں۔ لوگ پوچھنے لگے کہ کونسا بچہ؟ کاہن کہنے لگا یہ بچہ! مگر وہاں کوئی بچہ نظر نہ آیا کیونکہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر جا چکی تھیں۔ لوگوں نے اسے کہا کہ تجھے کیا نظر آیا تھا؟ کہنے لگا ابھی میں نے ایک بچہ دیکھا ہے اس کے خدا کی قسم وہ تم پر غالب آئے گا تمہارے بت توڑ ڈالے گا اور تم پر اس کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت تلاش کیا گیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ملے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر گھر آگئیں اور آپ

ﷺ کو چھپا کر رکھنے لگیں کسی کو نہ دکھاتیں۔ ان کے علاقے میں ایک کاہن آیا ہوا تھا۔ بستی والے اپنے بچے لے کر اس کے پاس گئے مگر حلیمہ نے انکار کر دیا۔ کچھ دیر بعد وہ آپ ﷺ سے غافل ہوئیں تو آپ ﷺ جھونپڑی سے باہر نکل گئے کاہن نے بڑی کوشش کی کہ یہ بچہ مجھے دکھایا جائے مگر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نہ دکھلایا وہ کہنے لگا اللہ کی قسم یہ "نبی" ہے یہ "نبی" ہے

(دلائل النبوۃ،لابی نعیم: الفصل الحادی عشر رقم ۷۹ جلد ۱ صفحہ ۱۲۱ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)(حجۃ اللہ العلمین: الباب الثالث: فی بعض ما وقع من الایات...... عند مرضعتہ حلیمۃ السعدیۃ... صفحہ ۱۹۳ قدیمی کتب خانہ)

نبی کریم ﷺ پر بادل سایہ کرتے:

عن حلیمۃ رضی اللہ عنہا انہا کانت بعد رجوعہا بہ ﷺ من مکۃ لاتدعہ یذہب مکانا بعیداً فغفلت عنہ یوما فی الظہیرۃ فخرجت تطلبہ فوجدتہ مع اختہ من الرضاع وہی الشیماء وکانت تحضنہ مع امہا ولذلک تدعی ام النبی ﷺ ایضاً فقالت فی ہذا الحر فقالت ما وجد اخی حراً رأیت غمامۃ تظل علیہ اذا وقف وقفت واذا سار سارت حتی اذا انتہی الی ہذا الموضع فجعلت تقول حقا یابنیۃ قالت ای واللہ فجعلت تقول اعوذباللہ من شر ما نحذر علی ابنی۔

وفی کلام بعضہم ان حلیمۃ رضی اللہ عنہا رأت فی بعض الاوقات الغمامۃ تظلہ ﷺ اذا وقف وقفت واذا سار سارت وکان ﷺ یشب شبابا لایشبہ الغلمان۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نبی آخر الزمان

ﷺ کو مکہ سے واپس لے کر گئی تو میں ہمیشہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہتی تھی آپ جہاں بھی جاتے میں آپ ﷺ کی معیت میں ہوتی ایک دن میں آپ ﷺ سے غافل ہوگئی دو پہر کا وقت تھا میں نے آپ کو تلاش کیا میں نے دیکھا کہ آپ اپنی رضاعی بہن الشیما کے ہمراہ ہیں میں نے کہا تم اتنی گرمی میں باہر گھوم رہے ہو شیما نے جواب دیا ''میرے بھائی نے کبھی گرمی محسوس نہیں کی میں دیکھتی ہوں کہ بادل کا ایک ٹکڑا ان پر سایہ فگن رہتا ہے جس وقت آپ چلتے ہیں وہ بادل بھی ساتھ ہی چل پڑتا ہے اور جب آپ کھڑے ہوتے ہیں تو بادل بھی کھڑا ہو جاتا ہے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی بیٹی سے کہا '' اے میری بیٹی کیا یہ سچ ہے انہوں نے جواب دیا امی جان! اللہ کی قسم یہ حقیقت ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہم جس چیز سے بھی اپنے بیٹے کے بارے میں خوف زدہ ہیں ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

بعض علما فرماتے ہیں کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بعض اوقات دیکھا کہ بادل آپ ﷺ پر سایہ کناں ہے جب آپ رکتے ہیں بادل بھی رک جاتا ہے اور جب آپ چلتے ہیں بادل بھی چل پڑتا ہے۔ حضور ﷺ اتنی جلدی پروان چڑھے کہ عموماً اتنی جلدی بچے نشوونما نہیں پاتے۔

(حجۃ اللہ العلمین: الباب الثالث: فی بعض ما وقع من الایات ...... عند مرضعتہ حلیمۃ السعدیۃ... صفحہ ۱۹۴ قدیمی کتب خانہ)

امام ابونعیم نے دلائل کے اندر بیان کیا فرماتے ہیں

فَمَکَثَ سَنَتَیْنِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى فُطِمَ فَكَأَنَّهُ ابْنُ أَرْبَعِ سِنِينَ فَقَدِمُوا بِهِ عَلٰى أُمِّهِ زَائِرِينَ لَهَا وَهُمْ أَحْرَصُ شَيْءٍ عَلٰى مَكَانِهِ؛ لِمَا رَأَوْا مِنْ عِظَمِ

بَرَكَتِهِ فَلَمَّا كَانُوا بِوَادِي السُّرَرِ لَقِيَتْ نَفَرًا مِنَ الْحَبَشَةِ وَهُمْ خَارِجُونَ مِنْهَا فَرَافَقَتْهُمْ. فَسَأَلُوهَا. فَنَظَرُوا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرًا شَدِيدًا. ثُمَّ نَظَرُوا إِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَإِلَى حُمْرَةٍ فِي عَيْنَيْهِ. فَقَالُوا يَشْتَكِي أَبَدًا عَيْنَيْهِ لِلْحُمْرَةِ الَّتِي فِيهَا؟ قَالَتْ لَا. وَلَكِنْ هَذِهِ الْحُمْرَةُ لَا تُفَارِقُهُ. فَقَالُوا هَذَا وَاللّٰهِ نَبِيٌّ. فَغَالَبُوهَا عَلَيْهِ فَخَافَتْهُمْ أَنْ يَغْلِبُوهَا فَمَنَعَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ. فَدَخَلَتْ بِهِ عَلَى أُمِّهِ وَأَخْبَرَتْهَا بِخَبَرِهِ وَمَا رَأَوْا مِنْ بَرَكَتِهِ وَخَبَرَ الْحَبَشَةِ. فَقَالَتْ آمِنَةُ ارْجِعِي بِابْنِي؛ فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْهِ وَبَاءَ مَكَّةَ. فَوَاللّٰهِ لَيَكُونَنَّ لَهُ شَأْنٌ؛ فَرَجَعَتْ بِهِ.

کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دودھ چھڑوادیا جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چار سال کے ہوئے تو حضرت حلیمہ سعدیہ اور آپ کے شوہر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس لائے کیونکہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم الشان برکات دیکھ کر ڈرنے لگے تھے اور چاہتے کہ آپ کو فوراً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گھر واپس کر دیا جائے جب یہ وادی سُرر میں پہنچے تو کچھ حبشی بھی وہاں سے ساتھ ہولیے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بنظر غائر دیکھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کی سرخی ملاحظہ کی تو کہنے لگے کیا اس بچے کی آنکھیں خراب ہیں؟ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں نہیں یہ سرخی ان کی آنکھوں میں ہمیشہ رہتی ہے۔ کہنے لگے بخدا یہ نبی ہے اور ساتھ ہی انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حلیمہ سے چھیننے کے لیے حملہ کر دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا

کرنے سے باز کر دیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے پاس پہنچیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دم قدم سے وابستہ برکتوں کا حال سنایا اور حبشیوں کے حملے کا تذکرہ کیا۔ حضرت آمنہ فرمانے لگیں میرے بیٹے کو واپس لے جاؤ مجھے ڈر ہے کہ اسے مکہ میں پھیلی ہوئی بیماری لگ جائے گی بخدا اس بچے کی بڑی شان ہوگی۔ چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس لے گئیں۔

(دلائل النبوة، لابی نعیم: الفصل الحادی عشر رقم ۷۹ جلد ۱ صفحہ ۱۲۰ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

حضرت ابن المعلی الازدی نے "کتاب الترقیص" میں لکھا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ یہ اشعار پڑھ کر حضور کو لوری دیا کرتی تھیں۔

یارب اذا عطیته فابقه

واعله الی العلا ورقه

وادحض اباطیل العدا ابحقه

مولا جب تو نے یہ من موہنا پسر عطا کیا ہے تو اسے باقی بھی رکھ۔ اسے بلندیوں پر فائز فرما اور ترقی عطا فرما ان کے بارے دشمن کی لغو باتوں کو بے اثر بنا۔

(سبل الھدی والرشاد الباب فی سیاق قصة الرضاع وما وقع فیہا من الآیات: صفحہ ۲۹۱ جلد ۱ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

حضرت حلیمہ سعدیہ اور آپ کے شوہر کا اسلام:

سبل الہدی والرشاد میں علامہ شامی رقمطراز ہیں:

قال الحافظ عماد الدين بن كثير رحمه الله تعالى:

الظاهر أن حليمة لم تدرك البعثة.

قال الحافظ في شرح الدّرر: وهو غير مسلّم. فقد روى

أبو يعلى والطبرانی وابن حبّان، عن عبد الله بن جعفر رضی الله تعالى عنهما قال حدثتنی حليمة. وعبد الله إنما ولد بعد البعثة بمدة، بل لم يتهيأ له السّماع من حليمة إلا بعد الهجرة بسبع سنين أو أكثر، لأنه قدم من الحبشة مع أبيه وهو صغير ليلة الغزوة فی خيبر سنة سبع، وحليمة إنما قدمت فی هذه المدة أو بعدها بسنة فی الجعرانة.

ومستند ابن كثير كثير الاختلاف على ابن إسحاق فی حديث حدّثه عبد الله، فمنهم من قال عبد الله بن جعفر، عن حليمة. ومنهم من قال عن عبد الله بن جعفر حدثتنی حليمة.

قلت: ليس هذا مستنده إنما مستنده قول من قال عن عبد الله بن جعفر حدّثت عن حليمة. والله تعالى أعلم.

قال الحافظ: فرأى ابن كثير أن هذه علّة تمنع من الجزم بإدراك عبد الله بن جعفر لها. وليست هذه فی التحقيق علة، فإن الشواهد التی تدل على إدراك عبد الله بن جعفر لها كثيرة وأسانيدها جيدة.

وروى ابن سعد بسند رجاله رجال الصحيح، عن محمد بن المنكدر - مرسلا - قال استأذنت امرأةٌ على النبی صلى الله عليه وسلم. قد كانت ترضعه فلما دخلت عليه قال أمّی أمی! وعمد إلى ردائه فبسطه لها فقعدت عليه انتهى.

قلت: ويجاب عن رواية حدّثت عن حليمة أنه سمع منها بعض القصة وبعضها عمن سمع منها أو أنه سمع ممن روى عنها. ثم سمع منها. والله تعالى أعلم.

وقد ألف الحافظ مغلطاى رحمه الله تعالى جزءاً فى إيمانها وهذه خلاصته مع زيادة:

روى البخارى فى الأدب وأبو داود والطبرانى وابن حبان فى صحيحه عن أبى الطفيل رضى الله تعالى عنه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقسم لحماً بالجعرانة- وأنا يومئذ غلام أحمل عظم الجزور- إذ أقبلت امرأة حتى دنت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فبسط لها رداءه فجلست عليه فقلت: من هذه؟ قالوا هذه أمه صلى الله عليه وسلم التى أرضعته.

وقول الذهبى يجوز أن تكون هذه ثويبة مردود بما ثبت أنها توفيت سنة سبع من الهجرة.

ذكر الحافظ مغلطاى حديث الرضاع ثم قال فإن قيل ما وجه الاستدلال من هذين الحديثين؟ قلنا من وجوه الأول دفع شبهة من زعم أن القادمة فى حنين أخته صلى الله عليه وسلم لأنه يستبعد أن تكون عمّرت إلى ذلك الحين تخرّصاً من غير يقين، لأن رواية هذين الصحابيين عنها مشافهةً مع صغرهما يقرّب ذلك الاستبعاد.

قلت: قال الحافظ بعد أن أورد عدة آثار فى مجىء أمه

صلى الله عليه وسلم من الرضاعة إليه ثم قال ففى تعدد الطرق ما يقتضى أن لها أصلاً أصيلاً. وفى اتفاق الطرق على أنها أمّه ردّ على من زعم أن التى قدمت عليه أخته. وزاعم ذلك هو الحافظ الدمياطى رحمه الله تعالى والله تعالى أعلم.

وقد ذكرها فى الصحابة جماعة. قال أبو بكر أحمد بن أبى خيثمة فى تاريخه ذكر ما انتهى إلينا من سند النساء اللاتى روين عن النبى صلى الله عليه وسلم ثم قال باب الحاء حليمة بنت أبى ذؤيب وقال الحافظ أبو محمد المنذرى فى مختصر سنن أبى داود حليمة أمه صلى الله عليه وسلم أسلمت وجاءت إليه وروت عنه عليه الصلاة والسلام.

قال الحافظ أبو الفرج بن الجوزى رحمه الله تعالى فى الحدائق قدمت حليمة ابنة الحارث على النبى صلى الله عليه وسلم بعد ما تزوج خديجة فشكت إليه جدب البلاد فكلّم خديجة فأعطتها أربعين شاة وبعيراً. ثم قدمت عليه بعد النبوة فأسلمت وبايعت وأسلم زوجها الحارث.

وقال القاضى أبو الفضل عياض رحمه الله تعالى لما وردت حليمة السعدية على رسول الله صلى الله عليه وسلم فبسط لها رداءه وقضى حاجتها فلما توفى قدمت على أبى بكر فصنع لها مثل ذلك.

قلت هذا كلام القاضى فى الشفاء وروى ابن سعد عن

عمر بن سعد مرسلاً قال جاءت ظئر النبی صلی الله علیه وسلم فبسط لها رداءه وقضى حاجتها ثم جاءت أبا بكر ففعل ذلك. ثم جاءت عمر ففعل ذلك والله تعالى أعلم.

الوجه الثانی أن لفظ الأمّ لا ينطلق عرفاً ولغة إلاّ على الأم الحقيقية. ولم نر من يسمى الأخت أمّا. على أنه قد جاء ما يدفع هذا لو قيل به.

وروى أبو داود بسند صحيح عن عمرو بن السائب رحمه الله تعالى إنه بلغه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان جالساً يوماً فأقبل أبوه من الرضاعة فوضع له بعض ثوبه فقعد عليه. ثم أقبلت أمّه فوضع لها شقّ ثوبه من جانبه الآخر فجلست إليه. ثم أقبل أخوه من الرضاعة فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم وأجلسه بين يديه.

وذكر أبو عمر عن زيد بن أسلم رحمه الله تعالى عن عطاء بن يسار قال جاءت حليمة ابنة عبد الله أم النبی صلی الله علیه وسلم. فقام لها النبی صلى الله عليه وسلم. وبسط لها رداءه فجلست عليه. وهو مرسل جيّد الإسناد.

الوجه الثالث: ليس لقائل أن يقول سلّمنا أن القادمة أمّه صلى الله عليه وسلم. فما الدليل على إسلامها حينئذ؛ ولعل الدليل من قول من قال أسلمت وبايعت. وقول من قال روت عن النبی صلی

اللہ علیہ وسلم۔

وروی عنہاقال الحافظ مغلطای رحمہ اللہ تعالی ورأیت لیلۃ الأحد ثانی وعشرین شہر ربیع الآخر سنۃ ثمان وثلاثین وثمانمائۃ فی المنام عیسی ابن مریم علیہما الصلاۃ والسلام وسألتہ عنہا فقال مجیباً رضی اللہ تعالی عنہا. ثم قال الحافظ مغلطای أنشدنا الإمام العالم العلامۃ أبو الحسن علی بن جابر الہاشمیّ رحمہ اللہ تعالی لنفسہ:

أما حليمة مرضع المختار
فبه غدت تزهى على الأخيار
في جنة الفردوس دار مقامها
أكرم بها يا صاحبي من دار

قال الحافظ مغلطای رحمہ اللہ تعالی ورضی عنہ ومما قلتہ فیہا من الأبیات رضی اللہ تعالی ونفعنا بہا:

أضحت حليمة تزدهي بمفاخر
ما نالها في عصرها إثنان
منها الكفالة والرّضاع وصحبة
والغاية القصوى رضا الرحمن

وأما زوج حلیمۃ أبو عبد اللہ الحارث فلم یذکرہ کثیر ممن ألّف فی الصحابۃ.

امام ابن کثیر نے یہ لکھا ہے کہ ظاہر بات یہی ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ نے حضور کی بعثت کا زمانہ نہیں پایا۔ لیکن الحافظ نے شرح الدرر میں لکھا ہے ابن کثیر کا یہ قول یہ قابل قبول نہیں بلکہ امام ابویعلی، طبرانی

اور ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھ سے حلیمہ سعدیہ نے روایت بیان کی کہ ان کے لخت جگر حضرت عبداللہ بعثت سے مدت بعد پیدا ہوئے تھے ۔حضرت عبداللہ کا سماع بھی ہجرت سے سات یا اس سے زائد سال بعد ثابت ہوسکتا ہے کیونکہ جب وہ اپنے والد ماجد کے ساتھ حبشہ سے غزوہ خیبر کی رات آئے تھے اور غزوہ خیبر سنہ سات ہجری میں واقعہ ہوا آپ اُس وقت یہ چھوٹے بچے تھے۔حضرت حلیمہ سعدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مدت میں یا اس کے ایک سال بعد جعرانہ آئیں تھیں۔

ابن کثیر کی روایت میں بہت اختلاف ہے اس روایت میں جو ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ سے بیان کیا ہے۔اُن میں سے جس نے کہا ''عن عبداللہ بن جعفر عن حلیمہ اور بعض نے کہا عن عبداللہ بن جعفر حدثتنی حلیمہ کے الفاظ نقل کیا ہے۔

امام محمد بن یوسف الشامی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں یہ مستند نہیں بلکہ مستند اُس بندے کا قول ہے جو کہتا ہے ''عن عبداللہ بن جعفر حدثت عن حلیمہ۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

الحافظ نے کہا ابن کثیر نے دیکھا یہ علت اس یقین کو روکتی ہے کہ حضرت عبداللہ نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پایا ہو۔لیکن حقیقت میں ایسی کوئی علت نہیں ہے۔کیونکہ وہ شواہد جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہ کو پایا کثیر ہیں اور ان کی اسناد جید ہے۔

ابن سعد نے ایسی روایت بیان کی جس کے رجال صحیح ہیں۔انہوں نے حضرت محمد بن منکدر سے مرسل روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا ایک عورت بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئی وہ آپ کی رضاعی امی

جان تھیں۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ امی امی! کہہ کر اٹھے اور اپنی چادر کو بچھا دیا وہ اُس پر بیٹھ گئیں۔

امام محمد بن یوسف صالحی فرماتے ہیں کہ اس روایت کا یہ بھی جواب دیا گیا کہ حضرت عبداللہ نے بعض روایت واقعہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہ سے سنی اور بعض اس شخص سے سنی جس نے اُن سے سنی تھی یا جس نے ان سے روایت کی تھی۔

حافظ مغلطائی رحمہ اللہ نے ان کے ایمان کے بارے میں ایک جزئی تحریر کی اس کا خلاصہ یہ ہے:

''آپ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے ''ادب'' میں اور ابوداؤد، طبرانی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ اس وقت جعرانہ میں گوشت تقسیم فرما رہے تھے میں اتنا بڑا تھا کہ میں اونٹ کی ہڈی اٹھا سکتا تھا۔ ایک عورت آئی وہ حضور ﷺ کے قریب ہوئی آپ نے اپنی چادر ان کے لیے پھیلا دی۔ وہ اس پر بیٹھ گئیں میں نے پوچھا یہ خاتون کون ہیں؟ صحابہ کرام نے مجھے بتایا یہ آپ کی رضاعی امی ہیں۔ امام ذہبی کا یہ قول کہ ممکن ہے وہ ثویبہ ہو مردود ہے کیونکہ انہوں نے سات ہجری کو وفات پائی تھی۔''

پھر حافظ مغلطائی نے رضاعت کی حدیث نقل کی ہے۔ پھر کہا اگر کہا جائے کہ ان دونوں روایتوں سے استدلال کرنے کی وجہ کیا ہے؟ ہم اسے کہیں گے کہ اس کی گئی وجوہات ہیں۔ اس شخص کے شبہ کو دور کرنے کے لیے جو یہ کہتا ہے کہ غزوہ حنین میں حاضر ہونے والی آپ کی رضاعی بہن تھی کیونکہ یہ بعید ہے کہ آپ کی رضاعی والدہ کی عمر

اس وقت اتنی زیادہ ہو کیونکہ یہ دونوں روایت دو صحابیات نے بیان کیں ہیں جو انہوں نے ان سے بالمشافہ سنیں تھیں۔ حالانکہ وہ اس وقت کم سن تھیں یہ امر بھی اسی مؤقف کو تقویت دیتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حافظ نے بہت سے آثار لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ آنے والی آپ کی رضاعی امی ہی تھیں۔ پھر انہوں نے لکھا ہے کہ یہ متعدد طرق اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ اس کی اصل اصیل ہے ان طرق کا اتفاق اس شخص کا رد ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ آپ کی رضاعی بہن آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں۔ یہ حافظ دمیاطی ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ آنے والی آپ کی رضاعی بہن تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

علما کی ایک جماعت نے حضرت حلیمہ سعدیہ کو صحابیات میں شامل کیا ہے۔

ابو بکر بن احمد بن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں اُن خواتین کا ذکر کیا ہے جنہوں نے حضور سے روایت کیا ہے فرمایا ''باب الخا: حلیمہ بنت ابی ذؤیب۔

حافظ ابو محمد منذری نے مختصر سنن ابی داؤد میں لکھا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہ آپ کی رضاعی امی تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تھیں اور آپ سے روایت بھی کی تھی۔

حافظ ابن الجوزی نے ''الحدائق'' میں لکھا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس وقت آپ نے حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا تھا۔ انہوں نے آپ سے قحط سالی کی شکایت کی آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا انہوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو چالیس بکریاں اور کچھ اونٹ عطا کیے۔

پھر بعثت کے بعد وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اسلام قبول کیا، بیعت کی اور ان کے خاوند حضرت حارث نے بھی اسلام قبول کیا قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ''الشفا'' میں لکھا ہے کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے ان کے لیے اپنی چادر بچھائی اور ان کی ضرورت پوری کر دی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو انہوں بھی اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔

اور میں کہتا ہوں یہ کلام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا ہے (لیکن) ابن سعد نے عمر بن سے مرسلاً روایت کیا ہے انہوں بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے اُن کے لیے اپنی چادر بچھا دی اور ان کی ضرورت پوری کر دی۔ پھر وہ سیدنا صدیق اکبر کے پاس آئیں تو انہوں نے بھی اسی طرح کیا پھر وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو انہوں بھی اسطرح اُن کے ساتھ برتاؤ کیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ لفظ ''ام'' کا اطلاق عُرف اور لغت میں (صرف) حقیقی ماں پر ہوتا ہے۔ ہم نے کسی کے بارے میں نہیں سنا کہ وہ بہن کو ماں کہتا ہو۔ لہذا جو اس بارے میں کہا گیا ہے یہ روایت اُس کو رد کرتی ہے۔

اور اس کے علاوہ امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عمرو بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کو رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی باپ (حارث) حاضر خدمت ہوئے آپ نے اپنی کچھ چادر ان کے لیے بچھا دی۔ پھر آپ کی رضاعی ماں حاضر خدمت ہوئیں آپ نے چادر کا دوسرا حصہ اُن کے لیے بچھا دیا۔ پھر

آپ کا رضاعی بھائی حاضر ہوا تو آپ نے اُسے اپنے سامنے بٹھالیا۔

ابوعمر نے حضرت عطا بن یسار سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی امی جان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا اپنی چادر مبارک ان کے لیے بچھادی وہ اس پر بیٹھ گئیں۔

تیسری وجہ کہنے والے کے لیے یہ درست نہیں کہ وہ یوں کہے کہ ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ یہ آنے والی حضرت حلیمہ ہی تھیں تو پھر ان کے اسلام کی کیا دلیل ہے؟ شاید یہ دلیل ہو کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی۔ یا یہ دلیل ہو کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان کی ہے۔

حافظ مغلطائی اس پر دلیل دیتے ہیں فرماتے ہیں:

''میں نے ۸۳۸ھ میں ماہ ربیع الآخر میں کی ۲۲ تاریخ اتوار کے دن میں نے خواب کے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت کی میں نے ان سے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب میں کہا۔ امام ابوالحسن علی بن جابر ہاشمی نے یہ اشعار ہمیں سنائے ہیں:

اما حَلِیمَۃُ مُرْضِعُ الْمُخْتَارِ
فَبِہٖ غَدَتْ تَزْھٰی عَلَی الْاَخْیَارِ
فِیْ جَنَّۃِ الْفِرْدَوْسِ دَارُ مُقَامِھَا
اَکْرِمْ بِھَا یَاصَاحِبِیْ مِنْ دَارِ

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا اسی وجہ سے وہ بڑے بڑے پاکبازوں پر فخر کرنے لگیں ان کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے اے میرے دوست! یہ کتنا معزز ٹھکانہ ہے۔

حافظ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسطرح میں نے بھی اس پر میں میں چند شعر لکھے اس پر ہمیں بہت فائدہ ہوا وہ اشعار یہ ہیں:

اَضْحَتْ حَلِيمَةُ تَزْدَهِي بِمَفَاخِرِ
مَا نَالَهَا فِي عَصْرِهَا اِثْنَانِ
مِنْهَا الْكَفَا لَهُ وَالرِّضَاعُ وَصُحْبَةٌ
وَالْغَايَةُ الْقُصْوَى رِضَا الرَّحْمٰنِ

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ان مفاخر پر فخر کرنے لگیں جوان کے زمانہ میں دو افراد بھی حاصل نہ کر سکے۔ وہ مفاخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت، رضاعت اور صحابیت ہے بلند مقصد رب تعالیٰ کی رضا ہے وہ انہیں حاصل ہو گئی۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد: الباب الثالث فی اسلام السیدۃ حلیمۃ وزوجہا صفحہ ۳۸۲ تا ۳۸۴ جلد ا مکتبہ نعمانیہ پشاور)

حضور رضاعی والد حارث بن عبد العزی:

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے خاوند حارث رضی اللہ عنہ کو بہت سے علماء نے صحابہ میں شمار نہیں کیا۔ لیکن "فقیر قادری" نے اس پر سیر صحابہ پر لکھی جانی والی کتب میں حضرت حارث بن عبد العزی کے بارے میں یہ روایت پڑھی جس میں آپ کے ایمان لانے کا واقعہ بیان کی گیا جن میں "اُسدُ الغابہ فی معرفۃ الصحابہ" اور امام حجر العسقلانی کی "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" ہے اُس میں انہوں نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں

حدثني والدي إسحاق بن يسار عن رجال من بني سعد بن بكر قالوا قدم الحارث بن عبد العزّى أبو رسول الله صلى الله عليه وسلم من الرضاعة على رسول الله صلى الله عليه وسلم بمكة فقالت له قريش حين

نزل عليه ألا تسمع يا حارث ما يقول ابنك هذا؟
قال ما يقول قالوا يزعم أن الناس يبعثون بعد الموت وأن لله داراً من نار يعذّب فيها من عصاه وداراً يكرم فيها من أطاعه. شتّت أمرنا وفرّق جماعتنا. فأتاه فقال أى بنيّ ما لك ولقومك يشانئونك ويزعمون أنك تقول إن الناس يبعثون بعد الموت ثم يصيرون إلى جنةٍ ونار. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أنا أزعم ذلك. ولو قد كان ذلك اليوم يا أبت لقد أخذت بيدك حتى أعرفك حديثك اليوم فأسلم الحارث بعد ذلك فحسن إسلامه وكان يقول حين أسلم لو قد أخذ ابني بيدي فعرّفني ما قال لم يرسلني إن شاء الله تعالى حتى يدخلني الجنة.

مجھے میرے والد اسحاق بن یسار نے بیان کیا کہ بنوسعد کے کچھ افراد نے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی باپ مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آئے تو قریش مکہ نے انہیں کہا کہ اے حارث! اپنے اس بیٹے کے بارے میں سن نہیں رہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ حارث کہنے لگے بتاؤ وہ کیا کہتے ہیں قریش مکہ کہنے لگے کہ اُن کا گمان ہے کہ لوگوں کو مرنے کے بعد اُٹھایا جائے گا رب تعالیٰ کا ایک (بنایا ہوا) ایک ایسا دار ہے جس میں آگ ہے وہ اس میں نافرمانوں کو سزا دے گا۔ اور ایک ایسا گھر ہے جس میں وہ اپنے فرمانبرداروں کو عزتیں عطا کرے گا۔ اس نے تمام معاملات منتشر کر دیے ہیں ہماری جمیعت بکھیر دی ہے۔

حارث جب آپ ﷺ کے پاس آئے تو کہا اے نورِ نظر! آپ کو اور آپ کی قوم کو کیا ہے کہ وہ آپ سے بغض رکھتی ہے اور گمان کرتی ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ لوگ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے پھر وہ جنت یا دوزخ کی طرف جائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں یہ یقین رکھتا ہوں۔ کہ جب وہ دن آئے گا تو میں آپ کا ہاتھ تھام لوں گا حتی کہ میں آج کے دن کی بات یاد کراؤں گا۔ اس کے بعد حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا۔ اسلام لاتے وقت انہوں نے کہا میرا نورِ نظر میرا بازو تھام لے گا اور مجھے وہ بات یاد کرائے گا جو اس نے کی تھی وہ مجھے نہیں چھوڑے گا حتی کہ مجھے جنت میں داخل کردیں گے۔

اس روایت کے آخر میں بیان کیا گیا: ''فحسن اسلامہ''

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ ''الحارث بن عبدالعزی صفحہ ۲۲۲ جلد ا مکتبہ وحیدیہ پشاور) (الاصابہ فی تمییز الصحابۃ: الحارث بن العزی صفحہ ۳۲۲ جلد ا مکتبہ وحیدیہ پشاور)

قال ابن إسحاق رحمه الله تعالى وبلغني أن الحارث إنما أسلم بعد وفاة النبي صلى الله عليه وسلم.

اس کے بعد ابن اسحاق نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ حضرت حارث نے آپ ﷺ کے وصال کے بعد ایمان قبول کیا ہے۔ واللہ اعلم

ابوثروان کا بیان:

ابن سعد نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ بنو ہوازن کا ایک وفد حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا اس میں آپ ﷺ کا ایک رضاعی چچا بھی جس کا نام ابوثروان تھا اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کا بچپن دیکھا لیکن کسی بچے کو آپ سے بہتر نہ دیکھا میں نے آپ ﷺ کا لڑکپن دیکھا کسی لڑکے کو آپ سے بہتر دیکھا میں نے آپ ﷺ کا عالم شباب دیکھا کسی نوجوان کو آپ ﷺ سے بہتر نہ دیکھا آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھلائی کی تمام خصلتیں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

حضور کی رضاعی مائیں:

دس خوش نصیب خواتین کو یہ سعادت حاصل ہوئی جن تذکرہ یہاں کیا جارہا ہے:

امام محمد بن یوسف الصالحی رقمطراز ہیں :

ا: سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سات دن تک شیر نوش فرمایا اس کو ایک جماعت نے بیان کیا۔

۲: ثویبہ: ابن مندہ نے لکھا ہے کہ آپ کے اسلام کے اندر میں اختلاف ہے۔ ابونعیم نے لکھا کہ ابن مندہ کے علاوہ میں کسی کو نہیں جانتا جس نے اسلام کا تذکرہ کیا ہو۔

ابن جوزی نے لکھا ہے ہم نہیں جانتے کہ اس نے اسلام قبول کیا تھا

(سبل الہدی والرشادفی سیرۃ خیر العباد: الباب الاول فی مراضعۃ صفحہ ۳۷۵ جلد ۱ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

سب سے پہلے جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا وہ ابولہب کی باندی ثویبہ تھی جس شب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی ثویبہ نے ابولہب کو بشارت پہنچائی کہ تمہاری بھائی حضرت عبداللہ کے گھر فرزند پیدا ہوا ہے ابولہب نے اس مژدہ پر اس کو آزاد کر کے حکم دیا کہ جاؤ دودھ پلاؤ۔ حق تعالیٰ نے اس خوشی ومسرت پر جو ابولہب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر ظاہر کی اس کے عذاب میں کمی کردی اور دوشنبہ کے دن اس پر سے عذاب اٹھالیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اس حدیث میں میلاد شریف پڑھوانے والوں کے لیے حجت کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی رات میں خوشی ومسرت کا اظہار کریں اور خوب مال وزر خرچ کریں۔ مطلب یہ کہ باوجودیکہ ابولہب کافر تھا اور اس کی مذمت قرآن کریم میں نازل

ہو چکی ہے جب اس نے حضور کے میلاد کی خوشی کی اور اس نے اپنی باندی کو دودھ پلانے کی خاطر آزاد کردیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حق تعالیٰ نے اسے اس کا بدلہ عنایت فرمایا۔

ثویبہ کے اسلام میں اختلاف ہے بعض محدثین انہیں صحابیات میں شمار کرتے ہیں سیر کی کتابوں میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم رضاعت اُن کا اعزاز واکرام فرمایا۔ اور مدینہ منورہ سے ان کے لیے کپڑے اور انعام بھجواتے ان کی وفات غزوۂ خیبر کے بعد ۸ھ میں ہوئی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے وقت مکہ مکرمہ تشریف لائے تو ان کے رشتہ داروں کے بارے میں دریافت کیا کہ کوئی عزیز وقریب ہے معلوم ہوا کہ کوئی نہیں۔ اور انہیں ثویبہ نے سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا ہے اس بنا پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے درمیان رضاعی بھائی کی نسبت بھی ثابت ہے۔

(مدارج النبوت (فارسی) قسم دوم باب اوّل وصل اوّل کسیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راشیر داد صفحہ ۱۹، ۱۸ جلد ۲ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

۳: حضرت حلیمہ کے علاوہ بنو سعد کی ایک اور عورت نے بھی یہ سعادت حاصل کی تھی۔ ابن سعد نے ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بنو سعد بن بکر میں دودھ پیتے تھے۔ ان کی رضاعی ماں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔ اس وقت آپ حضرت حلیمہ سعدیہ کے ہمراہ جلوہ افروز تھے۔

۴: خولہ بنت منذر بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن عدی بن نجار ام بردہ انصاریہ نے بھی آپ کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی تھی۔ اس کا تذکرہ امام ابوالحسن ابراہیم ابن الامین نے کیا ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔
العدوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے ''العیون المورد'' میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ لیکن یہ وہم ہے اس نے آپ کے لخت جگر حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا تھا۔ اس

بات کا تذکرہ ابن سعد، ابوعمر وغیر ہما نے کیا ہے ابن حجر نے ''الاصابہ'' میں اسی طرح لکھا ہے اس کا نسب چلانے کے بعد انہوں نے لکھا ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کے فرزند ارجمند کی دایا تیں۔ درست بھی یہی ہے لیکن بعض پرانے نسخوں میں ''ابن'' کا لفظ مٹ گیا ہے۔ میں نے کسی ایسے شخص کو نہ دیکھا جو اس امر سے آگاہ کرتا۔ مدت بعد میں نے قاضی عزالدین بن قاضی بدرالدین کی مختصر سیرت کا مطالعہ کیا اس میں تحریر تھا کہ ابن امین نے جو یہ لکھا کہ خولہ نے آپ کو دودھ پلایا تھا یہ ان کا وہم ہے۔ بعض ہم عصر علماء نے ان سے کسی گرفت کے بغیر یہ مؤقف روایت کیا ہے۔ میں اس امر پر خوش ہو گیا میں نے رب تعالیٰ کی تعریف کی۔

۵: حضرت ام ایمن برکۃ رضی اللہ عنہا نے بھی یہ سعادت حاصل کی تھی۔ علامہ قرطبی نے اس کا تذکرہ کیا ہے لیکن مشہور مؤقف یہ ہے کہ آپ ان کی کفالت میں تھے۔ انہوں نے اپنا دودھ آپ کو نہیں پلایا۔

۸،۷،۶: ابوعمر نے ذکر کیا ہے آپ ﷺ بنوسلیم کی تین خواتین کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ کو اپنا دودھ پیش کیا آپ نے ان کا دودھ نوش فرمالیا۔

۹: ام فروہ مستغفری نے ان کا ذکر کیا ہے۔

۱۰: حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کا ذکر پہلے کر چکا ہیں۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد: الباب الاول فی مراضعة صفحہ ملخصاً ۷۹، ۳۷۷ جلد ا مکتبہ نعمانیہ پشاور)

ابونعیم نے امام واقدی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ مَعَ أُمِّهِ فَلَمَّا بَلَغَ سِتَّ سِنِينَ خَرَجَتْ بِهِ أُمُّهُ إِلَى أَخْوَالِهِ بَنِي عَدِيِّ بْنِ النَّجَّارِ بِالْمَدِينَةِ تَزُورُ بِهِ أَخْوَالَهُ وَمَعَهُ أُمُّ أَيْمَنَ فَنَزَلَتْ بِهِ فِي دَارِ النَّابِغَةِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَدِيِّ بْنِ النَّجَّارِ فَأَقَامَتْ بِهِ شَهْرًا فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ أُمُورًا كَانَتْ فِي مَقَامِهِ ذٰلِكَ لَمَّا نَظَرَ

إِلَى أُطُمِ بَنِي عَدِيِّ بْنِ النَّجَّارِ عَرَفَهَا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرْتُ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ يَخْتَلِفُ إِلَيَّ يَنْظُرُ إِلَيَّ ثُمَّ يَنْصَرِفُ عَنِّي فَلَقِيَنِي يَوْمًا خَالِيًا فَقَالَ يَا غُلَامُ مَا اسْمُكَ؟ قُلْتُ أَحْمَدُ وَنَظَرَ إِلَى ظَهْرِي فَأَسْمَعُهُ يَقُولُ هَذَا نَبِيُّ هَذِهِ الْأُمَّةِ ثُمَّ رَاحَ إِلَى أَخْوَالِي فَخَبَّرَهُمُ الْخَبَرَ فَأَخْبَرُوا أُمِّي فَخَافَتْ عَلَيَّ خَرَجْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ. وَكَانَتْ أُمُّ أَيْمَنَ تُحَدِّثُ تَقُولُ أَتَانِي رَجُلَانِ مِنَ الْيَهُودِ يَوْمًا نِصْفَ النَّهَارِ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَا أَخْرِجِي لَنَا أَحْمَدَ فَأَخْرَجْتُهُ وَنَظَرَا إِلَيْهِ وَقَلَّبَاهُ مَلِيًّا حَتَّى إِنَّهُمَا لَيَنْظُرَانِ إِلَى سَوْأَتِهِ ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ هَذَا نَبِيُّ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَهَذِهِ دَارُ هِجْرَتِهِ وَسَيَكُونُ بِهَذِهِ الْبَلْدَةِ مِنَ الْقَتْلِ وَالسَّبْيِ أَمْرٌ عَظِيمٌ قَالَتْ أُمُّ أَيْمَنَ وَوَعَيْتُ ذَلِكَ كُلَّهُ مِنْ كَلَامِهِمَا جُوعُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ قَالُوا فَرَجَعَتْ بِهِ أُمُّهُ إِلَى مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَ بِالْأَبْوَاءِ تُوُفِّيَتْ آمِنَةُ بِالْأَبْوَاءِ فَرَجَعَتْ بِهِ أُمُّ أَيْمَنَ عَلَى الْبَعِيرَيْنِ اللَّذَيْنِ قَدِمَا عَلَيْهِمَا مَكَّةَ. وَكَانَتْ تَحْضُنُهُ

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے بعد) اپنی والدہ کے پاس رہنے لگے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چھ برس ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لے کر مدینہ منورہ آپ کے ننہال بنو عدی بن نجار میں اپنے رشتہ داروں کی ملاقات (یا اپنے خاوند کی قبر زیارت کے لیے تشریف لے گئیں) ان کے ساتھ ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر دار نابغہ میں اتریں۔'' نابغہ بنونجار کا ایک آدمی تھا۔ وہاں ایک ماہ تک

قیام کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (ہجرت کے بعد) درنابغہ کو دیکھ کر کئی باتیں یاد کرتے تھے جو بچپن میں آپ کے ساتھ پیش آئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنوعدی بن نجار کے قلعے دیکھتے تو پہچان لیا کرتے۔

بچپن کے انہی واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنایا کرتے کہ ایک یہودی مجھے گھور گھور کر دیکھا کرتا تھا ایک دن وہ مجھے علیحدگی میں ملا کہنے لگا اے بچے تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا احمد صلی اللہ علیہ وسلم اس نے میری پشت دیکھی تو میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا یہ اس امت کا نبی ہے۔ پھر وہ میرے ننہال والوں کے پاس گیا اور انہیں اس سے آگاہ کیا انہوں نے میری والدہ کو بتلایا تو وہ میرے متعلق ڈرنے لگیں چنانچہ ہم مدینہ سے واپس آ گئے۔

ام ایمن بتلایا کرتیں کہ ان دنوں دو یہودی مدینہ میں میرے پاس آئے کہنے لگے ہمیں احمد صلی اللہ علیہ وسلم دکھلایئے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکال لائی۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنظر غائر دیکھنے لگے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا یہ اس امت کا نبی ہے اور اس شہر کی طرف ہجرت کرے گا پھر اس شہر میں قتل اور اسیری جیسے عظیم حوادث رونما ہوں گے۔ ام ایمن کہتی ہیں میں نے ان دونوں کی باتیں یاد رکھیں۔

واقدی کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر سوئے مکہ روانہ ہوئیں۔ راستہ میں ابواء کے مقام پر آپ کا وصال ہو گیا۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم : الفصل الحادی عشر : ذکر خروجہ صلی اللہ علیہ وسلم مع امہ الی المدینۃ زائرا خوالہ صفحہ ۱۶۴، ۱۶۳ جلد ا نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

ابونعیم نے بسند زہری ام سماعہ بنت ابی رہم اپنی ماں سے روایت کی

عن امها قالت شهدت آمنة ام رسول الله ﷺ في علتها ماتت التي ماتت فيها ومحمد غلام يقع له خمس سنين عنه رأسها فنظرت الى وجهه ثم قالت

بارک فیك الله من غلام
یاابن الذی . من حومته الحمام
نجابعون الملك المنعام
فودی غداة الضرب بالسهام
بمائة من ابل سوام
ان صح ما ابصیرت فی المنام
فانت مبعوث الی الانام
من عند ذی الجلال والاکرام
تبعث فی الحل وفی الحرام
تبعث بالتحقیق والاسلام
دین ابیك البرابراهام
فالله انهاك عن الاصنام
ان لاتوالیها مع الاقوام

ثم قالت :كُلُّ حَيٍّ مَيِّتٌ ,وَكُلُّ جَدِيْدٍ بَالٍ ,وكل كبيريفنى ,وانا ميتة وذكرى باق, وقد تركت خيراً وولدت طهرا ,ثم ماتت.

کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے پاس اس مرض کے زمانے میں جس میں ان کی وفات ہوئی موجود تھی ۔اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جن کی عمر صرف پانچ سال تھی بالیں پر بیٹھے تھے اور مریضہ ماں اپنے صاحبزادے کو دیکھ رہی تھی ۔ پھر حضرت آمنہ نے یہ اشعار پڑھے:

بارك فيك الله من غلام
یاابن الذی من حومته الحمام
نجابعون الملك المنعام

فودی غداة الضرب بالسهام
بمائة من ابل سوام
ان صح ما ابصیرت فی المنام
فانت مبعوث الی الانام
من عند ذی الجلال والاکرام
تبعث فی الحل وفی الحرام
تبعث بالتحقیق والاسلام
دین ابیك البرابراهام
فالله انهاك عن الاصنام
ان لاتوالیها مع الاقوام

اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے۔ اے اس شخص کے فرزند جو (میرا شوہر ہے اور وہ) وصال کر چکے ہیں۔
جس نے انعام واکرام کرنے والے خدا کی مدد سے اس وقت نجات پائی تھی جب قرعہ اندازی میں ان کا نام نکلا۔
پھر ان کی دیت میں چھوڑے ہوئے سو (۱۰۰) اونٹ ذبح کئے گئے
اور جو خواب میں میں نے دیکھا ہے اگر وہ صحیح ہے۔
تو یقیناً آپ لوگوں کی طرف عظمت وجلالت والے خدا کی جانب سے مبعوث ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حل وحرم (یعنی کعبۃ اللہ) میں مبعوث ہوں گے۔ بلا شبہ اسلام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوگی۔ اسلام، بلا شبہ تمہارے نیکوکار والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ اب اللہ تعالیٰ آپ کو بتوں سے محفوظ رکھے کہ آپ لوگوں کے ساتھ ان کی پیروی نہ کریں۔

پھر آپ نے فرمایا:

كُلُّ حَيٍّ مَيِّتٌ وَكُلُّ جَدِيْدٍ بَالٍ وكل كبير يفنی وانا میتة

وذکری باق وقد ترکت خیراً وولدت طهرا ثم ماتت

''ہر زندہ نے مرجانا ہے، ہر نئے نے پرانا ہوجانا ہے۔ ہر بڑے نے فنا ہوجانا ہے۔ میرا وصال ہوجاتا ہے لیکن میرا ذکر باقی رہے گا۔ اور میں بھلائی چھوڑ کر جارہی ہوں۔ اور پاکیزہ اولاد (حضور علیہ السلام) کو چھوڑ کر جارہی ہوں۔

(الخصائص الکبری: باب ماوقع عند وفاۃ امہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الآیات صفحہ ۱۳۶، ۱۳۵ جلد ۱ مکتبہ حقانیہ پشاور)(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ: ذکر وفاۃ امہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۲۱۱، ۲۱۰ جلد ۱ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عبدالمطلب کی کفالت:

گزشتہ اوراق میں حضرت عبدالمطلب کے حوالے سے تفصیلاً ذکر کیا جاچکا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کے بارے میں چند اہم باتیں یہاں پر ذکر کررہے ہیں۔

لما توفيت آمنة أم رسول الله صلى الله عليه وسلم ضمه إليه جده عبد المطلب ورق عليه رقة لم يرقها على ولده.

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوگیا تو آپ کو آپ کے جدامجد نے اپنی کفالت میں لے لیا انہوں نے آپ پر اتنی شفقت کی کہ اتنا پیار وہ اپنی اولاد سے بھی انہیں کرتے تھے۔

ابْن اسحاق وَالْبَيْهَقِيّ وابو نعيم من طَرِيقه قَالَ حَدثنِي الْعَبَّاس بن عبد الله ابْن معبد عَن بعض أَهله قَالَ كَانَ يوضع لعبد الْمطلب فرَاش فِي ظلّ الْكَعْبَة وَكَانَ لَا يجلس عَلَيْهِ أحُدُ من بنيه إجلالا لَهُ وَكَانَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يَأْتِي حَتَّى يجلس عَلَيْهِ

فَيَذْهَب أَعْمَامه يؤخرونه فَيَقُول جده دعوا ابْنِي فيمسح على ظهره وَيَقُول إن لِابْنِي هَذَا لشأنا فتوفي عبد الْمطلب وَالنَّبِيّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ابْن ثَمَان سِنِين وَأوصى بِهِ أَبَا طَالب۔

ابن اسحاق، بیہقی، ابونعیم نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ ہم سے عبداللہ بن عباس بن معبد نے اوران سے ان کے بعض گھر والوں نے حدیث بیان کی کہ عبدالمطلب کے لیے سایہ خانہ کعبہ میں مسند لگائی جاتی اور مسند پر اُن کے جلال کی وجہ سے آپ کی اولاد (سمیت) کوئی نہ بیٹھتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے تو آپ اسی مسند پر بیٹھ جاتے۔ جب کوئی چچا یہ آپ کو دیکھ لیتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مسند سے اُٹھنے کے لیے کہتا تو پھر عبدالمطلب فرماتے ''میرے بیٹے سے کچھ نہ کہو'' پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پر شفقت اور پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ''ان لابنی ھذا لشاٴن'' بلاشبہ میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہے۔ جب عبدالمطلب نے وفات پائی اُس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابھی آٹھ سال کے تھے۔ عبدالمطلب نے وفات سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی (پرورش) کے بارے میں ابوطالب کو وصیت کردی تھی۔

(الخصائص الکبری، باب معرفة عبدالمطلب بشان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم :ص ۱۲۷، ۱۳۸ ج ا مکتبہ الحقانیہ پشاور)

وقال قوم من بني مدلج لعبد المطلب احتفظ به فإنا لم نر قدما أشبه بالقدم التي في المقام منه.وقال عبد المطلب لأم أيمن: يا بركة احتفظي به لا تغفلي عنه فإن أهل الكتاب يزعمون أنه نبي هذه الأمة

بنو مدلج کے بعض لگوں نے حضرت عبدالمطلب سے کہا ان کی خوب حفاظت کروان کے قدمین شریفین اس قدم سے بہت زیادہ ملتے ہیں ۔ جو مقام ابراہیمی میں ہے حضرت عبدالمطلب حضرت ام ایمن سے فرماتے برکتہ ان کی خوب حفاظت کیا کروان سے غفلت کا اظہار نہ کیا کرو اہل کتاب گمان کرتے ہیں کہ یہ اس امت مرحومہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں

وروى المحاملي عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال سمعت أبي يقول كان لعبد المطلب مفرش فى الحجر لا يجلس عليه غيره وكان حرب بن أمية فمن دونه يجلسون حوله دون المفرش، فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما وهو غلام لم يبلغ الحلم فجلس على المفرش فجذبه رجل فبكى رسول الله صلى الله عليه وسلم. فقال عبد المطلب- وذلك بعد ما كف بصره ما لابني يبكى؟ قالوا له: أراد أن يجلس على المفرش فمنعوه. دعوا ابنى يجلس عليه فإنه يحس من نفسه بشرف وأرجو أن يبلغ من الشرف ما لم يبلغه عربي قبله ولا بعده.

محاملی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا میں نے اپنے والد ماجد کو فرماتے سنا حضرت عبدالمطلب کے لیے مقام حجر میں ایک چٹائی پر بیٹھ گئے ۔ایک شخص نے آپ کو کھینچا تو آپ رونے لگے ۔حضرت عبدالمطلب نے کہا اس وقت ان کی بینائی جا چکی تھی ۔میرا نورِ نظر کیوں رو رہا ہے لوگوں نے بتایا انہوں نے چٹائی پر بیٹھنے کی کوشش کی اور ہم نے انہیں منع کیا ۔انہوں نے فرمایا: میرے نورِ نظر

کو اس پر بیٹھے دو یا اپنے بارے شرف محسوس کرتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ یہ شرف کے اس مقام تک پہنچیں گے جس پر نہ پہلے نہ ہی بعد میں کوئی عربی پہنچا ہوگا۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد: فی کفالۃ عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۱۲۹ جلد ۲ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

وروى البلاذري عن الزهري ومحمد بن السائب أن عبد المطلب كان إذا أتي بالطعام أجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى جنبه وربما أقعده على فخذه فيؤثره بأطيب طعامه. وكان رقيقا عليه برا به. فربما أتي بالطعام وليس رسول الله صلى الله عليه وسلم حاضرا فلا يمس شيئاً منه حتى يؤتى به. وكان يفرش له في ظل الكعبة ويجلس بنوه حول فراشه إلى خروجه فإذا خرج قاموا على رأسه مع عبيده إجلالا له وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأتي وهو غلام جفر فيجلس على الفراش فيأخذه أعمامه ليؤخروه فيقول عبد المطلب دعوا ابني ما تريدون منه؟ إن له لشأنا. ويقبل رأسه ويمسح صدره ويسر بكلامه وما يرى منه.

بلاذری نے امام زہری اور محمد بن سائب سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کے لیے کھانا لایا جاتا ہے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پہلو میں بٹھا لیتے اکثر اوقات اپنی ران پر بٹھا لیتے آپ کو عمدہ کھانا کھلاتے وہ آپ پر بڑے شفیق اور مہربان تھے۔ اگر کھانا اس وقت آتا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما نہ ہوتے تو وہ کھانے کو ہاتھ تک نہ لگاتے حتی کہ آپ تشریف لے آتے۔ ان کے لیے ظل کعبہ میں

ایک چٹائی بچھائی جاتی ان کے فرزند اس چٹائی کے اردگرد بیٹھتے تھے جب حضرت عبدالمطلب آجاتے تو وہ ان کے جلال کی وجہ سے ان کے سرپر کھڑے ہوجاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے معصوم بچپن میں تھے آپ ان کی چٹائی پر بیٹھ جاتے آپ کے چچا آپ کو وہاں سے ہٹانے کی کوشش کرتے حضرت عبدالمطلب فرماتے میرے نورنظر کو چھوڑ دو تم ان سے کیا چاہتے ہو ان کی عظیم شان ہوگی وآپ کے سراقدس چومتے سینہ مبارک پر ہاتھ پھیرتے آپ کی زیارت کرکے اور آپ کی گفتگو سن کر مسرور ہوتے۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد: فی کفالۃ عبدالمطلب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰ جلد ۲ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

ابن الجوزی نے ''الوفا'' میں لکھا ہے کہ

قال الحافظ أبو الفرج ابن الجوزی فی "الوفا" فی سنة سبع من مولده صلی الله علیه وسلم أصابه رمد شدید فعولج بمكة فلم یغن فقیل لعبد المطلب إن فی ناحیة عكاظ راهبا یعالج الأعین فركب إلیه فناداه ودیره مغلق فلم یجبه فتزلزل دیره حتی كاد أن یسقط علیه فخرج مبادرا فقال: یا عبد المطلب إن هذا الغلام نبی هذه الأمة ولو لم أخرج إلیك لخر علی دیری فارجع به واحفظه لا یقتله بعض أهل الكتاب. ثم عالجه وأعطاه ما یعالج به. وألقی له المحبة فی قلوب قومه وكل من یراه

آپ کی عمر مبارک کے ساتویں سال آپ کو شدید آشوب چشم ہوگیا۔ مکہ مکرمہ میں آپ کا علاج کرایا گیا مگرافاقہ نہ ہوا حضرت عبدالمطلب سے کہا گیا عکاظ کی طرف ایک راہب رہتا ہے جو آنکھوں کا علاج کرتا

ہے۔ حضرت عبدالمطلب آپ کو سوار کرا کر ادھر لے گئے۔ اسے آواز دی اس کا گرجا بند تھا اس نے جواب نہ دیا اس کا گرجا لرز اٹھا قریب تھا کہ اس پر گر پڑتا وہ جلدی سے باہر نکلا اس نے کہا عبدالمطلب! یہ بچہ اس امت کا نبی ہوگا۔ اگر میں تمہارے پاس نہ آتا تو یہ گرجا میرے اوپر گر پڑتا انہیں واپس لے جاؤ اور ان کی حفاظت کرو اہل کتاب انہیں شہید ہی نہ کردیں پھر اس نے آپ کا علاج کیا آپ کی محبت آپ کی قوم کے ہر فرد کے دل میں ڈال دی گئی جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا وہ آپ کی محبت کا اسیر ہو جاتا۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد: الباب الرابع فیما حصل لہ فی سنۃ سبع من مولدہ صفحہ ۱۳۴ جلد ۲ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

حضرت عبدالمطلب کی وفات:

جب آپ کے جد امجد کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک کیا تھی اس میں اختلاف ہے۔ بعض کے مطابق آٹھ، آٹھ سال ایک ماہ اور دس دن، نو سال، چھ سال تھی۔

نوٹ: فقیر قادری کہتا ہے کہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے جس پر کئی شواہد موجود ہیں جن کو آگے بیان کیا جا رہا ہے۔

حضرت عبدالمطلب کی عمر مبارک ایک سو بیس سال تھی، دوسرے قول کے مطابق، بیاسی سال اور ایک سو چوالیس یا پچانوے سال تھی۔

محمد بن عمر اسلمی حضرت ام ایمن سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتیں ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بوقت وفات) حضرت عبدالمطلب کی چارپائی کے پیچھے رو رہے تھے اُس وقت آپ کی عمر مبارک ''آٹھ سال'' تھی پھر اِن کو ''حجون'' دفن کر دیا گیا۔

ابن سعد نے امام واقدی کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم سے عرض کی گئی کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عبدالمطلب کی وفات (کا وقت) یاد ہے آپ نے فرمایا

ہاں! میں اُس وقت آٹھ سال کا تھا۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد : الباب الخامس فی وفات عبد المطلب وصیۃ لابی طالب برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وماظہر فی ذلک من الایات صفحہ ۱۲۵، جلد ۲ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

حضرت عبدالمطلب کی ابوطالب کو وصیت:

ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا

قال ابن إسحاق وغيره ولما حضرت عبد المطلب الوفاة أوصى أبا طالب بحفظ رسول الله صلى الله عليه وسلم وحياطته والقيام عليه. وأوصى به إلى أبي طالب. لأن عبد الله وأبا طالب كانا لأم واحدة. فلما مات عبد المطلب كان أبو طالب هو الذي يلي أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد جده.

جب حضرت عبدالمطلب کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے جناب ابو طالب کو وصیت کی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کریں ۔ان کی نگہبانی کریں ان کے امور کی نگہداشت کریں ۔انہوں نے جناب ابو طالب کو اس لیے وصیت کی تھی ۔کیونکہ حضرت عبداللہ اور جناب ابوطالب کی والدہ ایک ہی تھیں آپ کے جدامجد کے وصال کے بعد جناب ابوطالب آپ کے امور کے والی ہے۔

وروى ابن سعد والحسن بن عرفة وابن عساكر عن ابن عباس وغيره قالوا: لما توفي عبد المطلب قبض أبو طالب رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان يكون معه. وكان يحبه حبا شديدا لا يحبه ولده وكان لا ينام إلا إلى جنبه وصب به صبابة لم يصب مثلها قط. وكان يخصه بالطعام وكان عيال أبي طالب إذا

أكلوا جميعا أو فرادى لم يشبعوا وإذا أكل معهم رسول الله صلى الله عليه وسلم شبعوا. وكان أبو طالب إذا أراد أن يغديهم أو يعشيهم يقول: كما أنتم حتى يحضر ابني. فيأتي رسول الله صلى الله عليه وسلم فيأكل معهم فيفضلون من طعامهم. وإن لم يكن معهم لم يشبعهم. وإن كان لبنا شرب أولهم ثم يتناول العيال القعب فيشربون منه فيروون عن آخرهم من القعب الواحد، وإن كان أحدهم ليشرب قعباً وحده فيقول أبو طالب إنك لمبارك. وكان الصبيان يصيحون رمصاً شعثاً ويصبح رسول الله صلى الله عليه وسلم دهينا كحيلا.

ابن سعد، ابن عساکر اور حسن بن عرفہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کا وصال ہوا تو ابو طالب آپ کے امور کے نگران بنے۔ وہ آپ کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ وہ آپ سے بہت شدید محبت کرتے تھے۔ وہ اتنا پیارا پنی اولاد سے بھی نہیں کرتے تھے۔ آپ ان کے پاس ہی سوتے تھے۔ وہ آپ کے لیے خصوصی کھانے کا اہتمام کرتے تھے۔ جناب ابو طالب کی اولاد جب اکٹھے کھاتے یا الگ الگ کھاتے تو وہ سیر نہ ہوتے تھے۔ جب حضور ﷺ ان کے ہمراہ کھاتے تو وہ سب سیر ہو جاتے جناب ابو طالب جب اپنی اولاد کو صبح یا شام کا کھانا کھلانا چاہتے تو فرماتے ابھی ٹھہر جاؤ حتی کہ میرا فرزند دلبند آجائے۔
حضور ﷺ تشریف لاتے ان کے ہمراہ کھانا تناول فرماتے ان کا کھانا بچ جاتا۔ اگر ان کے ساتھ کھانا نہ کھاتے تو وہ سیر نہ ہوتے تھے

اگر دودھ ہوتا تو سب سے پہلے آپ نوش فرماتے پھر دیگر اولاد کو وہی پیالہ پکڑاتے۔ وہ اس سے پی لیتے ان کا آخری شخص بھی ایک پیالے سے سیراب ہو جاتا۔ حالانکہ وہ دودھ ایک شخص بآسانی پی سکتا تھا۔ ابو طالب کہتے آپ بہت مبارک ہیں بچے صبح سویرے اٹھتے تو ان کی آنکھوں پر میل کچیل لگی ہوتی بال بکھرے ہوتے۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح اٹھتے تو آپ کے سر پر تیل لگا ہوتا آنکھوں میں سرمہ ہوتا

وروى أبو نعيم عن أم أيمن قالت: ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم شكا جوعا ولا عطشا لا في كبره ولا في صغره. وكان يغدو إذا أصبح فيشرب من ماء زمزم شربة فربما عرضنا عليه الغداء فيقول أنا شبعان

ابو نعیم نے حضرت ام ایمن سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھوک یا پیاس کی شکایت کی ہو۔ نہ بچپن میں نہ ہی بڑی عمر میں۔ وقت صبح آپ جاتے آبِ زمزم پی لیتے بعض اوقات ہم کھانا پیش کرتے تو آپ فرماتے میں سیر ہوں۔

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد: الباب الخامس فی وفات عبد المطلب وصیۃ لابی طالب برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وماظہر فی ذلک من الایات صفحہ ۱۳۶ جلد ۲ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

روى الحسن بن سفيان عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال كان أبو طالب يقرب للصبيان تصبيحهم فيضعون أيديهم فينتهبون ويكف رسول الله صلى الله عليه وسلم يده فلما رأى ذلك أبو طالب عزل له طعامه.

حسن بن سفیان نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ کہ

جناب ابوطالب بچوں کو ناشتہ دیتے ان کے ہاتھ ناشتہ میں چلے جاتے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست اقدس روک لیتے جب ابوطالب نے یہ دیکھا تو انہوں نے آپ کا کھانا علیحدہ کر دیا۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد : الباب الخامس فی وفات عبد المطلب وصیۃ لابی طالب برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وماظہر فی ذلک من الایات صفحہ ۱۳۶ جلد ۲ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

حضور کے وسیلے سے بارش:

وی ابن عساكر عن جلهمة بن عرفطة قالقدمت مكة وقريش فى قحط. فقائل منهم يقولاعتمدوا واللات والعزى. وقائل منهم يقول اعتمدوا مناة الثالثة الأخرى فقال شيخ وسيم حسن الوجه جيد الرأى أنى تؤفكون وفيكم بقية إبراهيم وسلالة إسماعيل. قالوا كأنك عنيت أبا طالب؟ قال إيها فقاموا بأجمعهم وقمت معهم فدققنا عليه بابه فخرج إلينا رجل حسن الوجه عليه إزار قد اتشح به فثاروا إليه فقالوا ياأبا طالب أقحط الوادى وأجدب العيال فهلم فاستسق لنا فخرج أبو طالب ومعه غلام كأنه شمس دجنة تجلت عليه سحابة قتماء وحوله أغيلمة فأخذه أبو طالب فألصق ظهره بالكعبة ولاذ بإصبعه الغلام وما فى السماء قزعة فأقبل السحاب من هاهنا وها هنا وأغدق واغدودق وانفجر له الوادى وأخصب النادى والبادى. وفى ذلك يقول أبو طالب:

وأبيض يستسقي الغمام بوجهه
ثمال اليتامى عصمة للأرامل

يلوذ به الهلاك من آل هاشمٍ
فهم عنده في نعمة وفواضل

ابن عساکر نے جُلْهمہ بن عُرْفُطہ سے روایت کیا انہوں نے فرمایا میں مکہ مکرمہ آیا قریش قحط سالی کا شکار تھے ان میں سے ایک شخص نے کہا لات وعزیٰ کے پاس چلو کسی نے کہا مناۃ کے پاس چلو ان میں سے ایک حسین وشکیل بزرگ نے کہا تم میں حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل کے بقیہ ہیں۔لوگوں نے کہا گویا کہ تمہاری مراد جناب ابوطالب ہیں اس نے کہا ہاں! وہ سارے اٹھ کھڑے ہوئے میں بھی ان کے ہمراہ اٹھا انہوں نے جناب ابوطالب کا دروازہ کھٹکھٹایا ایک حسین جمیل شخص باہر نکلا اس نے ازار پہنا ہوا تھا۔سارے لوگ ان کے پاس گئے انہوں نے کہا جناب ابو طالب !وادی قحط سالی کا شکار ہوگئی۔اہل وعیال بھوکے مرنے لگے ہیں آئیں ہمارے لیے ابرِ رحمت کی دعا کریں جناب ابوطالب !باہر نکلے ان کے ہمراہ ایک من موہنا بچہ بھی تھا گویا کہ سورج ابھی بادلوں کی اوٹ سے نکلا ہو۔ان کے ارد گرد ان کے ہم عمر بچے بھی تھے جناب ابوطالب نے انہیں پکڑا ان کی کمر انور خانہ کعبہ کے ساتھ لگائی اس بچے نے اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا ادھر ادھر سے بادل آنے لگے۔وہ ایک جگہ جمع ہو گئے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی وادی بہہ پڑی اور ہر طرف شادابی لہلانے لگی اسی واقعہ کے بارے میں جناب ابوطالب نے کہا ہے:

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِه
ثِمَالُ الْيَتَامىٰ عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

يَلُوْذُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ

فَهُمْ عِنْدَهُ فِي نِعْمَةٍ وَفَوَاضِلِ

وہ سفید چہرے والے ہیں ان کے چہرۂ انور کے طفیل بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کی عزت کے محافظ ہیں ۔بنو ہاشم کے ہلاک ہونے والے افراد آپ کی پناہ حاصل کرتے ہیں وہ آپکے پاس نعمتیں اور عنایات ہیں۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد الباب السادس فی استسقاء ابی طالب ......صفحہ ۱۳۷ جلد ۲ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

ابن سعد نے عمرو بن سعید سے روایت کیا ہے:

ابن سعد: حدثنا الأزرق، حدثنا عبد الله بن عون، عن عمرو بن سعيد أن أبا طالب قال كنت بذي المجاز مع ابن أخي، يعني النبي صلى الله عليه وسلم. فأدركني العطش فشكوت إليه فقلت يا ابن أخي قد عطشت. وما قلت له ذلك وأنا أرى عنده شيئاً إلا الجزع قال فثني وركه ثم قال يا عم عطشت؟ قلت نعم. فأهوى بعقبه إلى الأرض فإذا أنا بالماء فقال اشرب فشربت.

کہ جناب ابو طالب نے فرمایا میں اپنے محترم بھتیجے کے ہمراہ ذوالمجاز کے مقام پر تھا مجھے پیاس نے آلیا۔میں نے آپ سے شکوہ کیا میں نے کہا میرے بھتیجے ! مجھے پیاس لگی ہے میں نے آپ کو صرف اس لیے کہا تھا کیونکہ آپ کے پاس گھبراہٹ کے علاوہ کچھ اور نظر نہیں آرہا تھا آپ نے فرمایا چچا جان ! آپ کو پیاس لگی ہے؟ میں نے کہا ہاں ! آپ نے ایڑھی زمین پر ماری پانی کا چشمہ رواں ہوگیا آپ نے فرمایا پانی ہی پی لیں میں نے پانی پی لیا۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد الباب السادس فی استسقاء ابی طالب......صفحہ ۱۳۷ جلد ۲ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

سفر شام:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک جب بارہ سال ہوئی تو آپ نے شام کا سفر کیا جس کی تفصیل درج ذیل روایات میں مذکور ہے۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے عبداللہ بن محمد بن عقیل اور ابن سعد نے عبدالرحمن بن ابزی سے اس کے علاوہ امام ترمذی، بزار، بیہقی وغیرہ نے بھی اس کو محمد بن اسحاق سے روایت کیا ہے۔

عن محمد بن إسحاق قالوا إن أبا طالب أراد المسير فی ركب إلى الشام فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم أی عم إلى من تخلّفنی ها هنا؟ وصب به رسول الله صلى الله عليه وسلم فرق له أبو طالب فلما سارا أردفه خلفه فخرج به فنزلوا على صاحب دير فقال صاحب الدير ما هذا الغلام منك؟ قال ابنی. قال ما هو بابنك وما ينبغی أن يكون له أب حی. قال ولم؟ قال لأن وجهه وجه نبی وعينه عين نبی. قال وما النبی؟ قال الذی يوحى إليه من السماء فينبئ أهل الأرض.قال الله أجل مما تقول. قال فاتق عليه اليهود.ثم خرج حتى نزل براهب أيضاً صاحب دير فقال ما هذا الغلام منك؟ قال ابنی قال ما هو بابنك وما ينبغی أن يكون له أب حی. قال ولم؟ قال لأن وجهه وجه نبی وعينه عين نبی. قال سبحان الله! أجل مما تقول.وقال أبو طالب للنبی صلى الله عليه وسلم

يا ابن أخي ألا تسمع ما يقولون؟ قال أي عم لا تنكر لله قدرة.

کہ جناب ابو طالب نے ایک قافلے کے ساتھ شام جانے کا ارادہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے چچا جان! مجھے کس کے سپرد کر کے جارہے ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ چمٹ گئے۔ جناب ابو طالب کے دل میں رقت پیدا ہوگئی جب وہ عازم سفر ہونے لگے تو آپ کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ وہ ایک پادری کے پاس ٹھہرے پادری نے پوچھا یہ بچہ تمہارا کیا لگتا ہے انہوں نے کہا یہ میرا بچہ ہے پادری نے کہا یہ آپ کا بچہ نہیں ہوسکتا اس کے والد گرامی کو زندہ نہیں ہونا چاہیے جناب ابو طالب کیوں پادری نے کہا کیونکہ ان کا چہرہ انور نبی کا چہرہ اوران کی آنکھیں نبی کی آنکھیں ہیں۔ ابو طالب کہنے لگے نبی کون ہوتا ہے وہ کہنے لگا (نبی وہ ہے) جس کی طرف آسمان سے وحی آتی ہے تو وہ زمین والوں کو بتاتا ہے۔ جناب ابو طالب کہنے لگے۔ رب تعالیٰ اس سے اجل ہے جو کچھ تم کہہ رہے ہو۔ پادری اس بچے کو یہودیوں سے بچاؤ پھر وہ آگے عازمِ سفر ہوگئے۔ ایک اور پادری کے ہاں فروکش ہوئے پادری نے پوچھا یہ بچہ آپ کا کیا لگتا ہے جناب ابو طالب یہ میرا بچہ ہے پادری اس کے والد گرامی کو زندہ نہیں ہونا چاہیے۔ جناب ابو طالب کیوں پادری کیونکہ اس کا چہرہ نبی کا چہرہ اور اس کی آنکھیں نبی کی آنکھیں ہیں۔ جناب ابو طالب سبحان اللہ! رب تعالیٰ اس سے اجل ہے جو کچھ تو کہہ رہا ہے جناب ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا اے میرے محترم بھتیجے کیا آپ سن رہے ہیں کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں آپ نے فرمایا چچا جان انکار نہ کریں رب تعالیٰ کو قدرت حاصل ہے۔

خبر بحيرا فلما نزل الركب بصرى وبها راهب يقال له
بحيرا فی صومعة له

قال ابن إسحاق وكان أعلم أهل النصرانية. فلما
نزلوا ذلك العام ببحيرا وكانوا كثيرا ما يمرون به
قبل ذلك لا يكلمهم ولا يعرض لهم. حتى إذا كان
ذلك العام نزلوا قريبا من صومعته فرأى وهو فی
صومعته رسول الله صلى الله عليه وسلم فی ركب
حين أقبلوا وغمامة تظله من بين القوم ثم أقبلوا
فنزلوا فی ظل شجرة قريبا منه فنظر إلى الغمامة حين
أظلت الشجرة وتهصرت أغصان الشجرة على رسول
الله صلى الله عليه وسلم حين استظل تحتها. فلما
رأى بحيرا ذلك نزل من صومعته وجعل يتخللهم
حتى جاء فأخذ بيد رسول الله صلى الله عليه وسلم
وقال هذا سيد العالمين هذا يبعثه الله رحمة
للعالمين. فقال له أشياخ من قريش وما علمك؟
قال إنكم حين أشرفتم من العقبة لم يمر بشجر ولا
حجر إلا خر ساجدا ولا يسجدان إلا لنبی وإنی أعرفه
بخاتم النبوة فی أسفل من غضروف كتفه مثل
التفاحة. ثم رجع وأمر بطعام كثير فصنع ثم أرسل
إليهم فقال إنی صنعت لكم طعاما يا معشر قريش
وإنی أحب أن تحضروا كلكم صغيركم وكبيركم
وحركم وعبدكم. فقال رجل يا بحيرا إن لك اليوم
لشأناً ما كنت تصنع هذا فيما مضى وقد كنا نمر بك

كثيرا فيما شأنك؟ فقال بحيرا صدقت قد كان ما تقول، ولكنكم ضيف وقد أحببت أن أكرمكم وأصنع لكم طعاما تأكلون منه. فاجتمعوا إليه. فلما أتاهم به وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم راح مع من يرعى الإبل. وفي رواية: فتخلف رسول الله صلى الله عليه وسلم من بين القوم لحداثة سنه في رحال القوم. فلما نظر بحيرا لم ير الصفة التي يعرف ويجد عنده. فقال يا معشر قريش لا يتخلف أحد منكم عن طعامي هذا قالوا ما تخلف عنك أحد يأتيك إلا غلام هو أحدث القوم سنا تخلف في رحالنا. فقال لا تفعلوا ادعوه فليحضر هذا الطعام. فقام الحارث بن عبد المطلب فأتى به. فلما أقبل وعليه غمامة تظله فقالوا انظروا إليه عليه غمامة تظله. فلما دنا من القوم وجدهم سبقوه إلى فيء الشجرة فلما جلس مال فيء الشجرة عليه. فقال: انظروا ما فيء الشجرة عليه هذا نبي هذه الأمة الذي يرسله الله إلى الناس كافة.

بحیرا راہب:

جب یہ قافلہ بصریٰ پہنچا وہاں ایک راہب کا بسیرا تھا۔ جسے بحیرا کہا جاتا تھا وہ عیسائیت کو سب سے زیادہ جاننے والا تھا قریش کے کارواں اکثر وہاں سے گزرتے تھے۔ اس سے قبل وہ راہب نہ تو ان سے تعرض کرتا تھا نہ ہی ان سے بات چیت کرتا تھا۔ اس سال جب یہ کارواں اس کے گرجا کے پاس فروکش ہوا۔ اس نے اپنے گرجے

سے حضور کی زیارت کی ساری قوم کو چھوڑ کر بادل آپ کے سر اقدس پر سایہ کناں تھا کارواں آگے آیا وہ گرجے کے قریب ایک درخت کے نیچے فروکش ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سایہ کے نیچے آئے تو اس کی شاخیں آپ پر جھک گئیں۔

جب بحیرا نے یہ دلکش منظر دیکھا وہ اپنے گرجا سے اترا وہ آپ کو تلاش کرنے لگا اس نے آپ کا دست اقدس تھاما اور کہا یہ عالمین کے سردار ہیں انہیں ربّ تعالیٰ رحمۃ اللعالمین بنا کر مبعوث کرے گا۔ قریش کے بزرگوں سے کہا جب تم گھاٹی سے اتر رہے تھے یہ کسی بھی درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے وہ فوراً سجدہ ریزہ ہو جاتے یہ چیزیں صرف نبی کے لیے سجدہ کرتی ہیں میں انہیں اس مہر نبوت سے جانتا ہوں جو کندھے کی ہڈی کے نیچے ہے۔ پھر وہ واپس آیا اس نے کثیر کھانا پکانے کا حکم دیا کھانا پک گیا تو اس نے کارواں کی طرف پیغام بھیجا۔ اس نے کہا میں نے تمہارے لیے کھانا تیار ہے گروہ قریش میں چاہتا ہوں کہ اس کھانے میں تمہارے چھوٹے بڑے آزاد اور غلام شریک ہوں۔ ایک شخص نے کہا بحیرا کیا وجہ ہے کہ تو اس طرح کر رہا ہے اس سے پہلے بھی ہم اس جگہ سے اکثر گزرتے رہے ہیں پہلے تمہار اسلوک اس طرح نہ ہوتا تھا۔ اس نے کہا تم نے سچ کہا ہے اسی طرح معاملہ تھا جس طرح تم کہہ رہے ہو لیکن تم مہمان ہو میں چاہتا ہوں کہ تمہاری عزت کروں تمہارے لیے کھانا بناؤں جسے تم کھاؤ قریش ان کے پاس گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹوں کے پاس رہے۔ یا اپنے کمسن ہونے کی وجہ سے قوم کے سامان کے پاس رہے۔ جب دیکھا تو اسے وہ حلیہ نظر نہ آیا جسے وہ جانتا تھا اپنے پاس مکتوب پاتا تھا اس نے کہا اے گروہ قریش تم میں سے کوئی میرے کھانے سے رہ نہ جائے تو

قریش ۔۔نے کہا تمہارے کھانے سے کوئی نہیں رہا سوائے ایک بچے کے وہ سب کم عمر ہیں وہ ہمارے سامان کے پاس ہیں بحیرا نے کہا اس طرح نہ کرواسے بھی بلاؤ وہ بھی کھانا کھائے ۔ حارث بن عبدالمطلب اٹھا اور آپ کو لے آیا جب آپ آئے تو بادل آپ پر سایہ فگن تھے ۔ جب آپ ان کے قریب پہنچے تو درخت کے سایہ کے نیچے جگہ نہ تھی ۔ سایہ خودبخود آپ کی طرف بڑھنے لگا پادری نے کہا ذرا درخت کا سایہ دیکھو ان کی طرف بڑھ رہا ہے یہ اس امت کے نبی ہیں جنہیں رب تعالیٰ سارے لوگوں کی طرف مبعوث کرے گا۔

وفي "الزهر" نقلا عن محمد بن عمر الأسلمي إن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما فارق تلك الشجرة التي كان جالسا تحتها وقام انفلقت من أصلها حين فارقها وجعل يلحظه لحظا شديدا ينظر إلى أشياء من بدنه قد كان يجدها عنده في صفته وقال لقومه هذه الحمرة التي في عينيه تأتي وتذهب أولا تفارقه؟ قالوا ما رأيناها فارقته قط. فأقبل على النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا غلام أسألك باللات والعزى إلا ما أخبرتني عما أسألك عنه. وإنما قال له بحيرا ذلك لأنه سمع قومه يحلفون بهما فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تسألني باللات والعزى فوالله ما أبغضت بغضهما شيئاً. فقال له بحيرا فبالله إلا ما أخبرتني عما أسألك. فقال سلني عما بدا لك. فجعل يسأله عن أشياء عن حال نومه ويقظته وجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يخبره فوافق ذلك ما

عند بحيرا من صفته. ثم نظر إلى ظهره فرأى خاتم النبوة بين كتفيه على موضعه من صفته عنده فلما فرغ منه أقبل على عمه أبي طالب فقال ما هذا الغلام منك؟ قال ابني فقال بحيرا ما هو بابنك وما ينبغي لهذا الغلام أن يكون له أب حي. قال فإنه ابن أخي. قال فما فعل أبوه؟ قال مات وأمه حامل به. قال صدقت ارجع بابن أخيك إلى بلدك واحذر عليه اليهود فوالله لئن رأوه وعرفوا منه ما عرفت ليبغنه شراً فإنه كائن لابن أخيك شأن. فأسرع به إلى بلاده ولا تذهب به إلى الروم فإن الروم إذا رأوه عرفوه بالصفة فيقتلونه والتفت عنه بحيرا فإذا هو بسبعة نفر قد أقبلوا من الروم فاستقبلهم فقال ما جاء بكم؟ قالوا جئنا إلى هذا النبي الذي هو خارج في هذا الشهر فلم يبق طريق إلا بعث إليه ناس وإنا قد أخبرنا خبره بطريقك هذا. قال أفرأيتم أمرا أراد الله أن يقضيه هل يستطيع أحد من الناس رده؟ قالوا لا فبايعوه وأقاموا معه. فأتى قريشا فقال أنشدكم با الله أيكم وليه قالوا أبو طالب. فلم يزل يناشده حتى رده أبو طالب وأرسل معه رجلا وزودهم الراهب من الكعك والزيت. وقال أبو طالب في هذه السّفرة قصائد

''الزھر'' میں محمد بن عمر اسلمی سے روایت میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس درخت سے علیحدہ ہوئے تو وہ اپنی جڑ سے پھٹ گیا پھر

آپ کے اعضاء مبارکہ کو دیکھنے لگا۔ وہ آپ کے وہی اوصاف پاتا جو
اس کے ہاں لکھے ہوئے تھے۔ اس نے اپنی قوم سے کہا ان کی
آنکھوں کی سرخی آتی جاتی رہتی ہے یا دائمی ہے قریش نے کہا یہ سرخی
دائمی ہے ان کی آنکھوں سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتی۔ بحیرا حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اس نے کہا من موہنے محبوب بچے! میں آپ کو
لات وعزیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میں جو سوال کروں آپ نے
اس کا صحیح جواب دینا ہے بحیرا نے یہ اس لیے کہا تھا کیونکہ اس نے سنا
تھا کہ آپ کی قوم انہیں معبودانِ باطلہ کی قسمیں اٹھاتی تھی۔ آپ نے
فرمایا مجھ سے لات وعزی کی قسم اٹھا کر کچھ نہ پوچھنا مجھے جتنا بغض ان
کے ساتھ ہے اتنا بغض کسی اور چیز سے نہیں اس نے کہا میں آپ کو
رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں سوال کروں آپ کا صحیح جواب
دیں۔ آپ نے فرمایا جو چاہو سوال کرو اس نے آپ کی نیند
اور بیداری کے متعلق سوالات کیے آپ اسے جوابات ارشاد فرمانے
لگے جو ان اوصاف کے موافق تھے جو اس کے پاس لکھی ہوئی تھی
پھر وہ جناب ابو طالب کی طرف متوجہ ہوا اس نے پوچھا یہ معصوم بچہ
آپ کا کیا لگتا ہے؟ جناب ابو طالب یہ میرا بیٹا ہے بحیرا یہ آپ کا بیٹا
نہیں اس کے والد گرامی کو زندہ نہیں ہو چاہیے۔ جناب ابو طالب یہ
میرا بھتیجا ہے بحیرا اس کے والد محترم کیا کرتے ہیں؟ جناب ابو طالب
یہ ابھی اپنی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں تھے کہ ان کا وصال ہو گیا تھا
بحیرا راہب آپ نے سچ کہا اس بچے کو اپنے شہر میں لے جائیں
اور اس کے بارے میں یہودیوں سے بچ کر رہیں خدا قسم اگر انہوں
نے اس کی زیارت کر لی اور وہ صفات جن سے میں آگاہ ہو چکا ہوں
جان لیں تو وہ ان کو نقصان پہنچائیں گے تمہارے اس بھتیجے کی شان

بڑی نرالی ہے انہیں لے کر اپنے شہر لوٹ جاؤ انہیں روم کی طرف نہ لے جاؤ (کیونکہ) اگر انہوں نے اِن کو دیکھ لیا تو اور پہچان لیا تو انہیں شہید کر دیں گے۔

بحیرا نے دیکھا تو اسے اچانک سات رومی نظر آئے جو روم سے آئے تھے اس نے اُن کا استقبال کیا اور پوچھا کس لیے آئے ہوا؟ انہوں نے کہا ہم اس نبی کے لیے نکلے ہیں جو اس مہینے کو اپنے شہر سے نکلیں گے سارے رستوں پر لوگوں کو بٹھا دیا گیا ہے ہمیں خبر ملی ہے کہ وہ اس رستہ سے آئے ہیں بحیرا نے کہا تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر ربّ تعالیٰ نے کسی امر کا ارادہ فرما لیا ہو لوگوں میں سے کوئی اُسے لوٹا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں انہوں نے بحیرا کی بیعت کی اس کے ہمراہ ٹھہر گئے بحیرا قریش کے پاس آیا اس نے پوچھا میں تمہیں رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ اس کا سرپرست کون ہے؟ انہوں نے بتایا ابو طالب بحیرا برابر اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ جناب ابو طالب آپ کو واپس لے آئے بحیرا نے اپنا آدمی ان کے ہمراہ بھیجا زیتون اور کیک بطور زادِ راہ دیے جناب ابو طالب نے اس واقعہ کے بارے بہت سے قصائد لکھے ہیں جن کو بہت سے سیرت نگاروں نے تحریر کیا ہے

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد: الباب الثامن فی سفرہ صلی اللہ علیہ وسلم مع عمہ ابی طالب الی الشام صفحہ ۱۴۲، ۱۴۰ جلد ۲ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت:

ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت داؤد بن حصین سے اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے

ابن سعد وابن عساكر، وابن إسحاق فيما رواه البيهقي وغيره فشب رسول الله صلى الله عليه وسلم يكلؤه

الله ويحفظه ويحوطه من أقذار الجاهلية ومعايبها. لما يريد به من كرامته ورسالته. حتى بلغ أن كان رجلا أفضل قومه مروءة وأحسنهم خلقا. وأكرمهم حسبا وأحسنهم جوارا. وأعظمهم حلما. وأصدقهم حديثاً. وأعظمهم أمانة. وأبعدهم من الفحش والأخلاق التي تدنس الرجال تنزها وتكرما. ما رئى ملاحيا ولا مماريا أحدا حتى ما اسمه في قومه إلا الأمين لما جمع الله فيه من الأمور الصالحة.

کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حالت پر جوان ہوئے کہ آپ پوری طرح رب تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی میں تھے۔ اس نے آپ کو جاہلیت کے عیوب اور گندگی سے پوری طرح محفوظ رکھا تھا۔ کیونکہ وہ آپ کے سر اقدس پر کرامت اور رسالت کا تاج سجانا چاہتا تھا۔ آپ اس طرح جوان ہوئے کہ آپ مروت کے اعتبار سے اپنی قوم سے افضل تھے۔ خلق کے اعتبار سے حسین تھے حسب کے اعتبار سے کریم تھے پڑوس کے اعتبار سے عمدہ تھے حلم کے اعتبار سے عظیم اور گفتگو کے اعتبار سے سچے تھے۔ امانت کے اعتبار سے عظیم تھے آپ فحش اور ان عادات سے دور تھے جو لوگوں کے دامنوں کو میلا کر دیتی ہیں آپ نے کبھی کسی کو گالی گلوچ نہیں دی تھی۔ آپ میں پاکبازی کے امور اتنے زیادہ جمع ہو گئے کہ آپ کی قوم آپ کو امین کہنے لگی۔

أبو هاشم محمد بن ظفر في "خير البشر بخير البشر" حج أكثم بن صيفي حكيم العرب. والنبي صلى الله عليه وسلم في سن الحلم. فرآه أكثم فقال لأبي طالب ما أسرع ما شب أخوك. فقال ليس بأخي ولكنه ابن أخي

عبد الله. فقال أكثم أهو ابن الذبيحين؟ قال نعم. فجعل يتوسمه ثم قال لأبي طالب ما تظنون به؟ قال نحسن به الظن وإنه لوفي سخي. قال؟ هل غير هذا؟ قال نعم إنه لذو شدة ولين ومجلس ركين وفضل متين. قال فهل غير هذا؟ قال أنا لنتيمن بمشهده ونتعرف البركة فيما لمسه بيده. فقال أكثم أقول غير هذا إنه ليضرب العرب قامطة-يعني جامعة-بيد حائطة ورجل لائطة ثم ينعق بهم إلى مرتع مريع وورد سريع فمن اخرورط إليه هداه ومن احروف عنه أرداه.

ابو ہاشم محمد بن ظفر ''خیر البشر بخیر البشر'' میں لکھا ہے کہ عرب کے حکیم اکثم بن صیفی نے حج کیا آپ اس وقت قریب البلوغ تھے۔اس نے جناب ابو طالب سے کہا آپ کا یہ بھائی کتنی جلدی جوان ہوا ہے؟انہوں نے کہا یہ میرے بھائی نہیں بلکہ میرے بھتیجے اور حضرت عبداللہ کے نورِ نظر ہیں اکثم یہ دوذبیحوں کے فرزند ہیں جناب ابوطالب ہاں اکثم آپ کوغور سے دیکھنے لگا اس نے کہا ان کے بارے تمہارا کیا گمان ہے؟ ابوطالب ہم ان کے بارے حسن ظن رکھتے ہیں۔یہ باوفا اور سخی ہیں اکثم اس کے علاوہ کچھ اور جناب ابو طالب ان کی قوم مضبوط ہے ان کی محفل عمدہ ہے ان کا فضل محکم ہے اکثم اس کے علاوہ کچھ اور؟ جناب ابو طالب ہم ان کی محفل سے برکت حاصل کرتے ہیں جس چیز کو یہ چھولیں ہم اسے بابرکت سمجھتے ہیں اکثم میں اور بھی کچھ کہتا ہوں یہ مضبوط ہاتھ قوی ٹانگ مبارک سے سارے عرب کو روندھ ڈالیں گے۔پھرانہیں عمدہ اور سرسبز وشادات وادی میں لے

جائیں گے۔ جس نے ان کی اتباع کرلی وہ ہدایت پالے گا جس نے ان سے روگردانی کی وہ ہلاک ہوجائے گا۔

ابن سعد نے ربیع بن خثیم سے روایت کیا ہے کہ اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے فیصلے کرانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

قال ابن إسحاق وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحدث عما كان الله يحفظه في صغره من أمر الجاهلية وأنه قال لقد رأيتني في غلمان من قريش ننقل حجارة لبعض ما يلعب به الصبيان كلنا قد تعرى وأخذ إزاره وجعله على رقبته يحمل عليه الحجارة فإني لأقبل معهم وأدبر إذ لكمني لاكم لكمة شديدة ثم قال شد عليك إزارك. قال فأخذته فشددته على ثم جعلت أنقل الحجارة على رقبتي وإزاري على من بين أصحابي.وهذه القصة شبيهة بما وقع عند بناء الكعبة.

ابن اسحاق نے لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرماتے تھے کہ رب تعالیٰ آپ کو بچپن میں جاہلیت کے امور سے کیسے محفوظ رکھتا تھا۔ آپ نے فرمایا آپ قریش کے بچوں میں تھے ہم پتھر منتقل کررہے تھے۔ جن کے ساتھ بچے کھیلتے تھے۔ ہم سب عریاں تھے آپ نے بھی اپنا ازار لیا اور اپنے کندھے پر رکھ دیا اس پر پتھر لانے لگے آپ نے فرمایا میں بھی ان بچوں کے ساتھ آ اور جارہا تھا کسی نے مجھے سخت مکا مارا اور کہا اپنا ازار بند باندھ لیں۔ میں نے ازار بند لیا اور اُسے مضبوطی سے باندھ لیا۔ میں اپنی گردن پر پتھر رکھ کر منتقل کرنے لگا میرے ساتھیوں میں سے صرف میں نے ہی ازار باندھا ہوا تھا اسی

طرح کا واقعہ تعمیر کعبہ کے وقت بھی پیش آیا تھا۔

(سبل الهدى والرشاد فی سيرة خير العباد الباب التاسع فی حفظ الله تعالٰی ..... صفحہ ۱۴۷ جلد ۲ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا بَنَتْ قُرَيْشٌ الْبَيْتَ تَفَرَّدَتِ الرِّجَالُ اثْنَيْنِ اثْنَيْنِ يَنْقُلُونَ الْحِجَارَةَ وَالنِّسَاءُ يَنْقُلْنَ الشِّيدَ قَالَ وَانْفَرَدْتُ أَنَا وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَنْقُلُ الْحِجَارَةَ قَالَ: فَجَعَلْنَا نَأْخُذُ أُزُرَنَا فَنَضَعُهَا عَلَى مَنَاكِبِنَا وَنَجْعَلُ عَلَيْهَا الْحِجَارَةَ حَتَّى إِذَا دَنَوْنَا مِنَ النَّاسِ لَبِسْنَا أُزُرَنَا قَالَ فَبَيْنَا هُوَ يَمْشِي أَمَامِي إِذْ صُرِعَ قَالَ فَجَعَلْتُ أَسْعَى أَوْ قَالَ فَسَعَيْتُ وَهُوَ شَاخِصٌ بِبَصَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ قَالَ فَقُلْتُ يَا ابْنَ أَخِي مَا شَأْنُكَ؟ قَالَ نُهِيتُ أَنْ أَمْشِيَ عُرْيَانًا قَالَ فَكَتَمْتُهُ حَتَّى أَظْهَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ نُبُوَّتَهُ".

طبرانی بیہقی، ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا انہوں نے فرمایا مجھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ جب قریش نے کعبہ معظمہ کو تعمیر کیا تو دو دو افراد مل کر پتھر لا رہے تھے ۔میں اور میرا بھتیجا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم مل کر پتھر اٹھا رہے تھے۔ہم نے اپنے ازار اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔ہم ان پر پتھر منتقل کر رہے تھے جب ہم لوگوں کے قریب جاتے تو ہم ازار پہن لیتے تھے آپ میرے آگے آگے تھے۔آپ اچانک گر پڑے میں دوڑ کر آیا آپ کی نگاہیں آسمان کی طرف تھیں۔میں نے پوچھا میرے بھتیجے کیا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے منع کر دیا گیا ہے کہ میں عریاں چلوں میں نے آپ کا ازار بند باندھ دیا حتی کہ رب تعالیٰ نے آپ کی نبوت کو ظاہر کر دیا۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم: الفصل الثالث عشر ماخص اللہ عزوجل بہ من العصمۃ الاخرہ صفحہ ۱۸۹، ۱۹۰ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

روی الترمذی وغیرہ عن أبی موسی أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَا تَسَلْنِي بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی شَيْئًا. فَوَاللهِ مَا أَبْغَضْتُ بُغْضَهُمَا شَيْئًا قَطُّ

امام ترمذی وغیرہ نے حضرت ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے کہ جب بحیرا نے لات وعزیٰ کی قسم دے کر آپ سے کچھ پوچھنا چاہا تو آپ نے فرمایا ان معبودانِ باطلہ کی قسم اٹھا کر مجھ سے کچھ نہ پوچھا بخدا مجھے جتنا بغض ان سے ہے کسی اور سے نہیں ہے۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد الباب التاسع فی حفظ اللہ تعالی ..... صفحہ ۱۶۸، ۱۶۷ جلد ۲ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

وَأخرج ابو نعیم وَابْن عَسَاكِر عَن عَلِیّ قَالَ قیل للنَّبِی صلی الله عَلَيْهِ وَسلم هَل عبدت وثنا قطّ قَالَ لَا قَالُوا فَهَل شربت خمرًا قطّ قَالَ لَا ومازلت أعرف ان الَّذِی هم عَلَيْهِ كفر وَمَا كنت أَدْرِی مَا الْكتاب وَلَا الايمَان.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی کیا آپ نے کبھی بتوں کی پوجا کی ہے آپ نے فرمایا نہیں کیا آپ نے کبھی شراب پی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں میں ہمیشہ سے یہ جانتا تھا کہ یہ سارے امور جن پر لوگ ہیں کفر ہیں مگر میں نہیں جانتا کہ الکتاب اور الایمان کیا ہے؟

(سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد الباب التاسع فی حفظ اللہ تعالی ..... صفحہ ۱۶۹ جلد ۲ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

(الخصائص الکبری: ذکر المعجزات والخائص فی حلقہ الشریف الاخرہ صفحہ ۱۵۰ جلد ۱ مکتبہ حقانیہ پشاور)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

وَأخرج ابْن سعد وَأَبُو نعيم وَابْن عَسَاكِر من طَرِيق عِكْرِمَة عَن ابْن عَبَّاس قَالَ حَدَّثتنِي أم أَيمن قَالَت كَانَ بوانة صنما يحضرهُ قُرَيْش يَوْمًا فِي السّنة وَكَانَ أَبُو طَالب يحضرهُ مَعَ قومه وَكَانَ يكلم رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ان يحضر ذَلِك الْعِيد مَعَ قومه فيأبى حَتَّى رَأَيْت أَبَا طَالب غضب عَلَيْهِ وَرَأَيْت عماته غضبن عَلَيْهِ يَوْمئِذٍ أَشد الْغَضَب وجعلن يقلن إِنَّا نخَاف عَلَيْك مِمَّا تصنع من اجْتِنَاب آلهتنا وجعلن يقلن يَا مُحَمَّد مَا تُرِيدُ ان تحضر لقومك عيدا وَلَا تكْثر لَهُم جمعا فَلم يزَالُوا بِهِ حَتَّى ذهب فَغَاب عَنْهُم مَا شَاءَ الله ثمَّ رَجَعَ إِلَيْنَا مَرْعُوبًا فَزعًا فَقُلْنَ عماته مَا دهاك قَالَ إِنِّي أخْشَى ان يكون بِي لمَم فَقُلْنَ مَا كَانَ الله ليبتليك بالشيطان وفيك من خِصَال الْخَيْر مَا فِيك فَمَا الَّذِي رَأَيْت قَالَ إِنِّي كلما دنوت من صنم مِنْهَا تمثل لي رجل أَبيض طَوِيل يَصِيح بِي وَرَاءك يَا مُحَمَّد لَا تمسه قَالَت فَمَا عَاد الى عيد لَهُم حَتَّى تنبئ

انہوں نے فرمایا بوانہ کے مقام پر ایک بت تھا قریش سال میں ایک بار اس کے پاس جاتے تھے۔ جناب ابو طالب اپنی قوم کے ساتھ وہاں جاتے تھے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اسکے بارے گفتگو کرتے تھے مگر آپ ہمیشہ انکار فرما دیتے تھے حتی کہ میں دیکھتی تھی کہ جناب ابو طالب آپ سے ناراضگی کا اظہار کر رہے ہوتے تھے۔ پھوپھیاں بھی ناراضگی کا اظہار کرتی تھیں وہ کہتیں محمد عربی آپ

چاہتے ہیں کہ نہ تو آپ اپنی قوم کی عید میں شرکت کریں نہ ہی کسی میلے میں شریک ہوں وہ برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ تھوڑی سی مسافت تک گئے۔ پھر مرعوب ومرھوب واپس آگئے آپ کی پھوپھیوں نے کہا آپ کو کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ کہیں مجھ سے کوئی لغزش نہ ہو جائے۔ انہوں نے کہا رب تعالیٰ آپ کو کبھی بھی شیطان کی وجہ سے امتحان میں نہیں ڈالے گا۔ آپ میں بھلائی کی ساری خصلتیں پائی جاتی ہیں۔ آپ نے کیا دیکھا؟ آپ نے فرمایا جب بھی میں ان معبودانِ باطلہ کے قریب جانے کی کوشش کرتا ایک لمبا سفید شخص میرے سامنے آجاتا وہ کہتا یا محمد! نہیں مس بھی نہ کرنا حضرت ام ایمن نے فرمایا: پھر کبھی بھی آپ نے ان کی عید میں شرکت نہیں کی۔

(الخصائص الکبریٰ: ذکر المعجزات والخائص فی حلقہ الشریف الاخرہ صفحہ ۱۵۰ جلد ۱ مکتبہ حقانیہ پشاور)

حرب الفجار:

وكان في شوال كما قاله الواقدي وقيل في شعبان كما في الروض.

لما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم أربع عشرة أو خمس عشرة فيما قال ابن هشام. وقال ابن إسحاق: عشرين سنة كان قبل المبعث بعشرين سنة هاجت حرب الفجار بين قريش ومن معها من كنانة وبين قيس عيلان. وكان الذي هاجها أن عروة الرحال ابن عتبة أجار لطيمة للنعمان بن المنذر فقال البراض بن قيس أحد بني ضمرة أتجيرها على كنانة؟ قال نعم

وعلى الخلق. فخرج فيها عروة الرحال وخرج البراض يطلب غفلته حتى إذا كان بتيمن ذى طلال بالعالية غفل عروة فوثب عليه البراض فقتله فى الشهر الحرام. فلذلك سمى الفجار. فأتى آت قريشا فقال إن البراض قد قتل عروة وهم فى الشهر الحرام بعكاظ. فارتحلوا وهوازن لا تشعر. ثم بلغهم الخبر فاتبعوهم فأدركوهم قبل أن يدخلوا الحرم فاقتتلوا حتى جاء الليل ودخلوا الحرم فأمسكت عنهم هوازن ثم التقوا بعد هذا اليوم أياما. وكان لكنانة وقيس فيه ستة أيام مذكورة: شمظة ويوم العبلاء وهما عند عكاظ. ويوم الشرب وهو أعظمها يوما وفيه قيد أبو سفيان وأمية وحرب أبناء أمية أنفسهم كى لا يفروا فسموا العنابس. ويوم الحريرة عند نخلة انهزمت قريش إلا بنى نصر منهم فإنهم ثبتوا وشهد رسول الله صلى الله عليه وسلم بعض أيامهم أخرجه أعمامه معهم.

وروى ابن سعد إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قد حضرته- يعنى حرب الفجار- مع عمومتى ورميت فيه بأسهم وما أحب أنى لم أكن فعلته وكنت أنبل على أعمامى

وكان آخر أيام الفجار أن هوازن وكنانة تواعدوا للعام القابل بعكاظ فجاءوا للموعد. وكان حرب بن أمية رئيس قريش وكنانة. وكان عتبة بن ربيعة

يتيما فی حجره فضربه حرب وأشفق من خروجه معه فخرج عتبة بغير إذنه فلم يشعر إلا وهو على بعيره بين الصفين ينادى يا معشر مضر علام تفانون؟ فقالت له هوازن ما تدعوا إليه؟ قال الصلح على أن ندفع لكم دية قتلاكم وتعفوا عن دمائنا قالوا وكيف ذاك؟ قال ندفع إليكم رهنا منا قالوا ومن لنا بهذا. قال أنا قالوا. ومن أنت قال أنا عتبة بن ربيعة بن عبد شمس. فرضوا ورضيت كنانة ودفعوا إلى هوازن أربعين رجلا فيهم حكيم بن حزام فلما رأت بنو عامر بن صعصعة الرهن فی أيديهم عفوا عن الدماء وأطلقوهم وانقضت حرب الفجار. وكان يقال: لم يسد من قريش مملق يعنی فقيرا غير عتبة وأبی طالب فإنهما سادا بغير مال.

یہ جنگ شوال میں ہوئی جیسا کہ امام واقدی نے بیان کیا یا شعبان میں ہوئی تھی صاحب روض نے کہ۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چودہ یا پندرہ سال تھی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس وقت عمر مبارک بیس سال تھی۔ قریش اور ان کے حلیف قبائل اور قیس عیلان کے مابین جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عروۃ الرحال بن عتبہ نے نعمان بن منذر کے ایک کارواں کو پناہ دی۔ براض بن قیس نے کہا کیا تو اسے کنانہ کے خلاف بھی پناہ دیتا ہے۔ عروۃ نے کہا ہاں ساری مخلوق کے خلاف! عروۃ الرحال اس کارواں میں نکلا براض بھی اس کی تلاش میں نکلا جب وہ تیمن ذی طلال کے مقام پر تھا تو عروہ غافل ہو گیا۔ براض نے اس

پر حملہ کر دیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ واقعہ حرمت والے مہینے میں رونما ہوا تھا۔ اس لیے اسے الفجار کہا جاتا ہے۔ قریش کے پاس ایک شخص آیا اس نے کہا براض نے عروہ کو قتل کر دیا ہے۔ قریش اس وقت عکاظ کے مقام پر تھے۔ وہ عازم سفر ہوئے ھوازن کو خبر تک نہ ہوئی جب انہیں علم ہوا تو انہوں نے انہیں جالیا وہ ابھی تک حرم میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ وہ باہم لڑتے رہے حتیٰ کہ رات ہوگئی وہ حرم میں داخل ہو گئے۔ ھوازن قتل عام سے رک گئے پھر یہ جنگ کئی دنوں تک جاری رہی کنانہ اور قیس کے درج ذیل چھ ایام تھے "شمظہ، یوم لعبلا، یہ عکاظ کے قریب تھے یوم الشرب اس روز بہت زیادہ قتل عام ہوا تھا اس روز ابو سفیان، امیہ اور اُس کے بیٹوں نے اور حرب نے خود کو جکڑ لیا تھا تا کہ وہ راہِ فرار اختیار نہ کریں۔ انہیں العنابس کہا جاتا تھا یوم الحُرَیْرَہ نخلہ کے پاس اس روز بنو نصر کے علاوہ قریش کو شکست ہوئی تھی۔ وہ ثابت قدم رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بعض ایام میں شرکت کی تھی۔ آپ اپنے چچاؤں کے ساتھ نکلے تھے

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے چچاؤں کے ساتھ اس جنگ میں شرکت کی تھی میں اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتا تھا مجھے پسند ہے کہ میں نے اس جنگ میں شرکت نہ کی ہوتی

ایام فجار کا آخری دن تھا ھوازن اور کنانہ نے آئندہ سال عکاظ کے مقام پر ملنے کا وعدہ کیا وہ وعدہ کے مطابق آ گئے۔ حرب بن امیہ قریش اور کنانہ کا سردار تھا عتبہ ربیعہ یتیم تھا اور حرب کی کفالت میں تھا حرب نے اسے نکلنے سے روکا مگر وہ حرب کی اجازت کے بغیر ہی نکل آیا اسے اس وقت علم ہوا جب وہ دونوں لشکروں کے مابین اپنے اونٹ پر سوار ہو کر یہ اعلان کر رہا تھا۔ اے مضر کے گروہ تم کس لیے بلاکت

کے گڑھے میں گرتے ہو؟ ہوازن نے اسے کہا تم کس چیز کی طرف دعوت ہو؟ عتبہ اس بات پر صلح کی طرف کہ ہم تمہیں تمہارے مقتولین کی دیت دیں گے اور اپنے خون تمہیں معاف کر دیں گے انہوں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے عتبہ ہم کچھ افراد کو بطور رہن تمہارے پاس رکھیں گے ھوازن اس کا ضامن کون ہوگا؟ عتبہ میں ھوازن تم کون ہو؟ عتبہ میں عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ہوں یہ سن کر وہ راضی ہو گئے کنانہ بھی راضی ہو گئے۔انہوں نے ھوازن کو چالیس افراد بطور رھن دیے جن میں حکیم بن حزام جیسی شخصیت بھی تھی۔ جب بنو عامر بن صعصعہ نے اپنے ہاتھوں میں یہ رہن دیکھا تو انہوں نے بھی اپنا خون معاف کر دیا ۔ان افراد کو آزاد کر دیا اس طرح حرب الفجار ختم ہوگئی کہا جاتا تھا کہ عتبہ اور ابو طالب کے علاوہ کوئی شخص مال کے بغیر سردار بن بنا یا دونوں مال کے بغیر ہی سردار بن گئے۔

امام سہیلی نے لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرب الفجار میں قتال نہیں کیا تھا۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد: الباب العاشر فی شہودہ صلی اللہ علیہ وسلم حرب الفجار صفحہ ۱۵۳، ۱۵۲ جلد ۲ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

حلف الفضول:

بعثت سے بیس سال پہلے ذوالقعدہ کے مہینہ میں معاہدہ ہوا۔اس وقت قریش حرب الفجار آئے تھے اہل عرب کا یہ معاہدہ سارے معاہدوں سے عزت وشرف والا ہ تھا سب سے پہلے حضرت زبیر بن عبد المطلب نے اس معاہدے کی طرف دعوت دی تھی اس کا سبب یہ تھا کہ زبید کا ایک شخص کچھ سامان لے کر مکہ مکرمہ آیا۔عاصی بن وائل سہمی نے اس سے وہ سامان خرید لیا یہ مکہ میں شرف اور قدر والا سمجھا جاتا تھا۔اس نے زبیدی کو اس کے حق سے محروم کر دیا۔زبیدی نے اس کے احلاف عبد الدار، مخزوم، جمح اور سہم سے مدد مانگی مگر انہوں نے عاصی کے خلاف اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔جب زبیدی نے یہ ظلم دیکھا

تو وہ کوہِ ابوقبیس پر چڑھ گیا۔ قریش اپنی اپنی محافل میں تھے اس نے آوازِ بلند کہا

وَمُحْرِمٍ أَشْعَثَ لَمْ يَقْضِ عُمْرَتَهُ
يَا لَلرِّجَالِ وَبَيْنَ الْحِجْرِ وَالْحَجَرِ
اِنَّ الْحَرَامَ لِمَنْ تَمَّتْ مَكَارِمُهُ
وَلَا حَرَامَ لِثَوْبِ الْفَاجِرِ الْغُدَرِ

اے آلِ فہر اس مظلوم کی فریاد سنو مکہ مکرمہ کی وادی میں جس کا سامان ظلماً چھین لیا گیا ہے وہ اپنے وطن اور مددگاروں سے دور ہے۔ وہ حالت احرام میں ہے اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اس نے ابھی عمرہ بھی ادا نہیں کیا۔ اے لوگو! مجھ پر حجر اسود اور حطیم کے مابین ظلم ہوا ہے۔ عزت تو اس کی ہے جس کے اخلاق مکمل ہوں۔ فاجر اور دھوکہ باز کے کپڑوں کی وجہ سے تو اس کی کوئی عزت نہیں کرتا۔

فقام فی ذلك الزبير بن عبد المطلب وقال ألهذا مترك؟ فاجتمعت هاشم وزهرة وتيم فی دار عبد الله بن جدعان فصنع لهم طعاما فحالفوا فی القعدة فی شهر حرام قياما فتعاقدوا وتعاهدوا ليكونن يدا واحدة مع المظلوم على الظالم حتى يؤدى إليه حقه ما بل بحر صوفة وما رسا حراء وثبير مكانهما. وعلى التآسی فی المعاش فسمت قريش ذلك الحلف حلف الفضول.وقالوا لقد دخل هؤلاء فی فضول من الأمر. ثم مشوا إلى العاصی بن وائل فانتزعوا منه سلعة الزبيدی فدفعوها إليه.

سب سے پہلے حضرت زبیر بن عبدالمطلب اٹھے انہوں نے کہا: ایسے شخص کو چھوڑا نہیں جا سکتا بنو ہاشم، زہرہ، تیم عبداللہ بن جدعان کے

گھر جمع ہو گئے اس نے ان کے لیے کھانا بنایا۔ انہوں نے ذوالقعدہ میں ایک معاہدہ کیا کہ وہ ظالم کے خلاف مظلوم کے حق میں یکجان ہوں گے۔ حتیٰ کہ ظالم مظلوم کا حق ادا کر دے جب تک سمندر صوف کوتر کرتا رہے گا۔ جب تک حراء اور ثبیر اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ وہ معیشت میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ قریش نے اس معاہدہ کو حلف الفضول کے نام سے یاد کیا یہ سارے افراد عاصی بن وائل کے پاس گئے۔ اس سے زبیدی کا سامان چھینا اور اسے اس شخص کے حوالے کر دیا۔

روى ابن إسحاق عن طلحة بن عبيد الله وابن سعد والبيهقي عن جبير بن مطعم رضى الله تعالى عنهما قالا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد شهدت فى دار عبد الله بن جدعان حلفا ما أحب أن لى به حمر النعم ولو دعى به فى الإسلام لأجبت

ابن اسحاق نے طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اور امام بیہقی اور ابن سعد نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس معاہدہ کے وقت میں عبداللہ بن جدعان کے گھر موجود تھا۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے بدلے میں مجھے سرخ اونٹ بھی دیے جائیں۔ اگر اسلام میں بھی اس جیسے معاہدہ کی دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کرلوں گا۔

پہلا قول:

روى البيهقي عن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما شهدت حلفا لقريش إلا حلف المطيبين شهدته مع عمومتي وما

أحب أن لی به حمر النعم وأنی کنت نقضته

امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں قریش کے اس معاہدہ میں شریک تھا میں المطیبین کے معاہدوں میں شریک نہ تھا۔ میں حلف الفضول میں اپنے چچاؤں کے ساتھ شریک تھا۔ مجھے یہ ناپسند ہے کہ میں اسے توڑوں اور مجھے اس کے عوض سرخ اونٹ دیے جائیں۔

اس معاہدہ کو خلف الفضول کیوں کہا جاتا ہے اس کی ایک وجہ تو یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس سے قبل بنو جرہم میں بھی دیئے جائیں۔ اس معاہدہ کو خلف الفضول اس میں ان تین افراد نے شرکت کی تھی۔ (۱) فضل بن فضالہ (۲) فضل بن وداعہ (۳) فضل بن حارث۔ یہ امام قتبی کا قول ہے زبیر نے ان افراد کا اضافہ کیا ہے۔ (فضل بن شراعہ)(فضل بن قضاعہ)۔ جب بعد والے لوگوں نے ایسا ہی معاہدہ کیا تو اس نام حلف الفضول رکھا گیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد : الحادی عشر فی شہود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلف الفضول صفحہ ۱۵۵ جلد ۲ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

دوسرا قول:

امام سہیلی نے بیان کیا: کہ جو کچھ ابن قتیبہ نے لکھا ہے وہ عمدہ ہے۔ لیکن حدیث پاک میں اس سے قوی سبب بیان کیا گیا۔

امام حمیدی نے عبداللہ بن محمد اور عبدالرحمن بن ابی بکر سے روایت

رَوَى الْحُمَيْدِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنْ مُحَمَّدٍ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنَيْ أَبِي بَكْرٍ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ شَهِدْتُ فِي دَارِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُدْعَانَ حِلْفًا لَوْ دُعِيتُ بِهِ فِي الْإِسْلَامِ لَأَجَبْتُ. تَحَالَفُوا أَنْ تُرَدَّ الْفُضُولُ عَلَى أَهْلِهَا، وَأَلَّا يَعُزَّ ظَالِمٌ

مَظْلُومًا۔

کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب یہ معاہدہ ہو رہا تھا تو میں عبداللہ بن جدعان کے گھر موجود تھا۔ اگر اسلام میں اس جیسے معاہدہ کی دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کروں گا۔ انہوں نے معاہدہ کیا تھا کہ وہ فضول (زیادہ لی ہوئی چیز) کو اس کے مالک کے حوالے کریں گے۔ ظالم کی مظلوم کے خلاف مدد نہیں کی جائے گی۔

تیسرا قول: ایک قول کے مطابق اسے حلف الفضول اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے زائد اموال مہمانوں کے لیے مختص کر دیئے تھے۔

(سبل الہدی والرشاد: الحادی عشر فی شہود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلف الفضول صفحہ ۱۵۵ جلد ۲ مکتبہ نعمانیہ پشاور)

ملک شام کا دوسرا سفر:

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف تقریباً پچیس سال کی ہوئی تو آپ کی امانت وصداقت کا چرچا دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ کی ایک بہت ہی مالدار عورت تھیں۔ ان کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا۔ ان کو ضرورت تھی کہ کوئی امانت دار آدمی مل جائے تو اس کے ساتھ اپنی تجارت کا مال و سامان ملک شام بھیجیں۔ چنانچہ ان کی نظر انتخاب نے اس کام کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منتخب کیا اور کہلا بھیجا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا مال تجارت لے کر ملک شام جائیں جو معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امانت و دیانت داری کی بنا پر میں آپ کو اس کا دوگنا دوں گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرما لی اور تجارت کا مال و سامان لے کر ملک شام کو روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے ایک معتمد غلام میسرہ کو بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ کر دیا تاکہ وہ آپ کی خدمت کرتا رہے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملک شام کے مشہور شہر بصریٰ کے بازار میں پہنچے تو وہاں نسطورا راہب کی خانقاہ کے قریب میں

ٹھہرے۔نسطورا میسرہ کو بہت پہلے سے جانتا پہچانتا تھا۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت دیکھتے ہی نسطورا میسرہ کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ اے میسرہ! یہ کون شخص ہیں جو اس درخت کے نیچے اتر پڑے ہیں۔میسرہ نے جواب دیا کہ یہ مکہ کے رہنے والے ہیں اور خاندان بنو ہاشم کے چشم وچراغ ہیں ان کا نام نامی محمد اور لقب امین ہے۔نسطوراء نے کہا کہ سوائے نبی کے اس درخت کے نیچے آج تک کبھی کوئی نہیں اترا۔اس لئے مجھے یقین کامل ہے کہ نبی آخرالزماں یہی ہیں۔کیونکہ آخری نبی کی تمام نشانیاں جو میں نے توریت و انجیل میں پڑھی ہیں وہ سب میں ان میں دیکھ رہا ہوں۔کاش! میں اس وقت زندہ رہتا جب یہاں اپنی نبوت کا اعلان کریں گے تو میں ان کی بھرپور مدد کرتا اور پوری جان نثاری کے ساتھ ان کی خدمت گزاری میں اپنی تمام عمر گزار دیتا۔اے میسرہ! میں تم کو نصیحت اور وصیت کرتا ہوں کہ خبردار! ایک لمحہ کے لئے بھی تم ان سے جدا نہ ہونا اور انتہائی خلوص و عقیدت کے ساتھ ان کی خدمت کرتے رہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خاتم النبیین ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بصریٰ کے بازار میں بہت جلد تجارت کا مال فروخت کر کے مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔واپسی میں جب آپ کا قافلہ شہر مکہ میں داخل ہونے لگا تو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بالا خانے پر بیٹھی ہوئی قافلہ کی آمد کا منظر دیکھ رہی تھیں۔جب ان کی نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑی تو انہیں ایسا نظر آیا کہ دو فرشتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر پر دھوپ سے سایہ کئے ہوئے ہیں۔حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قلب پر اس نورانی منظر کا ایک خاص اثر ہوا اور وہ فرط عقیدت سے انتہائی والہانہ محبت کے ساتھ یہ حسین جلوہ دیکھتی رہیں۔پھر اپنے غلام میسرہ سے انہوں نے کئی دن کے بعد اس کا ذکر کیا تو میسرہ نے بتایا کہ میں تو پورے سفر میں یہی منظر دیکھتا رہا ہوں۔اور اس کے علاوہ میں نے بہت سی عجیب وغریب باتوں کا مشاہدہ کیا ہے۔پھر میسرہ نے نسطورا راہب کی گفتگو اور اسکی عقیدت ومحبت کا تذکرہ بھی کیا۔یہ سن کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ سے بے پناہ قلبی تعلق، اور بے حد عقیدت و محبت ہوگئی اور یہاں تک ان کا دل جھک گیا کہ انہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح

کی رغبت ہوگئی۔

(مدارج النبوت، قسم دوم، باب دوم، ج ۲، ص ۲۷ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مال و دولت کے ساتھ انتہائی شریف اور عفت مآب خاتون تھیں۔ اہل مکہ ان کی پاک دامنی اور پارسائی کی وجہ سے ان کو طاہرہ (پاکباز) کہا کرتے تھے۔ ان کی عمر چالیس سال کی ہو چکی تھی پہلے ان کا نکاح ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوا تھا اور ان سے دو لڑکے ہند بن ابو ہالہ اور ہالہ بن ابو ہالہ پیدا ہو چکے تھے۔ پھر ابو ہالہ کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دوسرا نکاح عتیق بن عابد مخزومی سے کیا۔ ان سے بھی دو اولاد ہوئی، ایک لڑکا عبداللہ بن عتیق اور ایک لڑکی ہند بنت عتیق۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دوسرے شوہر عتیق کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ بڑے بڑے سرداران قریش ان کے ساتھ عقد نکاح کے خواہش مند تھے لیکن انہوں نے سب پیغاموں کو ٹھکرا دیا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ اخلاق و عادات کو دیکھ کر اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حیرت انگیز حالات کو سن کر یہاں تک ان کا دل آپ کی طرف مائل ہو گیا کہ خود بخود ان کے قلب میں آپ سے نکاح کی رغبت پیدا ہو گئی۔ کہاں تو بڑے بڑے مالداروں اور شہر مکہ کے سرداروں کے پیغاموں کو رد کر چکی تھیں اور یہ طے کر چکی تھیں کہ اب چالیس برس کی عمر میں تیسرا نکاح نہیں کروں گی اور کہاں خود ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا جو ان کے بھائی عوام بن خویلد کی بیوی تھیں۔ ان سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ ذاتی حالات کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں پھر نفیسہ بنت امیہ کے ذریعہ خود ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ مشہور امام سیرت محمد بن اسحٰق نے لکھا ہے کہ اس رشتہ کو پسند کرنے کی جو وجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کی ہے وہ خود ان کے الفاظ میں یہ ہے۔ ''اِنِّیْ قَدْ رَغِبْتُ فِیْكَ لِحُسْنِ خُلُقِكَ وَصِدْقِ حَدِیْثِكَ'' یعنی میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اچھے اخلاق

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچائی کی وجہ سے آپ کو پسند کیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس رشتہ کو اپنے چچا ابو طالب اور خاندان کے دوسرے بڑے بوڑھوں کے سامنے پیش فرمایا۔ بھلا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی پاک دامن شریف، عقلمند اور مالدار عورت سے شادی کرنے کو کون نہ کہتا؟ سارے خاندان والوں نے نہایت خوشی کے ساتھ اس رشتہ کو منظور کر لیا۔ اور نکاح کی تاریخ مقرر ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو طالب وغیرہ اپنے چچاؤں اور خاندان کے دوسرے افراد اور شرفاء بنی ہاشم و سرداران مضر کو اپنی برات میں لے کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور نکاح ہوا۔ اس نکاح کے وقت ابوطالب نے نہایت ہی فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ اس خطبہ سے بہت اچھی طرح اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ اعلانِ نبوت سے پہلے آپ کے خاندانی بڑے بوڑھوں کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کیسا خیال تھا اور آپ کے اخلاق و عادات نے ان لوگوں پر کیسا اثر ڈالا تھا۔ ابو طالب کے اس خطبہ کا ترجمہ یہ ہے:

الحمد لله الذی جعلنا من ذرية إبراهيم، وزرع إسماعيل، وضئضئ معد، وعنصر مضر، وجعلنا حضنة بيته، وسواس حرمه، وجعل لنا بيتًا محجوجًا، وحرمًا آمنًا، وجعلنا الحكام على الناس، ثم إن ابن أخي هذا، محمد بن عبد الله، لا يوزن برجل إلا رجح به، فإن كان في المال قل، فإن المال ظل زائل، وأمر حائل، ومحمد ممن قد عرفتم قرابته، وقد خطب خديجة بنت خويلد وبذل لها ما آجله وعاجله من مالي كذا، وهو -والله- بعد هذا له نبأ عظيم وخطر جليل جسيم، فزوجها.

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہم لوگوں کو حضرت ابراہیم

علیہ السلام کی نسل اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں بنایا اور ہم کو معد اور مضر کے خاندان میں پیدا فرمایا اور اپنے گھر (کعبہ) کا نگہبان اور اپنے حرم کا منتظم بنایا اور ہم کو علم و حکمت والا گھر اور امن والا حرم عطا فرمایا اور ہم کو لوگوں پر حاکم بنایا۔ یہ میرے بھائی کا فرزند محمد بن عبداللہ ہے۔ یہ ایک ایسا جوان ہے کہ قریش کے جس شخص کا بھی اس کے ساتھ موازنہ کیا جائے یہ اس سے ہر شان میں بڑھا ہوا ہی رہے گا۔ ہاں مال اس کے پاس کم ہے لیکن مال تو ایک ڈھلتی ہوئی چھاؤں اور ادل بدل ہونے والی چیز ہے۔ اما بعد! میرا بھتیجا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ شخص ہے جس کے ساتھ میری قرابت اور قربت و محبت کو تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرتا ہے

اور میرے مال میں سے بیس اونٹ مہر مقرر کرتا ہے اور اس کا مستقبل بہت ہی تابناک، عظیم الشان اور جلیل القدر ہے۔

(المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی، تزوجه عليه السلام من خديجة، ج ۱، ص ۳۷۰۔ ۳۷۶ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

جب ابو طالب اپنا یہ ولولہ انگیز خطبہ ختم کر چکے تو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے بھی کھڑے ہو کر ایک شاندار خطبہ پڑھا۔ جس کا مضمون یہ ہے:

فقال الحمد لله الذی جعلنا كما ذكرت وفضلنا على ما عددت فنحن سادة العرب وقادتها وأنتم أهل ذلك كله لا تنكر العشيرة فضلكم ولا يرد أحد من الناس فخركم وشرفكم، وقد رغبنا فی الاتصال بحبلكم وشرفكم فاشهدوا علیّ يا معاشر قريش بأنی قد زوجت خديجة بنت خويلد من محمد بن عبد الله

علی أربعمائة دینار

خدا ہی کے لئے حمد ہے جس نے ہم کو ایسا ہی بنایا جیسا کہ اے ابو طالب! آپ نے ذکر کیا اور ہمیں وہ تمام فضیلتیں عطا فرمائی ہیں جن کو آپ نے شمار کیا۔ بلا شبہ ہم لوگ عرب کے پیشوا اور سردار ہیں اور آپ لوگ بھی تمام فضائل کے اہل ہیں۔ کوئی قبیلہ آپ لوگوں کے فضائل کا انکار نہیں کرسکتا اور کوئی شخص آپ لوگوں کے فخر و شرف کو رد نہیں کرسکتا اور بے شک ہم لوگوں نے نہایت ہی رغبت کے ساتھ آپ لوگوں کے ساتھ ملنے اور رشتہ میں شامل ہونے کو پسند کیا۔ لہٰذا اے قریش! تم گواہ رہو کہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو میں نے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی زوجیت میں دیا چار سو مثقال مہر کے بدلے۔

غرض حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا نکاح ہوگیا اور حضور محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خانہ معیشت ازدواجی زندگی کے ساتھ آباد ہوگیا۔ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تقریباً ۲۵ برس تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں رہیں اور ان کی زندگی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا باقی آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کے بطن سے پیدا ہوئی

(شرح الزرقانی علی المواهب، تزوجه علیه السلام من خدیجة، ج ا، ص ۳۷۷ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

کعبہ کی تعمیر:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راست بازی اور امانت و دیانت کی بدولت خداوند عالم عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اس قدر مقبولِ خلائق بنادیا اور عقل

سلیم اور بے مثال دانائی کا ایسا عظیم جوہر عطا فرمادیا کہ کم عمری میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرب کے بڑے بڑے سرداروں کے جھگڑوں کا ایسا لاجواب فیصلہ فرمادیا کہ بڑے بڑے دانشوروں اور سرداروں نے اس فیصلہ کی عظمت کے آگے سر جھکا دیا، اور سب نے بالاتفاق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا حکم اور سردار اعظم تسلیم کرلیا۔ چنانچہ اس قسم کا ایک واقعہ تعمیر کعبہ کے وقت پیش آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر پینتیس (۳۵) برس کی ہوئی تو زوردار بارش سے حرم کعبہ میں ایسا عظیم سیلاب آ گیا کہ کعبہ کی عمارت بالکل ہی منہدم ہوگئی۔ حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل علیہما السلام کا بنایا ہوا کعبہ بہت پرانا ہو چکا تھا۔ عمالقہ، قبیلۂ جرہم اور قصی وغیرہ اپنے اپنے وقتوں میں اس کعبہ کی تعمیر ومرمت کرتے رہے تھے مگر چونکہ عمارت نشیب میں تھی اس لئے پہاڑوں سے برساتی پانی کے بہاؤ کا زوردار دھارا وادیٔ مکہ میں ہو کر گزرتا تھا اور اکثر حرم کعبہ میں سیلاب آجاتا تھا۔ کعبہ کی حفاظت کے لیے بالائی حصہ میں قریش نے کئی بند بھی بنائے تھے مگر وہ بند بار بار ٹوٹ جاتے تھے۔ اس لیے قریش نے یہ طے کیا کہ عمارت کو ڈھا کر پھر سے کعبہ کی ایک مضبوط عمارت بنائی جائے جس کا دروازہ بلند ہو اور چھت بھی ہو۔

(السیرۃ الحلبیۃ، باب بنیان قریش الکعبۃ...الخ، ج ۱، ص ۲۰۴ مختصرا)

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ ثُمّ إِنّ الْقَبَائِلَ مِنْ قُرَيْشٍ جَمَعَتْ الْحِجَارَةَ لِبِنَائِهَا، كُلّ قَبِيلَةٍ تَجْمَعُ عَلَى حِدَةٍ ثُمّ بَنَوْهَا، حَتّى بَلَغَ الْبُنْيَانُ مَوْضِعَ الرّكْنِ فَاخْتَصَمُوا فِيهِ كُلّ قَبِيلَةٍ تُرِيدُ أَنْ تَرْفَعَهُ إلَى مَوْضِعِهِ دُونَ الْأُخْرَى حَتّى تَحَاوَرُوا وَتَحَالَفُوا وَأَعَدّوا لِلْقِتَالِ فَقَرّبَتْ بَنُو عَبْدِ الدّارِ جَفْنَةً مَمْلُوءَةً دَمًا ثُمّ تَعَاقَدُوا هُمْ وَبَنُو عَدِيّ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيّ عَلَى الْمَوْتِ وَأَدْخَلُوا أَيْدِيَهُمْ فِي ذَلِكَ الدّمِ فِي تِلْكَ الْجَفْنَةِ فَسُمّوا لَعَقَةَ الدّمِ فَمَكَثَتْ قُرَيْشٌ عَلَى ذَلِكَ أَرْبَعَ لَيَالٍ أَوْ خَمْسًا ثُمّ إنّهُمْ اجْتَمَعُوا فِي الْمَسْجِدِ وَتَشَاوَرُوا وَتَنَاصَفُوا.

ورجل أسن من قريش كلها. قال يا معشر قريش اجعلوا بينكم - فيما تختلفون فيه أول من يدخل من باب هذا المسجد يقضي بينكم فيه ففعلوا فكان أول داخل عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم - فلما رأوه قالوا هذا الأمين رضينا. هذا محمد فلما انتهى إليهم أخبروه الخبر. قال صلى الله عليه وسلم هلم إلي ثوبا فأتي به فأخذ الركن فوضعه فيه بيده ثم قال لتأخذ كل قبيلة بناحية من الثوب ثم ارفعوه جميعا ففعلوا حتى إذا بلغوا موضعه وضعه هو بيده ثم بنى عليه۔

چنانچہ قریش نے مل جل کر تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ اس تعمیر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے اور سرداران قریش کے دوش بدوش پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے مختلف قبیلوں نے تعمیر کے لیے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لئے۔ جب عمارت حجر اسود تک پہنچ گئی تو قبائل میں سخت جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ یہی چاہتا تھا کہ ہم ہی حجر اسود کو اٹھا کر دیوار میں نصب کریں۔ تاکہ ہمارے قبیلہ کے لئے یہ فخر واعزاز کا باعث بن جائے۔ اس کشمکش میں چار دن گزر گئے یہاں تک نوبت پہنچی کہ تلواریں نکل آئیں بنو عبدالدار اور بنو عدی کے قبیلوں نے تو اس پر جان کی بازی لگا دی اور زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق اپنی قسموں کو مضبوط کرنے کے لئے ایک پیالہ میں خون بھر کر اپنی انگلیاں اس میں ڈبو کر چاٹ لیں۔ پانچویں دن حرم کعبہ میں تمام قبائل عرب جمع ہوئے اور اس جھگڑے کو طے کرنے کے لئے ایک بڑے بوڑھے شخص نے یہ تجویز پیش کی کہ کل جو شخص صبح سویرے

سب سے پہلے حرم کعبہ میں داخل ہو اس کو پنچ مان لیا جائے۔ وہ جو فیصلہ کردے سب اس کو تسلیم کرلیں۔ چنانچہ سب نے یہ بات مان لی۔ خداعزوجل کی شان کہ صبح کو جو شخص حرم کعبہ میں داخل ہوا وہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب پکار اٹھے کہ واللہ یہ ''امین'' ہیں لہٰذا ہم سب ان کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جھگڑے کا اس طرح تصفیہ فرمایا کہ پہلے آپ نے یہ حکم دیا کہ جس جس قبیلہ کے لوگ حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھنے کے مدعی ہیں ان کا ایک ایک سردار چن لیا جائے چنانچہ ہر قبیلہ والوں نے اپنا اپنا سردار چن لیا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کو بچھا کر حجر اسود کو اس پر رکھا اور سرداروں کو حکم دیا کہ سب لوگ اس چادر کو تھام کر مقدس پتھر کو اٹھائیں۔ چنانچہ سب سرداروں نے چادر کو اٹھایا اور جب حجر اسود اپنے مقام تک پہنچ گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے متبرک ہاتھوں سے اس مقدس پتھر کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ اس طرح ایک ایسی خونریز لڑائی ٹل گئی جس کے نتیجہ میں نہ معلوم کتنا خون خرابا ہوتا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام مع الروض الانف، حدیث بنیان الکعبۃ ...الخ، ص۲۴۲ جلد ۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

خانہ کعبہ کی عمارت بن گئی لیکن تعمیر کے لئے جو سامان جمع کیا گیا تھا وہ کم پڑ گیا اس لئے ایک طرف کا کچھ حصہ باہر چھوڑ کر نئی بنیاد قائم کر کے چھوٹا سا کعبہ بنالیا گیا کعبہ معظّمہ کا یہی حصہ جس کو قریش نے عمارت سے باہر چھوڑ دیا حطیم کہلاتا ہے جس میں کعبہ معظّمہ کی چھت کا پرنالا گرتا ہے۔

کفار کا وفد بارگاہ رسالت میں:

ایک مرتبہ سرداران قریش حرم کعبہ میں بیٹھے ہوئے یہ سوچنے لگے کہ آخر اتنی

تکالیف اور سختیاں برداشت کرنے کے باوجود محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنی تبلیغ کیوں بند نہیں کرتے؟ آخر ان کا مقصد کیا ہے؟ ممکن ہے یہ عزت وجاہ یا سرداری و دولت کے خواہاں ہوں۔ چنانچہ سبھوں نے عتبہ بن ربیعہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ تم کسی طرح ان کا دلی مقصد معلوم کرو۔ چنانچہ عتبہ تنہائی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملا اور کہنے لگا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آخر اس دعوت اسلام سے آپ کا مقصد کیا ہے؟ کیا آپ مکہ کی سرداری چاہتے ہیں؟ یا عزت و دولت کے خواہاں ہیں؟ یا کسی بڑے گھرانے میں شادی کے خواہش مند ہیں؟ آپ کے دل میں جو تمنا ہو کھلے دل کے ساتھ کہہ دیجیے۔ میں اس کی ضمانت لیتا ہوں کہ اگر آپ دعوت اسلام سے باز آجائیں تو پورا مکہ آپ کے زیر فرمان ہو جائے گا اور آپ کی ہر خواہش اور تمنا پوری کر دی جائے گی۔ عتبہ کی یہ ساحرانہ تقریر سن کر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب میں قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں۔ جن کو سن کر عتبہ اس قدر متاثر ہوا کہ اس کے جسم کا رونگٹا رونگٹا اور بدن کا بال بال خوف ذوالجلال سے لرزنے اور کانپنے لگا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں آپ کو رشتہ داری کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ بس کیجیے۔ میرا دل اس کلام کی عظمت سے پھٹا جا رہا ہے۔ عتبہ بارگاہ رسالت سے واپس ہوا مگر اس کے دل کی دنیا میں ایک نیا انقلاب رونما ہو چکا تھا۔ عتبہ ایک بڑا ہی ساحر البیان خطیب اور انتہائی فصیح و بلیغ آدمی تھا۔ اس نے واپس لوٹ کر سرداران قریش سے کہہ دیا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جو کلام پیش کرتے ہیں وہ نہ جادو ہے نہ کہانت نہ شاعری بلکہ وہ کوئی اور ہی چیز ہے۔ لہٰذا میری رائے ہے کہ تم لوگ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر وہ کامیاب ہو کر سارے عرب پر غالب ہو گئے تو اس میں ہم قریشیوں ہی کی عزت بڑھے گی، ورنہ سارا عرب ان کو خود ہی فنا کر دے گا مگر قریش کے سرکش کافروں نے عتبہ کا یہ مخلصانہ اور مدبرانہ مشورہ نہیں مانا بلکہ اپنی مخالفت اور ایذا رسانیوں میں اور زیادہ اضافہ کر دیا۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، اسلام حمزۃ، ج ۱، ص ۴۸۰، ۴۷۹ نوریہ رضویہ پبلشنگ لاہور)

قریش کا وفد ابو طالب کے پاس

کفار قریش میں کچھ لوگ صلح پسند بھی تھے وہ چاہتے تھے کہ بات چیت کے ذریعہ صلح وصفائی کے ساتھ معاملہ طے ہو جائے۔ چنانچہ قریش کے چند معزز رؤسا ابو طالب کے پاس آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام اور بت پرستی کے خلاف تقریروں کی شکایت کی۔ ابو طالب نے نہایت نرمی کے ساتھ ان لوگوں کو سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کے فرمان (فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ) کی تعمیل کرتے ہوئے علی الاعلان شرک و بت پرستی کی مذمت اور دعوت توحید کا وعظ فرماتے ہی رہے۔ اس لئے قریش کا غصہ پھر بھڑک اٹھا۔ چنانچہ تمام سردارانِ قریش یعنی عتبہ و شیبہ و ابو سفیان و عاص بن ہشام و ابو جہل و ولید بن مغیرہ و عاص بن وائل وغیرہ وغیرہ سب ایک ساتھ مل کر ابو طالب کے پاس آئے اور یہ کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے اس لئے یا تو آپ درمیان میں سے ہٹ جائیں اور اپنے بھتیجا کو ہمارے سپرد کر دیں یا پھر آپ بھی کھل کر ان کے ساتھ میدان میں نکل پڑیں تاکہ ہم دونوں میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے۔ ابو طالب نے قریش کا تیور دیکھ کر سمجھ لیا کہ اب بہت ہی خطرناک اور نازک گھڑی سر پر آن پڑی ہے۔ ظاہر ہے کہ اب قریش برداشت نہیں کر سکتے اور میں اکیلا تمام قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ابو طالب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انتہائی مخلصانہ اور مشفقانہ لہجے میں سمجھایا کہ میرے پیارے بھتیجے! اپنے بوڑھے چچا کی سفید داڑھی پر رحم کرو اور بڑھاپے میں مجھ پر اتنا بوجھ مت ڈالو کہ میں اٹھا نہ سکوں۔ اب تک تو قریش کا بچہ بچہ میرا احترام کرتا تھا مگر آج قریش کے سرداروں کا لب ولہجہ اور ان کا تیور اس قدر بگڑا ہوا تھا کہ اب وہ مجھ پر اور تم پر تلوار اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ تم کچھ دنوں کے لئے دعوت اسلام موقوف کر دو۔ اب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری معین، مددگار جو کچھ بھی تھے وہ صرف اکیلے ابو طالب ہی تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اب ان کے قدم بھی اکھڑ رہے ہیں چچا کی گفتگو سن کر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھرائی ہوئی مگر جذبات سے بھری ہوئی آواز میں فرمایا کہ چچا

جان! خدا کی قسم! اگر قریش میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لا کر دے دیں تب بھی میں اپنے اس فرض سے باز نہ آؤں گا۔ یا تو خدا اس کام کو پورا فرما دے گا یا میں خود دین اسلام پر نثار ہو جاؤں گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ جذباتی تقریر سن کر ابو طالب کا دل پسیج گیا اور وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کی ہاشمی رگوں کے خون کا قطرہ قطرہ بھتیجے کی محبت میں گرم ہو کر کھولنے لگا اور انتہائی جوش میں آ کر کہہ دیا کہ جان عم! جاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب تک میں زندہ ہوں کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔

شعب ابی طالب:

اعلان نبوت کے ساتویں سال 7 نبوی میں کفار مکہ نے جب دیکھا کہ روز بروز مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور حضرت حمزہ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے بہادران قریش بھی دامن اسلام میں آ گئے تو غیظ و غضب میں یہ لوگ آپے سے باہر ہو گئے اور تمام سرداران قریش اور مکہ کے دوسرے کفار نے یہ اسکیم بنائی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے اور ان لوگوں کو کسی تنگ و تاریک جگہ میں محصور کر کے ان کا دانہ پانی بند کر دیا جائے تاکہ یہ لوگ مکمل طور پر تباہ و برباد ہو جائیں۔ چنانچہ اس خوفناک تجویز کے مطابق تمام قبائل قریش نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ جب تک بنی ہاشم کے خاندان والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کے لئے ہمارے حوالہ نہ کر دیں۔

(1) کوئی شخص بنو ہاشم کے خاندان سے شادی بیاہ نہ کرے۔ (2) کوئی شخص ان لوگوں کے ہاتھ کسی قسم کے سامان کی خرید و فروخت نہ کرے۔ (3) کوئی شخص ان لوگوں سے میل جول، سلام و کلام اور ملاقات و بات نہ کرے۔ (4) کوئی شخص ان لوگوں کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ جانے دے۔ منصور بن عکرمہ نے اس معاہدہ کو لکھا اور تمام سرداران قریش نے اس پر دستخط کر کے اس دستاویز کو کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا۔ ابو طالب مجبوراً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرے تمام خاندان والوں کو لے کر پہاڑ کی اس گھاٹی میں جس کا نام ''شعب ابی طالب'' تھا پناہ گزین ہوئے۔ ابولہب کے سوا

خاندان بنو ہاشم کے کافروں نے بھی خاندانی حمیت و پاسداری کی بنا پر اس معاملہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور سب کے سب پہاڑ کے اس تنگ و تاریک درہ میں محصور ہو کر قیدیوں کی زندگی بسر کرنے لگے۔ اور یہ تین برس کا زمانہ اتنا سخت اور کٹھن گزرا کہ بنو ہاشم درختوں کے پتے اور سوکھے چمڑے پکا پکا کر کھاتے تھے۔ اور ان کے بچے بھوک پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر دن رات رویا کرتے تھے۔ سنگدل اور ظالم کافروں نے ہر طرف پہرہ بٹھا دیا تھا کہ کہیں سے بھی گھاٹی کے اندر دانہ پانی نہ جانے پائے۔

(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، ہجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ ص ۱۴، ۱۲ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور) (مدارج النبوت (فارسی) قسم دوم باب سوم صفحہ ۴۶ جلد ۲ نوریہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

مسلسل تین سال تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خاندان بنو ہاشم ان ہوش ربا مصائب کو جھیلتے رہے یہاں تک کہ خود قریش کے کچھ رحم دلوں کو بنو ہاشم کی ان مصیبتوں پر رحم آ گیا اور ان لوگوں نے اس ظالمانہ معاہدہ کو توڑنے کی تحریک اٹھائی۔ چنانچہ ہشام بن عمرو عامری، زہیر بن ابی امیہ، مطعم بن عدی، ابوالبختری، زمعہ بن الاسود وغیرہ یہ سب مل کر ایک ساتھ حرم کعبہ میں گئے اور زہیر نے جو عبدالمطلب کے نواسے تھے کفار قریش کو مخاطب کر کے اپنی پرجوش تقریر میں یہ کہا کہ اے لوگو! یہ کہاں کا انصاف ہے؟ کہ ہم لوگ تو آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور خاندان بنو ہاشم کے بچے بھوک پیاس سے بے قرار ہو کر بلبلا رہے ہیں۔ خدا کی قسم! جب تک اس وحشیانہ معاہدہ کی دستاویز پھاڑ کر پاؤں سے نہ روندی جائے گی میں ہرگز ہرگز چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ یہ تقریر سن کر ابوجہل نے تڑپ کر کہا کہ خبردار! ہرگز ہرگز تم اس معاہدہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ زمعہ نے ابوجہل کو للکارا اور اس زور سے ڈانٹا کہ ابوجہل کی بولتی بند ہو گئی۔ اسی طرح مطعم بن عدی اور ہشام بن عمرو نے بھی خم ٹھونک کر ابوجہل کو جھڑک دیا اور ابوالبختری نے تو صاف صاف کہہ دیا کہ اے ابوجہل! اس ظالمانہ معاہدہ سے نہ ہم پہلے راضی تھے اور نہ اب ہم اس کے پابند ہیں۔ اسی مجمع میں ایک طرف ابوطالب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے لوگو! میرے بھتیجے محمد

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ اس معاہدہ کی دستاویز کو کیڑوں نے کھا ڈالا ہے اور صرف جہاں جہاں خدا کا نام لکھا ہوا تھا اس کو کیڑوں نے چھوڑ دیا ہے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ تم لوگ اس دستاویز کو نکال کر دیکھو اگر واقعی اس کو کیڑوں نے کھا لیا ہے جب تو اس کو چاک کر کے پھینک دو۔ اور اگر میرے بھتیجے کا کہنا غلط ثابت ہوا تو میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔ یہ سن کر مطعم بن عدی کعبہ کے اندر گیا اور دستاویز کو اتار لایا اور سب لوگوں نے اس کو دیکھا تو واقعی بجز اللہ تعالیٰ کے نام کے پوری دستاویز کو کیڑوں نے کھا لیا تھا۔ مطعم بن عدی نے سب کے سامنے اس دستاویز کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ اور پھر قریش کے چند بہادر باوجودیکہ یہ سب کے سب اس وقت کفر کی حالت میں تھے ہتھیار لے کر گھاٹی میں پہنچے اور خاندان بنو ہاشم کے ایک ایک آدمی کو وہاں سے نکال لائے اور ان کو ان کے مکانوں میں آباد کر دیا۔ یہ واقعہ 10 نبوی کا ہے۔ منصور بن عکرمہ جس نے اس دستاویز کو لکھا تھا اس پر یہ قہر الٰہی ٹوٹ پڑا کہ اس کا ہاتھ شل ہو کر سوکھ گیا۔

(مدارج النبوت فارسی قسم دوم، باب سوم، ج ۲، ص ۴۶ مختصراً نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

(عام الحزن) غم کا سال:

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "شعب ابی طالب" سے نکل کر اپنے گھر میں تشریف لائے اور چند ہی روز کفار قریش کے ظلم وستم سے کچھ امان ملی تھی کہ ابو طالب بیمار ہو گئے اور گھاٹی سے باہر آنے کے آٹھ مہینے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ ابو طالب کی وفات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک بہت ہی جان گداز اور روح فرسا حادثہ تھا کیونکہ بچپن سے جس طرح پیار و محبت کے ساتھ ابو طالب نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی اور زندگی کے ہر موڑ پر جس جاں نثاری کے ساتھ آپ کی نصرت و دستگیری کی اور آپ کے دشمنوں کے مقابل سینہ سپر ہو کر جس طرح آلام و مصائب کا مقابلہ کیا اس کو بھلا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرح بھول سکتے تھے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ابھی ابو طالب کے انتقال

کا زخم تازہ ہی تھا کہ ابو طالب کی وفات کے تین دن یا پانچ دن کے بعد حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی دنیا سے رحلت فرما گئیں۔ مکہ میں ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ جس ہستی نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نصرت وحمایت میں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کیا وہ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات گرامی تھی۔ جس وقت دنیا میں کوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مخلص مشیر اور غمخوار نہیں تھا حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی تھیں کہ ہر پریشانی کے موقع پر پوری جاں نثاری کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غمخواری اور دلداری کرتی رہتی تھیں اس لئے ابو طالب اور حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں کی وفات سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مددگار اور غمگسار دونوں ہی دنیا سے اٹھ گئے جس سے آپ کے قلب نازک پر اتنا عظیم صدمہ گزرا کہ آپ نے اس سال کا نام ''عام الحزن'' (غم کا سال) رکھ دیا۔ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رمضان 10 نبوی میں وفات پائی۔ بوقت وفات پینسٹھ برس کی عمر تھی۔ مقام حجون (قبرستان جنت المعلی) میں مدفون ہوئیں۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس ان کی قبر میں اترے اور اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کی لاش مبارک کو زمین کے سپرد فرمایا۔

(شرح الزرقانی علی المواهب، وفاة خدیجتو ابی طالب، ج۲، ص۵۱، ۴۸نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے۔ اس کے علاوہ فاطمہ بنت اسد کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بیٹے کی طرح پالا جب ان کے دادا عبدالمطلب کی وفات ہوئی اور وہ ابو طالب کے زیر کفالت آئے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ماں سمجھتے تھے اور کہتے تھے۔ جب بھی وہ فاطمہ بنت اسد کو دیکھتے تو احتراماً کھڑے ہو جاتے۔

امام حاکم نیشاپوری ''المستدرک'' میں بیان فرماتے ہیں:

حدثنا مصعب بن عبداللہ الزبیری کانت فاطمة بنت اسد بن هاشم اول هاشمية ولدت من هاشمي، وكانت بمحل عظيم من الاعيان فی عهد رسول الله ﷺ وتوفیت فی حیاة رسول الله ﷺ وصلی علیها ،وکان اسم علی "اسد" ولذالك يقول .انا الذی سمتنی امی "حَيْدرة".

فاطمہ بنت اسد بن ہاشم وہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جو کسی ہاشمی کے ہاں پیدا ہوئیں ۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں عظیم الشان سرکاری محل میں رہا کرتی تھیں ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاۃ طیبہ میں ہی ان کا انتقال ہوگیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ''اسد'' اسی لیے آپ نے کہا تھا ''انا الذی سمتنی اُمی حیدرہ'' میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے۔

(المستدرک للحاکم: کتاب المعرفة الصحابه مناقب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا صفحہ ۲۲۲ جلد ۳ قدیمی کتب خانہ)

عن الزبير بن سعيد القرشي قال كنا جلوسا عند سعيد بن المسيب وقمنا معه فسلمنا عليه فرد عليها فقال له سعيد يا ابا محمد اخبرنا عن فاطمة بنت اسد بن هاشم ام علی بن ابی طالب رضی الله عنه قال نعم قال حدثنی ابی سمعت أمير المؤمنين على بن أبي طالب يقول لما ماتت فاطمة بنت أسد بن هاشم كفنها رسول الله صلى الله عليه وسلم فی قميصه وصلى عليها ، وكبر عليها سبعين تكبيرة ، ونزل فی قبرها فجعل يومی فی نواحی القبر ، كأنه يوسعه ويسوى

عليها وخرج من قبرها وعيناه تذرفان ، وحثا في قبرها فلما ذهب. قال له عمر بن الخطاب رضي الله عنهب يا رسول الله ، رأيتك فعلت على هذه المرأة شيئا لم تفعله على أحد. فقال يا عمر ، إن هذه المرأة كانت أمي التي ولدتني ، إن أبا طالب كان يصنع الصنيع، وتكون له المأدبة، وكان يجمعنا على طعامه. فكانت هذه المرأة تفضل منه كله نصيبا فأعود فيه. وإن جبريل عليه السلام أخبرني عن ربي عز وجل أنها من أهل الجنة. وأخبرني جبريل عليه السلام أن الله تعالى أمر سبعين ألفا من الملائكة يصلون عليها "

حضرت زبیر بن سعید القرشی فرماتے ہیں: ہم لوگ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ہمارے پاس حضرت علی بن حسین گزرے، میں نے اس پہلے کبھی کسی ہاشمی کو نہ دیکھا تھا جوان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار ہو حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ ہم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے ہم نے ان کو سلام کیا انہوں نے ہمیں سلام کا جواب دیا۔ حضرت سعید نے ان سے کہا: اے ابو محمد! آپ ہمیں فاطمہ بنت اسد بن ہاشم، حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی والدہ کے بارے میں کچھ بتائیں۔ انہوں نے کہا جی ہاں میرے والد محترم نے مجھے بتایا کہ امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی قمیص میں کفن دیا اور ان کا جنازہ پڑھایا اور ''ستر ۷۰'' تکبیریں پڑھیں۔ اور آپ بذاتِ خود ان کی قبر میں

اترے اور قبر میں ارد گرد اس طرح اشارے فرما رہے تھے گویا کہ اس کو کھلا کر رہے ہوں، پھر جب آپ قبر سے باہر نکلے تو آپکی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ پھر آپ نے جتنی شفقت اس خاتون پر فرمائی ہے میں نے کسی اور پر آپ کو ایسے شفقت فرماتے ہیں نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر! یہ عورت میری اس ماں کی طرح تھی جس نے مجھے جنم دیا ہے، بے شک ابو طالب کام کاج کیا کرتے تھے اور ان کا دستر خوان ہوتا تھا یہ عورت اس میں سے بچا کر میرے لیے رکھ لیا کرتی اور دوبارہ مجھے دے دیا کرتی تھی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جنتی کر دیا ہے اور مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتوں کو ان کے لیے دعائے مغفرت کے لیے مقرر کیا ہے۔

(المستدرک للحاکم: کتاب المعرفۃ الصحابہ مناقب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا صفحہ ۱۲۲ جلد ۳ قدیمی کتب خانہ)

لیکن ''امام قرطبی نے ''التذکرہ'' میں اس طرح روایت کیا ہے:

عمر بن شبہ نے کتاب ''تاریخ المدینہ'' میں فاطمہ بنت اسد والدۂ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے درمیان تشریف رکھتے تھے کہ ایک آنے والے شخص نے اطلاع دی کہ علی، جعفر اور عقیل کی والدہ محترمہ انتقال فرما گئی ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اٹھو ہمارے ساتھ کہ میری امی کی طرف چلیں راوی کہتے ہیں کہ ہم سب اٹھ کھڑے ہوئے اور اس طرح کھڑے تھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور جب ہم دروازے پر پہنچے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قمیص مبارک اتار کر فرمایا کہ کفن دینے لگو تو کفن کے کپڑوں کے نیچے بدن سے متصل یہ قمیص پہنا دینا پھر جب جنازہ

لے کر نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی جنازہ کو کندھا دیتے اور کبھی جنازہ کے آگے چلنے لگتے اور کبھی جنازہ کے پیچھے ہو جاتے حتیٰ کہ جنازہ قبرستان میں پہنچ گیا حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے خود قبر میں لیٹے پھر باہر نکل آئے اور ارشاد فرمایا کہ: ''ادخلوھا باسم اللہ وعلی اسم اللہ'' اور جب دفن کر چکے تو آپ نے قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا ''جزاک اللہ من ام وربیۃ خیرا'' اللہ تعالیٰ ماں اور پرورش فرمانے والی کو اچھا صلہ اور انعام عطا فرمائے۔ آمین۔ روای بیان کرتا ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قمیص اتار کر عنایت فرمانے اور پھر قبر میں لیٹنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کرتہ اس ارادے سے پہنایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ ان کو کبھی نہ چھوئے گی اور قبر میں اس لیے لیٹا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی قبر میں وسعت اور فراخی پیدا فرمادے۔

(التذکرۃ: (للقرطبی) باب ماجاءَ فی ضغط القبر علی صاحبہ وان کان صالحا صفحہ ۹۵ المکتبۃ الحقانیہ پشاور) (تاریخ المدینہ لابن شبہ: صفحہ ۱۲۳ جلد ۱)

اور دوسری روایت میں ہے

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا مَاتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَسَدِ بْنِ هَاشِمٍ أُمُّ عَلِيٍّ، دَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهَا. فَقَالَ رَحِمَكِ اللَّهُ يَا أُمِّي، كُنْتِ أُمِّي بَعْدَ أُمِّي، تَجُوعِينَ وَتُشْبِعِينِي، وَتَعْرَيْنَ وَتَكْسُونَنِي، وَتَمْنَعِينَ نَفْسَكِ طَيِّبَ الطَّعَامِ وَتُطْعِمِينِي، تُرِيدِينَ بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ ثُمَّ أَمَرَ أَنْ تُغْسَلَ ثَلَاثًا وَثَلَاثًا. فَلَمَّا بَلَغَ الْمَاءَ الَّذِي فِيهِ الْكَافُورُ. سَكَبَهُ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ. ثُمَّ خَلَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَهُ فَأَلْبَسَهَا إِيَّاهُ. وَكُفِّنَتْ فَوْقَهُ. ثُمَّ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، وَأَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ، وَعُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَغُلَامًا أَسْوَدَ يَحْفِرُوا. فَحَفَرُوا قَبْرَهَا. فَلَمَّا بَلَغُوا اللَّحْدَ حَفَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، وَأَخْرَجَ تُرَابَهُ بِيَدِهِ. فَلَمَّا فَرَغَ دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَاضْطَجَعَ فِيهِ، وَقَالَ اللّٰهُ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، اغْفِرْ لِأُمِّي فَاطِمَةَ بِنْتِ أَسَدٍ، وَلَقِّنْهَا حُجَّتَهَا، وَوَسِّعْ عَلَيْهَا مُدْخَلَهَا، بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْأَنْبِيَاءِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِي، فَإِنَّكَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ثُمَّ كَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا. ثُمَّ أَدْخَلُوهَا الْقَبْرَ. هُوَ وَالْعَبَّاسُ، وَأَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی والدہ مکرمہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ ان کے سرہانے کی طرف بیٹھ گئے اور (خراج تحسین پیش کرتے ہوئے) یہ کلمات ارشاد فرمائے "امی جان! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے میری ماں (حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا) کے بعد آپ میری ماں تھیں آپ خود بھوک کاٹتی تھیں اور مجھے سیر کر کے کھلاتی تھیں مجھے چادر اوڑھاتی تھیں اور خود ویسے رہتی مجھے اچھے کھانے کھلاتی تھیں اور اپنے نفس کو اچھے کھانوں سے باز رکھتی اور صبر فرماتی تھیں اور (یہ تمام شفقتیں اور مہربانیاں) اللہ کی رضا اور خوشنودی طلب کرنے اور دارِ آخرت جنت کو حاصل کرنے کی غرض سے ہوتی تھیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار غسل دینے کا حکم فرمایا جب کافور ملے پانی کو بہانے کی باری آئی تو آپ نے خود اپنے ہاتھ سے وہ پانی بدن پر ڈالا

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قمیص اتاری اور حضرت فاطمہ بنت اسد کو پہنائی جبکہ دیگر کفن کے کپڑے اس قمیص کے اوپر پہنائے گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسامہ بن زید، ابو ایوب انصاری، عمر بن خطاب اور ایک سیاہ فام لڑکے کو بلوایا اور ان حضرات کو قبر کھودنے کا حکم دیا جب یہ لوگ لحد تک قبر کھود چکے تو لحد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے تیار کی اور اس کی مٹی اپنے ہاتھ سے نکالی اور جب فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر مبارک میں داخل ہو کر لیٹ گئے پھر اس کے بعد یہ کلمات ارشاد فرمائے: تمام خوبیوں کا مالک اللہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اس پر موت نہیں آسکتی اے اللہ میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اس کو حجت سکھا ان کی قبر کو ان کے لیے اپنے نبی اور مجھ سے پہلے انبیاء کے حق کے صدقے (وسیلے) سے وسیع اور کشادہ فرما بلاشبہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا تو ہی ہے۔

پھر ان پر چار تکبیریں پڑھیں اور ان کو لحد میں اتارا۔ قبر میں اتارنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عباس اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما تھے۔

(المعجم الاوسط :رقم ۱۸۹ باب الالف جلد ۱ صفحہ ۶۷ دار الحرمین القاہرہ) (التذکرۃ: للقرطبی) باب ماجاء فی ضغطۃ القبر علی صاحبہ وان کان صالحا صفحہ ۹۵ المکتبۃ الحقانیہ پشاور)

حضرت فاطمہ بن اسد کی اولاد درج ذیل ہے۔ علی ابن ابی طالب، جعفر بن ابی طالب المعروف بہ جعفر طیار، عقیل ابن ابی طالب، طالب ابن ابی طالب، ام ہانی، جمانہ

نوٹ:

یہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کا تذکرہ بحمدہ تعالیٰ تکمیل تک پہنچ گیا حسب وعدہ فقیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے صاحب ایمان ہونے پر تفصیلا لکھنا چاہتا تھا اسی دوران

اعلیحضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا فاضل بریلی کا رسالہ شمول الاسلام پڑھنے کا شرف حاصل ہوا اس سے پہلے امام جلال الملۃ والدین امام جلال الدین سیوطی کے چھ رسائل اور دیگر علماء مضامین نظر سے گزرے تھے لیکن اعلیحضرت کا یہ رسالہ دل میں گھر کر گیا لہذا اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے اسی رسالہ کو آخر میں لگا دیا جہاں کہیں تخریج کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہاں پر اس حوالہ کو نقل کر دیا۔

شمول الاسلام

(اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا فاضل بریلی علیہ الرحمۃ القوی)

ایمان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللهم لك الحمد الدائم الباطن الظاهر صل وسلم على المصطفى الكريم نورك الطيب الطاهر الزاهر الذى نزهته من كل رجس اودعته فى كل مستودع طاهر ونقلته من طيبٍ الى طيبٍ فله الطيب الاول والأخر وعلى اله وصحبه الاطائب الاطاهر امين۔

اے اللہ! تیرے لئے ظاہری و باطنی طور پر دائمی حمد ہے۔ درود وسلام نازل فرما مصطفیٰ کریم پر جو تیرا طیب وطاہر اور روشن نور ہیں جن کو تو نے ہر نجاست سے منزہ کیا ہے اور پاک محل میں ودیعت فرمایا ہے۔ اور ستھرے سے ستھرے کی طرف منتقل فرمایا ہے۔ اول وآخر اس کے لئے پاکیزگی ہے، اور ان کی طیب، طاہر آل اور اصحاب پر۔ آمین

(پہلی دلیل): اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"ولعبد مؤمن خير من مشرك"

(القرآن الکریم ۲/۲۲۱)

بیشک مسلمان غلام بہتر ہے مشرک سے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بعثت من خیر قرون بنی اٰدم قرناً فقرناً حتی کنت من القرن الذی کنت منه۔ رواه البخاری فی صحیحه عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه۔

ہر قرن وطبقہ میں تمام قرون بنی آدم کے بہتر سے بھیجا گیا یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا جس میں پیدا ہوا۔ (اس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب صفة النبی صلی الله علیه وسلم صفحه ۵۰۳ جلد ا قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی حدیث صحیح میں ہے،۔

لم یزل علی وجه الدهر (الارض) سبعة مسلمون فصاعداً فلولاذٰلك هلکت الارض ومن علیها۔ اخرجه عبدالرزاق وابن المنذر بسند صحیح علی شرط الشیخین۔

روئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں، ایسا نہ ہوتا تو زمین واہل زمین سب ہلاک ہوجاتے۔ (اس کو عبدالرزاق اور ابن المنذر نے شیخین کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ت)

(المصنف لعبدالرزاق کتاب المناسک باب بنیان الکعبة رقم ۹۰۹۹ صفحه ۹۵ جلد ۵ المکتب الاسلامی بیروت)(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة المقصد الاول ۱ /۷۲ دار المعرفة بیروت)

حضرت عالم القرآن حبر الامۃ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے

ماخلت الارض من بعد نوح من سبعة یرفع الله بهم عن اهل الارض۔

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد زمین کبھی سات بندگانِ خدا سے
خالی نہ ہوئی جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب دفع
فرماتا ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ احمد فی الزہد الخ المقصد الاول صفحہ ۱۷۴ جلد دار المعرفہ بیروت)(الحاوی للفتاوی: رسالہ مسالک الحنفاء: صفحہ ۲۱۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

جب صحیح حدیثوں سے ثابت کہ ہر قرن و طبقے میں روئے زمین پر لا اقل سات مسلمان بندگان مقبول ضرور رہے ہیں، اور خود صحیح بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن سے پیدا ہوئے وہ لوگ ہر زمانے میں، ہر قرن میں خیار قرن سے، اور آیت قرآنیہ ناطق کہ کوئی کافر اگرچہ کیسا ہی شریف القوم بالا نسب ہو، کسی غلام مسلمان سے بھی خیر و بہتر نہیں ہو سکتا تو واجب ہوا کہ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء وامہات ہر قرن اور طبقہ میں انہیں بندگان صالح و مقبول سے ہوں ورنہ معاذ اللہ صحیح بخاری میں ارشاد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و قرآن عظیم میں ارشاد حق جل وعلا کے مخالف ہوگا۔

اقول: والمعنی ان الکافر لا یستاھل شرعاً ان یطلق علیہ انہ من خیار القرن لاسیما وھناك مسلمون صالحون وان لم یرد الخیریۃ الا بحسب النسب، فافھم۔

اقول: (میں کہتا ہوں) کہ مراد یہ ہے کہ کافر شرعاً اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کو خیر القرن کہا جا سکے بالخصوص جبکہ مسلمان صالح موجود ہوں اگرچہ خیریت نسب ہی کے لحاظ سے کیوں نہ ہو۔ چنانچہ تو سمجھ۔

یہ دلیل امام جلیل خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ نے افادہ فرمائی فاللہ یجزیہ الجزاء الجمیل (اللہ تعالیٰ ان کو اجر جمیل عطا فرمائے۔ت)

ثانیاً: قال اللہ عزوجل "انما المشرکون نجس"۔

دوسری دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کافر تو ناپاک ہی ہیں۔

(القرآن الکریم ۲/۲۲۱)

اور حدیث میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لم یزل اللہ عزوجل ینقلنی من اصلاب الطیبة الی الارحام الطاهرة مصفی مهذبا لاتنشعب شعبتان الا کنت فی خیرهما۔ رواه ابو نعیم فی دلائل النبوة عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما۔

ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک ستھری پشتوں میں نقل فرماتا رہا صاف ستھرا آراستہ جب دو شاخیں پیدا ہوئیں، میں ان میں بہتر شاخ میں تھا۔ (اس کو نعیم نے دلائل النبوۃ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

(الحاوی للفتاوی بحوالہ ابی نعیم مسالک الحنفاء فی والدی المصطفی صفحہ ۲۱۱ جلد ۲ دار الکتب العلمیہ بیروت) (دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی الجزء الاول ص ۱۱ و ۱۲ عالم الکتب بیروت)

اور ایک حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لم ازل انقل من اصلاب الطاهرین الی ارحام الطاهرات۔

میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس المقصد الاول صفحہ ۱۷۴ جلد ۱ دار المعرفہ بیروت) (الحاوی للفتاوی مسالک الحنفاء فی والدی المصطفی صفحہ ۲۱۰ جلد ۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دوسری حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الکریمة والارحام الطاهرة حتی اخرجنی من بین ابوی۔ رواه ابن ابی عمرو العدنی فی مسنده رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں نقل فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔ اس کو ابن ابی عمرو العدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مسند میں روایت کیا۔ ت)

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل واما شرف نسبہ صفحہ ۶۳ جلد ۱ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ)(نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض بحوالہ ابن ابی عمرو العدنی صفحہ ۴۳۵ جلد ۱ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند)

تو ضرور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آبائے کرام طاہرین وامہات کرام طاہرات سب اہل ایمان وتوحید ہوں کہ بنص قرآن عظیم کسی کافر وکافرہ کے لیے کرم وطہارت سے حصہ نہیں۔ یہ دلیل امام اجل فخر المتکلمین علامۃ الورٰی فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے افادہ فرمائی اور امام جلال الدین سیوطی اور علامہ محقق سنوسی اور علامہ تلمسانی شارح شفاء وامام ابن حجر مکی وعلامہ محمد زرقانی شارح مواہب وغیرہم اکابر نے اس کی تائید وتصویب کی۔

ثالثاً: قال اللہ تبارک وتعالیٰ:

وتوکل علی العزیز الرحیم ۝ الذی یرٰك حین تقوم ۝ وتقلبك فی السّٰجدین۔

تیسری دلیل: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: بھروسا کر زبردست مہربان پر جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہو اور تیرا کروٹیں بدلنا سجدہ کرنیوالوں میں۔

(القرآن الکریم ۲۶/۲۱۷ تا ۲۱۹)

امام رازی فرماتے ہیں: معنی آیت یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور پاک ساجدوں سے ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا تو آیت اس پر دلیل ہے کہ سب آبائے کرام مسلمین تھے۔

(تفسیر مفاتیح الغیب تحت آیۃ ۲۶/۲۱۹ ــ ۲۴/۱۴۹)

امام سیوطی وامام ابن حجر وعلامہ زرقانی وغیرہم اکابر نے اس کی تقریر وتائید وتاکید وتشیید فرمائی۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۷۴ جلد ۱ دار المعرفہ بیروت)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کے مؤید روایت ابونعیم کے یہاں آئی:

وقد صرحوا ان القرآن محتج به علی جمیع وجوهه ولا ینفی تاویل تاویلا ویشهد له عمل العلماء فی الاحتجاج بالآیات علی احد التاویلات قدیما وحدیثا۔

علماء نے تصریح کی ہے کہ قرآن پاک کی ہر وجہ سے استدلال کیا جائے گا اور کوئی ایک تاویل دوسری تاویل کی نفی نہیں کرتی، اس کے لیے علماء کا عمل گواہ ہے کہ وہ پرانے اور نئے زمانے میں آیات مبارکہ کی کئی تاویلات میں سے ایک سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ (ت)

(شرح الزرقانی بحوالہ ابی نعیم المقصد الاول باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۷۴ جلد ۱ دار المعرفہ بیروت) (دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی الجز الاول صفحہ ۱۲، ۱۱ عالم الکتب بیروت)

رابعاً: قال المولیٰ سبحنہ وتعالیٰ

ولسوف یعطیك ربك فترضی۔

چوتھی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: البتہ عنقریب تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

(القرآن الکریم ۹۳/۵) ب

اللہ اکبر! بارگاہ عزت میں مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت ووجاہت ومحبوبیت کہ امت کے حق میں تو رب العزت جل وعلا نے فرمایا ہی تھا:

سنرضیك فی امتك ولا نسوٓك رواہ مسلم فی صحیحه۔

قریب ہے کہ ہم تجھے تیری امت کے باب میں راضی کر دینگے اور تیرا دل برا نہ کریں گے۔(اسے مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ت)

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب دعا النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لامتہ الخ صفحہ ۱۱۲ جلد ۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مگر اس عطاور ضا کا مرتبہ یہاں تک پہنچا کہ صحیح حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ابو طالب کی نسبت فرمایا:

وجدته فی غمرات من النار فاخرجته الی ضحضاح رواه البخاری ومسلم عن العباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالی عنہما۔

میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا ہوا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک کی آگ میں کر دیا (اس کو امام بخاری وامام مسلم نے ابن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا۔)

(صحیح البخاری کتاب المناقب قصہ ابی طالب صفحہ ۵۴۸ جلد ۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)(صحیح البخاری کتاب الادب کنیۃ المشرک صفحہ ۹۱۷ جلد ۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)(صحیح مسلم باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لابی طالب الخ صفحہ ۱۱۵ جلد ۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)(مسند احمد بن حنبل عن العباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالی عنہما صفحہ ۲۰۶ جلد ۱ المکتب الاسلامی بیروت)

دوسری روایت صحیح میں فرمایا:

ولو لا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار۔ رواه ایضا

اگر میں نہ ہوتا تو ابو طالب جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا (اس کو بخاری نے انہی سے روایت کیا ہے)

(صحیح البخاری کتاب المناقب قصہ ابی طالب صفحہ ۵۴۸ جلد ۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)(صحیح البخاری کتاب الادب کنیۃ المشرک صفحہ ۹۱۷ جلد ۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)(صحیح مسلم باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لابی طالب الخ صفحہ ۱۱۵ جلد ۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دوسری حدیث صحیح میں فرماتے ہیں:

صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اھون اھل النار عذابا
رویاہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما۔

دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب پر ہے (امام بخاری ومسلم نے یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی۔)

(صحیح مسلم باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لابی طالب الخ صفحہ ۱۱۵ جلد ۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور یہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے جو قرب والدین کریمین کو ہے، ابو طالب کو اس سے کیا نسبت؟ پھر ان کا عذر بھی واضح کہ نہ انھیں دعوت پہنچی نہ انھوں نے زمانہ اسلام پایا، تو اگر معاذ اللہ وہ اہل جنت نہ ہوتے تو ضرور تھا کہ ان پر ابو طالب سے بھی کم عذاب ہوتا اور وہی سب سے ہلکے عذاب میں ہوتے۔ یہ حدیث صحیح کے خلاف ہے تو واجب ہوا کہ والدین کریمین اہل جنت ہیں، وللہ الحمد، اس دلیل کی طرف بھی امام خاتم الحفاظ (جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی) نے اشارہ فرمایا: اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تبارک تعالی کی طرف سے ہے۔) تقریر دلیل یہ ہے کہ صادق ومصدق صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے خبر دی کہ اہل نار میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب پر ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ ابو طالب پر یہ تخفیف کس وجہ سے ہے؟ آیا حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی یاری وغمخواری وپاسداری وخدمت گزاری کے باعث یا اس لئے کہ سید المحبوبین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ان سے محبت طبعی تھی، حضور کو ان کی رعایت منظور تھی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عم الرجل صِنوُ اَبِیہِ رواہ الترمذی بسند حسن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ وعن علی والطبرانی الکبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھم)

آدمی کا چچا اس کے باپ کے بجائے ہوتا ہے اس کو امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہما سے

جبکہ طبرانی کبیر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی الفضل عم النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم صفحہ ۲۱۷ جلد ۲ امین کمپنی دہلی)(المعجم الکبیر حدیث ۱۰۶۹۸ المکتبہ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۵۳)

شق اول باطل ہے، قال اللہ عزوجل:

وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنہ ھباء منثورا۔

(اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا): اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کردیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

(القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳)

صاف ارشاد ہوتا ہے کہ کافر کے سب عمل برباد محض ہیں، لاجرم شق ثانی ہی صحیح ہے اور یہی ان احادیث صحیحہ مذکورہ سے مستفاد، ابوطالب کے عمل کی حقیقت تو یہاں تک تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراپا آگ میں غرق پایا، عمل نے نفع دیا ہوتا تو پہلے ہی کام آتا، پھر حضور کا ارشاد کہ میں نے اسے ٹخنوں تک کی آگ میں کھینچ لیا، میں نہ ہوتا تو جہنم کے طبقہ زیریں میں ہوتا۔

(صحیح البخاری کتاب مناقب انصار قصہ ابی طالب ۱/ ۵۴۸ و صحیح مسلم کتاب الایمان ۱/ ۱۱۵)(مسند احمد بن حنبل عن العباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۷ و ۲۱۰)

لاجرم یہ تخفیف صرف محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پاس خاطر اور حضور کا اکرام ظاہر و باہر ہے اور بالبداہت واضح کہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر اقدس پر ابوطالب کا عذاب ہرگز اتنا گراں نہیں ہوسکتا جس قدر معاذ اللہ والدین کریمین کا معاملہ، نہ ان سے تخفیف میں حضور کی آنکھوں کی وہ ٹھنڈک جو حضرات والدین کے بارے میں، نہ ان کی رعایت میں حضور کا وہ اعزاز و اکرام جو حضرت والدین کے چھٹکارے میں، تو اگر عیاذا باللہ وہ اہل جنت نہ ہوتے تو ہر طرح سے وہی اس رعایت و عنایت کے زیادہ مستحق تھے، وبوجہ آخر فرض کیجئے کہ یہ ابوطالب کے حق پرورش و خدمت ہی کا معاوضہ ہے تو پھر کون سی پرورش جزئیت کے برابر ہوسکتی ہے، کون سی خدمت حمل و وضع کا مقابلہ کرسکتی ہے؟ کیا کبھی کسی پرورش کنندہ یا خدمت گزار کا حق، حق والدین کے برابر ہوسکتا ہے جسے رب العزت

نے اپنے حق عظیم کے ساتھ شمار فرمایا:

"ان اشکر لی ولوالدیك"

حق مان میرا اور اپنے والدین کا۔

(القرآن الکریم ۳۱/۱۴)

پھر ابو طالب نے جہاں برسوں خدمت کی، چلتے وقت رنج بھی وہ دیا جس کا جواب نہیں، ہر چند حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کلمہ پڑھنے کو فرمایا، نہ پڑھنا تھا نہ پڑھا، جرم وہ کیا جس کی مغفرت نہیں۔ عمر بھر معجزات دیکھنا، احوال پر علم تام رکھنا اور زیادہ حجۃ اللہ قائم ہونے کا موجب ہوا بخلاف ابوین کریمین کہ نہ انھیں دعوت دی گئی نہ انکار کیا، تو ہر وجہ، ہر لحاظ، ہر حیثیت سے یقیناً انھیں کا پلہ بڑھا ہوا ہے، تو ابو طالب کا عذاب سب سے ہلکا ہونا یونہی متصور کہ ابوین کریمین اہل نار ہی سے نہ ہوں۔ وھو المقصود والحمد للہ العلی الودود اور وہی مقصود ہے، (اور تمام تعریفیں بلندی و محبت والے اللہ کے لئے ہیں۔ ت)

خامساً: اقول: قال المولی عزوعلا:

لایستوی اصحٰب النار واصحٰب الجنۃ اصحٰب الجنۃ ھم الفائزون۔

پانچویں دلیل: اقول (میں کہتا ہوں کہ) مولیٰ عزوجل نے فرمایا: برابر نہیں دوزخ والے اور جنت والے، اور جنت والے ہی مراد کو پہنچے۔

(القرآن الکریم ۵۹/۲۰)

حدیث میں ہے حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اولادِ امجادِ حضرت عبدالمطلب سے ایک پاک طیبہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آتے دیکھا، جب پاس آئیں، فرمایا: ماا خرجك من بیتك؟ اپنے گھر سے کہاں گئی تھیں؟ عرض کی: آتیت اھل ھذا المیت فترحمت الیھم وعزیتھم بمیتھم۔ یہ جو ایک میت ہوگئی تھی میں ان کے یہاں دعائے رحمت اور تعزیت کرنے گئی تھی۔ فرمایا: لعلك بلغت معھم الکدٰی۔ شاید تو ان کے ساتھ قبرستان تک گئی۔ عرض کی: معاذاللہ ان اکون بلغتھا وقد سمعتك تذکر فی ذٰلك ماتذکر۔ خدا کی پناہ میں وہاں جاتی حالانکہ

حضور سے سن چکی تھی جو کچھ اس بات میں ارشاد کیا۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو بلغتها معهم ما رايت الجنة حتي يراها جد ابيك۔

اگر تو ان کے ساتھ وہاں جاتی تو جنت نہ دیکھتی جب تک عبدالمطلب نہ دیکھیں۔

رواه ابو داود والنسائی۔ واللفظ له عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله تعالیٰ عنهما. اما ابو داود فتادب و کنّٰی وقال فذکر تشديدا فی ذلك واما ابو عبدالرحمن فادّٰی لتبليغ العلم واداء الحديث على وجهه لكل وجهة هو موليها۔

اس کو ابو داود اور نسائی نے روایت کیا ہے، اور لفظ نسائی کے ہیں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، امام ابو داود نے ازراہ ادب بطور کنایہ اس میں تشدید کا ذکر کیا لیکن امام ابو عبدالرحمن نے کھل کر علم کو پہنچایا اور حدیث کا حق ادا کیا۔ ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے۔

(سنن النسائی کتاب الجنائز باب النعی صفحہ ۲۶۲، ۲۶۵ جلد ۱ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی) (سنن ابی داود کتاب الجنائز باب التعزیۃ صفحہ ۸۹ جلد ۲ آفتاب عالم پریس لاہور)

یہ تو حدیث کا ارشاد ہے، اب ذرا عقائد اہلسنت پیش نظر رکھتے ہوئے نگاہ انصاف درکار، عورتوں کا قبرستان جانا غایت درجہ اگر ہے تو معصیت ہے، اور ہرگز کوئی معصیت مسلمان کو جنت سے محروم اور کافر کے برابر نہیں کرسکتی، اہلسنت کے نزدیک مسلمان کا جنت میں جانا واجب شرعی ہے اگرچہ معاذ اللہ مواخذے کے بعد، اور کافر کا جنت میں جانا محال شرعی کہ ابدالآباد تک کبھی ممکن ہی نہیں، اور نصوص کو حتی الامکان ظاہر پر محمول کرنا واجب، اور بے ضرورت تاویل ناجائز، اور عصمت نوع بشر میں خاصہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء ہے، ان کے غیر سے اگرچہ کیسا ہی عظیم الدرجات ہو، وقوع گناہ

ممکن ومتصور۔ یہ چاروں باتیں عقائد اہل سنت میں ثابت ومقرر، اب اگر بحکم مقدمہ رابعہ مقابر تک بلوغ فرض کیجئے تو بحکم مقدمہ ثالثہ جزاء کا ترتب واجب، اوراس تقدیر پر کہ حضرت عبدالمطلب کو معاذ اللہ غیر مسلم کہئے بحکم مقدمتین اولین ونیز بحکم آیت کریمہ محال وباطل، تو واجب ہوا کہ حضرت عبدالمطلب مسلمان واہل جنت ہوں اگرچہ مثل صدیق وفاروق وعثمان وعلی وزہرا وصدیقہ وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سابقین اولین میں نہ ہوں۔ اب معنی حدیث بلاتکلف اور بے حاجت تاویل وتصرف عقائد اہلسنت سے مطابق ہے یعنی اگر یہ امر تم سے واقع ہوتا تو سابقین اولین کے ساتھ جنت میں جانا نہ ملتا بلکہ اس وقت جبکہ عبدالمطلب داخل بہشت ہوں گے ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (یونہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ت)

سادساً، اقول:

قال ربنا الاعز الاعلی عزوعلا: وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنفقین لایعلمون۔

(القرآن الکریم ۶۳/۸)

چھٹی دلیل: اقول: (میں کہتا ہوں کہ) ہمارے پروردگار اعز واعلٰی عزوعلا نے فرمایا، عزت تو اللہ ورسول اور مسلمان ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو علم نہیں۔

وقال تعالٰی: یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثٰی وجعلنکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیرا۔

(القرآن الکریم ۴۹/۱۳)

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے لوگو! ہم نے بنایا تمہیں ایک نر ومادہ سے اور کیا تمہیں قومیں اور قبیلے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو بے شک اللہ کے نزدیک تمہارا زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

ان آیات کریمہ میں رب العزت جل وعلا نے عزت وکرم کو مسلمانوں میں

مختصر فرمادیا اور کافر کو کتنا ہی قوم دار ہو، لئیم وذلیل ٹھہرایا اور کسی لئیم وذلیل کی اولاد سے ہونا کسی عزیز وکریم کے لیے باعث مدح نہیں ولہذا کافر باپ دادوں کے انتساب سے فخر کرنا حرام ہوا۔

صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من انتسب الی تسعة اٰباء کفار یرید بھم عزّا وکرماً کان عاشرھم فی النار۔ رواہ احمد عن ابی ریحانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ریحانہ رضی اللہ عنہ صفحہ ۱۳۴ جلد ۴ المکتب الاسلامی بیروت)

جو شخص عزت وکرامت چاہنے کو اپنی نو پشت کافر کا ذکر کرے کہ میں فلاں ابن فلاں کا بیٹا ہوں ان کا دسواں جہنم میں یہ شخص ہو۔ (اس کو امام احمد نے ابو ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت فرمایا۔

اور احادیث کثیرہ مشہورہ سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے فضائل کریمہ کے بیان اور مقام رجز ومدح میں بارہا اپنے آبائے کرام وامہات کرائم کا ذکر فرمایا۔

روزِ حنین جب ارادہ الٰہیہ سے تھوڑی دیر کے لئے کفار نے غلبہ پایا معدود بندے رکاب رسالت میں باقی رہے، اللہ غالب کے رسول غالب پر شان جلال طاری تھی:

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں، میں ہوں بیٹا عبد المطلب کا۔ اس کو احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من قاد دابة غیرہ فی الحرب صفحہ ۴۰۱ جلد ۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)(صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ حنین صفحہ ۱۰۰ جلد ۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضور قصد فرمارہے ہیں کہ تنہا ان ہزاروں کے مجمع پر حملہ فرمائیں۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب و حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما بغلہ شریف کی لگام مضبوط کھینچے ہوئے ہیں کہ بڑھ نہ جائے اور حضور فرمارہے ہیں:

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبة (وابو نعیم عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ)

میں سچا نبی ہوں، اللہ کا پیارا، عبدالمطلب کی آنکھ کا تارا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس کو ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابونعیم نے براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

(المصنف لابن ابی شیبہ کتاب السیر حدیث صفحہ ۵۳۵ جلد ۶ رقم ۳۳۵۷۳ دار العلمیة بیروت)(کنز العمال بحوالہ ش وابی نعیم حدیث صفحہ ۵۴۰ جلد ۱۰ رقم ۳۰۲۰۷ مؤسسة الرسالة بیروت)

امیر المومنین عمر لگام روکے ہیں اور حضرت عباس دُمچی تھامے، اور حضور فرمارہے ہیں:

قدما ھا۔ انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب۔ رواہ ابن عساکر عن مصعب بن شیبة عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اسے بڑھنے دو، میں ہوں نبی صریح حق پر، میں ہوں عبدالمطلب کا پسر، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس کو ابن عساکر نے مصعب بن شیبہ سے ان کے باپ کے واسطہ سے روایت کیا ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۲۸۵۸ شیبة بن عثمان صفحہ ۱۷۵ جلد ۲۵ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جب کافر نہایت قریب آگئے، بغلہ طیبہ نے نزول اجلال فرمایا، اس وقت بھی

یہی فرماتے تھے:

انا النبی لا کذب . انا ابن عبد المطلب . اللھم انزل نصرك . رواہ ابن ابی شیبة وابن ابی جریر عن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنه .

میں ہوں نبی برحق سچا، میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا، الٰہی! اپنی مدد نازل فرما۔ اس کو ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے سیدنا حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(المصنف ابن ابی شیبہ: غزوہ حنین وماجائ فیہا جلد ۷ صفحہ ۴۱۲ رقم ۳۶۹۸۳ مکتبۃ الرشد الریاض) (کنز العمال: حدیث ۳۰۲۰۶ صفحہ ۵۴۱ جلد ۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

پھر ایک مشت خاک دستِ پاک میں لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا "شاھت الوجوہ"۔ چہرے بگڑ گئے۔

(کنز العمال: حدیث ۳۰۲۰۶ صفحہ ۵۴۱ جلد ۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت) (جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ لقد نصرکم اللہ الخ صفحہ ۱۱۸ جلد ۱۰ دار احیاء التراث العربی بیروت)

وہ خاک ان ہزاروں کافروں پر ایک ایک کی آنکھ میں پہنچی اور سب کے منہ پھر گئے، ان میں جو مشرف باسلام ہوئے وہ بیان فرماتے ہیں جس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ کنکریاں ہماری طرف پھینکیں ہمیں یہ نظر آیا کہ زمین سے آسمان تک تانبے کی دیوار قائم کردی گئی اور اس پر سے پہاڑ ہم پر لڑھکائے گئے، سوائے بھاگنے کے کچھ بن نہ آئی،

وصلی اللہ تعالیٰ علی الحق المبین سید المنصورین والہ وبارك وسلم .

اللہ تعالیٰ درود وسلام اور برکت نازل فرمائے حق مبین پر جو مدد کئے ہوؤں کے سردار ہیں اور آپ کی آل پر۔

اسی غزوہ کے رجز میں ارشاد فرمایا:

انا ابن العواتك من بنی سلیم . رواہ سعید بن

منصور فی سننہ والطبرانی فی الکبیر عن سبابۃ بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

میں بنی سلیم سے ان چند خاتونوں کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ تھا۔اس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور طبرانی معجم کبیر میں سبابہ بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(کنزالعمال بحوالہ ص وطب حدیث ۳۱۸۷۴ صفحہ ۴۰۲ جلد ۱۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) (المعجم الکبیر بحوالہ ص وطب حدیث ۶۷۲۴ صفحہ ۱۶۹ جلد ۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت)

ایک حدیث میں ہے، بعض غزوات میں فرمایا:

انا النبی لا کذب، انا ابن عبد المطلب، انا ابن العواتك. رواہ ابن عساکر عن قتادہ۔

میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں، میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا، میں ہوں ان بیبیوں کا بیٹا جن کا نام عاتکہ تھا (اس کو ابن عساکر نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر باب معرفۃ امہ وجداتہ الخ صفحہ ۶۰ جلد ۳ داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ مناوی صاحب تیسیر وامام مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس وجوہری صاحب صحاح وصنعانی وغیرہم نے کہا: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدات میں نو بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔

(التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث انا ابن العواتک صفحہ ۲۷۵ جلد ۱ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض) (الصحاح باب الکاف فصل العین تحت لفظ عاتکہ صفحہ ۱۳۱۱ جلد ۴ داراحیاء التراث العربی بیروت)

ابن بری نے کہا: وہ بارہ بیبیاں عاتکہ نام کی تھیں، تین سلمیات یعنی قبیلہ بنی سلیم سے، اور دو قرشیات، دو عدوانیات اور ایک ایک کنانیہ، اسدیہ، ہذلیہ، قضاعیہ، ازدیہ، ذکرہ فی تاج العروس (اسے تاج العروس میں ذکر کیا گیا۔ت)

(تاج العروس باب الکاف فصل العین صفحہ ۱۵۹ جلد ۷ داراحیاء التراث العربی بیروت)

ابو عبداللہ عدوسی نے کہا: وہ بیبیاں چودہ تھیں، تین قرشیات، چار سلمیات، دو عدوانیات اور ایک ایک ہذلیہ، قحطانیہ، قضاعیہ، ثقفیہ، اسدیہ بنی اسد خزیمہ سے۔ رواہ الامام الجلال السیوطی فی الجامع الکبیر (اس کو امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے جامع کبیر میں روایت کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قلیل نافی کثیر نہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مقام مدح وبیان فضائل کریمہ میں اکیس پشت تک اپنا نسب نامہ ارشاد کر کے فرمایا: میں سب سے نسب میں افضل، باپ میں افضل، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تو بحکم نصوص مذکورہ ضرور ہے کہ حضور کے آباء وامہات مسلمین ومسلمات ہوں۔ وللہ الحمد اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے۔

سابعاً:

قال اللہ سبحنہ وتعالیٰ: انہ لیس من اھلك انہ عمل غیر صالح

(القرآن الکریم ۱۱/۴۶)۔

ساتویں دلیل: اللہ سبحنہ وتعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! یہ کنعان تیرے اہل سے نہیں یہ تو ناراستی کے کام والا ہے۔

آیہ کریمہ نے مسلم وکافر کا نسب قطع فرمادیا ولہذا ایک کا ترکہ دوسرے کو نہیں پہنچتا اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

نحن بنو النضر بن کنانۃ لاننتفی من ابینا۔ رواہ ابوداؤد الطیالسی وابن سعد والامام احمد وابن ماجۃ والحارث والماوردی سمویہ وابن قانع والطبرانی فی الکبیر وابو نعیم والضیاء المقدسی فی صحیح المختارۃ عن الاشعث بن قیس الکندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں، ہم اپنے باپ سے اپنا نسب جدا نہیں

کرتے اسکو ابوداود طیالسی، ابن سعد، امام احمد، ابن ماجہ، حارث، ماوردی، سمویہ، ابن قانع، طبرانی کبیر، ابونعیم اور ضیاء مقدسی نے صحیح مختارہ میں اشعث بن قیس الکندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(کنزالعمال بحوالہ الحارث والباوردی وسمویہ وغیرہ حدیث ۳۵۵۱۴صفحہ ۴۴۲جلد ۱۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت)(سنن ابن ماجۃ ابواب الحدود باب من نفی رجلا من قبیلۃ صفحہ ۱۹۱ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)(مسند احمد بن حنبل حدیث الاشعث بن قیس الکندی صفحہ ۲۱۱،۲۱۲جلد۵المکتب الاسلامی بیروت)(المعجم الکبیر حدیث ۲۱۹۰ و ۲۱۹۱ اصفحہ ۲۸۲جلد۲المکتب الفیصلیۃ بیروت) (مسند ابی داود الطیالسی احادیث الاشعث بن قیس حدیث ۱۰۴۹ صفحہ ۱۴۱جلد۴،دارالمعرفۃ بیروت)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر من انتمی الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱۰/۲۳)(دلائل النبوۃ للبیہقی باب ذکر شرف اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۷۳)

کفار سے نسب بحکم احکم الحاکمین منقطع ہے، پھر معاذ اللہ جدا نہ کرنے کا کیا محل ہوتا۔

ثامناً وتاسعاً

، اقول:قال العلی الاعلی تبارك وتعالیٰ : ان الذین کفروا من اهل الکتب والمشرکین فی نار جهنم خلدین فیها اولئك هم شر البریة ان الذین اٰمنو او عملوا الصلحت اولئك هم خیر البریة

(القرآن الکریم ۹۸/۶)

آٹھویں اور نویں دلیل:

میں کہتا ہوں علی اعلیٰ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: بیشک سب کافر کتابی اور مشرک جہنم کی آگ میں ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، وہ سارے جہان سے بدتر ہیں، بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ سارے جہان سے بہتر ہیں۔

اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

غفر الله عزوجل لزيد بن عمرو و رحمه فانه مات على دين ابراهيم ۔رواه البزار والطبراني عن سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل رضی الله تعالیٰ عنهما۔

اللہ عزوجل نے زید بن عمرو کو بخش دیا اوران پر رحم فرمایا کہ وہ دین ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام پر تھے۔اس کو بزار اورطبرانی نے سیدنا سعید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ترجمہ سعید بن زید صفحہ ۳۸۱ جلد ۳ دار صادر بیروت)

اور ایک اور حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکی نسبت فرمایا:

رأيته في الجنة يسحب ذيولا ۔رواه ابن سعد والفاكهي عن عامر بن ربيعة رضی الله تعالیٰ عنهما۔

میں نے اسے جنت میں ناز کے ساتھ دامن کشاں دیکھا اس کو ابن سعد اور فاکہی نے حضرت عامر بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(فتح الباری بحوالہ ابن سعد والفاکہی کتاب المناقب حدیث زید بن عمرو بن نفیل صفحہ ۱۴۷ جلد ۸ مصطفی البابی مصر)

اور بیہقی وابن عساکر کی حدیث میں بطریق مالک عن الزہری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے،

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: وھذہ روایۃ البیہقی (اور یہ بیہقی کی روایت ہے۔):

"انا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبدمناف بن قصي بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤى بن غالب بن فهر بن مالك بن النضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن الياس بن مضر بن نزار بن معد بن

عدنان۔ ما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیر هما فاخرجت من بین ابوین فلم یصبنی شیئ من عهد الجاهلیة وخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن ادم حتی انتهیت الی ابی وامی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا وفی لفظ فانا خیرکم نسباً وخیرکم اباً۔"

میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوئے مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں کیا تو میں اپنے ماں باپ سے ایسا پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاح صحیح سے پیدا ہوا آدم سے لے کر اپنے والدین تک، تو میرا نفس کریم تم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔

(دلائل النبوۃ باب ذکر اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۷۴، ۱۷۹ جلد ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)(تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر معرفۃ نسبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹ و ۳۸)(تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر معرفۃ نسبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۰)

اس حدیث میں اول تو نفی عام فرمائی کہ عہد جاہلیت کی کسی بات نے نسب اقدس میں کبھی کوئی راہ نہ پائی، یہ خود دلیل کافی ہے اور امر جاہلیت کو خصوص زنا پر حمل کرنا ایک تو تخصیص بلا مخصص، دوسرے لغو کہ نفی زنا صراحۃً اس کے متصل مذکور۔

ثانیاً ارشاد ہوتا ہے کہ میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔ ان سب میں حضرت سعید بن زید بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی قطعاً داخل تو لازم کہ حضرت والد ماجد حضرت زید سے افضل ہوں اور یہ بحکم آیت بے اسلام ناممکن۔

عاشراً

اقول: قال اللہ عزوجل: اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔

(القرآن الکریم ۶/۱۲۴)

دسویں دلیل:

میں کہتا ہوں، اللہ عزوجل نے فرمایا:

خدا خوب جانتا ہے جہاں رکھے اپنی پیغمبری۔

آیہ کریمہ شاہد کہ رب العزۃ عزوعلا سب سے زیادہ معزز ومحترم موضع، وضع رسالت کے لیے انتخاب فرماتا ہے ولہذا کبھی کم قوموں رذیلوں میں رسالت نہ رکھی، پھر کفر وشرک سے زیادہ رذیل کیا شے ہوگی؟ وہ کیونکر اس قابل کہ اللہ عزوجل نور رسالت اس میں ودیعت رکھے۔ کفار محل غضب ولعنت ہیں اور نور رسالت کے وضع کو محل رضا ورحمت درکار۔

حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ایک بار خوف وخشیت کا غلبہ تھا، گریہ وزاری فرمارہی تھیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی: یا ام المومنین! کیا آپ

یہ گمان رکھتی ہیں کہ رب العزت جل وعلا نے جہنم کی ایک چنگاری کو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جوڑا بنایا؟ ام المومنین نے فرمایا:

فرّجت عنی فرّج اللہ عنک۔

تم نے میرا غم دور کیا اللہ تعالیٰ تمہارا غم دور کرے۔

خود حدیث میں ہے، حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ ابی لی ان اتزوج أوازوج الا اھل الجنۃ۔ رواہ ابن عساکر عن ھند بن ابی ھالۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بے شک اللہ عزوجل نے میرے لئے نہ مانا کہ میں نکاح میں لانے یا نکاح میں دینے کا معاملہ کروں مگر اہل جنت سے۔ (اس کو ابن عساکر نے ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

(تاریخ دمشق الکبیر رملۃ بنت ابی سفیان صخر بن حرب الخ صفحہ ۱۱۰ جلد ۷۳ دار احیاء

التراث العربی بیروت)

جب اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لے پسند نہ فرمایا (کہ غیر مسلم عورت آپ کے نکاح میں آئے) خود حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور پاک معاذ اللہ محل کفر میں رکھنے یا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم پاک عیاذ أباللہ خون کفار سے بنانے کو پسند فرمانا کیونکر متوقع ہو۔

یہ بحمد اللہ دس دلیل جلیل ہیں، پہلی چار ارشاد ائمہ کبار اور چھ اخیر فیض قدیر حصہ فقیر ،تلک عشرۃ کاملۃ ، والحمد للہ فی الاولی والاٰخرۃ (یہ دس کامل ہوئیں، اور پہلی اور پچھلی میں سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ت)

تنبیہات باہرہ:

حدیث ان ابی واباك۔

(بے شک میرا اور تیرا باپ۔ت) میں باپ سے ابو طالب مراد لینا طریق واضح ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان من مات علی الکفر الخ صفحہ ۱۱۴ جلد ۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

قال تعالیٰ: قالوانعبد الٰهك واله اٰبائك ابراهیم واسمٰعیل واسحٰق۔

(القرآن الکریم ۲/۱۳۳)

بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق کا۔

علماء نے اسی پر لا بیہ ازر کو حمل فرمایا۔ اہل تواریخ واہل کتابین (یہود ونصاری) کا اجماع ہے کہ آزر باپ نہ تھا سید خلیل علیہ السلام الجلیل کا چچا تھا۔ استغفار سے نہی معاذ اللہ عدم توحید پر دال نہیں، صدر اسلام میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدیون (مقروض) کے جنازے پر نماز نہ پڑھتے جس کا حاصل اس کے لیے استغفار ہی ہے۔ اقول: حدیث میں ہے: جب حضور سید الشافعین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار شفاعت فرمائیں گے

اور اہل ایمان کو اپنے کرم سے داخل جناں فرماتے جائیں گے، اخیر میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کے پاس سوائے توحید کے کوئی حسنہ نہیں۔ شفیع مشفع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر سجدے میں گریں گے، حکم ہوگا: یا محمد ارفع راسك وقل یسمع لك وسل تعط واشفع تشفع۔ اے حبیب! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمہاری عرض سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں عطا ہوگا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔

سید الشافعین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عرض کریں گے:

ارب ائذن لی فیمن قال لا الٰہ الا اللہ۔

اے میرے رب! مجھے ان کی بھی پروانگی دے دے جنہوں نے صرف لا الٰہ الا اللہ کہا ہے۔

رب العزت عزّ جلالہ ارشاد فرمائے گا:

لیس ذاك الیك لكن وعزتی وكبریائی وعظمتی وجبریائی لاخرجن منها من قال لا الٰہ الا اللہ۔ رواه الشیخان عن انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

یہ تمہارے لئے نہیں مگر مجھے اپنی عزت وجلال وکبریائی کی قسم میں ضرور ان سب کو نار سے نکال لوں گا جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے (اس کو بخاری ومسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب کلام الرب یوم القیمۃ مع الانبیاء وغیرہم صفحہ ۱۱۱۸، ۱۱۱۹ جلد ۲ قدیمی کتب خانہ کراچی) (صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار صفحہ ۱۱۰ جلد ۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ والحمد للہ وصلی اللہ تعالیٰ علی الشفیع الرفیع وآلہ وبارک وسلم۔

اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ درود وسلام اور برکت نازل فرمائے بلند شان والے شفیع پر اور ان کی آل پر۔

حضرات ابوین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتقال عہد اسلام سے پہلے تھا تو اس وقت تک صرف اہل توحید و اہل لا الٰہ الا اللہ تھے تو نہی از قبیل لیس ذٰلک لک ہے۔ بعدہ رب العزت جل جلالہ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں ان پر تمام نعمت کے لئے اصحاب کہف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح انہیں زندہ کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاکر، شرف صحابیت پاکر آرام فرمایا لہٰذا حکمت الٰہیہ کہ یہ زندہ کرنا حجۃ الوداع میں واقع ہوا جبکہ قرآن کریم پورا اتر لیا اور

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی"
(القرآن الکریم ۵/۳)
(آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔) نے نزول فرما کر دین الٰہی کو تام و کامل کر دیا تا کہ ان کا ایمان پورے دین کامل شرائع پر واقع ہو۔

حدیث احیاء کی غایت ضعف ہے کما حققہ خاتم الحفاظ الجلال السیوطی ولا عطر بعد العروس جیسا کہ خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اس کی تحقیق فرما دی ہے اور عروس کے بعد کوئی عطر نہیں۔

اور حدیث ضعیف دربارہ فضائل مقبول کما حققناہ بما لا مزید علیہ فی رسالتنا الھاد الکاف فی حکم الضعاف (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے رسالہ الھاد الکاف فی حکم الضعاف میں کر دی ہے۔ت بلکہ امام ابن حجر مکی نے فرمایا متعدد حفاظ نے اس کی تصحیح کی۔

امام ابن حجر مکی ''افضل القری لقراء ام القری'' میں فرماتے ہیں:

ان اباء النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم غیر الانبیاء وامہاتہ الی ادم وحواء لیس فیہم کافر لان الکافر لا یقال فی حقہ انہ مختار ولا کریم ،ولا طاھر ،بل نجس ،وقد صرحت الاحادیث بانہم مختارون وان الاباء کرام ،والامہات طاھرات ،وایضا قال تعالی وتقلبک فی السجدین علی احد التفاسیر فیہ ان

المراد تنقل نورہ من ساجد الی ساجد وحینئذ فھذہ صریح فی ان ابوی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اٰمنۃ وعبد اللہ من اھل الجنۃ لانھما اقرب المختارین لہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وھذا ھو الحق ،بل فی حدیث صححہ

غیر واحد من الحفاظ ولم یلتفتوا لمن طعن فیہ ۔ان اللہ تعالی احیاھما فامنا بہ الخ مختصرا وفیہ طول۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں جتنے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں وہ تو انبیاء ہی ہیں ،ان کے سوا حضور کے جس قدر اباء وامھات آدم وحواء علیہما الصلوٰۃ والسلام تک ہیں ان میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک نہیں کہا جا سکتا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء وامھات کی نسبت حدیثوں میں تصریح فرمائی گئی کہ وہ سب پسندیدہ بارگاہ الٰہی ہیں ،آباء سب کرام ،مائیں سب پاکیزہ ہیں اور آیہ کریمہ تقلبک فی السجدین (اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو) کی بھی ایک تفسیر یہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا آیا تو اب اس سے صاف ثابت ہے کہ حضور کے والدین حضرت آمنہ وحضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اہل جنت ہیں کہ وہ تو ان بندوں میں جنھیں اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے چنا تھا سب سے قریب تر ہیں ،یہی قول حق ہے بلکہ ایک حدیث میں جسے متعدد حافظان حدیث نے صحیح کہا اور اس میں طعن کرنے والے کی بات کو قابل التفات نہ جانا ،تصریح ہے کہ اللہ عزوجل نے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

لئے زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ حضور پر ایمان لائے مختصر حالانکہ اس حدیث میں طول ہے، ھکذا اقال واللہ تعالیٰ اعلم

(افضل القریٰ لقراء ام القریٰ شعر ۶ صفحہ ۱۶۱ جلد ا المجمع الثقافی ابو ظبیی)

اقول: وبماء قرأت امر الاحیاء اندفع مازعم الحافظ ابن دحیه من مخالفة الایات عدم انتفاع الکافر بعد موته کیف وانا لانقول ان الاحیاء لاحداث ایمان بعد کفره بل لاعطاء الایمان بمحمد صلی الله تعالی علیه وسلم وتفاصیل دینه الاکرام بعد المضی علی محض التوحید وحینئذ لاحاجة بنا الی ادعاء التخصیص فی الایات کما فعل العلماء المجیبون۔

اقول: (میں کہتا ہوں) یہ زندہ کرنے کا معاملہ جو تو نے پڑھا ہے اس سے حافظ ابن دحیہ کا وہ قول مندفع ہو گیا کہ والدین کریمین کا ایمان ماننے سے ان آیات کریمہ کی مخالفت لازم آتی ہے جن میں کافر کے مرنے کے بعد عدم انتفاع کا ذکر ہے، یہ مخالفت کیسے لازم آسکتی ہے حالانکہ ہم یہ نہیں کہتے کہ والدین کریمین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفر کے بعد ایمان دینے کیلئے زندہ کیا گیا بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ توحید پر انتقال فرمانے کے بعد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور آپ کے دین کریم کی تفاصیل پر ایمان کی دولت سے مشرف فرمانے کے لئے زندہ کیا گیا، اس صورت میں
ہمیں آیات کریمہ تخصیص کا دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ جواب دینے والے علماء نے کیا ہے۔

اپنا مسلک اس باب میں یہ ہے:

ومن مذهبی حب الدیار لاهلها
وللناس فیما یعشقون مذاهب

میرا مذہب تو شہر والوں کی وجہ سے شہر سے محبت کرنا ہے اور لوگوں کے
لئے ان کی پسندیدہ چیزوں میں مختلف طریقے ہیں۔
جسے یہ پسند ہو فبہا، ونعمت ورنہ آخر اس سے تو کم نہ ہو کہ زبان روکے، دل صاف
رکھے

"ان ذٰلکم کان یؤذی النبی"
(القرآن الکریم ۵۳/۲۲)
(بیشک یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچاتی ہے۔ اس سے ڈرے۔
امام ابن حجر مکی شرح میں فرماتے ہیں:

ما احسن قول بعض المتوقفین فی ھٰذہ المسئلة الحذر الحذر من ذکر ھما بنقص فان ذٰلك قد یؤذیه صلی اللہ تعالی علیه وسلم لخبر الطبرانی لا تؤذوا الاحیاء بسبب الاموات۔

یعنی کیا خوب فرمایا بعض علماء نے جنہیں اس مسئلے میں توقف تھا کہ دیکھ بچ والدین کریمین کو کسی نقص کے ساتھ ذکر کرنے سے کہ اس سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء ہونے کا اندیشہ ہے کہ طبرانی کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو ایذاء نہ دو۔
(افضل القری لقراء ام القری شعر ۶ صفحہ ۱۵۴ جلد ۱ المجمع الثقافی ابوظبی)
یعنی حضور تو زندہ ابدی ہیں ہمارے تمام افعال واقوال پر مطلع ہیں اور اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم۔
(القرآن الکریم ۶۱/۹)
جو لوگ رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

عاقل کو چاہئے ایسی جگہ سخت احتیاط سے کام لے

ہشدار کہ رہ بر مردم تیغ است قدم را

ہوش کر کہ لوگوں پر چڑھائی کرنا قدم کے لیے تلوار ہے۔

یہ مانا کہ مسئلہ قطعی نہیں، اجماعی نہیں، پھر ادھر کون سا قاطع کون سا اجماع ہے؟ آدمی اگر جانب ادب میں خطا کرے تو لاکھ جگہ بہتر ہے اس سے کہ معاذ اللہ اس کی خطا جانب گستاخی جائے، جس طرح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

فان الامام ان یخطیئ فی العفو خیرله من ان یخطیئ فی العقوبة ، رواہ ابن ابی شیبة والترمذی والحاکم وصححه والبیهقی عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالی عنها۔

جہاں تک بن پڑے حدود کو ٹالو کہ بیشک امام کا معافی میں خطا کرنا عقوبت میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔ اس کو ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم اور بیہقی نے روایت کیا، اور حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی۔

(المستدرک للحاکم کتاب صفحہ ۳۸۴ جلد ۴ الحدود دار الفکر بیروت) (جامع الترمذی ابواب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود صفحہ ۱۷۱ جلد ۱ امین کمپنی دہلی) (السنن الکبری کتاب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود بالشبہات صفحہ ۲۳۸ جلد ۸ دار صادر بیروت) (المصنف لابن ابی شیبة کتاب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود بالشبہات حدیث ۲۸۴۹۳ صفحہ ۵۰۸ جلد ۵ دار الکتب العلمیة بیروت)

حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں: کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو۔

(احیاء العلوم کتاب آفات اللسان الآفة مطبعة المشہد الحسینی القاہرة ۱۲۵/۳)

مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف معاذ اللہ اولاد چنین وچناں سے ہونا کیونکر بے تواتر وقطع نسبت کر دیا جائے، یقین برہانی کا انتفا حکم وجدانی کا نافی نہیں ہوتا، کیا تمہارا وجدان ایمان گوارا کرتا ہے کہ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سرکار نوربار کے ادنیٰ غلاموں کے سگان

بارگاہ

جنّات النعیم میں "سُرر مرفوعة"

(القرآن الکریم ۱۳/۸۸)

(بلند تختوں) پر تکیے لگائے چین کریں

اور جن کی نعلین پاک کے تصدق میں جنت بنی ان کے ماں باپ دوسری جگہ معاذ اللہ غضب وعذاب کی مصیبتیں بھریں، ہاں یہ سچ ہے کہ ہم غنی حمید عزّ جلالہ پر حکم نہیں کر سکتے پھر دوسرے حکم کی کس نے گنجائش دی؟ ادھر کونسی دلیل قاطع پائی؟ حاش اللہ! ایک حدیث بھی صحیح وصریح نہیں، جو صریح ہے ہرگز صحیح نہیں اور جو صحیح ہے ہرگز صریح نہیں جس کی طرف ہم نے اجمالی اشارات کر دئے تو اقل درجہ وہی سکوت وحفظ ادب رہا، آئندہ اختیارات بدست مختار۔

نکتہ الٰہیۃ اقول: ظاہر عنوان باطن ہے اور اسم آئینہ مسمی الاسماء تنزل من السماء (اسماء آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا بعثتم الی رجلا فابعثوه حسن الوجه حسن الاسم ۔ رواہ البزار فی مسندہ والطبرانی فی الاوسط عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن علی الاصح۔

جب میری بارگاہ میں کوئی قاصد بھیجو تو اچھی صورت اچھے نام کا بھیجو اس کو بزار نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے اوسط میں سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قول اصح کے مطابق سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(المعجم الاوسط حدیث ۷۷۴۳ صفحہ ۳۶۵ جلد ۸ مکتبہ المعارف ریاض)(کنز العمال بحوالہ البزار وطس عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۴۷۷۵ صفحہ ۴۵ جلد ۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

اعتبروا الارض باسمائها۔ رواہ ابن عدی عن

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ وھو حسن لشواھد۔

زمین کو اس کے نام پر قیاس کرو۔ (اس کو ابن عدی نے سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور وہ شواہد کے لیے حسن ہے۔

(الجامع الصغیر بحوالہ عدی عن ابن مسعود حدیث ۱۱۲۶ صفحہ ۷۴ جلد ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ یتفاء ل ولا یتطیر وکان یعجبہ الاسم الحسن۔ رواہ الامام احمد والطبرانی والبغوی فی شرح السنۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیک فال لیتے، بدشگونی نہ مانتے اور اچھے نام کو دوست رکھتے۔ اس کو امام احمد، طبرانی اور بغوی نے شرح السنۃ میں روایت کیا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رقم ۳۰۴۳۱۹ صفحہ ۲۵۷ جلد ۱، المکتب الاسلامی بیروت)(شرح السنۃ للبغوی حدیث ۳۲۵۴ صفحہ ۱۷۵ جلد ۱۲ المکتب الاسلامی بیروت)(المعجم الکبیر: رقم ۱۱۲۹۴ صفحہ ۱۴۰ جلد ۱۱ مکتبۃ ابن تیمیۃ القاھرۃ)(مجمع الزوائد بحوالہ احمد وطبرانی کتاب الادب باب ماجاء فی الاسماء الحسنۃ صفحہ ۴۷ جلد ۸ دار الکتاب بیروت)

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

ان النبی ﷺ کان یغیر الاسم القبیح۔ رواہ الترمذی۔

مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برے نام کو بدل دیتے تھے اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی تغیر الاسماء صفحہ ۱۰۷ جلد ۲ امین کمپنی دہلی)

وفی اخری عنہا (اور ام المومنین سے ہی دوسری روایت میں ہے۔):

کان رسول اللہ ﷺ اذا سمع بالاسم القبیح حوّله الی ماهو احسن منه ۔ رواہ الطبرانی بسندہ وھو عند ابن سعد عن عروۃ مرسلا ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کا برا نام سنتے تو اس سے بہتر سے بدل دیتے (اس کو طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ متصلاً روایت کیا ہے اور وہ ابن سعد کے نزدیک عروہ سے مرسلاً مروی ہے۔ت)

(المعجم الاوسط :باب الف من اسمه ابراہیم رقم ۲۷۶۲ صفحہ ۱۵۳ جلد ۳ دار الحرمین القاہرہ)(کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن عروۃ مرسلاً حدیث ۱۸۵۰۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/۱۵۷)

بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ کان لایتطیر من شیئ وکان اذا بعث عاملا سأل عن اسمه فاذا اعجبه اسمه فرح به وروئی بشر ذٰلک فی وجهه وان کرہ اسمه روئی کراهیة ذٰلک فی وجهه واذا دخل قریة سأل عن اسمها فاذا اعجبه اسمها فرح بها وروئی بشر ذٰلک فی وجهه وان کرہ اسمها روئی کراهة ذٰلک فی وجهه۔ رواہ ابوداؤد۔

مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی نہ لیتے جب کسی عہدے پر کسی کو مقرر فرماتے اس کا نام پوچھتے اگر پسند آتا خوش ہوتے اور اس کی خوشی چہرہ انور میں نظر آتی اور اگر ناپسند آتا ناگواری کا اثر چہرہ اقدس پر ظاہر ہوتا، اور جب کسی شہر میں تشریف لے جاتے اس کا نام دریافت فرماتے، اگر خوش آتا مسرور ہوجاتے اور اس کا سرور روئے پُرنور میں دکھائی دیتا، اور اگر ناخوش آتا ناخوشی کا اثر روئے اطہر میں نظر آتا۔ (رواہ ابوداود)

(سنن ابوداود کتاب الکہانۃ والتطیر باب فی الطیرۃ والخط صفحہ ۱۹۱ جلد ۲ آفتاب عالم پریس لاہور)

اب ذرا چشمِ حق بین سے حبیب صلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مراعات الٰہیہ کے الطاف خفیہ دیکھئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پاک عبداللہ کہ افضل اسمائے امت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

احب اسمائك الى الله عبدالله و عبدالرحمن ۔ رواہ مسلم وابو داود والترمذی وابن ماجة عن عبدالله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما۔

تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ پیارے نام اللہ تعالیٰ کو عبداللہ وعبدالرحمن ہیں اس کو امام مسلم، ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابی داود کتاب الادب باب فی تغیر الاسماء صفحہ ۳۲۰ جلد ۲ آفتاب عالم پریس لاہور)(جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء ما یستحب من الاسماء صفحہ ۱۰۶ جلد ۲ امین کمپنی دہلی)(سنن ابن ماجہ ابواب الادب باب ماجاء ما یستحب من الاسماء صفحہ ۲۷۳ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام آمنہ کہ امن وامان سے مشتق اور ایمان سے ہم اشتقاق ہے۔ جد امجد حضرت عبدالمطلب شیبۃ الحمد کہ اس پاک ستودہ مصدر سے اطیب واطہر مشتق محمد واحمد وحامد ومحمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے کا اشارہ تھا۔ جدہ ماجدہ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ، اس نام پاک کی خوبی اظہر من الشمس ہے۔

حدیث میں حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وجہ تسمیہ یوں آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما سمیت فاطمة لان الله تعالیٰ فطمها و محبیها من النار ۔ رواہ الخطیب عن ابن عباس رضی اللهتعالیٰ عنهما۔

اللہ عزوجل نے اس کا نام فاطمہ اس لئے رکھا کہ اسے اور اس سے

عقیدت رکھنے والوں کو نارِ دوزخ سے آزاد فرمایا۔ (اس کو خطیب نے سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(تاریخ بغداد بحوالہ خط عن ابن عباس ترجمہ ۷۷۷۲ عالم بن حمید الشمیرتی صفحہ ۲۳۱ جلد ۱۲ دارالکتاب العربی بیروت)(کنز العمال حدیث ۳۴۲۲۶ و ۳۴۲۲۷ صفحہ ۱۰۹ جلد ۱۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

حضور کے جدِّ مادری یعنی نانا وہب جن کے معنیٰ عطاو بخشش، ان کا قبیلہ بنی زہراء جس کا حاصل چمک وتابش۔ جدہ مادری یعنی نانی صاحبہ بَرّہ یعنی نیکوکار، کماذکرہ ابن ھشام فی سیرتہ (جیسا کہ ابن ہشام نے اس کو اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے۔ ت)

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام زواج عبداللہ من آمنہ بنت وھب صفحہ ۱۵۲ جلد ۱ دار ابن کثیر بیروت)

بھلا یہ تو خاص اصول ہیں، دودھ پلانے والیوں کو دیکھئے، پہلی مرضعہ ثُوَیبَہ کہ ثواب سے ہم اشتقاق، اور اس فضلِ الٰہی سے پوری طرح بہرور حضرت حلیمہ بنت عبداللہ بن حارث۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اشج عبدالقیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

ان فیك خصلتین یحبهما الله الحلم والاناة۔

تجھ میں دو خصلتیں ہیں خدا اور رسول کو پیاریں نگ اور بُردباری۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب الامر بالایمان باللہ ولرسولہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ صفحہ ۳۵ جلد ۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ان کا قبیلہ بنی سعد کہ سعادت و نیک طالعی ہے، شرفِ اسلام وصحابیت سے مشرف ہوئیں:

کما بینه الامام مغلطائی فی جزء حافل سماه "التحفة الجسمیة فی اثبات اسلام حلیمة"۔

جیسا کہ امام مغلطائی نے اسکو ایک بڑی جُزء میں بیان فرمایا ہے جس کا نام انہوں نے "التحفة الجسمیة فی اثبات اسلام حلیمة" رکھا ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع صفحہ ۲۹۴ جلد ۳ دارالمعرفہ بیروت)

جب روز حنین حاضر بارگاہ ہوئیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے قیام فرمایا اور اپنی چادر انور بچھا کر بٹھایا کما فی الاستیعاب عن عطاء بن یسار جیسا کہ استیعاب میں عطا بن یسار سے مروی ہے۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ترجمه ۳۳۳۲ حلیمة السعدیة صفحه ۳۷۴ جلد ۴ دار الکتب العلمیة بیروت)

ان کے شوہر جن کا شیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نوش فرمایا حارث سعدی، یہ بھی شرف اسلام وصحبت سے مشرف ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قدم بوسی کو حاضر ہوئے تھے، راہ میں قریش نے کہا: اے حارث! تم اپنے بیٹے کی سنو، وہ کہتے ہیں مردے جئیں گے، اور اللہ نے دو گھر جنت ونار بنا رکھے ہیں۔ انہوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ: اے میرے بیٹے! حضور کی قوم حضور کی شاکی ہے۔ فرمایا: ہاں میں ایسا فرماتا ہوں، اور اے میرے باپ! جب وہ دن آئے گا تو میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر بتادوں گا کہ دیکھو یہ وہ دن ہے یا نہیں جس کی میں خبر دیتا تھا یعنی روز قیامت۔ حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد اسلام اس ارشاد کو یاد کر کے کہا کرتے: اگر میرے بیٹے میرا ہاتھ پکڑیں گے تو ان شاء اللہ نہ چھوڑیں گے جب تک مجھے جنت میں داخل نہ فرمالیں۔ رواہ یونس بن بکیر۔ (اس کو یونس بن بکیر نے روایت کیا ہے۔ت)

(الروض الانف بحواله یونس بن بکیر ابوه من الرضاعة صفحه ۱۰۰ جلد ۲ دار احیاء التراث العربی بیروت)(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة یونس بن بکیر المقصد الاول ذکر رضاعه الله صلی الله علیه وسلم صفحه ۱۴۳ جلد ۱ دار المعرفة بیروت)(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة یونس بن بکیر المقصد الثانی الفصل الرابع ذکر رضاعه الله صلی الله علیه وسلم صفحه ۲۹۴ جلد ۳ دار المعرفة بیروت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اصدقها حارث وهمام ۔ رواه البخاری فی الادب المفرد وابوداؤد والنسائی عن ابی الهیثمی رضی الله تعالیٰ عنه

سب ناموں میں زیادہ سچے نام حارث وہمام ہیں۔ (اس کو امام بخاری نے ادب مفرد میں اور ابوداود ونسائی نے ابوالہیثمی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

(سنن ابی داود کتاب الادب باب فی تغیر الاسماء صفحہ ۳۲۰ جلد ۲ آفتاب عالم پریس لاہور)(الادب المفرد باب ۳۵۶ حدیث ۸۱۴ صفحہ ۲۱۱ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل)

حضور کے رضاعی بھائی جو پستان شریک تھے، جن کے لیے حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پستان چپ چھوڑ دیتے تھے عبداللہ سعدی، یہ بھی مشرف بہ اسلام وصحبت ہوئے کما عند ابن سعد فی مرسل صحیح الاسناد (جیسا کہ ابن سعد کے نزدیک صحیح الاسناد مرسل میں ہے۔)

(الطبقات الکبری لابن سعد ذکر من ارضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ صفحہ ۱۱۳ جلد ۱ دار صادر بیروت)(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۳ جلد ۱ دار المعرفۃ بیروت)

حضور کی رضاعی بڑی بہن کہ حضور کو گود میں کھلاتیں، سینے پر لٹاکر دعائیہ اشعار عرض کرتیں، سلاتیں، اس لئے وہ بھی حضور کی ماں کہلاتیں سیما سعدیہ یعنی نشان والی، علامت والی، جوڈور سے چمکے، یہ بھی مشرف بہ اسلام ہوئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع ذکر رضاعہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۲۹۵ جلد ۳ دار المعرفۃ بیروت)(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر رضاعہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۴۶ جلد ۱ دار المعرفۃ بیروت)

حضرت حلیمہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لئے راہ میں جاتی تھیں تین نوجوان کنواری لڑکیوں نے وہ دلربا صورت دیکھی جوشِ محبت سے اپنی پستانیں دہن اقدس میں رکھیں، تینوں کے دودھ اتر آیا، تینوں پاکیزہ بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔ عاتکہ کے معنی زن شریفہ، رئیسہ، کریمہ، سراپا عطر آلود، تینوں قبیلہ بنی سلیم سے تھیں کہ سلامت سے مشتق اور اسلام سے ہم اشتقاق ہے، ذکرہ ابن عبدالبر (اس کو ابن عبدالبر نے استیعاب میں ذکر کیا ہے۔ت)

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ الاستیعاب المقصد الاول صفحہ ۱۲۷ جلد ۱ دار المعرفۃ بیروت)

بعض علماء نے حدیث

"انا ابن العواتك من سليم"

میں بنی سلیم کی عاتکہ عورتوں کا بیٹا ہوں۔

کو اسی معنیٰ پر محمول کیا۔نقلہ السہیلی (اس کو سہیلی نے نقل کیا ہے۔ت)

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ الاستیعاب المقصد الاول صفحہ ۱۳۷ جلد ۱ دار المعرفۃ بیروت)

اقول: الحق کسی نبی نے کوئی آیت وکرامت ایسی نہ پائی کہ ہمارے نبی اکرم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کو اس کی مثل اور اس سے اشمل عطا نہ ہوئی، یہ اس مرتبے کی تکمیل تھی کہ مسیح کلمۃ اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو بے باپ کے کنواری بتول کے پیٹ سے پیدا کیا حبیب اشرف بریۃ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تین عفیفہ لڑکیوں کے پستان میں دودھ پیدا فرما دیا۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جو کمالات سب رکھتے ہیں تو تنہا رکھتا ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیک وعلیہم وبارک وسلم۔

اللہ تعالیٰ آپ پر اور ان (انبیاء سابقہ) پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔

امام ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں:

لم ترضعہ مرضعۃ الا اسلمت۔ ذکرہ فی کتابہ "سراج المریدین"۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جتنی بیبیوں نے دودھ پلایا سب اسلام لائیں۔اس کو امام ابو بکر ابن العربی نے اپنی کتاب سراج المریدین میں ذکر کیا ہے۔

بھلا یہ تو دودھ پلانا تھا کہ اس میں جزئیت ہے، مرضعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام برکت اور ام ایمن کنیت کہ یہ بھی یمن وبرکت وراستی وقوت، یہ اجلہ صحابیات سے ہوئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہن، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں فرماتے:

انت امی بعد امی۔

تم میری ماں کے بعد میری ماں ہو۔

(المواہب اللدنیۃ المقصد الاول حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل البعثۃ صفحہ ۱۷۴ جلد ۱)

المکتب الاسلامی بیروت)(المواهب اللدنية المقصد الثانی الفصل الرابع صفحه ۱۱۷ جلد ۲ المکتب الاسلامی بیروت)

راہ ہجرت میں انہیں پیاس لگی، آسمان سے نورانی رسی میں ایک ڈول اترا، پی کر سیراب ہوئیں، پھر کبھی پیاس نہ معلوم ہوئی، سخت گرمی میں روزے رکھتیں اور پیاس نہ ہوتی ۔ رواہ ابن سعد عن عثمان بن ابی القاسم (اس کو ابن سعد نے عثمان بن ابو القاسم سے روایت کیا ہے۔ت)

(الطبقات الکبری لابن سعد ام ایمن واسمہا برکۃ صفحہ ۲۲۴ جلد ۸ دار صادر بیروت)(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیۃ المصد الثانی الفصل الرابع صفحہ ۲۹۵ جلد ۳ دار المعرفۃ بیروت)

پیدا ہوتے وقت جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ہاتھوں پر لیا ان کا نام تو دیکھئے شفاء، رواہ ابو نعیم عنہا۔ اس کو ابو نعیم نے سیدہ شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔)

(دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الحادی عشر الجزء الاول ص ۴۰ عالم الکتب بیروت)

یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ وصحابیہ جلیلہ ہیں۔

اور ایک بی بی کہ وقت ولادت اقدس حاضر تھیں فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ، یہ بھی صحابیہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اے چشم انصاف! کیا ہر تعلق ہر علاقہ میں ان پاک مبارک ناموں کا اجتماع محض اتفاقی بطور جزاف تھا؟ کلا واللہ بلکہ عنایت ازلی نے جان جان کر یہ نام رکھے، دیکھ دیکھ کر یہ لوگ چنے۔ پھر محل غور ہے جو اس نور پاک کو برے نام والوں سے بچائے وہ اسے برے کام والوں میں رکھے گا، اور برا کام بھی کون سا، معاذ اللہ شرک وکفر، حاشا ثم حاشا، اللہ اللہ! دایاں مسلمان، کھلائیاں مسلمان، مگر خاص جن مبارک پیٹوں میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پاؤں پھیلائے، جن طیب مطیب خونوں سے اس نورانی جسم میں ٹکڑے آئے وہ معاذ اللہ چنین وچناں حاش للہ کیونکر گوارا ہو خدا دیکھا نہیں قدرت سے جانا

ما بندہ عشقیم ودِگر ہیچ ندانیم
ہم عشق کے بندے ہیں اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔

فائدہ ظاہرہ

در بارہ ابوین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہی طریقہ انیقہ اعنی نجات نجات

کہ ہم نے بتوفیقہ تعالیٰ اختیار کیا، تنوع مسالک پر مختارِ اجلہ ائمہ کبار اعاظم علمائے نامدار ہے، ازاں جملہ:

(۱) امام ابوحفص عمر بن احمد بن شاہین جن کی علوم دینیہ میں تین سوتیس تصانیف ہیں، ازانجملہ تفسیر ایک ہزار جزء میں اور مسند حدیث ایک ہزار تین جزء میں۔

(۲) شیخ المحدثین احمد خطیب علی البغدادی۔

(۳) حافظ الشان محدث ماہر امام ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر۔

(۴) امام اجل ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی صاحب الروض۔

(۵) حافظ الحدیث امام محب الدین طبری کہ علماء فرماتے ہیں، بعد امام نووی کے ان کا مثل علم حدیث میں کوئی نہ ہوا۔

(۶) امام علامہ ناصرالدین ابن المنیر صاحب شرف المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۷) امام حافظ الحدیث ابوالفتح محمد بن محمد ابن سیدالناس صاحب عیون الاثر۔

(۸) علامہ صلاح الدین صفدی۔

(۹) حافظ الشان شمس الدین محمد ابن ناصرالدین دمشقی۔

(۱۰) شیخ الاسلام حافظ الشان امام شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی۔

(۱۱) امام حافظ الحدیث ابوبکر محمد بن عبداللہ اشبیلی ابن العربی مالکی۔

(۱۲) امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی بصری صاحب الحاوی الکبیر۔

(۱۳) امام ابوعبداللہ محمد بن خلف شارح صحیح مسلم۔

(۱۴) امام عبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر قرطبی صاحب تذکرہ۔

(۱۵) امام المتکلمین فخر المدققین فخر الدین محمد بن عمر الرازی۔

(۱۶) امام علامہ زین الدین مناوی۔

(۱۷) خاتم الحفاظ مجدد القرن العاشر امام جلال الملۃ والدین عبدالرحمن ابن ابی بکر۔

(۱۸) امام حافظ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی صاحب افضل القریٰ وغیرہ۔

(۱۹) شیخ نورالدین علی الجزار مصری صاحب رسالہ تحقیق آمال الراجین فی ان والدی المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بفضل اللہ تعالیٰ فی الدارین من الناجین۔

(۲۰) علامہ ابوعبداللہ محمد ابن ابی شریف حسنی تلمسانی شارح شفاء شریف۔

(۲۱) علامہ محقق سنوسی۔

(۲۲) امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی صاحب الیواقیت والجواہر۔

(۲۳) علامہ احمد بن محمد بن علی بن یوسف فاسی صاحب مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات۔

(۲۴) خاتمۃ المحققین علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح المواہب۔

(۲۵) امام اجل فقیہ اکمل محمد بن محمد کردری بزازی صاحب المناقب۔

(۲۶) زین الفقہ علامہ محقق زین الدین ابن نجیم مصری صاحب الاشباہ والنظائر۔

(۲۷) علامہ سید احمد حموی صاحب غمز العیون والبصائر۔

(۲۸) علامہ حسین بن محمد بن حسن دیاربکری صاحب الخمیس فی انفس نفیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۲۹) علامہ محقق شہاب الدین احمد خفاجی مصری صاحب نسیم الریاض۔

(۳۰) علامہ طاہر فتنی صاحب مجمع بحار الانوار۔

(۳۱) شیخ شیوخ علماء الہند مولانا عبدالحق محدث دہلوی۔

(۳۲) علامہ ــــــــــ صاحب کنز الفوائد۔

(۳۳) مولانا بحرالعلوم ملک العلماء عبدالعلی صاحب فواتح الرحموت۔

(۳۴) علامہ سید احمد مصری طحطاوی محشی درمختار۔

(۳۵) علامہ سید ابن عابدین امین الدین محمد آفندی شامی صاحب ردالمحتار وغیرہم من العلماء الکبار والمحققین الاخیار علیہم رحمۃ الملک العزیز الغفار (ان کے علاوہ دیگر علماء کبار اور پسندیدہ محققین ان پر عزت والے، بخشنے والے بادشاہ کی رحمت ہو۔ ان سب حضرات کے اقوال طیبہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں مگر فقیر نے یہ سطور

نہ مجرد نقل اقوال کے لئے لکھیں نہ مباحث طے کردہ علماء عظام خصوصاً امام جلیل جلال سیوطی کے ایراد بلکہ مقصود اس مسئلہ جلیلہ پر چند دلائل جمیلہ کا سنانا اور بہ تصدق کفش برداری علماء جو فیض تازہ قلب فقیر پر فائض ہوئے، انتفاع برادران دینی کے لئے ان کا ضبط تحریر میں لانا کہ شائد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ تمام جہاں سے اکرم وارحم وابرّ واوفی ہیں، محض اپنے کرم سے نظر قبول فرمائیں اور نہ کسی صلے میں بلکہ اپنے خاص فضل کے صدقے میں اس عاجز بے چارہ، بیکس، بے یار کا ایمان حفظ فرما کر دارین میں عذاب وعقاب سے بچائیں۔

بر کریماں　　　کارھا دشوار　　　نیست

کریموں پر بڑے بڑے کام دشوار نہیں ہوتے۔

پھر یہ بھی ان اکابر کا ذکر ہے جن کی تصریحات، خاص اس مسئلہ جزئیہ میں موجود، ورنہ بنظر کلیت نگاہ کیجئے تو امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی وامام الحرمین وامام ابن السمعانی وامام کیا ہراسی وامام اجل قاضی ابوبکر باقلانی حتی کہ خود امام مجتہد سیدنا امام شافعی کی نصوص قاہرہ موجود ہیں جن سے تمام آباء وامہات اقدس کا ناجی ہونا کالشمس والامس روشن وثابت ہے بلکہ بالا جماع تمام ائمہ اشاعرہ اور ائمہ ماتریدیہ سے مشائخ بخارا تک سب کا یہی مقتضائے مذہب ہے کما لایخفی علی من له اجالة نظر فی علمی الاصولین۔ (جیسا کہ اس شخص پر پوشیدہ نہیں جس کی اصولی علموں پر نظر ہے۔)

امام سیوطی سُبل النجاۃ میں فرماتے ہیں:

مال الی ان الله تعالیٰ احیاهما حتی اٰمنا به طائفة من الائمة وحفاظ الحدیث۔

ائمہ اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابوین کریمین کو زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ آپ پر ایمان لائے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ بحوالہ سبل النجاۃ المقصد الاول صفحہ ۱۶۸ جلد ۱ دار المعرفۃ بیروت)

کتاب الخمیس میں کتاب مستطاب الدرج المنیفہ فی الآباء الشریفہ سے نقل

کرتے ہیں:

ذهب جمع كثير من الائمة الاعلام الى ان ابوى النبى ﷺ ناجيان محكوم لهما بالنجاة فى الاخرة وهم اعلم الناس باقوال من خالفهم وقال بغير ذٰلك ولايقصرون عنهم فى الدرجة ومن احفظ الناس للاحاديث والاٰثار وانقد الناس بالادله التى استدل بها اولئك فانهم جامعون لانواع العلوم ومتضلوعون من الفنون خصوصان الاربعة التى استمدمنها فى هٰذه المسألة فلايظن بهم انهم لم يقفوا على الاحاديث التى استدل بها اولئك معاذالله بل وقفوا عليهاوخاضوا غمر تها واجابوا عنها بالاجوبة المرضية التى لايردها منصف واقاموا لما ذهبوا اليه ادلة قاطعة كالجبال الرواسى مختصراً۔

(خلاصہ یہ کہ) یہ جمع کثیر اکابر ائمہ واجلہ حفاظ حدیث، جامعان انواع علوم ونا قدان روایات ومفہوم کا مذہب یہی ہے کہ ابوین کریمین ناجی ہیں اور آخرت میں ان کی نجات کا فیصلہ ہو چکا ہے ان اعاظم ائمہ کی نسبت یہ گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ ان احادیث سے غافل تھے جن سے اس مسئلے میں خلاف پر استدلال کیا جاتا ہے، معاذ اللہ ایسا نہیں بلکہ وہ ضرور اس پر واقف ہوئے اور تہہ تک پہنچے اور ان سے وہ پسندیدہ جواب دئے جنہیں کوئی انصاف والا رد نہ کرے گا اور نجات والدین شریفین پر دلائل قاطعہ قائم کئے جیسے مضبوط جمے ہوئے پہاڑ کہ کسی کے ہلائے نہیں ہل سکتے۔

(کتاب الخمیس القسم الثانی النوع الرابع صفحہ ۲۳۰ جلد ۱ مؤسسۃ شعبان بیروت)

بلکہ علامہ زرقانی شرح مواہب میں ائمہ قائلین نجات کے اقوال وکلمات ذکر کر

کے فرماتے ہیں:

هذا ماوقفنا عليه من نصوص علمائنا ولم نر لغيرهم مايخالفه الا مايشم من نفس ابن دحية وقد تكفل بردّه القرطبيؒ۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ باب وفاۃ امہ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۸۶ جلد ۱ دار المعرفۃ بیروت

یہ ہمارے علماء کے وہ نصوص ہیں جن پر میں واقف ہوا اور ان کے غیر سے کہیں اس کا خلاف نظر نہ آیا سوائے ایک بوئے خلاف کے جو ابن دحیہ کے کلام سے پائی گئی اور امام قرطبی نے بر وجہ کافی اس کا رد کر دیا۔

تاہم بات وہی ہے جو امام سیوطی نے فرمائی:

ثم انی لم ادّع ان المسألة اجماعية بل هی مسألة ذات خلافٍ فحكمها كحكم سائر المسائل المختلف فيها غير انی اخترت له اقوال القائلين بالنجاة لانه انسب بهذا المقام اھ وقال فی الدرج بعد مادرج فی الدرج الفريقان ائمة اكابر اجلاء۔

پھر میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے بلکہ یہ اختلافی مسئلہ ہے (اور اس کا حکم بھی اختلافی مسائل جیسا ہوگا) مگر میں نے نجات کے قائلین کے اقوال کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہی اس مقام کے زیادہ لائق ہے۔اھ اور درج المنیفہ میں اس بحث کو درج کرنے کے بعد کہا دونوں فریق جلیل القدر اکابر ائمہ ہیں۔

(الدرج المنیفۃ فی الآباء الشریفۃ)(۲ کتاب الخمیس بحوالہ الدرجۃ المنیفۃ القسم الثانی النوع الرابع صفحہ ۲۳۰ جلد ۱ مؤسسۃ شعبان)

اقول: تحقیق یہ کہ طالبِ تحقیق مرہون دست دلیل ہے، ابتداء ظواہر بعض آثار سے جو ظاہر بعض انظار ہوا ظاہر تھا کہ ان جوابات شافیہ اور اس پر دلائل وافیہ قائم و مستقیم چارہ کار قبول و تسلیم بالاقل سکوت و تعظیم، اللہ الہادی الیٰ صراط مستقیم۔

عائدہ زاہرہ

امام ابونعیم دلائل النبوۃ میں بطریق محمد بن شہاب الزہری ام سماعہ اسماء بنت ابی رھم، وہ اپنی والدہ سے راوی ہیں، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے وقت حاضر تھی، محمد صلی اللہ تعالیٰ کم سن بچے کوئی پانچ برس کی عمر شریف، ان کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ حضرت خاتون نے اپنے ابن کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نظر کی، پھر کہا

بارك فيك الله من غلام
یاابن الذی من حومته الحمام
نجابعون الملك المنعام
فودی غداة الضرب . بالسهام
بمائة من ابل سوام
ان صح ما ابصيرت فی المنام
فانت مبعوث الى الانام
من عند ذی الجلال والاكرام
تبعث فی الحل وفی الحرام
تبعث بالتحقيق والاسلام
دين ابيك البرابراهام
فالله انهاک عن الاصنام
ان لاتواليها مع الاقوام

اے ستھرے لڑکے! اللہ تجھ میں برکت رکھے۔ اے بیٹے ان کے جنہوں نے مرگ کے گھیرے سے نجات پائی بڑے انعام والے بادشاہ اللہ عزوجل کی مدد سے، جس صبح کو قرعہ ڈالا گیا سو بلند اونٹ ان کے فدیہ میں قربان کئے گئے، اگر وہ ٹھیک اترا جو میں نے خواب دیکھا ہے تو تو سارے جہان کی طرف پیغمبر بنایا جائے گا جو تیرے نکو

کا رباپ ابراہیم کا دین ہے، میں اللہ کی قسم دے کر تجھے بتوں سے منع
کرتی ہوں کہ قوموں کے ساتھ ان کی دوستی نہ کرنا۔

(الخصائص الکبری: باب ماوقع عند وفاۃ امہ صلی اللہ علیہ وسلم من الآیات صفحہ ۱۳۶، ۱۳۵ جلد ۱ مکتبہ حقانیہ پشاور) (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ: ذکر وفاۃ امہ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۲۱۱، ۲۱۰ جلد ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت خاتون آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کی اس پاک وصیت میں جو فراقِ دنیا کے وقت اپنے ابن کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو کی بحمد اللہ توحید ورد شرک تو آفتاب کی طرح روشن ہے اور اس کے ساتھ دین اسلام ملت پاک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا بھی پورا اقرار، اور ایمان کامل کسے کہتے ہیں، پھر اس سے بالاتر حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا بھی اعتراف موجود اور وہ بھی بیان بعث عامہ کے ساتھ، وللہ الحمد۔

اقول:

وكلمة ان ان كانت للشك فهو غاية المنتهى اذ ذاك ولا تكليف فوقه والا فقد علم مجيئها ايضا للتحقيق ليكون كالدليل على ثبوت الجزاء وتحققه كقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لام المؤمنين رضى الله تعالىٰ عنها رأيتك فى المنام ثلث ليال يجيء بك الملك فى سرقة من حريرى فقال لى هذه امرأتك فكشفت عن وجهك الثوب فاذا هى انت فقلت ان يكن هذا من عندالله يمضه . رواه الشيخان عنها رضى الله تعالىٰ عنهما.

اقول: (میں کہتا ہوں) کلمہ ان اگر شک کے لئے ہے تو وہ غایت منتہی ہے اور اس سے اوپر کوئی تکلیف نہیں، ورنہ اس کا تحقیق کیلئے آنا بھی معلوم ہے تاکہ یہ جزاء کے ثبوت وتحقیق پر دلیل کی طرح ہوجائے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا سے فرماتا کہ میں نے تجھے تین راتیں دیکھا فرشتہ (جبرائیل علیہ السلام) تجھے ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر لایا اور مجھے کہا یہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے تیرے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ تو تھی۔ میں نے کہا اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ ضرور اس کو جاری فرمائے گا۔ اس کو شیخین نے ام المومنین سے روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب النکاح باب النظر الی المرأة قبل التزویج صفحہ ۷۶۵ جلد ۲ قدیمی کتب خانہ کراچی) (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا صفحہ ۲۸۵ جلد ۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس کے بعد فرمایا:

کل حی میت وکل جدید بال وکل کبیر یفنی و انا میتة وذکری باق وقد ترکت خیرا وولدت طهراً

ہر زندے کو مرنا ہے اور ہر نئے کو پرانا ہونا، اور کوئی کیسا ہی بڑا ہو ایک دن فنا ہونا ہے۔ میں مرتی ہوں اور میرا ذکر ہمیشہ خیر سے رہے گا، میں کیسی خیر عظیم چھوڑ چلی ہوں اور کیسا ستھرا پاکیزہ مجھ سے پیدا ہوا،

(الخصائص الکبریٰ: باب ماوقع عندوفاة امہ صلی اللہ علیہ وسلم من الآیات صفحہ ۱۳۶، ۱۳۵ جلد ۱ مکتبہ حقانیہ پشاور) (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة: ذکروفاة امہ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۲۱۱، ۲۱۰ جلد ۱ دارالکتب العلمیہ بیروت)

یہ کہا اور انتقال فرمایا

رضی الله تعالیٰ عنها وصلی الله تعالیٰ علی ابنها الکریم وذویه وبارك وسلم

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور درود وسلام اور برکت نازل فرمائے ان کے کریم بیٹے اور اس کے پیروکاروں پر۔

اور ان کی یہ فراست ایمان اور پیشن گوئی نورانی قابل غور ہے کہ میں انتقال کرتی ہوں اور میرا ذکر خیر ہمیشہ باقی رہے گا۔ عرب وعجم کی ہزاروں شاہزادیاں، بڑی بڑی تاج والیاں خاک کا پیوند ہوئیں جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا، مگر اس طیبہ خاتون کے ذکر خیر سے

مشارق مغارب ارض میں محافل مجالس انس وقدس میں زمین وآسمان گونج رہے ہیں اور ابدا آباد تک گونجیں گے وللہ الحمد۔

عبرتِ قاہرہ

سید احمد مصری حواشی در میں ناقل کہ ایک عالم رات بھر مسئلہ ابوین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں متفکر رہے کہ کیونکر تطبیق اقوال ہو۔ اسی فکر میں چراغ پر جھک گئے کہ بدن جل گیا۔ صبح ایک لشکری آیا کہ میرے یہاں آپ کی دعوت ہے۔ راہ میں ایک ترہ فروش ملے کہ اپنی دکان کے آگے باٹ ترازو لئے بیٹھے ہیں، انہوں نے اٹھ کر ان عالم کے گھوڑے کی باگ پکڑی اور یہ اشعار پڑھے:

آمنت ان ابا النبی وامہ
احیاھما الحی القدیر الباری
حتی لقد شھدالہ برسالۃ
صدق فتلک کرامۃ المختار
وبہ الحدیث ومن یقول بضعفہ
فھو الضعیف عن الحقیقۃ عاری

یعنی میں ایمان لایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماں باپ کو اس زندہ ابدی قادر مطلق خالق عالم جل جلالہ نے زندہ کیا یہاں تک کہ ان دونوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیغمبری کی گواہی دی، اے شخص اس کی تصدیق کر کہ یہ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاز کے واسطے ہے اور اس باب میں حدیث وارد ہوئی جو اسے ضعیف بتائے وہ آپ ہی ضعیف اور علم حقیقت سے خالی ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر صفحہ ۱۸ جلد ۲ المکتبۃ العربیہ کوئٹہ)

یہ اشعار سنا کر ان عالم سے فرمایا: اے شیخ! انہیں لے اور نہ رات کو جاگ نہ اپنی

جان کو فکر میں ڈال کہ تجھے چراغ جلادے، ہاں جہاں جارہا ہے وہاں نہ جا کہ لقمہ حرام کھانے میں نہ آئے۔

ان کے اس فرمانے سے وہ عالم بیخود ہو کر رہ گئے، پھر انہیں تلاش کیا پتا نہ پایا اور دکانداروں سے پوچھا، کسی نے نہ پہچانا، سب بازار والے بولے: یہاں تو کوئی شخص بیٹھتا ہی نہیں۔ وہ عالم اس ربانی ہادی، غیب کی ہدایت سن کر مکان کو واپس آئے لشکری کے یہاں تشریف نہ لے گئے۔ انتہی۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر صفحہ ۹۱ جلد ۲ المکتبۃ العربیہ کوئٹہ)

اے شخص! یہ عالم بہ برکت علم، نظر عنایت سے ملحوظ تھے کہ غیب سے کسی ولی کو بھیج کر ہدایت فرمادی خوف کر کہ تو اس ورطہ میں پڑ کر معاذ اللہ کہیں مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا باعث ایذاء نہ ہو جس کا نتیجہ معاذ اللہ بڑی آگ دیکھنا ہو۔ اللہ عزوجل ظاہر و باطن میں مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت سچا ادب روزی فرمائے اور اسباب مقت (ناراضگی) وحجاب و بیزاری وعتاب سے بچائے آمین آمین آمین!

یا ارحم الراحمین ارحم فاقتنا یا ارحم الراحمین ارحم ضعفنا تبرأنا من حولنا الباطل وقوتنا العاطلة والتجانا الی حولك العظیم وطولك القدیم وشهدنا بان لاحول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم واٰخر دعوٰنا ان الحمدللہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہٖ وصحبہٖ وذریتہٖ اجمعین اٰمین۔

اے بہترین رحم فرمانے والے! ہمارے فاقہ اور ضعف پر رحم فرما، ہم اپنی باطل طاقت اور بیکاری قوت سے براءت کرتے ہیں اور تیری عظیم طاقت اور قدیم قوت کی پناہ چاہتے ہیں اور اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ عزت وعظمت والے خدا کے سوا نہ تو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی، اور ہماری گفتگو کا خاتمہ اس پر ہے

کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔اور اللہ تعالیٰ درود نازل فرمائے ہمارے آقا ومولیٰ محمد مصطفی پر، آپ کی تمام آل پر، آپ کے تمام صحابہ پر اور آپ کی تمام اولاد پر۔ آمین۔

* * * *

شرح بخاری شریف
مکمل 12 جلدیں
شرح جامع ترمذی
مکمل 7 جلدیں
شرح ابوداؤد شریف
مکمل 8 جلدیں
شرح نسائی شریف
مکمل 6 جلدیں
مسند الامام الاعظم
شرح کتاب الادب